عالمی مزدور تحریک

ہسٹری آف دی تھری انٹرنیشنلز

از، ولیم زیڈ فاسٹر

ترجمہ: عبدالحمید

فہرست:

پاکستان میں مزدور تحریک

۱۔عام اقتصادی اور سیاسی پس منظر

۲۔سائنسی سوشلزم

۳۔۱۸۴۸ کا انقلاب

۴۔پہلی انٹرنیشنل کا قیام

۵۔ٹریڈ یونین ازم۔ پرودھوں اور باکونن

۶۔استحکام ___ جنیوا کانفرنس

۷۔نشوونما ___ لوزان اور برسلز

۸۔باکونن ازم ___ باسل کانگرس ۱۸۶۹

۹۔پیرس کیمون ۱۸۷۱

۱۰۔ہیگ کانفرنس میں اختلاف

۱۱۔انا کسٹ انٹرنیشنل

۱۲۔انٹرنیشنل ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں

۱۳۔ پہلی انٹرنیشنل کا کردار (۱۸۶۴ تا ۱۸۷۶)
۱۴۔ انٹرنیشنلوں کا درمیانی زمانہ (۱۸۷۶ تا ۱۸۹۹)
۱۵۔ دوسری انٹرنیشنل کا قیام ۱۸۸۹
۱۶۔ برسلز، زیورچ اور لندن ۱۸۹۱ تا ۱۸۹۶
۱۷۔ بین الاقوامی ٹریڈ یونین
۱۸۔ سامراج اور میلیر انڈ۔ پیرس ۱۹۰۰
۱۹۔ برنسٹین ترمیم پسندی، امسٹرڈیم ۱۹۰۴
۲۰۔ لینن ــــ ایک نئی قسم کی پارٹی
۲۱۔ ۱۹۰۵ کا روسی انقلاب
۲۲۔ نوآبادیاتی نظام اور جنگ ــــ سٹٹگارٹ ۱۹۰۷
۲۳۔ کوپن ہیگن کانگرس ۱۹۱۰
۲۴۔ جنگ کے سیاہ بادل ــــ باسیل ۱۹۱۲
۲۵۔ بڑی غداری ــــ پہلی جنگِ عظیم
۲۶۔ دوسری انٹرنیشنل کا کردار ۱۸۸۹ تا ۱۹۱۴
تیسری یا کمیونسٹ انٹرنیشنل ۱۹۱۹ تا ۱۹۴۳
۲۷۔ زمروالڈ تحریک ۱۹۱۵
۲۸۔ روسی بورژوا انقلاب، مارچ ۱۹۱۷
۲۹۔ روسی پرولتاریہ انقلاب، نومبر ۱۹۱۷
۳۰۔ سوویٹ نظام
۳۱۔ جرمنی اور ہنگری کے انقلابات

پاکستان میں مزدور تحریک

1857 کی جنگِ آزادی میں برصغیر پاک وہند کی زوال پذیر سیاسی قوتوں اور مقابلتاً پسماندہ اقتصادی نظام کو برطانوی سامراج کے ہاتھوں فیصلہ کن شکست ہوئی۔ خود مکتفی دیہی طرز معیشت پر اُبھرتے ہوئے صنعتی سرمایہ دارانہ نظام کی کھلے بندوں یلغار شروع ہوگئی۔ تاریخی اعتبار سے برطانوی سامراج کا کامیابی ایک ترقی پسند دور کی ابتدا تھی لیکن یہ تبدیلی اپنے مخصوص ارتقائی تسلسل میں نہیں آئی اور نہ ہی برطانوی سامراج کا مقصد اس سرزمین کو نئے صنعتی نظام کی برکات سے بہرہ ور کرنا تھا۔ انگریزوں نے ہندوستان کو خام مال کی فراہمی اور اپنی مصنوعات کی منڈی بنانے کے لئے انتہائی ظالمانہ طریقوں سے قدیم ڈھانچے کو تہ وبالا کر دیا اور اس کی جگہ جاگیرداری نظام کی بنا ڈالی۔ انگریزوں کے توسط سے برصغیر میں سب سے پہلے ریلوے کی صنعت پہنچی جو کلکتہ اور اس کے نواحی علاقوں میں قائم کی گئی۔ اس کا مقصد خام مال کو بندرگاہ تک پہنچانا اور بوقت ضرورت فوجوں کی نقل وحرکت میں آسانی پیدا کرنا تھا۔ لیکن کارل مارکس کی پیش گوئی کے مطابق ہندوستان میں صنعتوں کے قیام کو روکنا انگریزوں کے بس کی بات نہ تھی۔

برصغیر میں ریلوے اور ٹیکسٹائل اولین صنعتیں تھیں جو کلکتہ، بمبئی اور احمد آباد میں بیسویں صدی کے اوائل میں قائم ہو چکی تھیں۔ صنعتی مزدور طبقے یعنی پرولتاریہ نے بھی پہلے پہل انہی مراکز میں جنم لیا لیکن برصغیر میں کسان تحریک کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ (افسوس کہ اس موضوع پر ابھی تک کوئی ٹھوس تحقیق نہیں کی گئی) پنجاب، حیوات، مہاراشٹر بنگال، ٹراونگور کوچین اور موپلا، دیس کے مظلوم کسان مدتوں استحصالی طبقات سے دست وگریبان رہے ہیں۔ برصغیر میں پرولتاریہ خودرو اور غیر منظم ہڑتالیں 1906 میں لوکمانیہ تلک کی سزایابی پر 1911 میں نارتھ ویسٹرن ریلوے اور 1913 میں بمبئی اور احمد آباد کے کپڑے کی ریلوں میں ہوئیں۔ 1919 میں لینن کی قیادت میں جب تیسری یعنی کمیونسٹ انٹرنیشنل قائم ہوئی تو ہندوستان کی مزدور تحریک کا اس کے ساتھ مضبوط رابطہ قائم ہوگیا۔ تقریباً تمام صنعتوں میں مزدور انجمنوں کی قیادت کمیونسٹوں کے ہاتھ میں تھی جو کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے پرچم تلے سرگرمی سے کام رہے تھے۔ یہ انجمنیں آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگرس کی ملک گیر تنظیم میں منسلک ہوگئیں اور اس کی رہنمائی

میں ریلوے، کپڑے اور دیگر صنعتوں کے مزدوروں نے اپنے اقتصادی حقوق اور ملک کی آزادی کے لئے عظیم الشان قربانیاں اور کارہائے نمایاں پیش کئے۔ کچھ عرصہ بعد آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ایماء پر احمد آباد میں مزدور مہاجن یونین قائم کی گئی جس پر بورژوا طبقہ کا اثر غالب تھا۔ اس کی تنظیم کے لئے گلزاری لال نندا (بھارت کے سابقہ وزیر داخلہ) کو مقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ دائیں بازو کے سوشلسٹوں اور بائیں بازو کے بعض انتہا پسند اقلیتی گروہوں نے بھی مزدوروں اور کسانوں کی تنظیمیں قائم کیں۔

اس مدت کے دوران ہندوستان میں پرولتاریہ کی منظم سیاسی جماعت کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا بتدریج مضبوط تر ہوتی گئی۔ برطانوی سامراج نے ابتدائی دور کے انقلابی گروہوں اور کمیونسٹ پارٹی بیسویں صدی کی پہلی دہائیوں میں جس قدر ظلم کئے برصغیر کی جدید سیاسی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ کمیونسٹ پارٹی کو متعدد مرتبہ خلاف قانون قرار دیا گیا اور اس کے ممتاز او سرگرم کارکنوں پر بے شمار سنگین مقدمات چلا کر قید خانوں میں لرزہ خیز مظالم کئے گئے، تاہم کمیونسٹ پارٹی حالات کے مطابق اور کبھی آزادانہ طور پر محنت کشوں کی تنظیم اور جدوجہد کی رہنمائی کرتی رہی۔

آزادی کے وقت پاکستان میں صنعت محض نام کو تھی۔ یہاں سب سے بڑی صنعت نارتھ ویسٹرن ریلوے کی تھی جس کے مزدور انتہائی تجربہ کار اور طبقاتی اعتبار سے باشعور بن چکے تھے۔ لائل پور، اوکاڑہ میں کپڑے کی دو ملیں، مردان میں ایک شوگر مل، باٹا شو فیکٹری، تارپین اور بیروزہ کی فیکٹری، ٹکسال اور اٹک میں تیل کی ایک مختصر سی فیکٹری تھی۔ مشرقی پاکستان میں ریلوے بیٹری بنانے اور پٹ سن کی معمولی دستی صنعت موجود تھی۔ آبادی کے وسیع پیمانے پر انخلا کے باعث ترقی پسند تحریک اپنے بیشتر تجربہ کار اور منجھے ہوئے ارکان سے محروم ہو گئی تاہم آزادی کے بعد نوجوان کارکنوں کی کھیپ میں داخل ہوئی۔

آزادی کے بعد پاکستان میں نہ تو خاص صنعت تھی اور نہ ہی ابھی پرولتاریہ بڑی تعداد میں پیدا ہوا تھا۔ حکومتوں نے جن پر سامراج کے وفادار جاگیردار طبقے اور نوکر شاہی کا غلبہ تھا ترقی پسند تحریک کو بطور خاص ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ بایں ہمہ ملک کی کم و بیش تمام صنعتوں کی مزدور انجمنوں کی قیادت ترقی پسندوں کے ہاتھ میں تھی۔ این ڈبلیو آر ورکرز ٹریڈ یونین نے جس کے صدر مرزا محمد ابراہیم تھے 46 میں مکمل ہڑتال کرا کر اپنی نمائندہ حقیقت اور انقلابی قوت کا زبردست مظاہرہ کیا تھا۔ ستلج کاٹن ملز اوکاڑہ اور کراچی و سندھ کے تیل اور ٹرام وے کے مزدوروں نے ترقی پسند کارکنوں کی رہنمائی میں شاندار لڑائیاں

لڑیں۔کسان محاذ پر بائیں بازو کے متعدد کارکنوں نے دیہی عوام کے حقوق کی خاطر انتھک کام کیا۔آزادی کے بعد مزدوروں کی پہلی ملک گیر تنظیم پاکستان ٹریڈ یونینز فیڈریشن قائم ہوئی جس کے صدر مرزا محمد ابراہیم اور جنرل سیکرٹری ڈاکٹر اے ایم مالک (مشرقی پاکستان) مقرر ہوئے۔ڈاکٹر مالک مرکزی وزیر محنت بننے کے بعد فیڈریشن سے الگ ہو گئے تو ان کی جگہ محمد افضل جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ پاکستان میں امریکی سامراج کا اثر بڑھنے سے بائیں بازو پر سختیاں بڑھ گئیں۔متعدد کارکنوں کو جیلوں میں بند کر کے مزدور اور کسان تحریک پر اوپر سے بدعنوان اور موقعہ پرست قیادت مسلط کر دی گئی۔ پاکستان کو سابق رجعت پسند حکومتوں نے 1953 میں سامراجی ممالک کے فوجی معاہدوں میں باندھ کر اس کی سیاسی اور اقتصادی آزادی کو مفلوج کر دیا اس کے ساتھ ہی ان حکومتوں نے ترقی پسند تحریک کو کچلا۔

گذشتہ چند سال سے پاکستان میں صنعت اور تجارت میں تیزی سے توسیع ہو رہی ہے۔اسی اعتبار سے مزدور طبقہ بھی عددی اعتبار سے ترقی کر رہا ہے۔نوازئیدہ بورژوا طبقہ جو بھارتی اور بین الاقوامی اجارہ دار سرمایہ داروں سے مخصوص تضادات کے باعث اپنے فروغ کے لئے قدرے آزاد راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہے۔اندرون ملک بڑے زمینداروں اور نوکر شاہی سے گٹھ جوڑ کر کے مزدوروں اور محنت کش طبقات کو صنعتی امن اور تیز تر ترقی کے نام پر لازمی حقوق سے محروم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ دوسری طرف پاکستان میں بائیں بازو کے عناصر دوبارہ مجتمع نہیں ہو پائے۔بعض گروہوں میں درمیانے طبقے کی موقع پرستی انفرادیت پسندی، مہم جوئی اور پیٹی بورژوا طبقے کے رجحانات موجود ہیں۔اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ رجعت پسند قوتیں ایک بار پھر زور پکڑ رہی ہے مگر آج جب کہ صنعت کے پھیلاؤ کے ساتھ پرولتاریہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے مزدوروں اور دیگر محنت کش طبقات کو صحیح انقلابی راہ دکھانے والی ملک گیر پرولتاری پارٹی کے قیام کا ارکان بدستور مفقود ہے حالانکہ پہلے کی نسبت تقاضے شدید زمین زرخیز اور حالات زیادہ سازگار ہیں۔

ان حالات میں زیر نظر کتاب کا مطالعہ ان لوگوں کے لئے یقیناً سبق آموز اور افادیت کا باعث ہو گا جو پاکستان کے محنت کش طبقات کی حالت کو بدلنے اور مزدوروں کے انقلابی فلسفہ کو عملی رنگ روپ دینے کا عزم رکھتے ہیں۔فاضل مصنف نے قابلیت اور وقت نظر کے ساتھ بین الاقوامی مزدور تحریک کی داستان بیان کرنے کے علاوہ اس کا سائنسی تجزیہ بھی کیا ہے۔اس کتاب میں (جو جلد اول ہے) 1848

سے لے کر 1919 تک یعنی پہلی اور دوسری انٹرنیشنل کے عروج وزوال کا تجزیہ کر کے موجودہ دور اور مستقبل کی انقلابی تحریکوں کی راہ روشن اور مسافت آسان کر دی ہے۔ نیز انہیں دلفریب پھندوں اور خطرناک رکاوٹوں سے آگاہ کر دیا ہے جن سے ٹکرا کر پہلی اور پھر دوسری انٹرنیشنل کا سفینہ پاش پاش ہو گیا۔

از، سید مُطلبی فرید آبادی

(۱)

عام اقتصادی اور سیاسی پس منظر

1864 میں لندن میں بین الاقوامی مزدور جماعت یعنی پہلی انٹرنیشنل کا قیام عمل میں آیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب کہ سرمایہ داری تیزی کے ساتھ بام عروج پر پہنچ رہی تھی۔ پندرھویں اور سولھویں صدی میں بحری سیاحت کی وجہ سے نت نئی سرزمینیں دریافت ہوئیں جن سے تجارت اور زراعت کو زبردست فروغ ملا۔ تجارت اور زراعت کے فروغ نے بطور خود سرمایہ داری کو ترقی دی۔ خصوصاً انگلستان میں صنعتی انقلاب نے سرمایہ داری کو اور زیادہ تقویت پہنچائی اور متحرک کیا۔ اس عمل کا آغاز اٹھارہویں صدی کے وسط میں ہوا اور بقول فریڈرک اینگلز 1830 تک اختتام کو پہنچا۔ تاہم اس کے بعد بھی سرمایہ داری میں تیزی کے ساتھ توسیع جاری رہی۔ اس کی مکمل نشوونما نے سماجی ڈھانچہ تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ جو سماج پہلے جاگیردارانہ زرعی تجارت پر قائم تھا اب وہ صنعتی سرمایہ دارانہ نظام میں ڈھلنے لگا۔

صنعتی انقلاب

صنعتی انقلاب کا مرکز انگلستان تھا جہاں کوئلہ، لوہا، اور کپڑا بنانے کی صنعت ریلوں کی ترقی اور وسعت دنیا بھر میں سب سے پہلے وجود میں آئی۔ اس ترقی کی بنیاد اُن انقلابی ایجادات پر تھی جو اُس زمانہ میں ہو رہی تھیں ان میں سب سے زیادہ نمایاں ہنری کارٹ کا آہن سازی کا طریقہ جان کے، جیمس ہار گریوز، رچرڈ آرک رائٹ اور سیموئل کراپٹن کی پارچہ بانی کی مشینوں کی ساخت اور ایجادات تھیں۔ اس

کے ساتھ ہی تھامس ینوکم، رچرڈ والٹ اور جارج سٹیفن سن کے بھاپ کے انجنوں کی ایجادات اور صنعت اور مواصلات میں ان کا استعمال تھا جو صنعتی انقلاب کا باعث بنا۔اس کے علاوہ امریکہ کے آئی وائیٹ نی کی 1993 وہ معرکتہ الارا مشین کی ایجاد تھی جس سے کپاس اوٹی جانے لگی۔ یہ مشین انگلستان کے بارچہ بانی کے کارخانوں کی پیداوار میں حیرت انگیز اضافے کا سبب بنی۔

صنعتی انقلاب کا ابتدائی اقتصادی اثر یہ تھا کہ پیداوار کا طریقہ انسانی ہاتھوں سے نکل کر مشینوں کے تحت آ گیا۔ چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں کی جگہ بڑے بڑے کارخانے بننے لگے بھاپ نے ہوا اور پانی کی متحرک قوت کی جگہ لے لی۔ زمین پر ایک سے لے کر دوسرے سرے تک ریلوں کا جال بچھا کر، نہریں کھود کر، سڑکیں تعمیر کر کے اور بادبانوں کی بجائے بھاپ سے چلنے والے جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے ذرائع حمل ونقل کو یکسر تبدیل کر کے سارے کرۂ ارض میں پھیلا دیا گیا۔

انگلستان کو سستے کوئلے کی بافراط رسد اور تجارتی اعتبار سے مناسب مواقع حاصل ہونے کی وجہ سے دنیا میں سب سے پہلے صنعتی مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی۔ 1720 ور 1839 کے درمیانی عرصہ میں اس کی لوہے کی پیداوار 25 ہزار ٹن سے بڑھ کر 13 لاکھ 47 ٹن ہو گئی۔ دوسری طرف انگلستان میں 1764 میں چالیس لاکھ پونڈ کپاس کپڑا تیار کرنے کی غرض سے آمد کی گئی جس کی مقدار 1833 میں تیس کروڑ پونڈ تک پہنچ گئی۔ انیسویں صدی کی وسط تک انگلستان میں پختہ مال کا بیشتر حصہ تیار ہونے لگا۔ اور اسے دنیا کا ورکشاپ کہا جاتا تھا۔

صنعتی انقلاب بہت جلد انگلستان سے نکل کر یورپ کے دوسرے ملکوں میں پھیل گیا۔ انقلاب کے ابتدائی دور میں فرانس اپنی بہت سی اہم ایجادات کی بنا پر انگلستان کا ہم پلّہ بن گیا تھا لیکن انیسویں صدی کے وسط میں پہنچ کر فرانس بالخصوص کوئلے کی نایابی کے باعث انگلستان سے بہت پیچھے رہ گیا۔ یورپ کے زیریں ممالک بھی اہم صنعتی مرکز بن گئے۔ 1850 تک جرمنی بھی پوری طرح صنعتی ترقی کی راہ گامزن ہو گیا لیکن اس کی غیر موزوں جائے وقوع جاگیردارانہ رشتوں سے وابستگی اور وقتاً فوقتاً جنگی اقدامات کی وجہ سے اس کی بھرپور ترقی کے امکانات محدود تھے۔ ریاستہائے متحدہ جس نے بہت جلد انگلستان کی پس پشت ڈال دیا صنعتی انقلاب کے اثرات جلد از جلد قبول کرنے لگا۔ 1790 میں ینو انگلینڈ میں کپڑا بنانے کی صنعت وجود میں آئی 1805 میں یہاں تقریباً 45 سو تکلے تھے اور 1860 تک ان کی تعداد 52 لاکھ

35 ہزار تک ہوگئی۔ اسی دوران میں شمالی بحراوقیانوس کے علاقوں میں بہت سی دوسری صنعتیں مثلاً لوہا، جوتا بنانے عمارتی لکڑی اور جہاز سازی وغیرہ کے کارخانے قائم ہوئے لیکن 1850 تک امریکہ میں بڑی بڑی صنعتوں کا وجود ناپید تھا جہاں تک مشرقی یورپ کا تعلق ہے۔ پہلی انٹرنیشنل کے قیام تک یہاں بہت کم صنعتیں قائم ہوسکیں، ایشیا افریقہ، آسٹریلیا اور لاطینی امریکہ میں صنعتی کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔

سرمایہ دارانہ نظام کا سیاسی استحکام

صنعتی انقلاب سے پیدا ہونے والی تیز رفتار صنعتی وتجارتی ترقی نے ایک امیر سرمایہ دار طبقے کو جنم دیا۔ طبقہ بتدریج ٹٹ پونجیے سرمایہ دار سے الگ اور اونچا ہوتا گیا۔ اُبھرتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام نے جاگیرداری کے خلاف جو تضاد پیدا کر دیا تھا اسے نوزائیدہ اور طاقت ور سرمایہ دار طبقہ نے شدید سے شدید تر کر دیا۔ علمی، اقتصادی اور سیاسی طور پر سرمایہ دار نے۔ بادشاہ پوپ، بشپ اور امراء ایسے بڑے بڑے جاگیرداروں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ یہ جدوجہد بہت سے ملکوں کے بورژوا انقلاب میں نکتہ عروج کو پہنچی اور بیشتر جگہوں میں شدید خانہ جنگی کی شکل میں لڑی گئی۔

بورژوا انقلاب کا طویل سلسلہ آخر کار تمام روئے زمین پر پھیل گیا اور اب تک پھیلتا جا رہا ہے لیکن پہلی انٹرنیشنل کے قیام تک مختلف ملکوں میں یہ اہم انقلابات رونما ہوئے۔ انگلستان (1649) ریاست ہائے متحدہ امریکہ (1776) فرانس (1789) ہیٹی (1790) امریکہ میں ہسپانوی نوآبادیات (1810) برازیل (1822) فرانس (1830) اور فرانس جرمنی آسٹریلیا، اٹلی اور ہنگری (1848) اٹلی (1859) اور ریاستہائے متحدہ امریکہ (1861)۔ یہ انہی انقلابات کے عمومی اثرات تھے جنہوں نے سرمایہ داری کو دنیا بھر میں غالب قوت بنا دیا جس سے سرمایہ دار انگلستان مغربی یورپ اور شمالی امریکہ پر کم وبیش چھا گیا۔

ان بورژوا انقلابات کے ساتھ ساتھ اور ان سے پیدا شدہ حالات کے زیر انگلستان امریکہ، فرانس، جرمنی، بلجیم اور دوسرے ممالک میں سرمایہ دار طبقہ کی رہنمائی میں موجودہ بورژوا مملکتوں کا قیام عمل میں آیا۔ اب سرمایہ دار کے لیے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ وہ ایک واضح اور بہتر طور پر منظم قومی مملکت کو وجود میں لائے خواہ وہ ایک جمہوریہ کی شکل میں ہو یا دستوری بادشاہت کی صورت میں۔ تاکہ محنت کش طبقہ کو

مطیع اوراس کے استحصال کو جاری رکھا جا سکے۔ نیز سرمایہ دار طبقہ اپنی اپنی قومی منڈیوں پر غلبہ رکھ سکے اور قوموں کی فوجی قوت کو جنگ کی خاطر استعمال کیا جا سکے۔ نئی بورژوا مملکتوں کے قیام نے بہت سی چھوٹی قوموں کو (مثلاً، سکاچ ویلز اور آئرستانی اقوام کو انگلستان میں) تشدد کے ذریعے کچل دیا اور بہت سی شدید قومی جنگیں برپا کیں۔ اٹھارہوں صدی میں انگلستان اور فرانس کی لڑائیاں 1776 اور 1812 میں امریکہ اور انگلستان کی جنگیں 1799 اور 1812 میں نپولین کی لڑائیاں 1826 کے بعد لاطینی امریکہ کی بہت سی جنگیں 1846 میں امریکہ اور میکسکو کی لڑائی 1853 میں کریمیا کی جنگ 1859 میں فرانس اور آسٹریا کی لڑائی 1861 میں امریکہ کی خانہ جنگی۔ پہلی انٹرنیشنل کے قیام کے فوری بعد 1864 میں ڈنمارک کے خلاف 1866 میں آسٹریا اور 1870 میں فرانس کے خلاف پروشیا کی جنگیں، غرضیکہ سرمایہ طبقہ ہر جگہ خونریز جنگوں اور انقلاب کو فروغ دیتا رہا۔

صنعتی انقلاب اور مزدور

سرمایہ دارانہ نظام کی تیز رفتار ترقی نے سب سے پہلے انگلستان میں محنت کش عوام پر فوری گہرا اثر ڈالا۔ کاشت کاروں کی ایک بڑی تعداد جس کی حیثیت پہلے ایک خودمختار پیداوار کرنے والے کی سی تھی، اب اپنی زمینوں کو چھوڑنے اور خود فیکٹریوں اور کارخانوں میں تلاش معاش پر مجبور ہوگئی تاکہ زمینوں کو چراگاہوں میں تبدیل کیا جا سکے۔ یہاں پر کاشت کار، اُجرت پر کام کرنے والا مزدور بن کر رہ گیا۔ دستکاروں کی ایک کثیر تعداد جو خود اپنے لیے یا پھر چھوٹے چھوٹے کارخانوں میں کام کرتی تھی بتدریج بڑے بڑے صنعتی اداروں میں مجتمع ہونے لگی۔ اسی طرح عہد جدید کا مزدور طبقہ پرولتاریہ، جنم لینے لگا۔ جہاں جہاں بھی سرمایہ داری نے ترقی کی، صنعتی ارتقانے پرولتاریہ کو پیدا کیا۔

سرمایہ دار نے جس کے اپنے سماجی نظام کا خاصہ بے پایاں حرص ولالچ ہے مزدوروں عورتوں اور بچوں کو تباہی کی حد تک کام کرنے پر مجبور کیا۔ ان کے کام کرنے اور رہنے سہنے کی حالت غلاموں سے کچھ بہتر نہ تھی۔ انہیں روزانہ بارہ سے لے کر سولہ گھنٹے تک کام کرنا پڑتا۔ معاوضہ صرف اتنا ملتا جس سے بمشکل پیٹ بھرا جا سکتا تھا۔ چھ برس تک کے بچوں سے ملوں میں کام لیا جاتا تھا۔ مالک آمرانہ طریق پر فیکٹریوں کے غیر منظّم اُجرتی مزدوروں پر حکومت کرتا تھا۔ 1833 کے پارلیمنٹ کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ

انگلستان میں مزدوروں کی حالت اتنی مایوس کن ہے کہ اس کے سامنے امریکہ میں غلامی، آئرلینڈ میں انگریزوں کی جاگیرداری اور ہندوستان میں فرنگی حکومت کے کارنامے بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔ اینگلز نے اپنی کتاب ''(1844) میں انگلستان میں مزدوروں کی حالت'' میں اس زمانہ کے مزدوروں کی حالت کا جولاثانی نقشہ کھینچا ہے وہ انتہائی خوفناک ہے۔ براعظم یورپ میں جہاں جہاں بھی سرمایہ داری نے اپنا قبضہ جمایا وہاں مزدوروں کی حالت انگلستان سے بھی بدتر تھی۔ فرانس اور جرمنی میں قائم ہونے والی فیکٹریاں گویا غلاموں کا باڑہ تھیں۔ مارکس نے بلجیم کو ''سرمایہ داروں کی جنت'' کہا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جسے '' آزاد سرزمین'' کہا جاتا ہے مزدوروں کی حالت اس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی اور یہ کہنا مشکل تھا کہ غلام اور اُجرتی مزدور دونوں میں سے کون جسمانی طور پر بہتر تھا۔ فونز، کامنس اور دوسرے مزدور مورخین نے ناقص اُجرتوں، کام کے طویل گھنٹوں کام لینے والوں کے ظلم وستم اور مردوں، عورتوں اور بچوں کے سفاخانہ استحصال کا بیان نہایت واضح الفاظ میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ مسلسل رونما ہونے والے اقتصادی بحرانوں میں بے روزگار عوام جس غربت اور افلاس کا شکار ہوتے تھے، اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

سرمایہ دار ملکوں میں اقتصادی اور سیاسی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے مزدروں نے اپنی لڑائی کے مختلف طریقے اختیار کیے۔ یورپ اور امریکہ کے بہت سے انقلابات میں انہوں نے اس امید پر حصہ لیا کہ بورژوا پلیٹ فارم سے جو دلکش وعدے کئے گئے ممکن ہے ہماری جدوجہد سے وہ پورے ہو جائیں۔ اس کی ایک روشن مثال ریاست ہائے متحدہ کے دستور میں حقوق کا مسودہ قانون ہے لیکن تجربے نے بہت جلد اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ ایسے کاغذی حقوق پر صرف اسی وقت عمل درآمد ہو سکتا ہے جب کہ خود مزدور طبقہ عزم واستقلال کے ساتھ ان وعدوں پر عمل کرانے کے لیے اپنی جدوجہد کرے۔ مزدور کام اور رہن سہن کے جن ناقابل برداشت حالات کے وحشیانہ طریق پر شکار تھے، وہ اس بات کے متقاضی تھے کہ مزدور خود اپنی طبقاتی قوت پر انحصار کریں۔ اس کا اظہار انہوں نے مختلف طریقوں سے کیا۔ انگلستان میں لڈیوں نے مشینیں توڑ پھوڑ دیں اور فیکٹریوں کو تباہ کر دیا اور بہت سے مقامات پر انہوں نے سرکشی اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اس کی مثالیں 1819 میں مانچسٹر میں (34-1831) میں لیون (فرانس) اور (1844) میں سیلیشیا (بوہمیا) میں ملتی ہیں۔ (1832) میں انگلستان میں بورژوا طبقہ

کے آزاد خیال عناصر نے جو انتہائی جدوجہد کی تھی اس میں مزدور طبقہ بھی سیاسی اصلاح کی خاطر شریک تھا۔ اس نے باہمی مفاد کے لیے امدادی انجمنیں قائم کیں اور سب سے بڑھ کر وہ مزدور جماعتوں کی تنظیم کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں جہاں بھی سرمایہ داری نے اپنا سکہ جمایا یا مزدوروں نے فوراً ایک نہایت ہی اہم ہتھیار یعنی ہڑتال کی استعمال کے ترکیب سیکھ لی تا کہ صنعت رک جائے اور استحصال کنندہ عارضی طور پر نفع اندوزی سے محروم ہو جائے۔

ابتدائی ٹریڈ یونین تنظیمیں

انگلستان وہ ملک ہے جہاں نظام سرمایہ داری نے جنم لیا اور یہیں سب سے پہلے 1752 میں مزدور تنظیمیں وجود میں آئیں۔ یہ ابتدائی تنظیمیں بیشتر ماہر مزدوروں کی جتھے بندیوں پر مشتمل تھیں۔ انہیں اکثر و بیشتر خلاف قانون حالات میں کام کرنا پڑا اور آزادی اجتماع پر پابندی کے ظالمانہ قوانین کی خلاف ورزی کرنی پڑتی تھی۔ (1824) میں انگلستان میں ایسے قوانین کی جزوی تنسیخ کی وجہ سے بہت سی ٹریڈ یونین تنظیمیں جواب تک ''انجمن رفقا'' کے بھیس میں کام کرتی تھیں، کھلے بندوں کام کرنے لگیں۔ یہ تحریک تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگی اور 1840 میں قومی پیمانے پر ایک ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا جس کا نام تھا ''قومی ایسوسی ایشن برائے تحفظ مزدوراں''۔ یہ جماعت 34-1833 میں وجود میں آنے والی گرانڈ نیشنل کنسولیڈٹ ٹریڈ یونین کی پیش رو تھی۔ موخر الذکر تنظیم کے 500,000 ممبر تھے۔

1837 میں لندن ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے پہل کرنے پر عظیم چارٹسٹ تحریک کا آغاز ہوا۔ یہ ایسوسی ایشن ایک سال قبل قائم ہوئی تھی۔ چارٹسٹ تحریک مزدور طبقہ کی ایک وسیع سیاسی تحریک تھی۔ اسے کم وبیش کل مزدور تنظیموں کی حمایت حاصل تھی۔ چھوٹے سرمایہ داروں کی ایک کثیر تعداد بھی اس کی موافقت میں تھی۔ اس کے رہنماؤں میں سب سے زیادہ مشہور جمیز برونیٹرے، اوبریان، فیرگس اورکونر، جی جے ہارنے، ارنسٹ جونز اور ولیم لووٹ نے اس کے خاص اخبار کا نام ''ناردرن سٹار تھا''۔ بالآخر 1841 میں اسی تحریک نے چارٹر ایسوسی ایشن کے نام سے ایک معین شکل اختیار کر لی۔

چارٹسٹ پروگرام مشہور ''چھ نکات'' یا عوام کا چارٹر 1837 میں پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا۔ اس کا مقصد خاص طور پر مزدوروں کے لیے حق رائے دہی حاصل کرنا تھا۔ اس وقت انگلستان میں ساٹھ لاکھ

مردوں میں سے صرف آٹھ لاکھ پچاس ہزار مردوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔ اس چھ نکاتی پروگرام کا مطالبہ تھا کہ تمام مردوں کو حق رائے دہی دیا جائے، مساوی انتخابی حلقے قائم کیے جائیں، پارلیمنٹ کا اجلاس ہر سال بلایا جائے، پارلیمنٹ کے ممبروں کو وظیفہ دیا جائے، خفیہ بیلٹ کا طریقہ رائج کیا جائے اور پارلیمنٹ کی ممبری کے لیے ملکیت کی شرط منسوخ کی جائے۔

اس ابتدائی پروگرام کی حمایت میں ملک بھر میں بڑے بڑے مظاہرے ہوئے۔ بعض جلسے اتنے بڑے تھے جن میں ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی۔ عوام کی طرف سے پارلیمنٹ کو درخواستیں بھیجی گئیں۔ ایک درخواست پر پانچ لاکھ سے زیادہ دستخط تھے جو ایک کروڑ سے لاکھ کی ایک آبادی سے حاصل کیے گئے تھے۔ باوجود اس کے جب پارلیمنٹ کے بدخور رجعت پسند ممبروں نے ان عوامی درخواستوں کو مسترد کر دیا تو تحریک نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے عام ہڑتال اور بغاوت کا راستہ اختیار کرلیا۔ 1842 میں پہلا بڑا تصادم ہوا۔ جب کہ پارلیمنٹ نے ''چھ نکات'' کی ایک بڑی درخواست کو جس پر 33 لاکھ 17 ہزار افراد کے دستخط ثبت تھے، ٹھکرا دیا۔ اس پر بہت سے مقامات پر مزدوروں نے ہڑتال اور بغاوت کا آغاز کر دیا لیکن یہ تحریک کچل دی گئی اور تقریباً ڈیڑھ ہزار رہنما اور سر گرم کارکن گرفتار کر لیے گئے۔ 1848 میں مغربی یورپ کے انقلابی حالات سے متاثر ہو کر چارٹسٹ تحریک دوبارہ زندہ ہوئی لیکن اب اس کی اصل قوت ضائع ہو چکی تھی۔ پارلیمنٹ نے جب عوامی درخواست کو پھر مسترد کر دیا تو بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن یہ ناکام ہوئی۔ اس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ چھوٹا سرمایہ دار جو اس تحریک کا ایک عنصر تھا تذبذب کا اظہار کرنے لگا۔ علاوہ ازیں ڈیوک آف ولنگٹن نے دو لاکھ پچاس ہزار افراد پر مشتمل زبردست فوج اور پولیس کو اس کے خلاف متحرک کر دیا۔ بالآخر یہ تحریک 1850 تک ختم ہوگئی۔ بایں ہمہ ایک صدی کے اندر اندر مزدوروں نے بحیثیت مجموعی مشہور ''چھ نکات'' کو قانونی طور پر منوا ہی لیا۔ چارٹسٹ تحریک مزدور طبقہ کی ایک وسیع قومی مزدور پارٹی کے قیام کی اولین کوشش تھی۔ اس سے پہلی مرتبہ مزدوروں کو اپنی عظیم سیاسی قوت کا اندازہ ہوا اور دنیا کی مزدور تاریخ میں یہ تحریک ایک سب سے زیادہ اہم اور شاندار کارنامہ تسلیم کی گئی۔

اسی ہلچل کے دوران 1844 کے آغاز میں مزدوروں سے متعلق ایک اہم واقعہ رونما ہوا جس پر اس وقت کوئی توجہ نہ دی گئی۔ یہ تھی صارفین کی امداد باہمی کی انجمن جسے ٹوڈلین اور روشڈیل میں انگلستان

کے چند پارچہ بافوں نے قائم کیا۔ یہ انجمن ''خرید پر منافع'' کے اصول پر قائم کی گئی تھی۔ اسے عہد جدید کی عظیم امداد باہمی کی تحریک کا آغاز تصور کیا جاتا ہے۔

پہلی انٹرنیشنل کے قیام کے وقت فرانس، بلجیم، سوئزرلینڈ، سپین، جرمنی اور دوسرے ممالک میں انجمن سازی کے خلاف سخت قوانین کی وجہ سے مقامی مزدور انجمنیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ان ممالک میں جہاں رجعت پسندوں کا دور دورہ تھا بہت سے 'خفیہ' کام کرنے والے انقلابی سیاسی حلقے قائم تھے۔ مزدور تنظیم کی صرف ایک ہی قسم ایسی تھی جسے تھوڑا بہت برداشت کیا جاتا تھا اور وہ تھی دوستانی، باہمی منافع یا امدادی انجمن۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جہاں حبشی لوگ غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے سفید فام مزدوروں کو قدرے زیادہ جمہوری آزادی حاصل تھی اور مزدور انجمنیں ایک حد تک نشو ونما پا رہی تھیں۔ یہ دستکاروں اور ماہر مزدوروں کی تنظیموں کے جانے پہچانے نمونے پر قائم کی گئی تھیں۔ 1786 میں فلاڈیلفیا کے چھاپہ خانہ کے مزدوروں نے ایک منظم ہڑتال کی۔ انیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آخر میں جیکس عہدہ کی عوامی جمہوری کشمکش کے دوران میں مزدور تحریک نے کافی ترقی کی اور بہت سی ہڑتالیں ہوئیں۔ 1827 میں فلاڈیلفیا میں پندرہ یونینوں کے اشتراک سے مکینکس یونین آف ٹریڈ ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا۔ 1831 میں نیو انگلینڈ ایسوسی ایشن کے کسانوں اہل حرفہ اور دوسرے مزدوروں کی تنظیم قائم ہوئی اور آنے والے کئی سالوں میں متعدد مشرقی شہروں میں مقامی مرکزی تنظیمیں نمودار ہوئیں۔ اس ساری تحریک کی وجہ سے اکثر مقامات میں مزدور جماعتیں وجود میں آئیں جو دنیا میں اپنی قسم کی پہلی تنظیمیں تھیں۔ مزدوروں کی بیشتر لڑائیاں، اُجرتوں میں اضافہ، دس گھنٹے کا دن، قرض داروں کو سزا دینے کی مخالفت، عام اور مفت تعلیم، مفت زمین اور زیادہ جمہوری حقوق کے حصول کے لیے تھیں۔ اگرچہ عام تحریک تھوڑے عرصہ کے لیے دھیمی پڑ گئی لیکن یونینوں کی انفرادی نشو ونما جاری رہی۔ 1834 سے لے کر 1837 تک اس نوعمر مزدور تحریک کا مرکز نیشنل ٹریڈ یونین رہی اور 1845 سے لے کر 1856 تک اس ضرورت کو انڈسٹریل کانگرس نے پورا کیا۔ اس کی شاخیں تمام اہم صنعتی مرکزوں میں پھیل ہوئی تھی۔ فیکٹری طریق پیداوار کی ترویج کے بعد مزدور تحریک کی نشو ونما نہایت تیزی کے ساتھ ہونے لگی۔ خانہ جنگی کے ابتدائی دور میں ضاعون کی بہت سی قومی یونینیں وجود میں آئیں۔

مخالف سرمایہ دار رجحانات

انگریز مزدوروں کی جدوجہد نہ صرف وحشیانہ استحصال کی مخصوص برائیوں کے خلاف تھی بلکہ انہوں نے خود سرمایہ دارانہ نظام پر حملے شروع کر دیئے۔ مارکس کی تصانیف سے بہت عرصہ قبل جیمز برونٹرے اوبریان نے طبقاتی کشمکش اور سرمایہ دارانہ ریاست کی خصوصیات کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا۔ 1832 میں اس نے کہا ''حکومت منافع خوروں کا ادارہ ہے اس کا مقصد بے دریغ منافع کمانا، لگان وصول کرنا اور مزدوروں کے خلاف تعزیری کاروائی کرنا ہے۔ کیا حکومت کا کام قوانین مرتب کرنا ہے؟ نہیں! بلکہ منافع خوروں کے اپنے لیے زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی کے قانون وضع کرنا اور انہیں نافذ کرنا ہے۔ منافع خور ہر جگہ حکومت کے زیرنگرانی جبر وظلم روا رکھتا ہے اور محنت کش جور وستم برداشت کرتے ہیں۔'' اوبریآن نے مشینوں کی توڑ پھوڑ کرنے کی مخالفت کی اور بجائے اس کے انہیں قومی ملکیت بنانے اور مزدوروں کے نفع کے لیے استعمال کرنے کی ترغیب دی۔

روتھس ٹین (Roths Tein) کہتا ہے کہ اگرچہ اوبرآیان کی تحریریں اُلجھی ہوئی اور یوٹو پیائی خیال پرستی پر مبنی مترجم ہیں پھر بھی حیرت ہے کہ وہ موجودہ مارکسزم کے بہت قریب ہیں۔ اس مصنف نے اوبریان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو کے تحریر میں آنے سے پندرہ سال قبل سرمایہ دارانہ سماج میں طبقاتی مخاصمت اور کشمکش کا نظریہ جزوی طور پر نہیں بلکہ جملہ خصوصیات کے اس ساتھ اس قدر جامع اور مکمل صورت میں پیش کیا گیا کہ ہم آج بھی اس پر اظہار تعجب اور تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جرمن تارکین وطن مزدوروں نے لندن میں ''جلا وطنوں کی لیگ'' 36-1834 اور ''فیڈریشن آف جسٹ'' 39-186 کے نام سے تنظیمیں قائم کیں۔ موخرالذکر تنظیم سے تعلق رکھنے والے ایک درزی ولیم وٹیلنگ نے جو پھیری پر کام کرتا تھا سرمایہ داری پر بنیادی حملے کیے اور اپنی دو کتابوں میں بالترتیب 1838 اور 1842 میں شائع ہوئیں، کمیونزم کی وضاحت کی۔ موخرالذکر کتاب کے بارے میں مارکس نے 1844 میں کہا ''جرمن بورژوازی کے کسی فلسفی اور عالم دینیات نے سرمایہ داری سے سیاسی نجات کے بارے میں ایسی کتاب نہیں لکھی جو وٹیلنگ کی کتاب ''اتحاد آزادی کی محافظت'' کے مقابلے میں پیش

کی جاسکے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی مزدوروں نے سرمایہ داری پر حملے شروع کر دیے اور سخت محنت سے گریز کی ترکیبیں سوچیں۔ 1829 میں نیویارک کے مشین پر کام کرنے والے ایک ذہین شخص تھامس سکڈمور نے مزدوروں سے کہا کہ وہ حق قبضہ کی اس ماہیت کے خلاف جہاد کریں جس کی رو سے آدمی ملکیت کا دعوی دار بن جاتا ہے۔ اس نے موجودہ ملکیت، زمین، مکان، فیکٹریاں اور جہازوں وغیرہ کی مساوی تقسیم کی تجویز پیش کی۔ سکڈمور نے جارج ہنری ایونز اور اس زمانے کے دوسرے کئی مزدور رہنماؤں کی طرح جیفرسن ازم کی اتباع میں اس دور کے امریکن چھٹ بھیّے سرمایہ داروں کے تجویز کردہ اکسیر اعظم کا یہ نسخہ مزدوروں کو سرمایہ دارانہ لوٹ سے محفوظ رکھنے کے لیے تجویز کیا کہ مزدور سرکاری اراضی کی باہمی تقسیم کر لیں۔ یہ زمین قومی ملکیت بنانے کی بجائے شخصی ملکیت میں منتقل کیے جانے کا عمل تھا جس کی انگلستان کے چارٹسٹ شیپر اور ہارنے نے غلطی سے بطور رجعت پسند مخالفت کی۔

خود سرمایہ داری اور متوسط طبقہ میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے سرمایہ داری کے جابرانہ استحصال پر جس میں صنعتی انقلاب نے خاص طور پر شدت پیدا کر دی تھی اعتراضات شروع کر دیے۔ انہوں نے خیالی سوشلزم کی مختلف شکلوں میں اپنے احتجاج کا اظہار کیا۔ شاید کہ وحشیانہ سرمایہ داری خود کو انسانیت اور روشن خیالی کی جون میں تبدیل کر لے۔ ان خیال پرست سوشلسٹوں میں سب سے زیادہ نامور رابرٹ اوون 1858-1772 انگلستان میں اور کلاڈ سنیٹ سائمن 1825-1760 چارلس، ایف، ایم، فوریئر 1837-1772 اور ایٹی نے کیبے 1856-1788 فرانس میں ہوئے۔ ان خیال پرستوں کی ایک مشترکہ خصوصیت یہ تھی کہ سماجی ارتقا کے حقیقی قوانین پر انحصار کی بجائے انہوں نے سماج کے لیے اپنے تصورات سے خیالی منصوبے تیار کیے۔ ان کا خیال تھا کہ لوگ بشمولیت سرمایہ داران کے منصوبوں کو موجودہ نظام سے بہتر سمجھ کر اختیار کر لیں گے۔ فریڈرک اینگلز نے اپنی عظیم کتاب ''سوشلزم، یوٹوپیائی اور سائنسی'' میں اس پوری تحریک پر محققانہ روشنی ڈالی ہے۔

اوون نے جو اسکاٹ لینڈ کا باشندہ اور کپڑے کی مل کا ایک کامیاب مالک تھا 1800 میں نیو لینارک (اسکاٹ لینڈ) میں ایک مثالی کارخانہ قائم کیا اور نے مزدوروں کے لئے بہت سی سہولتیں بہم پہنچائیں اور خاصہ منافع کمایا۔ بعد میں اس نے صنعت میں مزدوروں کو حصہ دار بھی بنایا۔ اس کا خیال تھا

کہ یہ عام منصوبہ نہ صرف مزدوروں کے لیے بلکہ سرمایہ دار کے لیے بھی قابل قبول ہوگا۔لیکن سرمایہ دار کو اووِن کو منصوبہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ اسے تسلیم کرنے کے لیے کسی طرح تیار نہ ہوا۔مگر مزدور طبقہ کی ایک خاصی تعداد نے اسے منظور کیا اور اووِن کو گرانڈ نیشنل کنسولیڈیٹیڈ ٹریڈ یونین کا جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں صدر منتخب کرلیا۔ سینٹ سائمن فوریئر اور کیبے نے بھی ''مثالی سماج'' کے قیام کی ترکیبیں وضع کیں۔ عظیم انقلاب فرانس کے موقعہ پر جو دل فریب جمہوری وعدے کیے گئے ان سے عوام کو کچھ حاصل نہ ہوسکا جس پر مایوس اور غضب ناک ہو کر ان پرجوش اور نیک دل اشخاص نے نئی صدی کے آغاز میں سرمایہ داری پر سخت تنقید کی اور ایک ایسے نئے سماج کو تشکیل دینا چاہا جو انصاف اور عقل پر مبنی ہو۔انہوں نے ''ایک نئے اور زیادہ ترقی پذیر سماجی نظام کا انکشاف کیا اور اُسے پروپیگنڈہ کے ذریعے اور جہاں تک ممکن ہوسکا اسے نظریاتی طور پر قائم کر کے اور مثالی تجربوں کی وساطت سے سماج پر عائد کرنے کی کوشش کی'' اگرچہ ان یوٹو پیائی مصنفین کی تحریروں نے فرانس میں لوگوں کو اپنی طرف کافی متوجہ کیا۔لیکن ان سے کوئی ٹھوس نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔

یورپ کے یوٹو پیائی مصنفین نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرف خاص توجہ مبذول کی کیونکہ وہاں تجربوں کے لیے زمین ارزاں تھی۔زیادہ جمہوری آزادی تھی اور عوام زیادہ ترقی پذیر رجحانات رکھتے تھے۔اووِن خود 1824 میں امریکہ گیا اور وہاں نیو ہارمونی، انڈیانا اور دوسرے بہت سے مقامات پر امداد باہمی کی نو آبادیاں قائم کیں۔فوریر کے پیروکاروں نے جن میں ہوریس گرے لی، تھینیل ہاتھرن، جیمز رسل لوول اور دوسری کئی اہم شخصیتیں شامل تھیں۔انیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں تقریباً چالیس امداد باہمی کی ''منظم جماعتیں'' اور نو آبادیاں قائم کیں۔ان میں مساچسٹس میں واقع بروک فارم سب سے زیادہ مشہور تھا۔انہیں سالوں میں ''کیبے یارکرائی'' تحریک نے ٹیکساس، آئیوا، اور مسوری میں متعدد نو آبادیاں منظم کیں مگر یہ تصوراتی مہم آزمائیاں سرمایہ داری کے بحر ذخار میں چند قطروں کی حیثیت رکھتی تھیں جو بہت جلد جذب کر لی گئیں۔پہلی انٹرنیشنل کے منظر عام پر آنے تک یہ خیال پرستانہ تحریکیں صرف ماضی کی کہانیاں بن کر رہ گئیں۔

پہلی انٹرنیشنل کے ماقبل سالوں میں متعدد بڑی سماجی تحریکیں منصۂ شہود پر آئیں۔ان میں سیدھی سادھی اور خالص ٹریڈ یونینیں ، بلانکی ، پرودھون ، لاسل اور باکونن کے نظریات شامل تھے جنہوں نے

انٹرنیشنل کی زندگی میں اہم کردار ادا کیا۔اس پر ہم آئیندہ تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔لیکن اس ابتدائی دور میں مارکس اور اینگلز کا ترقی یافتہ سائیٹیفک سوشلزم مزدور طبقہ کے لیے بدر جہا زیادہ انقلابی اور جامع نظریہ ثابت ہوا۔

(2)

سائنسی سوشلزم

کارل مارکس 5 مئی 1818 میں بمقام ٹریویس Treues واقع رائن لینڈ پروشیا اب جرمنی میں پیدا ہوا۔اس کا باپ ہنرش نسلاً یہودی تھا۔اس نے آگے چل کر عیسائیت قبول کر لی اس کے فرزند کارل نے بون، برلن اور جینا کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کی۔ ہنرش چاہتا تھا کہ اس لڑکا بھی اس کی طرح وکالت کا پیشہ اختیار کرے لیکن اس کی توجہ زیادہ تر فلسفہ، تاریخ اور سائنس کی طرف تھی۔اس نے 1841 میں پی، ایچ ڈی کی ڈگری لی۔اس نے زمانہ طالبعلمی میں عظیم جرمن فلسفی ہیگل کا نہایت انہماک کے ساتھ مطالعہ کیا۔اور ساتھ لڈوگ فیور باش کی مادیت پسندی پر مبنی تحریروں سے نہایت متاثر ہوا۔تعلیم کی تکمیل کے بعد مارکس اس زمانہ کی ہنگامہ خیز سیاسی زندگی میں داخل ہو گیا یہ وہ زمانہ تھا جب کہ 1848 کے جرمن بورژوا انقلاب کے اسباب جمع ہو رہے تھے۔1842 میں جب کہ وہ ابھی صرف چوبیس برس کا تھا رہنیش زیٹنگ کا ایڈیٹر بن گیا۔ یہ ایک انتہا پسند جمہوری اخبار تھا۔اسی زمانے میں اس نے جینی وان ویسٹ فالن سے شادی کر لی۔ یہ لڑکی پروشیا کے ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔انہی دنوں اس کی ملاقات فریڈرک اینگلز سے ہوئی اور وہ تمام عمر کے لیے اس کا دوست اور شریک کار بن گیا۔

اینگلز کی پیدائش 28 ستمبر 1820 میں پروشیا کے ایک شہر جرمن میں ہوئی۔اینگلز کپاس کی فیکٹری کے ایک دولت مند مالک کا لڑکا تھا جس کی یہ خواہش تھی کہ اس کا بیٹا کاروباری زندگی اپنائے۔لیکن مارکس کی طرح اینگلز بھی انقلابی تحریک کی نشو و نما میں منہمک ہو گیا۔ وہ 1843 میں انگلستان گیا جہاں مانچسٹر کے قریب اس کے باپ کی ایک مل تھی۔ یہاں اس نے چارٹراور اردن کی تحریکوں سے اپنا تعلق پیدا کیا اور اور انقلاب پسند بن گیا۔ 1844 میں پیرس گیا اور وہاں مارکس کے ساتھ اپنی ملاقات کا آعادہ کیا۔اس

وقت مارکس وہاں جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ کیونکہ حکومت نے اس کے زیرادارت شائع ہونے والے اخبار کو بند کر کے اسے پروشیا سے نکال دیا تھا۔ پیرس میں وہ ایک اخبار ''جرمن فرانسیسی سالنامہ'' کا مدیر تھا۔

یہ دونوں نوجوان اس وقت تک حقیقی معنوں میں اشتراکی بن چکے تھے۔ مارکس پہلی مرتبہ ایک سوشلسٹ اور مادہ پرست کی حیثیت سے اپنی نگارشات منظر عام پر لا رہا تھا اور ریاست وقانون کے بارے میں ہیگل کے خیالات پر سوشلسٹ نقطۂ نظر سے تنقید کر رہا تھا۔ اینگلز کلی طور پر مارکس سے متفق تھا اس طرح مزدور طبقہ کے شانہ بشانہ اور ان کے مفاد کی خاطر لڑنے والے ان دونوں عظیم المرتبت مجاہدوں کی رفاقت تکمیل کو پہنچی۔

اشتراکی لیگ اور اشتراکی منشور

جنوری 1845 میں مارکس کو فرانس سے بھی نکال دیا گیا وہ بروسلز چلا گیا اور وہاں ڈیموکریٹک لیگ اور جنرل ورکرز ایسوسی ایشن نامی انقلابی تنظیموں میں ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔ فروری 1846 میں انگلستان میں اینگلز کی رفاقت میں دونوں نے ''نامہ وپیام کی اشتراکی انجمن'' Communist Committee of Corrispondence کی تشکیل کا آغاز کیا۔ یہ کمیٹی ایک امریکی انقلابی تجربہ کے مشابہ تھی۔ اس کا کام ملحقہ ملکوں میں اشتراکیت کی تبلیغ کرنا تھا۔ انہی دنوں فیڈریشن آف جسٹ کی باقیات سے تعلقات پیدا کیے گئے۔ فیڈریشن مذکررہ 1839 میں پیرس میں بلانکی کے پیروکاروں کی ناکام بغاوت کے بعد منتشر کر دیا گیا تھا۔ گفت شنید کے بعد 1847 کے موسم گرم میں مختلف گروہوں کا لندن میں اجتماع ہوا۔ اس میں اینگلز نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر کمیونسٹ لیگ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ اولین بین الاقوامی تنظیم تھی جو پندرہ برس بعد قائم کی جانے والی بین الاقوامی مزدور انجمن کی پیش روبنی۔

کمیونسٹ لیگ میں زیادہ تر فرانس، جرمنی، سوئزرلینڈ، اٹلی اور روس کے جلاوطن مزدور اور دانشور شامل تھے جو لندن، پیرس اور بروسلز مقیم تھے لیگ نے 1847 میں نومبر 29 تا دسمبر 8 لندن میں اپنا دوسرا اجلاس کیا۔ اس میں مارکس اور اینگلز دونوں موجود تھے۔ اس اجلاس میں لیگ نے ایک دستور اور لائحہ مل

اختیار کر کے اپنی واضح شکل متعین کی۔ مارکس جواب ایک مکمل اور غیر متزلزل اشتراکی کی حیثیت سے مشہور ہو چکا تھا لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے مقرر ہوا۔ دسمبر 1847 اور جنوری 1848 کے پورے عرصے میں مارکس اور اینگلز نے اس کا مسودہ تیار کیا اور جنوری کے آخری ایام میں اُسے مکمل کر کے لندن بھیج دیا گیا۔ جہاں اُسے فروری میں شائع کیا گیا۔ اسی طرح دنیائے انسانیت کی واحد اہم ترین دستاویز، کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو، معرض وجود میں آئی جو عام طور پر ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کے نام سے مشہور ہے۔

کمیونسٹ مینی فیسٹو عالمی مزدوروں کا پہلا انقلابی لائحہ عمل ہے۔ اس نے مزدوروں کو سوشلزم کا راستہ بتانے کے لیے پرولتاریہ فکر و عمل کی ٹھوس بنیادیں استوار کیں، اس نے بتایا کس طرح سرمایہ داری سماج کے دور میں اپنی حفاظت کرتے ہوئے نظام سرمایہ داری کا خاتمہ کر کے ایک نئے سوشلسٹ سماج کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ مارکس، اینگلز، وی آئی لینن، جوزف سٹالین اور دوسرے لوگوں نے مارکسزم پر اپنی متعدد تصانیف میں مینی فیسٹو کے بنیادی دعووں کی وضاحت کر کے ان کی تفاصیل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور ان دعووں کو مزید مضبوط بنایا۔ اگرچہ اس عظیم دستاویز کو وجود میں آئے آج ایک سو ستر ہ سال سے اوپر بیت گئے تاہم وہ آج بھی ایک چٹان کی طرح مضبوط اور عالمی مزدور طبقے کی واضح رہنما اور روشنی کا مینار بنی ہوئی ہے۔ نسل ہا نسل کے انقلابی تجربات نے اس کی تائید کر دی ہے اور اس پر سرمایہ دار دشمنوں کے تمام حملے آج تک ناکام ثابت ہوئے ہیں۔

مارکسی سوشلزم کے اہم اصول

1848 سے قبل سوشلسٹ تحریک میں سرمایہ داری کے تجزیہ تنظیمی اشکال، جدوجہد کے طریق، اور آخری منزل مقصود کے بارے میں مبہم اور غیر واضح تصورات تھے۔ یہ تحریک بھونڈا پن، تصوریت، مہم آزمائی اور موقعہ پرستی کا ملغوبہ تھی۔ لیکن مارکس نے اینگلز کی پرجوش امداد سے بیک جنبش قلم کمیونسٹ مینی فیسٹو میں اس تمام تخیل پرستی، جہالت اور فلسفہ طرازی کا خاتمہ کر دیا اور سوشلسٹ تحریک کو پہلی مرتبہ سائنسی بنیاد پر استوار کیا۔ اینگلز نے 35 برس بعد مارکس کی قبر پر اپنے شہرہ آفاق خطبہ میں کہا ''بالکل اسی طرح جیسا کہ ڈارون نے نامیاتی فطرت میں قانون ارتقا کی تلاش کی، مارکس نے انسانی تاریخ میں قانون ارتقا کا انکشاف کیا''۔ مارکس ازم نے اپنے صد سالہ زندگی میں سرمایہ داری کی پیدا کردہ ہر الجھن اور فریب پر

جس نے مزدور طبقہ کو نجات کی طرف لے جانے والے تمام راستے مسدود کر رکھے تھے نا قابل مزاحمت کامیابی حاصل کی۔ دت کہتا ہے ''واقعات کی رفتار کے آگے دیگر تمام نظریات اور کائناتی نقطہ ہائے نظر تباہ، منتشر اور کمزور ہو کر رہ گئے''۔ مارکس ازم جس کا بنیادی ضابطہ پہلی مرتبہ کمیونسٹ مینی فیسٹو میں حیطہ تحریر میں لایا گیا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ وسعت پذیر اور طاقتور ہوتا گیا۔

سٹالین مارکس ازم کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے مارکس ازم سائنسی قوانین کا وہ مجموعہ ہے جو فطرت اور سماج کے ارتقاء کی نگہداشت کرتے ہیں۔ یہ کچلے ہوئے استحصال کیے جانے والے عوام کے انقلاب کی سائنس ہے یہ تمام ممالک میں سوشلزم کی فتح کی سائنس کی تاریخ ہے۔ یہ اشتراکی سماج کی تعمیر کی سائنس ہے۔'' لینن مارکس ازم کے بنیادی اجزائے ترکیبی کو اس طرح بیان کرتا ہے ''مارکس وہ دانشور تھا جس نے انیسویں صدی کے تین اہم تصورات کے تسلسل کو قائم رکھا اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ تصورات دنیائے انسانیت کے تین سب سے اہم ملکوں کی نمائندگی کرتے تھے یعنی جرمن کلاسیکی فلسفہ، انگریزی کلاسیکی اقتصادیات اور فرانسیسی سوشلزم جس میں فرانسیسی انقلابی نظریات کی آمیزش تھی''۔

1- فلسفیانہ مادیت

مارکس نے اپنی تعلیمات کی اساس کائنات کی شیئیت پر رکھی۔ یہ جارج برکلے، ڈیوڈ، ایمانوئیل کانٹ، جارج ڈبلیو، ایف، ہیگل اور دوسرے تمام خیال پرست فلسفیوں کے مابعد الطبیعیاتی تصورات کے برعکس تھی۔ ان فلسفیوں کا پیش کردہ نظام کسی نہ کسی راستہ سے مذہب اور دنیا کی مصنوعی خارجی تخلیق و عمل کی طرف لے جاتا تھا۔ بورژوا، مابعد الطبیعیاتی تصورات کے مطابق کسی دور دراز کارخالق کی آمرانہ قیادت میں چلنے والی دنیا کی بجائے ایک ایسی دنیا کے وجود کو ثابت کیا جس پر فطری قوانین کی حکمرانی ہے۔ اس کے نزدیک مادہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور تمام خیالات و تفکرات اسی سے ظہور میں آتے ہیں۔

اینگلز کہتا ہے ''کل فلسفوں خصوصاً جدید فلسفہ کا عظیم بنیادی سوال یہ ہے کہ فکر سے وجود، روح سے مادہ کا کیا تعلق ہے؟ روح اور مادہ دونوں میں سے کسی کو اولیت حاصل ہے؟ فلسفوں نے جس طریق پر اس کا جواب دیا ہے اس نے انہیں دو بڑے گروہوں میں منقسم کر دیا ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو روح کو مادہ پر فوقیت دیتے ہیں اور اس طرح بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کائنات کسی نہ کسی کی تخلیق کردہ ہے۔ ان کا

تعلق خیال پرستوں سے ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو مادہ کو اولیت کا درجہ دیتے ہیں، یہ مادیت کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں''۔

مارکس اس دوسرے گروہ کا سب سے بڑا فلسفی تھا جس نے مادیت کے تصور کو فکر و عمل کے ہر شعبہ پر حاوی کیا فلسفیانہ مادیت کا عملی اقدام یہ ہے کہ وہ مارکسیوں، پھر آخر کار مزدور طبقہ کو فلسفہ، سائنس حکومت، مذہب، اقتصادیات، اخلاقیات فنون لطیفہ وغیرہ وغیرہ میں پیدا شدہ لاتعداد فرسودہ اور رجعت پسندانہ، مضمحل اثرات سے آزاد کرے اور ان تمام تصورات سے نجات دلائے جن سے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ فلسفیانہ مادیت پرولتاریہ کا وہ تیز تر ہتھیار ہے جس کی مدد سے وہ سرمایہ داری کے خلاف سوشلزم قائم کرنے کے لیے لڑتا ہے۔

2- جدلیت

مارکس اور اینگلز نے ہیگل 1771-1831 کی جدلیت کو اختیار کیا جو بقول لینن ''ارتقا کا ایسا نظریہ ہے جو سب سے زیادہ ہمہ گیر، بیش بہا اور سنجیدگی پر مبنی ہے'' مارکس کہتا ہے کہ جدلیت ''حرکت کے عمومی قانون کی سائنس ہے جس کا تعلق خارجی دینا اور انسانی فکر دونوں سے ہے'' مگر ہیگل کے جدلیاتی نظام کو قبول کرتے ہوئے مارکس اور اینگلز نے اسے تصوریت کے خول سے نکال کر مادی بنیادی عطا کیں۔ اینگلز کہتا ہے کہ جدلیاتی فلسفہ کے لیے ''کوئی شے قطعی، مطلق اور مقدس نہیں ہے وہ ہر چیز کو نا پائیدار تسلیم کرتا اور ہر چیز کے عارضی ہونے کی خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ موجود اور معدوم کے لا متناہی عمل اور پستی سے بلندی کی طرف مسلسل عروج کے سوا اس کے سامنے کسی چیز کا قیام ناممکن ہے''۔

لینن کہتا ہے کہ جدلیاتی ارتقاء ''وہ ترقی ہے جس کا اعادہ ان منازل کی جانب جن سے وہ گزر چکی ہوتی ہے ہوتا رہتا ہے، لیکن یہ تکرار ایک مختلف طریقے اور اعلیٰ سطح کی طرف ہوتی ہے (نفی کی نفی)۔ یہ ترقی خط مستقیم پر نہیں بلکہ مخروطی شکل میں وقفوں میں، یکا یک اور انقلاب ہوتی ہے۔ یہ تدریج کا انقطاع ہے کمیت کا کیفیت میں یعنی مقدار کا ہیت میں طبعی تغیر ہے، ترقی کا وہ داخلی ہیجان ہے جسے تضاد پیدا کرتا ہے وہ ردعمل ہے جو مختلف قوتوں در رجحانات کے کسی جسم پر، یا کسی مظہر فطرت کے مابین ایک دوسرے پر انحصار

رکھنے والا، نزدیک ترین اور نا قابل تحلیل تعلق ہے۔''

3- تاریخ کا مادی تصور

مارکس اور اینگلز وہ اشخاص تھے جنہوں نے سب سے پہلے کو مابعد الطبیعاتی اثرات، داخلیت ہیرو پرستی، طبقاتی تعصب اور توہم پرستی سے جو سرمایہ دار تاریخ نویسوں کا خاصہ ہے جدا کر کے سائنسی بنیاد عطا کی۔ مارکسیوں کے نزدیک تاریخ کے مادی کا نچوڑ اقتصادی پہلو میں مضمر ہے۔ لوگوں کے گزر اوقات کے کیا ذرائع ہیں۔ مارکس نے حسب ذیل طریق پر اس کا خاکہ کھینچا ہے ''سماجی پیداوار کے دوران میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ایک مخصوص رشتہ میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ یہ رشتے ناگزیر ہیں اور اس میں ان کے ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ان کے پیداواری رشتے پیداوار کی مادی قوتوں کے ایک مخصوص ارتقائی مرحلہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان پیداواری رشتوں کے مجموعہ پر سماج کا اقتصادی ڈھانچہ مشتمل ہوتا ہے۔ یہی وہ حقیقی اساس ہے جس پر قانون اور سیاست کے بالائی ڈھانچہ کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ ڈھانچہ پھر سماجی شعور کی ایک خاص شکل کی تخلیق کرتا ہے۔ مادی زندگی میں پیداوار کا طریقہ زندگی سماجی، سیاسی اور روحانی خصوصیات کو متعین کرتا ہے۔ مادی زندگی میں پیداوار کا طریقہ زندگی سماجی، سیاسی اور روحانی خصوصیات کو متعین کرتا ہے۔ یہ انسان کا شعور نہیں ہے جو ان کے وجود کا تعین کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس ان کے سماجی وجود سے ان کے شعور کا تعین کرتا ہے۔''

مارکسیوں پر اکثر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ تمام دوسرے شعبوں مثلاً قومی روایات، تاریخ وثقافت سے آنکھیں بند کر کے صرف معاشیات پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے ہیں لیکن یہ محض بیہودگی ہے۔ اس سلسلہ میں اینگلز اقتصادی جبریت کو مسترد کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے۔'' تاریخ کے مادی تصور کے مطابق حقیقی زندگی میں تاریخ میں فیصلہ کن عنصر بالآخر پیداوار ہے اور پھر پیداوار ہے اس سے زیادہ نہ مارکس نے اور نہ ہی میں نے کوئی اور دعویٰ کیا ہے اس لیے اگر کوئی شخص توڑ مروڑ کر یہ بیان کرتا ہے کہ صرف اقتصادی عنصر ہی فیصلہ کن ترکیبی شے ہے تو اس کا بیان بے معنی، حقیقت سے دور اور بیہودہ ہے''۔

بورژوا طبقے کے سامنے نہ گزشتہ تاریخ نویسی کا اصول تصویر ہے اور نہ وہ یہ جانتا ہے کہ حال میں کیا ہو رہا ہے کیونکہ اس کی تاریخ نویسی کا اصول تصور پرستانہ اور اختیاری ہے جو علیت اور عقلیت کی منکر ہے

اور ہر طرح کے ثانوی اور سطحی عناصر کو اہم قرار دیتی ہے۔ تاریخ مادیت جو مارکس کا طریقہ ہے اقتصادی حقیقت پر زور دیتی ہے اور مارکیسوں کو ماضی کی تاریخ سے بنیادی نتائج اخذ کرنے میں فیصلہ کن فوقیت عطا کرتی ہے اور عہد حاضر کے پیچیدہ اقتصادی وسیاسی عمل کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو مارکسیوں کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ سماجی انقلاب اور سوشلزم کی لازمی آمد کی پیش گوئی کر سکتے ہیں جس کے امکان کا مقابلہ کرتے کی بورژوا ماہرین اقتصادیات وتاریخ دانوں میں نہ ہمت ہے اور نہ سکت ہے۔

4- طبقاتی کشمکش

طبقاتی کشمکش کے بارے میں کمیونسٹ مینی فیسٹو میں بنیادی مارکسی دعویٰ اس طرح بیان کیا گیا ہے

''آج تک وجود میں آنے والے کل سماج کی تاریخ طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے (یہاں اینگلز کا اضافہ ہے ''سوائے زمانہ ماقبل تاریخ کے''یعنی تاریخ کے قلمبند ہونے سے پہلے کا زمانہ۔ مترجم) آزاد اور غلام، اشترافیہ اور رذیل، مالک اور کمیرا، کارخانہ دار اور مستری، مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم ہمیشہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے آئے ہیں اور مسلسل کبھی پوشیدہ اور کبھی ظاہر برسر پیکار رہے ہیں۔ ایسی جنگ جو بالعموم ہر بار یا تو سماج کی انقلابی تعمیر پر ختم ہوئی ہے یا پھر دونوں نبرد آزما فریق تباہ ہو گئے۔ تاریخ کے ابتدائی دور میں تقریباً ہر جگہ میں سماج کے پیچیدہ نظام میں مختلف درجے نظر آتے ہیں جن میں سماجی صف بندی کے مختلف النوع مدارج تھے۔ رومائے قدیم میں امراء اور معاونت عامی اور غلام، عہد متوسط میں جاگیردار اور مزارع، کارخانہ دار اور مستری، شاگرد پیشہ اور کمیرا ہے۔ ان تمام طبقات میں ایک سی محکومیت اور درجہ بندی دکھائی دیتی ہے۔ موجودہ بورژوا سماج جو جاگیرداری سماج کے کھنڈروں پر قائم ہوا ہے، طبقاتی مخاصمت سے عہدہ برآ نہ ہو سکا بلکہ اس نے نئے طبقات کو جنم دیا اور پرانی طبقاتی کشمکش کی جگہ نئی کشمکش پیدا کی۔''

موجودہ سرمایہ دارانہ سماج شدید جدوجہد کرنے والے اندرونی گروہوں کا گورکھ دھندا ہے۔ لینن کہتا ہے''مارکس ازم ہمیں وہ کنجی عطا کرتا ہے جس کے ذریعے ہم ظاہرہ طور پر گڈمڈ نظر آنے والی اس بھول بھلیاں میں قانون کی فرمانروائی کو ڈھونڈ نکال سکتے ہیں اور یہ ہے طبقاتی کشمکش کا نظریہ''۔ بورژوازی خصوصاً پچھلے سالوں سے اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ طبقاتی نوعیت کی برپا شدہ داخلی جدوجہد کو دھندلا

کر دے اور اس طرح عوام میں ان کے حقیقی طبقاتی مفاد کے بارے میں الجھن پیدا ہو جائے لیکن مارکس ازم کا طبقاتی تجزیہ ان کی تمام چالبازیوں کا پول کھول دیتا ہے اور یہ ماضی کی تاریخ کو سمجھنے میں نہ صرف اولین اہمیت رکھتا ہے بلکہ کسی زیر بحث صورت حال میں پرولتاریہ کی پالیسی کی تفصیلات طے کرنے میں مدد دیتا ہے۔

مارکس سے پہلے بہت سے بورژوا مورخین اور ماہرین اقتصادیات کو (بشمولیت امریکہ کے جیمز میڈیسن کے) طبقاتی کشمکش کا خفیف سا علم ہو چکا تھا لیکن یہ مارکس اور اینگلز ہی تھے جنہوں نے اس نہایت اہم معاملہ کو بخوبی واضح کیا۔ 5 مارچ 1852 کو جوزف ویدمیئر کو مارکس نے اس سوال کے بارے میں لکھا۔ ''موجودہ سماج میں طبقات کے وجود اور ان کے مابین کشمکش کی دریافت کا شرف مجھے حاصل نہیں ہے مجھ سے بہت عرصہ قبل بورژوا مورخین طبقاتی کشمکش کے تاریخی ارتقاء کو بیان کر چکے ہیں اور بورژوا ماہرین اقتصادیات نے طبقاتی کی اقتصادی تشریح کی ہے میں نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ ثابت کرتا ہے (1) کہ طبقات کا وجود پیداوار کے ارتقاء میں مخصوص تاریخی دور کا پابند ہے (2) طبقاتی کشمکش لازماً پرولتاریہ ڈکٹیٹر شپ کی طرف رہنمائی کرتی ہے (3) یہ ڈکٹیٹر شپ بذات خود صرف اسی وقت تک کے لیے ہے جب تک کہ طبقات کا خاتمہ نہیں ہو جاتا'' اس مرکزی سوال کے بارے میں مارکس نے یہ ہلکا سا خلاصہ پیش کیا ہے۔

5- مزدور طبقے کا انقلابی کردار

مارکس نے طبقاتی کی تشریح کرتے ہوئے جو اس کا سب سے بڑا کارنامہ ہے مزدور طبقہ کے انقلابی کردار کو اجاگر کیا ہے کمیونسٹ مینی فیسٹو میں وہ کہتا ہے'' آج بورژوازی کے مقابلہ میں صف آرا تمام طبقات میں صرف پرولتاریہ ہی سب سے زیادہ انقلابی ہے۔ موجودہ صنعتی طبقہ کے سامنے دوسرے تمام طبقات زوال پذیر ہیں اور بالآخر مٹنے والے ہیں۔ پرولتاریہ اس کی مخصوص اور لازمی پیداوار ہے۔ نچلا متوسط طبقہ، چھوٹا صنعت کار، دکان دار، دست کار، زمیندار یہ سب کے سب بورژوازی سے نبرد آزما ہیں، لیکن ان کا مقصد متوسط طبقہ کے ادنیٰ گروہوں کی حیثیت سے زندہ رہنا اور صرف نابود ہونے سے بچنا ہوتا ہے اس لیے یہ طبقات انقلابی نہیں بلکہ قدامت پرست ہیں، یہی نہیں بلکہ رجعت پسند ہیں''۔ یہاں

مارکس سرمایہ داری مسابقت کے دور سے بحث کر رہا تھا۔لیکن سامراجی دور یعنی سرمایہ داری کے عام بحران کے تاریخی عہد میں پرولتاریہ طبقہ غریب کاشت کار اور دوسرے چھوٹے سرمایہ دار عناصر کی رہنمائی کرتا ہے۔''مزدور اور کسان کے اتحاد'' کا نظریہ لینن کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

لینن کہتا ہے''مارکس کی تعلیمات میں سب سے اہم وہ توضیحات ہیں جو اس نے پرولتاریہ کے اس عالمگیر تاریخی کردار کے بارے میں کی ہیں جو کہ وہ سوشلسٹ سماج کے معمار کی حیثیت سے ادا کر رہا ہے۔ پرولتاریہ کی رہنمائی پر مارکس ازم کا خاص طور پر زور دینا انقلابی مزدور طبقہ کی پالیسی کی بنیاد ہے۔مارکس کی وضاحت نے مختلف موقع پرست حلقوں کی اُن تمام پے در پے کوششوں کا کامیابی کے ساتھ جواب دیا ہے جو وہ بورژوازی، کاشت کار اور چھوٹے سرمایہ دار کو تعمیر طبقہ تصور کر کے محنت کش عوام کو ان طبقات کی قیادت میں لانے کے لیے سرانجام دیتے ہیں۔روس، چین اور مشرقی یورپ کے حالیہ عظیم انقلاب میں مزدوروں کی رہنمائی کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔

مارکس نے کمیونسٹ مینی فیسٹو میں ایک ایسی مخصوص انداز فکر رکھنے والی لڑاکا اور منظم سیاسی پارٹی کے خدوخیال پہلے ہی پیش کرنے شروع کر دیئے تھے جس کا قیام مزدور طبقہ کے لیے سرمایہ دار طبقہ پر فتح حاصل کرنے کے لیے آخر کار ضروری ہو جاتا ہے،''کمیونسٹ ایک طرف تو عملی طور پر تمام ملکوں میں مزدور طبقہ کا سب سے زیادہ ترقی پذیر اور ایسا مستقل مزاج حصہ ہوتے ہیں جو دوسروں کو آگے بڑھاتا ہے، دوسری طرف نظریاتی طور پر وہ پرولتاریہ کی بڑی تعداد پر یہ فوقیت رکھتے ہیں کہ انہیں آگے بڑھنے کا راستہ، حالات اور پرولتاریہ تحریک کے آخری عام نتائج کا صاف صاف علم ہوتا ہے''۔

6-قدر زائد

سرمایہ داری کے ابتدائی ترقی پذیر مرحلہ میں آدم سمتھ، ڈیوڈ ریکارڈو جان سٹوارٹ مل اور دوسرے بہت سے بورژوا ماہرین اقتصادیات نے اس نظام کا خاصہ تجزیہ کیا تھا۔باایں ہمہ ان کی نظریں ان انقلابی امکانات تک نہ پہنچ سکی تھی جس کی طرف سرمایہ داری بڑھ رہی تھی۔لیکن بعد کی آنے والی نسلوں کے بورژوا ماہرین اقتصادیات اس حد تک گھٹیا واقع ہوئے کہ ان کا کام صرف سرمایہ داری کو قائم رکھنے کے لیے سطحی

بہانہ جوئی رہ گیا تھا۔ چنانچہ تمام ماہرین اقتصادیات کے استادالاستاد مارکس کو ہی یہ کام تفویض ہوا کہ وہ اقتصادی تجزیہ کو اس کے انقلابی نتائج تک پہنچائے۔

مارکس نے اپنی عظیم تصنیف ''سرمایہ'' کی تین جلدوں میں نظام سرمایہ داری کا گہرا تجزیہ کیا ہے۔ اس نے اپنے لاتعداد بنیادی ارشادات میں اس وقت کے لاینحل مسائل یعنی سرمایہ اندوزی، وقفہ بہ وقفہ بحران کے اسباب، سرمایہ کے ارتکاز اور سرمایہ داری کی دوسری بہت سی خصوصیات کو جنہیں بورژوا ماہرین اقتصادیات نے اب تک بیان نہیں کیا تھا یا جن پر پردہ ڈال رکھا تھا، وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن اقتصادی میدان میں مارکس کی سب سے اہم خدمت مزدوروں کے ذریعہ پیدا ہونے والے ''قدر زائد'' اور اس پر سرمایہ دار کے تصرف کا بیان ہے۔ اس سے سرمایہ دار کے استحصال کے پورے عمل کا راز افشا ہو گیا اور پرولتاریہ انقلاب کے اقتصادی وجوہ ظاہر ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر اب تک شمار ماہرین انکشاف پر بے شود پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ میہرنگ نے مارکسی نظریہ کے اس مرکزی نقطۂ نظر کی تلخیص بدین الفاظ کی ہے:۔

''سرمایہ'' کی پہلی جلد میں پہلی بار سرمایہ دارانہ دولت کے اصل منبع کو ظاہر کیا گیا۔ مارکس نے پہلی مرتبہ بتایا کہ منافع کیسے پیدا ہوتا ہے اور یہ کس طرح سرمایہ دار کی جیب میں جاتا ہے۔ اس نے یہ تجزیہ دو فیصلہ کن اقتصادی حقائق کی بنا پر کیا۔ ایک تو یہ کہ محنت کش عوام ایسے پرولتاریہ پر مشتمل ہوتے ہیں جو اپنی قوت محنت کو بطور جنس فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تاکہ زندہ رہ سکیں، دوسرے یہ کہ جنس یعنی قوتِ محنت ہمارے اپنے زمانہ میں اتنی زیادہ پیداواری صلاحیت رکھتی ہے کہ ایک مخصوص وقت میں یہ اپنی اس ضرورت سے کہیں زیادہ پیداواری صلاحیت رکھتی ہے جتنی کہ اس مخصوص وقت میں اسے اپنی کفالت کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ یہ وہ دو خالصتاً اقتصادی حقائق ہیں جو خارجی تاریخی ارتقاء کے نتائج کو ظاہر کرتے ہیں اور جن کی وجہ سے پرولتاریہ کی قوت محنت سے پیدا ہونے والا پھل خود بخود سرمایہ دار کی گود میں ٹپک پڑتا ہے اور اُجرتی نظام کے جاری رہنے کے سبب سرمایہ کا روز افزاں انبار لگتا جاتا ہے۔''

7-ریاست کا کردار

مارکس ازم کا ایک سب سے زیادہ بنیادی عنصر مارکس کا وہ تجزیہ ہے جس میں اس نے ریاست کو طاقت کا ایک ایسا ہتھیار ثابت کیا ہے جسے بورژوا طبقہ مزدوروں کو اپنے ماتحت بنا کر رکھنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔کمیونسٹ مینی فیسٹو کہتا ہے''موجودہ ریاست کی حکومت وہ کمیٹی ہے جس کا کام بورژوازی کے عام معاملات کی دیکھ بھال کرنا ہے'' مارکس ان تمام کوڑمغز اور موقعہ پرستوں کی بیخ کنی کرتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سرمایہ دار ریاست وہ ادارہ ہے جو تمام اقتصادی طبقات سے علیحدہ اور اُن سے بالاتر ہوتا ہے اور یہ تمام لوگوں کی بہبود کے فرائض انجام دیتا ہے۔مارکس اور اینگلز نے ریاست کی تاریخ کا کھوج لگایا۔ انہوں نے بتایا کہ اقتصادی طبقات کے عروج کے ساتھ ریاست ہمیشہ حکمران طبقہ کے مفاد کی حفاظت کرتی آئی ہے۔اینگلز نے خصوصاً ''خاندان نجی ملکیت اور ریاست کی ابتدا'' اور ''انٹی ڈھورنگ'' میں ثابت کیا ہے کہ فتح مند پرولتاریہ آخر کار ریاست کو ختم کر دے گا۔اور اسے ''آثار قدیمہ کے عجائب گھر'' میں منتقل کر دے گا۔

8-مزدور طبقہ کی طبقاتی کشمکش کا طریق کار اور حکمت عملی

مارکس اور اینگلز نے نہ صرف عام اصول وضع کیے بلکہ پرولتاریہ کو لڑنے کے طریقے بھی بتائے۔ ان کی مختلف تصانیت خصوصاً خط و کتابت کے ضخیم صفحات میں حکمت عملی اور طریقہ کار کے بہت سے پیچیدہ سوالات کا بنیادی جواب موجود ہے۔گزشتہ صدی میں ترقی پذیر مزدور تحریک کے لیے یہ بڑے سنگین مسائل تھے۔مزدور تحریک میں اُن سوالات سے متعلق بعد میں پیدا ہونے والی کمزوریوں کا بیشتر سبب مارکس کی تحریروں سے سبق حاصل کرنے میں ناکامی یا انکار ہے۔مزدور جماعت کی تینوں بین الاقوامی تنظیموں میں مختلف مسائل کے بارے میں جو سوالات اُٹھے ان پر ہم یہاں مختصر سی روشنی ڈالتے ہیں۔

مارکس اور اینگلز نے صاف طور پر یہ محسوس کیا کہ مزدور طبقہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حکمران گروہ کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کے لیے پوری طرح تیار رہے کیونکہ موخرالذکر اپنے طبقاتی اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے کسی بھی تشدد سے گریز نہیں کرتا۔مارکس کہتا ہے''طاقت وہ دایہ ہے جو ہر سماج

کے پیٹ سے ایک نئی طاقت کو جنم دینے میں مدد دیتی ہے' اس کا خیال تھا کہ صرف انگلستان اور امریکہ میں (جیسا کہ بعد میں لینن نے بتایا سامراج کے عروج سے پہلے) اس وقت کے حالات کے تحت بورژوا جمہوریت اس قدر ترقی کر سکتی ہے کہ مزدوروں کے ذریعہ پرامن طریقہ پر سوشلزم کے قیام کے امکانات ہو سکتے ہیں۔

مارکس اور اینگلز دونوں کمیونسٹ رہنماؤں نے سوشلزم کے بارے میں تمام غیر یقینی باتوں اور یوٹوپیائی قیاس آرائیوں کا خاتمہ کر کے اسے سائنسی بنیادوں پر استوار کیا۔ انہوں نے سرمایہ داری نظام کے اس اقتصادی عمل کو بتایا جو مزدور طبقہ کے منظّم کرنے اور سوشلزم کے ناگزیر بنانے والے محنت کش عوام کا استحصال کرتا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا مزدور تاریخی طور پر ''سرمایہ داری کو دفن کرنے کے لیے قبر تیار کرتا ہے'' اور یہ کہ پرولتاریہ ہی وہ قوت ہے جو عوام کو سوشل ازم کی طرف لے جا سکتی ہے۔ یوٹوپینوں کے برعکس جنہوں نے مستقبل کے سماج کی تمام جزئیات بیان کیں، مارکس اور اینگلز نے بتایا یہ پرولتاریہ کی آمریت ہوگی اور سوشلزم کا وہ ابتدائی سماجی ڈھانچہ ہوگا جس کا نعرہ ہوگا ''ہر شخص کو اس کی قابلیت کی بجائے اس کے کام کے مطابق ملے''۔ اس کے بعد کمیونزم کا اعلیٰ مرحلہ ہوگا جس کا نصب العین ہوگا، ''ہر شخص کو اس کی قابلیت کی بجائے اس کی ضرورت کے مطابق ملے''۔ یہ ہے مارکس ازم کا وہ بنیادی تجزیہ جسے آج بنی نوع انسان کے ایک تہائی حصہ نے قبول کر کے سوشلزم اور کمیونزم کی راہ اختیار کر لی ہے۔

مارکس اور اینگلز دونوں نے موجودہ سوشلسٹ تحریک کی نظریاتی اور عمل بنیادیں قائم کیں ان دونوں میں مارکس ممتاز قابلیت کا مالک تھا مگر اینگلز کو بھی علمی میدان میں غیر معمولی حیثیت حاصل تھی۔ وہ دونوں اتنے قریبی شریک کار تھے کہ یہ بتانا ناممکن ہے کہ مارکس ازم کے فلاں اصول کو فلاں نے ترتیب دیا ہے۔ اینگلز نے نہایت فیاضی کے ساتھ مارکس کی برتری کو تسلیم کیا ہے۔ ایک مقام پر وہ اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے ''مینی فیسٹو کا بنیادی تصور تمام تر مارکس کا مرہون منت ہے'' دوسری جگہ کہتا ہے ''دو عظیم انکشافات یعنی تاریخ کا مادی تصور اور قدر زائد کے ذریعہ سرمایہ داری پیداوار کا راز سرتاسر مارکس کی دماغی اپج کے نتائج ہیں۔ ان دونوں انکشافات نے سوشلزم کو سائنس بنا دیا ہے''۔

اینگلز نہ صرف مارکس کا ہی شریک کار تھا بلکہ اس نے بذات خود کئی بیش قیمت کتابیں لکھیں جنہیں آج سوشلزم میں ادب عالیہ کی حیثیت حاصل ہے۔ مارکس کی موت کے بعد اس نے مارکس کی یادداشتوں

کے انبار کو ترتیب دینے کا عظیم الشان کام انجام دیتے ہوئے ''سرمایہ'' کی دوسری اور تیسری جلدوں کو زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ لینن اینگلز کی بیش بہا خدمات کو سراہتے ہوئے کہتا ہے ''اپنے دوست کارل مارکس کی موت کے بعد جو 1883 میں واقع ہوئی اینگلز تمام مہذب دنیا میں پرولتاریہ کا سب سے بڑا سائنس دان اور معلم تھا۔''

(3)

1848 کا انقلاب

1848 کا انقلاب ان عظیم تغیرات کا ایک تسلسل تھا جن کے ذریعے سرمایہ دار طبقہ بتدریج مغربی یورپ اور بالآخر تمام دنیا پر چھا گیا۔ یہ تحریک جسے مارکس نے ''براعظمی انقلاب'' کا نام دیا فرانس سے شروع ہوئی اور فوراً ہی جرمنی آسٹریلیا، اٹلی، ہنگری بلجیم، پرتگال اور یورپ کے دوسرے ممالک میں پھیل گئی۔ انگلستان اور آئرلینڈ نے بھی اسے صاف طور پر محسوس کیا۔ اس کے اثرات مشرقی یورپ میں پولینڈ اور روس تک پہنچے اور اس کی صدائے بازگشت ریاست ہائے متحدہ اور لاطینی امریکہ میں بات سنی گئی۔ زوال پذیر جاگیرداری پر سرمایہ داری کی یہ سب سے بڑی ضرب تھی کہ اس بورژوا انقلاب کا وسیع بنیادی سبب وہ دباؤ تھا جو سرمایہ دار سرعت کے ساتھ بڑھتی ہوئی صنعت کاری، ساتھ ہی ساتھ مزدور طبقہ کا تیزی کے ساتھ پھیلاؤ اور فرسودہ جاگیرداری نظام کا اقتصادی اور سیاسی بندشوں کی شکست کی وجہ سے پڑ رہا تھا۔ اس انقلاب کی فوری وجہ 1847 کا وہ شدید اور عام اقتصادی بحران تھا جس نے کثیر التعداد صنعتی اداروں کو بند کر دیا تھا، بڑی تعداد میں بیروزگاری پھیلا دی تھی اور لوگوں کو وسیع پیمانے پر افلاس محتاجی کا شکار بنا دیا تھا۔ اپنے دوسرے اثرات کے علاوہ یہ انقلاب نئی منظّم ہونے والی کمیونسٹ لیگ اور اس کے مشہور پروگرام کمیونسٹ مینی فیسٹو کے لیے جس میں اس انقلاب کی پیشین گوئی تھی ایک بڑی چتاونی تھا۔ 1848 کا انقلاب ان عام یورپی حالات کو ڈھالنے میں ایک فیصلہ کن قوت کی حیثیت رکھتا تھا جن میں تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ''پہلی انٹرنیشنل'' نے جنم لیا۔

فرانس میں انقلاب

24 فروری 1848 کو فرانس میں انقلاب کا آغاز ہوا۔ انقلاب کی اس ٹکسالی سرزمین پر اس کے آغاز کی وجہ یہ تھی کہ یہاں براعظم کے دوسرے ممالک کی نسبت صنعت زیادہ ترقی یافتہ تھی، فرانسیسی بورژوازی سب سے زیادہ طاقت ور اور انقلابی تھی، مزدور طبقہ سیاسی طور پر سب سے زیادہ پختہ کار اور بغاوت کے طریقوں سے واقف تھا۔ اور فرانسیسی جاگیرداری نظام 1789 کے بعد پے بہ پے انقلابی ضربات کے باعث سب سے زیادہ کمزور تھا۔ اپنی کتاب ''فرانس میں طبقاتی جدوجہد'' 1848-50 میں مارکس نے انقلاب کے فرانسیسی دور کی تاریخ سائنسی بنیادوں پر مرتب کی ہے۔

پیرس کے مزدور سرخ جھنڈے تلے منظم ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے شاہ لوئی فلپ کا تختہ الٹ دیا جو 1830 کے ناکام انقلاب کی پیداوار تھا۔ شاہ پسندوں اور ان کے اتحادی بینک کاروں اور بڑے سرمایہ داروں کے خلاف مزدوروں کا ''حلیف'' چھوٹا بورژوا اور کم تر درجے کا بڑا سرمایہ دار طبقہ تھا۔ نئی عارضی حکومت جمہوریت کا اعلان کرنے میں پس و پیش کر رہی تھی۔ اس پر ایک مزدور رہنما راسپیل نے یہ دھمکی دی کہ اگر دو گھنٹوں کے اندر اندر اس کا اعلان نہ کیا گیا تو وہ دو لاکھ مزدوروں کی ایک فوج لے کر ہوٹل ڈی ڈھیلے پر حملہ کر دے گا۔ حکومت خوف زدہ ہو گئی اور اس نے الٹی میٹم کی مدت ختم ہونے سے پہلے فوالفور شہر کی دیواروں پر وہ اشتہارات چسپاں کر دیے جن پر ''فرانسیسی جمہوریہ آزادی، مساوات اور اخوت'' کے نعرے تحریر تھے۔ مزدوروں نے متذبذب حکومت کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ بالغ حق رائے دہی کا اعلان کرے۔ مزدوروں کو قومی رضا کاروں میں شامل کرے (اب تک یہ حقوق صرف متوسط طبقہ کو حاصل تھے)۔ قومی کارخانے قائم کرے (جن میں ایک لاکھ مزدوروں کو ملازمت مل سکے) تا کہ اس سے (ان کے خیال کے مطابق) غربت کا خاتمہ ہو جائے۔ اور عام سماجی سدھار کے مسئلوں کو حل کرنے کے لیے ایک کمیشن مقرر کرے۔

مزدوروں کے جوش و خروش سے خوفزدہ ہو کر بورژوازی نے اپنے سابقہ اتحادیوں یعنی مزدوروں کو کچلنے کے لیے باقاعدہ طریقہ پر اپنی قوتوں کی منظم کرنا شروع کر دیا۔ نئی قومی اسمبلی جو بیشتر کسان ووٹوں سے منتخب ہوئی تھی، قدامت پسند تھی۔ رجعت پرستوں نے چوبیس ہزار آدمیوں کی ایک فوج تیار کی جو زیادہ تر چوروں اور آوارہ گردوں پر مشتمل تھی۔ اسے لے کر انہوں نے ورکشاپوں پر حملہ کر دیا اور وہاں پیس

ورک کا طریقہ لاگو کرنے کی کوشش کی تاکہ وہاں انتشار پیدا ہو جائے۔ 15 مئی کو ایک مختصر بغاوت کے ذریعہ رجعت پرست حکومت کا تختہ الٹ دینے کی بے سود کوشش کی گئی۔ اس بغاوت کے رہنما راسپیل، بلانکی اور بار بے تھے، آخر کار 21 جون کو بڑے ورکشاپ یک دم بند کر دیے گئے۔ ایک سوچی سمجھی سکیم تیار کی گئی تا کہ مزدوروں کو ایک بے نتیجہ بغاوت کے لیے مشتعل کیا جا سکے۔

ان حملوں کی وجہ سے 22 جون کو پیرس کے مزدوروں نے ایک ہولناک بغاوت کر دی جس کے بارے میں مارکس کہتا ہے "دو طبقوں کے درمیان یہ پہلی لڑائی تھی جس نے موجودہ سماج کو منقسم کر دیا۔" دیواروں پر یہ نعرے لکھے ہوئے تھے "بورژوازی کا تختہ الٹ دو" "مزدور طبقہ کی آمریت قائم کر دو" مزدور بے نظیر بہادری اور دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے بغیر کسی رہنما کے، بنا کسی عام منصوبہ اور وسائل کے، اور اکثر موقعوں پر نہتے ہوتے ہوئے فوج، موبائیل گارڈ، پیرس کے قومی رضا کار اور صوبوں سے آنے والے جوق در جوق رضا کاروں کے حملے برابر پانچ دنوں تک پسپا کرتے رہے۔ لیکن اب مزدوروں کے بس کی بات نہ تھی بالآخر انہوں نے شکست کھائی۔ جلاّد کیوے ناک کے ہاتھوں تین ہزار سے زیادہ قتل ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں جیل میں ٹھونس دیے گئے۔

جون 1848 میں فرانسیسی مزدوروں کی شکست نے تمام یورپ کے انقلابی حالات پر گہرا نقصان دہ اثر ڈالا۔ سابقہ انقلابی عموماً جاگیرداروں اور شاہ پرستوں کی رجعت پسند گود میں چلا گیا اور ان کے ساتھ مل کر انتہا پسند مزدور طبقہ کی مخالفت پر اُتر آیا۔ اس کا ایک خاص سیاسی اثر یہ ہوا کہ کئی دوسرے ملکوں میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے بورژوا طبقہ کی رفتار دھیمی پڑ گئی تاہم یہ بالکل ختم نہ ہو سکی۔

10 دسمبر 1848 کو قدامت پسند فرانسیسی قومی اسمبلی نے لوئی بوناپارٹ کو اپنا صدر منتخب کیا۔ اس نے 2 دسمبر 1851 کو آمرانہ اختیارات حاصل کر لیے اور اس کے ایک سال بعد نپولین سوئم کے نام سے بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ وہی سیاسی طالع آزما شخص تھا۔ جس نے 71-1870 میں فرانس، جرمن جنگ کا آغاز کر کے لوگوں کو بڑی افراتفری میں مبتلا کر دیا۔

جرمن انقلاب

وہ انقلاب جو 24 فروری 1848 کو پیرس میں شروع ہوا تھا۔ جرمنی، آسٹریا، اٹلی، ہنگری اور دوسری سرزمینوں میں پھیل گیا۔ ان ملکوں میں بورژوا جمہوری انقلاب فرانس کی طرح اور یکساں اسباب کی بنا پر رونما ہوا۔ پیرس میں انقلاب شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد 4 مارچ کو مزدوروں اور ان کے اتحادیوں نے جرمنی کے شہر کولون پر قبضہ کر لیا۔ 13 مارچ کو وی آنا کے لوگ شہزادہ میٹرک اور اس کی حکومت کا خاتمہ کر کے اس اہم شہر پر قابض ہو گئے اور 18 مارچ کو برلن کے لوگوں نے مسلح بغاوت کر دی اور اٹھارہ گھنٹوں کی سخت جدوجہد کے بعد بادشاہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح کی بغاوتیں دوسرے شہروں میں بھی ہوئیں۔ ایک قومی اسمبلی کا انتخاب ہوا اور ایک آزاد خیال حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ بورژوا طبقہ اپنی جرأت مندانہ معرکہ آرائی کی بدولت جرمنی اور آسٹریا میں اپنا اقتدار جمانے کے قابل ہو گیا۔

مارکس اور اینگلز دوسرے تمام بڑے کمیونسٹ رہنماؤں کی طرح عمل اور نظریہ دونوں کے مردمیدان تھے۔ انہوں نے اس دنیا کا نہ صرف تجزیہ کیا بلکہ اسے بدلنے کے لیے سرگرمی سے جدوجہد بھی کی۔ فرانس اور جرمنی دونوں انقلاب زدہ ممالک میں، موخرالذکر کو جہاں ان کی جڑیں زیادہ گہری تھیں اپنا میدان عمل بنایا۔ بلجیم سے پروشا میں منتقل ہو کر علاقہ رائن میں انقلاب سے متاثر شہر کولون کو انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔

یہاں اسٹیفن بورن، جوزف مول، کارل شیپر اور جان بیکر ان کے سب سے زیادہ مستعد شریک کار تھے۔ مارکس نے بھی میں بتایا کہ انہوں نے برلن کی بجائے کولون کو اس لیے زیادہ پسند کیا کہ یہ شہر زیادہ صنعتی اور زیادہ جمہوریت پسند تھا۔ یہاں انہیں کام کرنے کی زیادہ آزادی حاصل تھی۔ جرمنی میں کمیونسٹ لیگ کے بہت تھوڑے ممبر تھے، اس لیے مارکس اور اینگلز کو ایک وسیع جمہوری تنظیم کھڑی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جدوجہد کے دوران میں جرمن کمیونسٹ پارٹی وجود میں آئی۔ مارکس نیو رہنیش زٹینگ Nue Rheinische zeitung نامی اخبار کا ایڈیٹر بن گیا۔ یہ اخبار پہلے تو آزاد خیال بورژوا طبقہ کا ترجمان تھا۔ لیکن بعد میں اسے مزدوروں کے حامی اخبار میں تبدیل کر دیا گیا۔

انقلاب کے موقعہ پر ارفنبرگ میں جمہوریت پسند جماعتوں کا اجتماع ہوا اور آزاد خیال سرمایہ دارانہ

پروگرام مرتب کیا گیا۔اس میں متحدہ جرمن جمہوریہ کے اندر خیالات اور اجتماع کی آزادی مساوی بالغ حق رائے دہی، مستقل فوج کی بجائے رضا کار فوج کا قیام، تدریجی انکم ٹیکس، عدالت کے ذریعہ مقدموں کے فیصلے، عام تعلیم، مزدور سدھار اور پارلیمانی حکومت کے مسائل بھی شامل تھے۔

اس پروگرام کا نچوڑ بورژوا طبقہ نظر سے بکھرے ہوئے جرمنی کو ایک متحدہ ریاست میں تبدیل کرنا تھا۔اس سلسلہ میں 1834 میں کسٹمز یونین قائم کر کے ایک لمبا قدم اُٹھایا گیا تھا لیکن سرمایہ دار کو اس بات کی ضرورت تھی کہ بہت سی ریاستوں کے وجود سے پیدا ہونے والی افراتفری کو ختم کر کے ایک مرکزی حکومت قائم کی جائے۔آخر کار جب جرمنی 1871 میں (آسٹریا کے بغیر) متحد ہو گیا تو اس کی جملہ 25 ریاستیں چار سلطنتیں، پانچ بڑی اور تیرہ چھوٹی نوآبادیاں اور جاگیر داریاں اور تین آزاد شہر جو سب کے سب پہلے خود مختار تھے ختم ہو گئے۔

جاگیردارانہ شہنشاہی کا خاتمہ اور متحدہ جمہوری جرمنی کا قیام، پرولتاریہ اور بورژوازی دونوں کا مشترکہ مفاد تھا اس لیے مارکس اور اینگلز نے اس عام پروگرام کی پر جوش حمایت کی۔اس کے ساتھ ہی وہ یہ جانتے تھے کہ بورژوا انقلاب ایک دُوررس پرولتاری انقلاب کا صرف ابتدائی مرحلہ ہے۔اینگلز نے بعد میں اس پالیسی پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ''ہمارے لئے فروری اور مارچ (انقلاب کے ابتدائی منازل) حقیقی انقلاب کی اہمیت کے صرف اسی وقت حامل ہو سکتے تھے جب کہ یہ اختتام کی بجائے ایک طویل انقلابی تحریک کا نقطۂ آغاز ہوئے جس میں لوگ اپنی جدوجہد کو اور جاری رکھ سکتے اور جس میں پرولتاریہ مسلسل جنگوں کے ذریعے ایک کے بعد دوسری کامیابی حاصل کر سکتا''؛ چنانچہ مارکس اور اینگلز ایک عوامی جمہوریت متحدہ جرمنی (بشمول آسٹریا کے جرمن نژاد لوگ) مزدوروں کے مخصوص عوامی مطالبات اور فرانس ہنگری اور دوسرے ممالک کے انقلاب کی حمایت کے لیے سپاہیانہ انداز میں نبرد آزما رہے۔

اس وقت کی مجموعی پالیسی ''مستقل انقلاب'' کی پالیسی تھی جسے دو نسلوں کے بعد ٹراٹسکی نے توڑ مروڑ کر پیش کیا اور جس نے روسی انقلاب میں سٹالین، ٹراٹسکی چپقلش کی صورت میں اتنا بڑا اہم رول ادا کیا۔یہ کمیونسٹ مینی فیسٹو کے اس تصور کے مطابق تھا جس میں کہا گیا ہے ''جرمنی میں بورژوا انقلاب فوری طور پر آنے والے پرولتاری انقلاب کی تمہید ہے۔'' اینگلز نے بعد میں تسلیم کیا کہ اس نے اور مارکس نے سوشلسٹ انقلاب کے اتنے جلدی آنے کا غلط اندازہ لگایا تھا۔بایں ہمہ ان کا 1848 کے انقلاب جرمنی

میں سوشلسٹ ارتقاء کے امکانات کا اندازہ بنیادی طور پر غلط نہ تھا۔ جرمن مزدور طبقہ کے انقلابی جوش و خروش کے پیش نظر خصوصاً فروری میں پیرس میں مزدوروں کی شورش اور جون میں مخالف انقلاب بورژوا کے ساتھ مسلح تصادم کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یورپ کی تاریخ میں سوشلزم کے نئے باب کا اضافہ ہو رہا تھا۔ حقیقتاً اس کے تھوڑے عرصہ بعد فرانسیسی مزدور طبقہ نے 1871 میں پیرس کمیون کا بہادرانہ مظاہرہ کر کے اس عظیم حقیقت کا بلاشک وشبہ ظاہر کر دیا۔

سرمایہ دار طبقہ کی غدّاری

1848 میں جرمن بورژوا طبقہ بجائے اس کے کہ جاگیردار ریاستوں کو ختم کرنے والے ابتدائی انقلاب سے فائدہ اٹھاتا اس نے حیص بیص اور ابن الوقتی کا ثبوت دینا شروع کر دیا۔ اینگلز کہتا ہے ''جرمنی میں نئے مرکزی اقتدار کو بہانہ بنا کر اس نے ہر چیز کو جوں کا توں رہنے دیا'' جاگیردار رجعت پرستوں کی بہ نسبت انقلابی مزدوروں سے زیادہ خوف زدہ تھا۔ وہ سہم گیا کہ کہیں بورژوا انقلاب حقیقتاً سوشلسٹ انقلاب میں تبدیل نہ ہو جائے اس لیے جس طرح فروری کی بغاوت کے بعد فرانسیسی بورژوا طبقہ متحدہ ہو گیا تھا، جرمن بورژوا بھی مزدور کے خلاف متحد ہو گیا۔ قومی اسمبلی جسے آزاد و خیال بورژوا نے منعقد کیا تھا، بادشاہت سے اپنا تعلق توڑنے سے ہچکچانے لگی یہاں تک کہ جنگ جو رجعت پسندی نے اُسے برخاست کر دیا۔

جمہوریت کا مطالبہ تو ایک طرف رہا، جرمن بورژوا طبقہ اپنے بنیادی مطالبہ متحدہ جرمنی سے بھی عملاً دست بردار ہو گیا۔ مارکس نے سرمایہ دار طبقہ کے بارے میں کہا ''اس کی پہلی کی طاقت سلب ہو چکی ہے، اس کا عالمی تاریخی کردار ختم ہو گیا ہے، یہ ایک ایسا پیر فرتوت بن کر رہ گیا ہے جس کی تباہی نزدیک آ چکی ہے۔''

متوسط طبقہ کے اُن عناصر کے ساتھ جواب بھی لڑنے کے لیے تیار تھے۔ مارکس اور اینگلز نے اپنا رشتہ قائم رکھتے ہوئے اپنی پوری طاقت مزدوروں کی مدد پر لگا دی لیکن بعد میں آنے والے واقعات سے ظاہر ہو گیا کہ اس وقت پرولتاریہ ازحد کمزور اور سیاسی طور پر ناپختہ کار تھا۔ اس میں ابھی رہنمائی کی قابلیت نہ تھی اور نہ وہ اس بورژوا انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتا تھا جس کی خود بورژوا طبقہ علانیہ مخالفت کر رہا

تھا اور نہ ہی اس وقت سوشلسٹ انقلاب کے لیے حالات ساز گار تھے۔

جون 1848 میں پیرس میں مزدوروں کو جس شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کا ردعمل سارے جرمنی اور مشرقی یورپ میں ہوا۔ اس سال نومبر میں مخالف انقلاب فوج نے دی آنا کو دوبارہ فتح کر لیا اور اسی ماہ برلن میں پروشیا کی قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔ ڈریسڈن میں لوگوں نے ہتھیار اُٹھا لیے (ان میں باکونن بھی شامل تھا)۔ اسی طرح دوسرے مقامات میں ہوا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ فرنکفرٹ میں قومی اسمبلی عام جہاد کا اعلان کر دے گی، لیکن ان کی یہ توقع کبھی پوری نہ ہوئی۔ بورژوا طبقہ نے جس کی اس اسمبلی میں اکثریت تھی اپنے گھٹیا مفاد کی خاطر قوم کو مخالف انقلاب عناصر کے ہاتھوں فروخت کرنا شروع کر دیا۔ جولائی 1849 تک جرمن انقلاب جس کا سولہ ماہ پیشتر نہایت خوبی سے آغاز ہوا تھا ایک دم مغلوب ہو گیا اور مخالف انقلاب قوتیں دوبارہ چھا گئیں۔ بورژوازی کو انقلاب میں ویسی فیصلہ کن فتح حاصل نہ ہوئی جیسی کہ چاہیے تھی۔ بایں ہمہ اس نے جرمنی میں مستقبل کی صنعتی ترقی کے لیے بڑی حد تک راستہ ہموار کر دیا۔ یہی ان کی بنیادی تمنا تھی۔ جب یہ پوری ہو گئی تو اس نے اپنے حلیف مزدور، کسان اور متوسط طبقہ کے ساتھ بیوفائی کرنی شروع کر دی۔ ایسی غداری خونخوار سرمایہ دار کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ وہ بنیادی سبق ہے جسے دوسرے امریکی انقلاب 65-1861 میں مزدوروں اور حبشی عوام کو اور مستقبل کے بہت سے سرمایہ دارانہ انقلاب میں مزدوروں اور دوسری جمہوری طاقتوں کو یاد رکھنا چاہیے تھا۔ دوسرا بنیادی سبق جو 1848 کے انقلاب نے دیا یہ تھا کہ یہ لازمی ہے کہ مزدوروں کی اپنی الگ سیاسی جماعت ہو۔

جرمنی میں مخالف انقلاب قوتوں کی کامیابی کے بعد بہت سے انقلابی ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی ایک بڑی تعداد امریکہ کی طرف ہجرت کر گئی جہاں اس نے غلامی کے خلاف لڑائی اور نوعمر مزدور تحریک کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ مارکس اینگلز اور دوسرے بہت سے مجاہد انگلستان واپس ہو گئے۔

سیاسی ردّعمل کے سال

1848 کے انقلاب کی شکست اور پہلی انٹرنیشنل کے قیام کے درمیانی دس سال عموماً سیاسی ردعمل، تیز رفتار صنعتکاری، مزدور طبقہ کی وسیع ترقی اور کم تر انقلابی جدوجہد کے سال تھے۔ فرانس، جرمنی اور دوسرے ملکوں میں انقلابیوں پر ظلم وستم توڑے جا رہے تھے۔ اس کی ایک نمایاں مثال 1852 میں کولون

کا مشہور مقدمہ تھا جس میں نو کمیونسٹ رہنما بغاوت کے الزام میں ماخوذ تھے۔ خود ساختہ شہادتوں کی بنا پر ان میں سے سات کو طویل المیعاد قید کی سزائیں دی گئیں۔

یورپی صنعت کی تیز رفتار ترقی خصوصیت سے انگلستان میں نمایاں تھی جو اول درجہ کا سرمایہ دار ملک تھا۔ ان ہی سالوں میں انگریز مزدوروں کی حالت میں کچھ سدھار ہوا۔ بیئر کہتا ہے "1846 اور 1866 کے درمیانی عرصہ میں نقد اُجرت کے ساتھ حقیقی اُجرت میں بھی اضافہ ہوا۔ اس کی وجہ تجارت میں پھیلاؤ اور قوانین غلہ کی تنسیخ تھی"۔ ان اقدامات کی وجہ سے مزدوروں کا انقلابی جوش بڑی تک سرد پڑ گیا۔ دیب کہتا ہے کہ اس عرصہ میں "زور رفتار ترقی اور نسبتاً خوش حالی کے زیر اثر چارٹسٹ تحریک کی ہلچل دھیمی پڑ گئی۔" بایں ہمہ انگلستان کی ٹریڈ یونین تحریک نے نمایاں ترقی کی 1850 کے بعد کے سالوں میں بہت سے شہروں میں ٹریڈ یونین کونسلیں قائم ہوئیں جرمنی میں جہاں سیاسی حالات زیادہ کٹھن تھے، ٹریڈ یونین تحریک بمشکل سر اُٹھانے لگی۔

جرمنی سے واپس لندن آنے کے بعد مارکس اور اینگلز نے کمیونسٹ لیگ کی دوبارہ تنظیم کرنی چاہی لیکن یہ تنظیم گروہ بندی کا شکار ہوگئی۔ مارکس اور اینگلز نے ولچ شیپر کی مہم آزما پالیسی کا مقابلہ کیا۔ یہ گروہ جرمنی میں انقلاب کے لیے کوشاں تھا۔ مارکس نے "بغاوت سے کھیلنے" کے خطرات سے متنبہ کیا۔ اس نے ولیم وٹیلنگ کے لیے سروپا یوٹوپیائی تصورات کی مخالفت کی۔ 1852 میں لیگ دو حصوں میں منقسم ہو کر ٹوٹ گئی۔

مارکس کا حسب ذیل خط جو اس نے کولون کے مقدمہ سے چند ہفتے پہلے لکھا تھا ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ عظیم سائنس دان اور انقلابی اس وقت کن ہولناک مصائب سے دوچار تھا وہ لکھتا ہے "میری بیوی بیمار ہے۔ جینی (مارکس کی سب سے بڑی لڑکی) علیل ہے۔ لینا، مارکس کے گھر کی منتظمہ، ایک اعصابی بخار میں مبتلا ہے۔ میں ڈاکٹر کو نہیں بلا سکتا کیونکہ میرے پاس دوا کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ آٹھ دس دنوں سے میرا کنبہ خشک روٹی اور آلوؤں پر گذارہ کر رہا ہے۔ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کل یہ بھی میسر ہوگا یا نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اور شاید مجھے یہی خواہش کرنی بھی چاہیے کہ مکان کی مالکہ مجھے گھر سے باہر نکال دے۔ اس صورت میں اس اور کچھ نہیں تو میں کم از کم بائیس پونڈ کے قرضہ سے نجات حاصل کر لوں گا۔ روٹی والا، دودھ والا، گوشت والا وغیرہ وغیرہ سب سے میرے قرض خواہ ہیں۔ یہ سب کے سب میرے درپے

ہیں۔‘‘

اس قسم کی بھاری رکاوٹوں کے باوجود مارکس کے لیے یہ زمانہ نہایت تخلیقی دور تھا۔1852 میں امریکہ میں جوزف ویڈمیئر کے اخبار ڈر ریولیوشن میں اس نے ’’ایٹینتھ برومائر آف لوئی بونا پارٹ‘‘ چھپوایا۔اس میں 52-1848 میں فرانس کے انقلاب اور مخالف انقلاب حالات کا نہایت لاجواب تجزیہ کیا گیا ہے۔1852 سے لے کر 1862 تک اس نے ہوریس گریلے کے اخبار نیو یارک ٹریبون کے لیے یورپ اور ایشیا کے بارے میں عالمانہ مضامین لکھے اور مخالف غلامی امریکی جدوجہد اور امریکی خانہ جنگی کے ابتدائی مرحلوں کا بنیادی تجزیہ قلمبند کیا۔1859 میں اس نے ’’کریٹیک آف پولیٹیکل اکانومی‘‘ چھپوایا جو اقتصادیات پر اس کی بنیادی تصنیف ہے لیکن اس کے وقت کا بیشتر حصہ اس کی یادگار زمانہ تصنیف ’’سرمایہ‘‘ پر صرف ہوا جس کی پہلی جلد 1867 میں منصۂ شہور جلوہ گر ہوئی۔

(4)

پہلی انٹرنیشنل کا قیام 1864

سرمایہ داری نظام کی طرح مزدور تحریک بھی بنیادی طور پر بین الاقوامی ہے جس طرح صنعت ذرائع آمدورفت اور مواصلات نے تمام سرحدیں توڑ دی ہیں اسی طرح پرولتاری طبقاتی شعور بھی تمام سرحدیں عبور کر گیا ہے۔مختلف ملکوں میں سرمایہ داری کے عروج اور عالمی منڈی کی ترقی نے مزدوروں میں لازمی طور پر بین الاقوامیت کے جذبات پیدا کر دیے ہیں خصوصاً یہ جذبات اس وقت اور بھی زیادہ اُبھرتے ہیں جب مزدور بورژوا تصورات سے اپنا رشتہ توڑ کر سوشلسٹ پالیسی اور اس کے امکانات کو اپنانا شروع کر دیتے ہیں۔کسی ایک مخصوص مزدور تحریک میں بین الاقوامیت جس نسبت سے جاندار ہوگی،اس نسبت سے اس میں سیاسی پختہ کاری بھی ہوگی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں نوعمر پرولتاریہ کو اپنی سالمیت کے لیے بین الاقوامی پیمانہ پر منظّم ہونے کا شدت کے ساتھ احساس ہونے لگا۔مزدوروں کو اس بات کی ضرورت تھی کہ اپنی بڑھتی ہوئی اقتصادی اور سیاسی جدوجہد میں حریص سرمایہ دار کے مقابلہ میں ایک دوسرے کو سمجھیں اور مدد کریں۔سرمایہ دار

اگرچہ قومی سطح پر ایک دوسرے کے حریف تھے لیکن مزدوروں کے مخصوص مطالبات کے خلاف متحد تھے اور مضبوط بین الاقوامی اتحاد کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مزید برآں مزدوروں کو بین الاقوامی ہڑتال شکنوں کے خلاف لڑنے کی ضرورت تھی اور انہیں جنگ کے خلاف بڑھتی ہوئی جہدوجہد کا بھی احساس ہونے لگا تھا۔ وہ جتنے پکے سوشلسٹ ہوتے تھے اتنی ہی زیادہ اُن میں بین الاقوامیت ہوتی تھی۔

بڑی اور چھوٹی بورژوازی کے انتہا پسند گروہ کے گہرے بین الاقوامی رجحانات بھی مزدوروں میں فطری طور پر بین الاقوامیت کو اُبھارنے کا باعث تھے۔ سرمایہ دار اقتدار قائم کرنے کے انقلابی دور میں یہ طبقات قطعی طور پر قومی خطوط پر متحد ہو جاتے تھے۔ خصوصاً اس وقت کے انقلابی دور میں ان کا یہی رویہ رہا۔ اس کا ثبوت وہ سرمایہ دارانہ بین الاقوامی امداد ہے جو 1776 کے امریکی انقلاب میں 1789 کے فرانسیسی انقلاب اور اس کے بعد پھر 1848 کے فرانسیسی انقلاب اور جرمنی، اٹلی ہنگری پولینڈ اور دوسرے بورژوازی انقلاب میں بہم پہنچائی گئی۔ ان انتہا پسند بورژوا عناصر کے بہت سے دانشوروں نے اس وقت کی بیشتر بین الاقوامی تحریکوں میں داخل ہو کر انہیں اپنے مفاد کی خاطر استعمال کرنے کی کوشش کی۔

پہلی انٹرنیشنل کے پیش رو

انگلستان بین الاقوامی اتحاد اور تنظیم کے لیے پرولتاریہ کی بیشتر ابتدائی کوششیں ایک فطری امر تھا، کیونکہ یہی ملک ابتدائی سرمایہ داری کا مرکز تھا۔ یہیں سب سے زیادہ تعداد میں اور بہترین ترقی یافتہ مزدور طبقہ تھا اور اسی جگہ ٹریڈ یونین ازم نے جنم لیا تھا۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی کے بعد پیدا ہونے والی بہت سی مزدور تحریکیں مزدوروں میں بڑھتے ہوئے بین الاقوامی جذبے کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ چارٹسٹ تحریک طاقتور بین الاقوامیت کے رجحان کو ظاہر کرتی ہے اور ان کے نزدیک ولیم لوٹ جو اس تحریک کے بانیوں میں سے تھا عہد جدید کا پہلا بین الاقوامی نقطۂ نظر رکھنے والا کارکن تھا۔ جلا وطنوں کی لیگ 1844-46، فیڈریشن آف جسٹ 1836-39 اور کمیونسٹ لیگ 1847-52 جن کا ذکر ہم نے دوسرے باب میں کیا ہے قطعی طور پر بین الاقوامیت اور بیشتر پرولتاری نقطۂ نظر اور رکنیت کی حامل تھیں۔ ان کا خاص میدانِ عمل اور مرکز انگلستان تھا۔

اس دور کی ایک بڑی اہم تنظیم ''برادرانہ جمہوریت پسند'' Fraternal Democrats تھی جس کا اعلان تھا کہ ''تمام روئے زمیں اپنی کل پیداوار کے ساتھ سب کی مشترکہ ملکیت ہے''۔ سٹیک لوف کہتا ہے ''جہاں تک اس کے جاندار تصورات کا تعلق تھا یہ مزدور طبقہ کی پہلی بین الاقوامی تنظیم تھی اور ان معنوں میں اسے انٹرنیشنل کا پیش رو کہا جا سکتا ہے۔'' ہارنے، جونز، اوبرائن اور دوسرے ممتاز ٹاٹسٹ رہنما اس اہم تنظیم کی سرگرم شخصیتیں تھیں۔ اسی تحریک کو مارکس اور اینگلز کا تعاون بھی حاصل تھا۔'' اور اس نے بر اعظم یورپ میں مزدوروں کی لڑائی اور انقلاب کے ارتقا میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ اسے قطعی طور پر پہلی انٹرنیشنل کے لئے راستہ ہموار کیا۔ ایک اہم خصوصیت اس کی تنظیم کی یہ تھی کہ اس نے ایک ایسے تنظیمی خاکہ کی بنیاد رکھی جسے بعد میں پہلی انٹرنیشنل نے اختیار کیا، یعنی یہ کہ اپنے اپنے ملکوں میں سیکرٹریوں کا تقرر کیا جائے۔ چنانچہ انگلستان، فرانس جرمنی، اٹلی، پولینڈ اور سپین میں سیکرٹری مقرر ہوئے۔ 1848 کے انقلاب کے بعد پیدا ہونے والے ردعمل نے اس جماعت کا خاتمہ کر دیا۔

ایک اور اہم بین الاقوانی تنظیم جس کا ظہور انگلستان میں ہوا۔ ''خیر مقدم اور احتجاج کی کمیٹی'' تھی جو بعد میں انٹرنیشنل کمیٹی (اور انٹرنیشنل ایسوسی ایشن) کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسے 1855 میں لندن میں منظّم کیا گیا۔ اس جماعت نے بھی بہت سے ملکوں میں جن سے اُن کا رابطہ تھا۔ سیکرٹری مقرر کیے۔ اس تحریک میں بھی ارنسٹ جونز اور چارٹر تحریک کے دوسرے حامیوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کمیٹی نے گذرے ہوئے یورپی انقلابات کی یاد میں بڑے بڑے جلسے منظّم کیے اور یورپ میں ہونے والے ظالمانہ ردعمل کے خلاف احتجاج کیا۔ لیکن 1859 کے آخر میں انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کا خاتمہ ہو گیا۔

فرانس میں بھی مزدوروں میں طاقتور بین الاقوامی رجحانات پیدا ہوئے۔ ان میں مستحکم بین الاقوامی روایات موجود تھیں جو عظیم انقلاب فرانس کے مشہور کمیونسٹ ہیرویا بیوف سے لے کر 1830 اور 1848 کے انقلابی مجاہدین اور دوسری بہت سی عوامی بغاوتوں کے وقتوں سے چلی آ رہی تھیں۔ 1843 میں فلورا ئرسٹن نے پیرس میں ایک وسیع بین الاقوامی تنظیم کے قیام کے بارے میں ایک کتابچہ شائع کیا۔ اس نے لکھا ''انگلستان، جرمنی اور اٹلی کے مختلف شہروں میں یا بالفاظ دیگر یورپ کے تمام دارالحکومتوں میں رابطہ کمیٹیاں قائم کی جائیں''۔ اپریل 1856 میں فرانسیسی مزدوروں کا ایک وفد لندن گیا اور یہ تجویز پیش کی کہ ''مزدوروں کی عالمی لیگ'' قائم کی جائے تاکہ بین الاقوامی طور پر جدوجہد کی جا سکے۔

ان تمام بین الاقوامی گروہوں کی سب سے اہم سرگرمی وہ جدوجہد تھی جو انہوں نے امریکہ اور انگریز سامراجی علاقوں میں غلامی کے سدباب کے لیے کی۔ بیسیوں سال تک انسداد غلامی کے حامیوں کی تحریک جاری رہی۔ اس میں چارٹسٹ ٹریڈ یونینسٹ اور اووِن کے پیروکار بہت سے اہم کارنامے سرانجام دیتے رہے۔ انگریز اور امریکی حامیاں انسداد غلامی نے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کیا۔ 1830 اور 1860 کے درمیانی عرصہ میں ولیم لائڈ گیریسن، فریڈرک ڈگلس اور دوسرے بہت سے انسداد غلامی کے حامیوں نے انگلستان کا سفر کیا۔ وہاں ان کا پر جوش استقبال ہوا۔ جارج تھامپسن جو انسداد غلامی کا حامی انگریز مزدور تھا امریکہ گیا اور وہاں کی مقامی جدوجہد میں حصہ لیا۔ خانہ جنگی سے پہلے اور اس کے دوران میں انگریز ٹریڈ یونینسٹوں نے غلامی کے خلاف مسلسل بڑے بڑے مظاہرے کیے۔ فرانس میں بھی مزدور طبقہ نے اسی طرح غلامی کی مخالف بین الاقوامی تحریک کی ہمنوائی کی اور نپولین سوئم کی ان کوششوں کے خلاف مظاہرے کیے جن سے وہ کنفیڈریسی کی حمایت میں برطانیہ اور فرانس کو جنگ میں جھونکنا چاہتا تھا۔

انگریز مزدوروں کی انسداد غلامی کی حمایت اور امن کی موافقت میں ان سرگرمیوں کے پیش نظر صدر لنکن نے مانچسٹر کے کپڑے کی ملوں کے مزدوروں کے نام شکریہ کا ایک خط لکھا۔ یہ مزدور روئی کی ناکہ بندی کی وجہ سے فاقہ کشی کی حد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اس نے لکھا کہ یہ امداد ''مسیحی جانبازی کی نہایت اعلیٰ دور کی ایک ایسی مثال ہے جو کسی زمانہ اور کسی ملک میں نہیں ملتی''۔ 3 مارچ 1863 کو ریاست ہائے متحدہ کی سینیٹ نے انگریز مزدوروں کی حمایت پر شکریے کا اظہار کیا۔ کچھ عرصہ قبل مارکس نے نیویارک ٹریبیون میں لکھا ''ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو یہ بات کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ کم از کم انگلستان کا مزدور طبقہ مشکلات کے آغاز سے لے کر اختتام تک ان کے ساتھ رہا ہے''۔

پہلی انٹرنیشنل کا سنگ بنیاد اس وقت رکھا گیا جب پرولتاری اور بورژوا قومی انقلابی جدوجہد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ اس وقت یورپی انقلاب 1848 کے طویل المیعاد ردعمل کے بعد کا دور تھا۔ مغربی یورپ میں سرمایہ داری تیزی سے ترقی کر رہی تھی، اس کے ساتھ مزدور طبقہ میں تنظیمی کی اور جانبازی کی خصوصیات تیزی کے ساتھ ابھر رہی تھیں۔ خصوصاً انگلستان میں مزدور تحریک مضبوط ہو رہی تھی۔ 1860 میں لندن ٹریڈ یونین کونسل کا قیام عمل میں آیا اور دوسرے مرکزی مقامات میں بھی ہی جماعتیں تشکیل پا رہی

تھیں۔ جرمنی میں پہلی ٹریڈ یونین وجود میں میں آئی۔ 1862 میں فرڈنیڈ لاسل نے جنرل یونین آف جرمن ورکرز قائم کی۔ یہ ایک سیاسی جماعت تھی۔ اگسٹ بیبل اور ولہیم لائب نخ سرگرمی کے ساتھ کمیونزم کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ اس کے نتائج 1869 میں سوشل ڈیموکرٹیک ورکرز پارٹی آف جرمنی کی صورت میں سامنے آئے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی 1863 کے بعد ٹریڈ یونین تحریکیں تیزی کے ساتھ برسر کار آنے لگیں۔ 1857 میں پہلا اقتصادی بحران آیا جس کے اثرات عالمگیر تھے۔ اس نے مزدوروں پر بڑا اثر ڈالا جس کی وجہ سے 1860 تا 1862 میں انگلستان، ریاست ہائے متحدہ سمیت دوسرے ملکوں میں طاقتور ہڑتال کی تحریک پیدا ہوئی۔

پہلی انٹرنیشنل کے قیام سے پہلے بورژوا جمہوری قومی تحریکوں کے جو تیز وتند طوفان اُٹھے انہوں نے تمام ملکوں کے مزدوروں میں بیداری پیدا کر دی اور ان کے بین الاقوامی اتحاد کے جذبہ کو مضبوط بنا دیا۔ ان میں سے ایک اہم ترین تحریک انگریزوں کے جبر و تشدد کے خلاف آئرلینڈ کی جدوجہد آزادی تھی۔ دوسرے جرمن عوام میں اتحاد اور جمہوریت کی بحالی کے لیے طاقتور جذبات کا ابھار تھا۔ پھر 1859 میں آسٹریا کے خلاف اطالیوں کی قومی انقلابی جنگ تھی۔ یہ جنگ گرے بالڈی کی سرکردگی میں اٹلی کی آزادی واتحاد نیز دوسری بہت سی جمہوری اصلاحات کے نفاذ ختم ہوئی۔ اس نے دُور دُور تک سرمایہ دار دنیا کے مزدوروں میں جوش وولولہ پیدا کر دیا۔ 1863 میں پولینڈ میں جرأت مندانہ بغاوت ہوئی اس بغاوت کو جسے روسی جابروں نے خون کی ہولی کھیل کر فرو کیا تمام پرولتاریہ کی ہمدردی اور حمایت حاصل تھی۔ آخر میں ریاست ہائے متحدہ میں انقلابی خانہ جنگی کا آغاز ہوا جو ہنوز جاری تھی کہ پہلی انٹرنیشنل کا قیام عمل میں آیا۔ اس جنگ کے آغاز ہی سے انگلستان جرمنی، فرانس اور دوسرے مقامات کے منظم مزدوروں پر یہ بات صاف طور پر واضح ہوگئی تھی کہ ان کا طبقاتی مفاد امریکہ کی جنوبی ریاستوں کے غلامی کے حامیوں کے خلاف اور شمالی ریاستوں کی حمایت میں ہے اور جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں انہوں نے بیشتر موقعوں پر انسداد غلامی کی حمایت میں پرزور آواز بلند کی۔

انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کا قیام

1889 میں دوسری انٹرنیشنل کے قیام کے بعد آئی۔ڈبلیو۔اے''پہلی انٹرنیشنل'' کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔اس سے پہلے اسے عام طور پر فقط انٹرنیشنل کہا جاتا تھا۔

پہلی انٹرنیشنل 28 ستمبر 1864 کو لندن کے سینٹ مارٹن ہال میں منعقد ہوئی۔اس اجلاس سے پہلے 1862 میں لندن میں بین الاقوامی نمائش میں فرانس کے تین سو سے زائد اور جرمنی کے بارہ مزدوروں کا جتھا انگلستان گیا۔وہاں اس نے انگریز ٹریڈ یونینسٹوں کے سامنے مزدوروں کے بین الاقوامی ادارہ کے قیام کا منصوبہ پیش کیا۔22 جولائی 1863 کو انگریز اور فرانسیسی مزدوروں نے مل کر پولینڈ کی آزادی کی آزادی کے مطالبہ میں کریکو کی بغاوت کو کچلنے کے خلاف لندن میں ایک احتجاجی جلسہ کیا جس نے انٹرنیشنل کے قیام کی بات چیت کو اور آگے بڑھایا۔پھر تقریباً چار ماہ کے بعد ایک سربرآوردہ انگریزی یونین کے رہنما جارج ڈوڈ گرنے بین الاقوامی مزدور تحریک کے بارے میں فرانس کے مزدوروں کے نام ایک ''یادداشت'' تحریر کی۔انہوں نے ایک سال تک اس کا کوئی جواب نہ دیا۔اس کے بعد 1863 میں انہوں نے اس شخص کے ہاتھوں لندن جواب ارسال کیا جو مشترکہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے فرانس گیا ہوا تھا۔اس جواب کو سننے کے لیے سینٹ مارٹن ہال میں 28 ستمبر کا مشہور اجلاس طلب کیا گیا تھا۔

یہ اجلاس کافی بڑا تھا اس میں مزدوروں اور غیر ملکی جلاوطنوں نے کثرت کے ساتھ شرکت کی۔ پروفیسر ای۔ایس بیسلے نے صدارت کی مارکس بھی موجود تھے۔ووڈ گرنے وہ یادداشت پڑھی جو ایک سال قبل فرانس کے مزدوروں کو بھیجی گئی تھی جس کی تجویز تھی کہ ''فرانس، اٹلی، جرمنی، انگلستان اور ان تمام دوسرے ممالک کے نمائندے جہاں انسانیت کی بھلائی کے لیے متحد ہو کر کام کرنے کا جذبہ کارفرما ہے اکٹھے ہو جائیں۔آیئے ہم بھی اپنی انجمن بنائیں اور اُن مسائل پر بحث کریں جن پر قوموں کے امن کا انحصار ہے''۔ایم ٹولین ایک فرانسیسی مندوب نے جب فرانس والوں کی طرف سے جواب دیا تو اس کا نہایت پرتپاک خیر مقدم ہو کیا گیا۔مزدوروں پر بیتنے والی مصیبتوں پر تبصرہ کرنے کے بعد اس نے تمام ممالک کے مزدوروں کو متحد ہو جانے کے لیے پکارا۔فرانسیسیوں نے تجویز پیش کی کہ انٹرنیشنل کا مرکزی دفتر لندن میں قائم کیا جائے اور بی ہائیو ایک برطانوی مزدور اخبار کو اس کا سرکاری ترجمان بنایا جائے۔ عارضی طور پر رضا کارانہ چندے کا طریقہ رائج کیا جائے اور ایک ایسی نئی تنظیم بنائی جائے جو ایک عبوری

مرکزی کمیٹی کی سرکردگی میں تمام سرمایہ دار یورپ میں ماتحت کمیٹیاں قائم کرے۔ یہ تجویز پرزور تائید کے ساتھ منظور کر لی گئی اور قرارداد کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے 21 افراد پر مشتمل ایک جنرل کمیٹی قائم کی گئی اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو نئے ممبروں کا اضافہ کرے۔

اکتوبر کے شروع میں جنرل کمیٹی نے بہت سے اجلاس کیے اُن میں تنظیم کے لیے ''انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن'' کا نام اختیار کیا گیا اور عام عہدے دار منتخب کیے گئے جارج ووڈ گر صدر منتخب ہوا۔ اور ولیم۔ آر۔ کریمر سیکرٹری اعزازی معتمدین میں جرمنی کے لیے مارکس امریکہ کے لئے پی فوکس اٹلی، پولینڈ، سوئزرلینڈ اور فرانس کے لیے دیگر حضرات منتخب کیے گئے۔ مرکزی عبوری کونسل کے لیے مزید مختلف قومیتوں سے یہ رکن لیے گئے: (انگریز) لانگ میڈ وورلے، لینو، وھٹلاک، فوکس مور، ہارٹ دل، پجن، لوکرافٹ، ویسٹن، ڈیل، شیرمن، نیاس شا، لیک، بکلے، ووڈگر، ہاؤول، اوسبرن، کارٹر، گرے۔ وھیلر، ہٹین بے، مورگن، گروس سمتھ کریمر، ڈک (فرانسی یہ ینوال، لے لوبیز، جورڈین، ماری سوٹ، لے ردکس، بورڈیج، بوکیٹ ٹالن ڈیٹر، ڈوپانٹ، اطالوی، ووف، فون ٹانا، یٹاکشی، الڈرووانڈی، لاما۔ سوٹسٹری۔ (سوئزرلینڈ سے) نوپرلے، جونگ، (جرمنی سے) کارلیس، ووف، لوٹو، یستر، پی فانڈر، لوکنر مارکس، کانٹ، بولے ٹر، (پولستانی) ہالٹورپ، برب زنسکی۔ 1865 میں بروسلز میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے (انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوایشن کی پہلی کانگرس کا نعقاد قرار پایا۔

جنرل کونسل نے فوراً ہی آئی۔ ڈبلیو۔ اے کے لیے سیاسی پروگرام اور قوانین مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا۔ ایل ووف نے جو اٹلی کے کے مندوبین کا فرستادہ تھا اپنا پروگرام پیش کیا۔ اس کا مقصد تنظیم کو خفیہ بنانا تھا لیکن مارکس کی مخالفت پر اسے مسترد کر دیا گیا۔ ویسٹن نے جو اوون کا ایک تجربہ کار پیرو کار تھا ایک ایسا منصوبہ پیش کیا جو سرتا سر اُلجھا ہوا تھا۔ یہ بھی رد کر دیا گیا۔ آخر کار لے لوبیز کی پیش کردہ دستاویز کو قبول کر لیا گیا۔ اگر چہ اس میں مازینی کے خیالات کی بہت زیادہ جھلک تھی۔ مارکس بھی اس سب کمیٹی میں شامل تھا جس نے وہ الجھا ہوا مسودہ مرتب کیا۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے ''دستاویز کی پوری تمہید کو بدل دیا اور اصولوں کے اعلان کو خارج کر دیا۔ آخر میں چالیس ضابطوں کی جگہ صرف دس ضابطے رکھے''۔ دستاویز بالآخر اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔ یہ تقریباً تمام کی تمام مارکس کی تیار کردہ تھی ماسوائے ''صداقت انصاف اور اخلاق'' ایسے چند گمراہ کن سرمایہ دارانہ الفاظ کے جن پر جنرل کمیٹی مصر تھی۔ مارکس نے بعد میں

اس پر شکوہ بھی کیا۔ اس مہتم بالشان دستاویز کے لیے آخر کار مارکس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ یہ اس بات کو واضح کرتا تھا کہ اس کے نامور پیش رو کمیونسٹ مینی فیسٹو کے کتنے وسیع اثرات تھے۔ پی ڈنجبل اپنی کتاب کمیونسٹ انٹرنیشنل میں رقم طراز ہے ''مزدوروں کی پہلی عالمی تنظیم کے قیام کے روز اول ہی سے مارکس اس کا دانشور رہنما ایک روشن دماغ نظریہ دان اور علمی قائد تھا۔''

آئی، ڈبلیو، اے کا پروگرام اور دستور

آئی۔ ڈبلیو۔ اے کا افتتاحی خطبہ اور اس کا پہلا بیان اور پروگرام دنیا کے مزدور طبقہ کی تاریخ میں ایک عظیم ترین دستاویز ہے۔ یہ روز مرہ کی جدوجہد میں کمیونزم کے اصولوں کا اطلاق اور مزدور طبقہ کے آئندہ امکانات کی توضیح کی روشن مثال ہے۔ دستاویز نے اعلان کیا ''1848 سے لے کر 1864 تک کے عرصہ میں مزدور طبقہ کی مصیبتوں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی حالانکہ یہ زمانہ صنعت کی ترقی اور تجارت کے پھیلاؤ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا'' وہ لوگ جنہوں نے سالہا سال پیشتر یہ پیشین گوئی کی تھی کہ انگریزی صنعت کی وسعت کے ساتھ غربت کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا، آج حقائق کے پیش نظر قطعی غلط ثابت ہوئی۔ حکومت کی رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ ''ہر دس مزدوروں میں سے 9 کے لیے زندگی صرف جدوجہد بن کر رہ گئی ہے۔'' سرکاری اعداد بتاتے ہیں ''انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے سزا یافتہ مجرم اور قیدی ان ملکوں کے زرعی مزدوروں کی نسبت کہیں کم محنت کرتے مگر ان سے اچھا کھاتے ہیں''۔ بہت سے صنعتی مزدوروں کو اتنا بھی نہیں ملتا کہ اپنی زندگی کو برقرار رکھ سکیں۔ اس دوران میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی دولت نے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کی۔

1848 کے انقلاب کی شکست کے بعد تمام یورپ میں جو ردعمل رونما ہوا اس دستاویز میں اس کا تجزیہ کیا گیا۔ 30 سال کی جدوجہد کے بعد مزدوروں کی 1847 میں دس گھنٹے کام کے بل کی صورت میں جو عظیم فتح حاصل ہوئی اسے خوش آمدید کہا گیا۔ اس نے اعلان کیا ''دس گھنٹوں کا بل نہ صرف ایک عظیم کامیابی ہے بلکہ یہ اصول کی فتح ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ متوسط طبقہ کی اقتصادیات نے مزدور طبقہ کی اقتصادیات کے سامنے ایسی صریح شکست کھائی۔ مغربی یورپ کی تمام حکومتیں اس قسم کا قانون بنانے پر مجبور ہونے لگیں۔

اس دستاویز نے اس وقت کی بڑھتی ہوئی امداد باہمی کی تحریک کی پُر جوش تصدیق کی لیکن اس میں کہا گیا کہ صرف یہی تن تنہا محض اعداد کے زور پر ترقی پذیر اجارہ داری کو کبھی بھی نہیں روک سکتی، نہ تو یہ عوام کو آزاد کرا سکتی ہے اور نہ اُن کی مصیبتوں میں کسی طرح کی کمی کر سکتی ہے' دستاویز میں سب سے زیادہ زور سیاسی عمل پر دیا گیا۔ اس نے اعلان کیا کہ ''مزدوروں کا عظیم فرض سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے۔ مزدوروں کی کامیابی کا راز صرف ان کی تعداد میں مضمر ہے لیکن اس تعداد کا پلڑا اُسی وقت بھاری ہوسکتا ہے جب مزدور جتھ بند ہو کر متحد ہو جائیں اور علم و دانش ان کی رہنمائی کرے۔''

اس میں مزدوروں کو اپنی خارجہ پالیسی اپنانے پر بھی زور دیا گیا۔ ''اگر آزادی حاصل کرنے کے لیے مزدور طبقہ کو برادرانہ یک جہتی کی ضرورت ہے تو ان کا یہ عظیم مقصد کیسے پورا ہوسکتا ہے جب کہ خارجہ پالیسی مجرمانہ منصوبوں کی تلاش میں ہو۔ قومی تعصّبات سے کھیلتی ہو اور عوام کے خون اور دولت کو قزاقانہ جنگوں کے ذریعہ پانی کی طرح بہاتی ہو؟'' اس نے انگلستان کے مزدور طبقہ کو مبارک باد دی جس نے مغربی یورپ کو امریکی خانہ جنگی میں اُلجھنے سے بچا لیا اور ایک جمہوری اور امن پسند خارجہ پالیسی کی پُر زور حمایت کی۔ اور کہا ''ایسی خارجہ پالیسی کے لیے لڑنا مزدور طبقہ کی آزادی کے لیے جدوجہد کی ایک شکل ہے'' یہ دستاویز کمیونسٹ مینی فیسٹو کے عظیم تاریخی نعرہ پر ختم ہوئی۔ ''دنیا بھر کے مزدور و متحد ہو جاؤ''۔

عارضی قوانین یا ایسوسی ایشن کے دستور کے ذریعہ مذکورہ بالا تنظیمی اصول متعین ہوئے۔ تنظیم کے لیے حسب ذیل تمہیدی بیان سے اس کا آغاز کیا گیا!۔

''یہ کہ مزدور طبقہ کو اپنی آزادی اپنی جدوجہد سے جیت کر حاصل کرنی ہوگی۔ یہ کہ مزدور طبقہ کی آزادی کی یہ جدوجہد مفاد اور جارہ داری کی خاطر نہ ہوگی بلکہ مساوی حقوق وفرائض اور طبقاتی عمل داری کی تنسیخ کے لیے ہوگی۔''

''یہ کہ ذرائع محنت یعنے زندگی کے سرچشمہ کا اجارہ داروں کے ماتحت ہونا محنت کش کی اقتصادی غلامی کے ہم معنی ہے۔ ہر طرح کی سماجی افلاس، ذہنی پسماندگی اور سیاسی ماتحتی سب کی غلامی کی شکلیں ہیں''۔

''یہ کہ مزدور طبقہ کا عظیم مقصد اقتصادی آزادی ہے اور ہر سیاسی تحریک کو بطور اس کے تابع ہونا چاہیئے''۔

’’یہ کہ اب تک اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں کیونکہ ہر ملک میں محنت کی بکثرت تقسیم نے اتحاد پیدا نہ ہونے دیا اور مختلف ملکوں کے مزدور طبقوں میں اتحاد کے مضبوط تعلقات مفقود رہے‘‘۔

’’یہ کہ مزدور کی آزادی نہ تو مقامی ہے اور نہ قومی بلکہ یہ ایک سماجی مسئلہ ہے جس سے ہر وہ ملک دو چار ہے جہاں جدید سماج موجود ہے۔ اُسے حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے زیادہ متمدن مما لک عملی اور نظریاتی طور پر متفق الرائے ہو جائیں‘‘۔

’’یہ کہ یورپ کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنعتی مما لک کے مزدور طبقہ میں موجودہ لہر ایک نئی امید بندھانے کے ساتھ ساتھ سختی سے متنبہ کرتی ہے کہ پرانی غلطیوں کا اعادہ نہ کیا جائے اور ان غیر مربوط تحریکوں کو جو اب بھی غیر مربوط ہیں، جلد از جلد متحد کیا جائے‘‘۔

(5)

ٹریڈ یونین ازم، پرودھن، لاسیل اور باکونن

مزدور طبقہ کی جدوجہد جس کا مقصد سرمایہ داری نظام میں مزدور مفاد کی حفاظت، سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ اور سوشلزم کا قیام ہے، ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ جدوجہد کی اس انقلابی سائنس کا نام ’’مارکس ازم‘‘ ہے یا موجودہ زمانہ میں اُسے ’’مارکسزم ـ لینن ازم‘‘ کہا جاتا ہے۔ یہ ایسے اجتماعی اسباق ہیں جنہیں مزدور طبقہ اور اس کے اتحادیوں نے استحصال کنندہ طبقات کے خلاف عالمی پیمانے پر ایک صدی تک طویل جنگ کے بعد سیکھا ہے۔ کسی ایک مخصوص مزدور تحریک کے تاریخی ارتقاء کی پیمائش اس پیمانے سے کی جاسکتی ہے کہ وہ مارکس ازم کے اصولوں پر کہاں تک عبور حاصل کر سکی ہے۔

مزدور طبقہ کو جب تک اچھی طرح مارکسی شعور حاصل نہ ہو جائے وہ سماجی حالت کے تعین اور اپنی آزادی حاصل کرنے کے طریقوں کے بارے میں بہت سے غلط تصورات اپنا لیتا ہے۔ یہ غلط تصورات طبقاتی جنگ کے دوران بلا ارادہ پیدا ہوتے ہیں یا پھر وہ دشمن طبقات سے آتے تھے۔ اسی طرح مزدور صفوں میں بہت سی تحریکیں جنم لیتی ہیں جنہیں مارکس نے ’’گروہوں‘‘ کا نام دیا ہے اور جواب مارکسی

اصلاحات میں عام طور پر ’’دایاں‘‘ ’’بایاں‘‘ اور انحراف پسند‘‘ کہلاتے ہیں۔ابتداً بہت سے گروہوں نے مثلاً یوٹوسوشلسٹوں نے تعمیری رول ادا کیا لیکن جوں جوں مزدور تحریک میں پختگی آتی گئی اور پھیلاؤ پیدا ہوتا گیا، ان میں رجعت پسندی آتی گئی۔عموماً ان گروہوں یا انحراف پسندوں میں کچھ نہ کچھ صداقت کا شائبہ ہوتا تھا یعنی وہ مزدور طبقہ کے نظریات تنظیمی اشکال اور طریقہ کار پر اپنی بنیادیں استوار کرتے تھے لیکن ان میں کچھ اس طرح کا توڑ مروڑ، مبالغہ آرائی اور غلط کاری ہوتی تھی کہ اصل حقیقت ایک دم آنکھوں سے اوجھل ہو کر رہ جاتی۔اکثر اوقات یہ گروہ سرمایہ داروں سے نمٹنے اور سوشلزم کی تعمیر کے لیے اپنے مخصوص تصورات ڈھالتے تھے۔یہ گروہ ہمیشہ سرمایہ دار کے مددگار اور مزدور تحریک کی سالمیت اور جدوجہد کے لیے مضر ثابت ہوئے جن کا تلخ تجربہ مارکس کے انتقال کے بعد عرصہ تک مزدوروں کو ہوتا رہا اور ایسے گروہ انقلاب کے موقعہ پر مخالف انقلاب قوت بن کر سامنے آتے رہے۔

اس موقعہ پر بہتر ہوگا کہ ہم انٹرنیشنل کو تاریخ وار پیش کرنے کا سلسلہ منقطع کر کے اس تنظیم کے اندر کارفرما بعض بڑے بڑے نظریاتی رجحانات کا جائزہ لیں اور ان گروہوں کا تذکرہ کریں جنہوں نے اس تحریک میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

ایسے نقصان دہ گروہوں کا خاتمہ اور مزدور طبقہ کو صحیح اصولوں سے روشناس کرانے کے لیے مارکسیوں نے اپنا بنیادی تعلق انقلابی سائنس سے قائم رکھا جیسا کہ پہلے انٹرنیشنل کے ایام میں مارکس اور اینگلز کا تھا۔نومبر 1871 میں آئی۔ڈبلیو۔اے کے ایک ممتاز امریکی رکن فریڈرک بولٹ کو ایک خط میں مارکس تحریر کرتا ہے’’انٹرنیشنل کا قیام اس لیے عمل میں آیا ہے کہ سوشلسٹوں یا نیم سوشلسٹوں کی جگہ جدوجہد کے لیے مزدوروں کی ایک صحیح تنظیم وجود میں آئے۔یہ بات ابتدائی ضابطے اور افتتاحی خطبہ پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتی ہے۔سوشلسٹ گروہ بندی اور حقیقی مزدور تحریک میں ہمیشہ نسبت معکوس رہی۔انٹرنیشنل کی تاریخ اُن گروہ بندیوں اور تفریحی تجربات کے خلاف جنرل کونسل کی مسلسل جدوجہد کی تاریخ ہے جو مزدور طبقہ کی حقیقی تحریک کے خلاف انٹرنیشنل میں اپنا حق جتانا چاہتے تھے‘‘۔

پہلے انٹرنیشنل کے قیام کے وقت ان مارکسیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی جو مارکس اینگلز کی انقلابی تحریروں کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔مختلف قسم کے جدا جدا گروہ اپنے اپنے ملکوں میں اس نوعمر اور کمزور تحریک پر چھائے ہوئے تھے اور کانفرنسوں میں بھی یہ لوگ بڑی تعداد میں موجود ہوتے۔جنیوا اور

دوسری ابتدائی کانگرسوں کے اجلاس میں اتنی اچھی پالیسیوں کے وجود میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے بیشتر خود مارکس کی تحریر کردہ تھیں۔ان دنوں ابتدائی گروہ بندیوٹو پیائی سوشلسٹ ابھی ابھی ناپید ہو رہے تھے۔مزدور تحریک بہت سے غلطیوں کے باوجود آخرکار حقیقی اقتصادی اور سیاسی پالیسیاں اختیار کرنے لگی تھی بایں ہمہ بہت سے نئے قسم کے گروہ موجود تھے۔اور مستقبل کی مزدور تاریخ میں بہت سے نئے گروہ جنم لینے والے تھے۔

خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم

Pure and Simple Trade Unionisn

پہلی انٹرنیشنل کی تمام تر زندگی میں اس کی مضبوط ترین عوامی تنظیمیں ملحقہ انگریز ٹریڈ یونینیں تھیں۔ ان کی امداد کی وسعت کا اندازہ، علاوہ دوسری باتوں کے، اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ جارج ووڈ گر اور ڈبلیو۔آر۔کریمر جو مزدور تحریک کی غیر سرکاری سرکردہ کمیٹی مشہور ٹریڈ یونین ''یونین'' ''جنتا'' کے ممبر تھے۔آئی۔ڈبلیو۔اے کے صدر اور آنریری جنزل سیکرٹری منتخب ہوئے اور بہت سے ممتاز ٹریڈ یونین لیڈر جنرل کونسل کے ممبر بنے۔ایک نہ ایک وقت انگلستان میں ٹریڈ یونینوں کی ایک کثیر تعداد کسی نہ کسی صورت میں آئی۔ڈبلیو۔اے سے ملحق رہی۔انٹرنیشنل دس سال تک برطانوی مزدوروں کے معاملات میں اہم کردار ادا کرتی رہی۔

آئی۔ڈبلیو۔اے کے دوران میں برطانوی مزدور تحریک کی حالت اس سے قطعی مختلف تھی جیسی کہ 1840 کی چارٹسٹ تحریک کے آتش افروز سالوں میں رہی۔یہ وہ وقت تھا۔جب کہ سرمایہ داری تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی تھی۔اور انگریز سامراج ابتدائی مرحلوں میں تھا۔مزدور طبقہ خصوصاً ماہر مزدوروں کی حالت کچھ بہتر ہوگئی تھی۔اور مزدور تحریک میں پہلا سا جوش وخروش باقی نہ رہ گیا تھا۔لینن نے مارکس اور اینگلز کی تحریروں سے ایسے بہت سے اقتباسات پیش کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مزدور تحریک میں چارٹسٹوں کی سی جرأت مفقود تھا۔اور انگریز مزدور رہنماؤں میں انتہا پسند سرمایہ دار اور مزدوروں کے بیئن بین کی سی حالت تھی۔اور سرمایہ دار مزدوروں میں ''بورژوائی کیفیت پیدا کرنے کے

در پے تھا۔

1866 تک انگریز ٹیرڈ یونینیں اس حالت کو پہنچ گئی تھیں کہ بقول اینگلز ''چالیس سالوں کا سرمائی خوابِ گراں'' پرولتاریہ پر طاری تھا۔ یہ انگریز سامراج کے عروج کا عمومی دور تھا۔ روتھس ٹین اس عہد کی نسبت رقم طراز ہے ''نئے رہنما، نئے طریقے، نئے مفاد اور نئے مقاصد کا دور دورہ تھا۔ پرانی چارٹر تحریک کے نشانات اتنی جلدی مٹ گئے تھے کہ اگلی نسل میں اس کی یادگار تک باقی نہیں رہ گئی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ پس ماندہ او بریان ہانرے اور ارنسٹ جونز بھولے بسرے زندہ یادگار اور عجوبہ ہیں۔''

یہ وہ وقت تھا جب کہ ''خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم'' کا ڈھول پیٹا جا رہا تھا اور اکثر و بیشتر محدود دست کار قسم کی یونینیں ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد و عمل کا کوئی ثبوت نہ دیتی تھیں۔ ان کی نظریں سرمایہ دارانہ سماجی ڈھانچہ سے باہر نہیں جاتی تھیں اور ان کے مقاصد محدود اقتصادی اغراض تک محدود تھے۔ ہڑتال کے وقت ان کا رویہ نرم ہوتا تھا۔ ان میں یونینوں میں باہمی منافع کا وسیع نظام رائج تھا۔ بدیں وجہ یونینیں پالیسیوں کے وضع کرنے میں عموماً کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھیں اور اگر کبھی لی بھی (مثلاً بالغ حق رائے دہی کے حق، تشدد آمیز قوانین کے خلاف وغیرہ) تو لبرل پارٹی کے زیر قیادت، اور عموماً یونینوں کو قانونی بندشوں سے آزاد کرانے کے محدود مقصد سے ووڈ گر، کریمر اور آئی، ڈبلیو، اے کے دوسرے رہنماؤں نے اُسی قسم کی موقعہ پرستی کا ثبوت دیا۔ مزدور تحریک میں ان کا طرز عمل بورژوا اثر کی نمائندگی کرتا تھا۔ ان کے نزدیک انٹرنیشنل صرف وہیں تک مزدوروں کو آزاد کرانے والا آلہ تھا جہاں تک وہ انگریز ٹریڈ یونینوں کی امداد کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ پرودھان ازم اور باکونن ازم کی طرح انہوں نے آئی۔ ڈبلیو۔ اے پر بزور چھا جانے کی کبھی کوشش نہیں کی لیکن ان کی موقعہ پرستی کا تصور ہمیشہ انٹرنیشنل کی ترقی کی رفتار میں روڑے اٹکاتا رہا اور آخر کار جیسا کہ ہم دیکھیں گے اس نے اس تنظیم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ اس خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم کے خلاف مارکس اور اینگلز ہمیشہ نبرد آزما رہے انٹرنیشنل میں یہ اقتصادیات پرستی ایک انحراف تھا جس نے بعد میں (اور آج کل بھی) امریکی مزدور تحریک میں نہایت ہی اہم رول ادا کیا ہے۔

بلانکی ازم

Blanquism

لائی آگسٹ بلانکی 1881-1805 فرانسیسی مزدوروں میں ایک ممتاز رہنما کی حیثیت رکھتا تھا۔ خصوصاً انیسویں صدی کی تیسری دہائی کے وسط سے لے کر 1871 کے پیرس کمیون تک اس نے قانون اور طب کا مطالعہ کیا۔ مگر ابتدا سے اسے سیاست سے لگاؤ تھا۔ 1830 کے انقلاب کے بعد جس میں اس نے لوئی فلپ کو تخت حاصل کرنے میں مدد دی بلانکی نے اپنے آپ کو مزدور تحریک سے وابستہ کر لیا۔ وہ الجھے ہوئے خیالات والا کمیونسٹ تھا اور پرولتاریہ کی آمریت کا مبلغ تھا۔ اس نے اپنی پالیسیوں کی بنیاد مسلح بغاوت اور سازشی گروہ بندیوں پر رکھی اور اس دور کے بیشتر فرانسیسی انقلابات میں اہم حصہ لیا۔ اس نے 1839 میں رجعت پسند حکومت کا تختہ الٹ دینے کی پیرس میں ناکام کوشش کی رہنمائی کی۔ 1848 کے انقلاب میں بھی اس نے نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا پیرس کمیون میں بھی اُسے مرکزی شخصیت کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ کئی مرتبہ جیل بھی گیا۔ ایک مرتبہ سزائے موت بھی دی گئی لیکن آخر کار وہ طبعی موت ہی مرا۔

بلانکی اس بابیوف کے نام پر کام کرتا تھا جو ابتدائی زمانہ کا فرانسیسی کمیونسٹ تھا۔ وہ تمام اقتصادی اور سیاسی اصلاحات سے گریز کرتا رہا۔ بلانکی ازم جس کا زور صرف مسلح بغاوت پر تھا ایک مخصوص نتیجہ تھا۔ اس فرانسیسی مزدور تحریک کا جو نہایت تشدد آمیز حالات سے گزر رہی تھی، جس کے پس منظر میں جارحانہ انقلابی روایات تھیں اور جسے زیادہ تر گھٹیا انقلابی بورژوا کے اثرات کے تحت کام کرنا پڑ رہا تھا۔ بلانکی، مضبوط سیاسی جماعت، عوامی جتھے بندی، امداد باہمی کی تنظیم اور مزدور طبقہ کے فوری مطالبات کے لیے روزمرہ کی جدوجہد میں سرگرم شمولیت سے قطعاً نابلد تھا۔ بلانکی ازم جس کا وجود صرف فرانس تک محدود رہا انٹرنیشنل کے لیے زیادہ باعث تشویش نہ تھا۔ یہ قطعاً ایک بائیں بازو کی تحریک تھی لیکن بعد میں اس کے بہت سے جنگ جو افراد نے مارکس ازم کو قبول کر لیا۔ بلانکی کے انقلابی جوش وخروش کی مارکس کے دل میں بڑی قدر تھی لیکن وہ اس کی سازشی پالیسیوں کا معترف نہ تھا پیرس کمیون کے بعد بلانکی ازم بحیثیت ایک سیاسی قوت ختم ہو گیا۔ بایں ہمہ 5-1904 تک یہ کسی نہ کسی صورت زندہ رہا اور آخر کار فرانسیسی متحدہ سوشلسٹ پارٹی مدغم ہو گیا۔

پرودھن ازم

Proudon-ism

پیر سے جوزف پرودھن 1865-1806 ایک پرنٹر اور نہایت ذہین شخص تھا۔ اس نے ذاتی جدوجہد سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہ عہد جدید کے انارکزم (نراجیت) کا باوا آدم تھا۔ انیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں فرانسیسی مزدوروں پر اس کا بہت وسیع اثر تھا۔ خصوصاً پیرس کے تجارتی اشیائے تعیش کے ماہر دستکار اس سے بہت متاثر تھے۔ بیلجیم میں بھی اس کے بہت سے پیروکار تھے۔ انٹرنیشنل کے ابتدائی سالوں میں اس جماعت پر اس کے گروہ کا بڑا اثر تھا۔ اس کی سب سے اہم کتاب فلسفہ افلاس 1864 میں شائع ہوئی جس نے بقول مارکس ''بڑی سنسنی پیدا کر دی''۔ پرودھن کے پیروکاروں نے اپنے مقاصد پورا کرنے کے لیے انٹرنیشنل پر قبضہ جمانے کی متواتر کوششیں کیں۔

پرودھن کے پروگرام کا مقصد ''پیدا کرنے والوں'' اور ''صرف کرنے والوں'' کی امداد باہمی کی ایک وسیع تنظیم قائم کرنا تھا۔ اس کا نام اس نے ''باہمی امداد پسند جماعتیں'' رکھا تھا اس کا خیال تھا کہ یہ جماعتیں مسلسل پھیلتی ہوئی آخر کار سرمایہ داری نظام کی جگہ لے لیں گی۔ اس کی مخصوص شکل یہ ہوگی کہ عوامی بینکوں کے ذریعہ امداد باہمی کی تنظیموں کو غیر معینہ قرض دیا جائے گا۔ 1846 میں اینگلز مارکس کو اس منصوبہ کے اقتصادی پہلو کا خلاصہ بتاتے ہوئے ایک خط تحریر کرتا ہے ''ان لوگوں کے ذہن میں اس زیادہ کچھ نہیں ہے کہ پرولتاریہ کی بچت سے اور ان کے سرمایہ پر منافع اور سود سے دست برداری حاصل کر کے فی الحال پورے فرانس، اس کے بعد ممکن ہو تو تمام دنیا کو خرید لیا جائے۔'' اس کا مشہور مقولہ ہے ''ذاتی ملکیت ڈاکہ کی پیداوار ہے'' لیکن اس سے اس کا مقصد صرف بورژوا کی ملکیت ہے اور چھوٹا بورژوا اس سے مستثنیٰ ہے۔ پرودھن کا دعویٰ تھا کہ اس کی بتائی ہوئی امداد باہمی کی تنظیم کے ذریعہ نہ صرف سرمایہ داری کی اقتصادی بنیاد مسمار ہو جائے گی بلکہ ریاست کا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کی ''آزاد باہمی امداد پسند جماعتیں'' آنے والے سماج کی تشکیل میں موثر ثابت ہوں گی اس نظام کا نام اس نے ''انارکی'' رکھا تھا

مارکس اور اینگلز نے صاف طور پر بتایا کہ یہ چھوٹے سرمایہ داروں کا نظریہ ہے۔ مزید برآں اس سے چھوٹے سرمایہ دار کے اس قدامت پسند گروہ کے خیالات کی نمائندگی ہوتی ہے جسے ترقی پذیر سرمایہ

دار بچل رہا تھا۔ یہ جدوجہد سے بچنا چاہتا تھا تاہم انتہا پسند بورژوا بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار سے متواتر اپنی مدافعت کر رہا تھا۔ پرودھن کا عام نظریہ یہ تھا کہ مزدور اور کسان، سرمایہ داروں اور باقی ماندہ جاگیرداروں کے خلاف جدوجہد کر کے اپنی آزادی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ امداد باہمی کی تنظیم کے ذریعہ بتدریج کسان زمین کے مالک اور مزدور اُن آلات پر قابض ہو سکتے ہیں جن سے وہ کام کرتے تھے۔ عورتوں کے بارے میں اس نے کہا کہ ان کی جگہ سیاست میں نہیں بلکہ گھر میں ہے۔ پرودھن کے عام تصورات فورئیر اور دوسرے فرانسیسی خیال پرستوں سے ماخوذ تھے۔ فرانس میں اس وقت جو تشدد آمیز سیاسی حالات موجود تھے ان کی وجہ سے کسان اور مزدوروں کے لیے پرودھن کی یہ تجویز بظاہر آسان راہ فرار تھی جسے اختیار کر کے وہ اُس وحشت ناک حالت سے جس میں ان کی زندگی کے دن گذر رہے تھے دستگاری حاصل کر سکتے تھے۔

پرودھن عمل اور نظریہ دونوں طرح سے طبقاتی کشمکش کا مخالف تھا۔ مزور تنظیمیں، ہڑتالوں، اُجرتوں میں اضافے اور مزدور قوانین کا نفاذ اس کے نزدیک بے معنی باتیں تھیں اس نے اپنے اس سخت مخالف مزدور رویے میں صرف اس وقت کچھ ترمیمیں کیں جب وہ اپنی عمر کی آخری منزلوں میں پہنچا۔ وہ سیاسی جماعتوں کا بھی مخالف تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ''جماعت استبداد کی پیداوار ہے''۔

اس نے اعلان کیا کہ انقلاب کا زمانہ ختم ہو چکا۔ لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ اس کے دو سال بعد ہی انقلاب 1848 رونما ہوا۔ جس کے متعلق مارکس اور اینگلز پیشین گوئی کر چکے۔ پرودھن کا خیال تھا کہ ریاست جس کا کام مزدوروں پر تشدد اور سرمایہ داروں کی امداد کرنا ہے نہ تو جمہوری بنائی جا سکتی ہے اور نہ یلغار کے ذریعہ ختم کی جا سکتی ہے یہ صرف بتدریج اس کے پیش کردہ ''باہمی امداد پسند'' نظام ہی سے مٹائی جا سکتی ہے۔

مارکس اور اینگلز مسلسل بیس سال تک پرودھن ازم سے برسر پیکار رہے۔ بالآخر مزدور تحریک کے فروغ کے ساتھ اس کا قلع قمع ہو گیا۔ جس سال 1848 پرودھن نے اپنے مشہور کتاب ''فلسفہ افلاس'' شائع کی اسی سال مارکس نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''افلاس فلسفہ'' شائع کر کے اس کا جواب دیا جس نے پرودھن کے جھوٹے بورژوائی یوٹوپیا کی دھجیاں اُڑا دیں۔ یہ تیز تند حملہ آخر کار دونوں کی ذاتی دوستی پر ختم ہوا جو عمر بھر ان کے مابین قائم رہی۔ کمیونسٹ مینی فیسٹو میں پرودھن ازم کو ''بورژوا سوشلزم'' سے موسوم کیا گیا

ہے جس کا مقصد ''بغیر پرولتاریہ کے بورژوا'' کو وجود میں لانا تھا۔

ٹولین فری برگ اور کچھ عرصہ کے لیے ورلین فرانس اور انٹرنیشنل کی ابتدائی کانگریسوں میں پرودھن ازم کے نمائندے تھے۔ مارکس اور اینگلز اس گرہ کے مکرر دعوؤں کے خلاف ہمیشہ ٹکر لیتے رہے جو عملی اور نظریاتی طور پر انٹرنیشنل اور دنیا کے منظّم مزدوروں کو سوشلزم کی طرف لے جانے والی طبقاتی جدوجہد سے برگشتہ کر کے پرودھن کے چھوٹے بورژوا سرمایہ داری کی طرف لے جانے کا منصوبہ بنایا کرتے تھے۔

لاسل ازم

بہت سی روایتی انحراف پسند تحریکات جنہوں نے مزدور تحریک کی پیش قدمی میں رکاوٹیں پیدا کیں انجمن امداد باہمی سے متعلق تھیں۔ مارکس نے آئی۔ ڈبلیو۔ اے کے افتتاحی خطبہ میں کہا کہ امداد باہمی کی انجمنیں پرولتاری جدوجہد اور تنظیم کے لیے کارآمد تو ہوسکتی ہیں لیکن بذات خود یہ مزدور طبقہ کو آزاد کرانے سے قاصر ہیں یہ تصور کہ یہ مزدوروں کو آزاد کرا سکتی ہیں، بلا ارادہ پیدا ہوا۔ بایں ہمہ اس خیال نے کافی عرصہ تک مزدور تحریک کو متاثر کیا ابھی ہم نے دیکھا ہے کہ فرانس کے پرودھن ازم کے حامیوں میں یہ واہمہ کیوں کر رونما ہوا انگریز امداد باہمی کی انجمنوں میں بھی اسی طرح کے نقلی انقلابی تصورات پیدا ہوئے لیکن انہوں نے اتنا وسیع اثر نہیں ڈالا۔ لاسل ازم جو تحریک امداد باہمی کی ہی ایک خاص شکل تھی اس قسم کے واہمہ سے متاثر تھی۔

فرڈے ننڈ لاسل (1825-1864) ایک یہودی خاندان میں بمقام برسلاؤ پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم برلن یونیورسٹی میں ہوئی۔ وہ ہیگل پرست اور مارکس کا دوست تھا۔ ابتدا میں وہ جرمنی کی قومی آزادی اور جمہوریت کے لیے لڑتا رہا پھر سوشلسٹ نظریہ قبول کر کے اپنے آپ کو مزدور طبقہ کی آزادی کے لیے وقف کر دیا۔ اس کے حصول کا جو راستہ اُس نے دریافت کیا وہ یہ تھا کہ حکومت کی امدادی رقوم سے امداد باہمی کی انجمنوں کا ایک ایسا جال بچھا دیا جائے جو رفتہ رفتہ سرمایہ دار نظام کی جگہ لے سکیں۔ حکومت کی لگائی امدادی رقم کی وصولیابی کا طریقہ اس نے یہ تجویز کیا کہ مزدوروں کو عام حق رائے دہی دیا جائے۔ اسے یہ مغالطہ تھا کہ عام حق رائے دہی حاصل کر کے مزدور پارلیمنٹ میں نوے فیصد نشستیں حاصل کر لیں گے۔

لاسل نے اس خاکہ زیادہ تر اپنی کتاب محنت کش کا پروگرام (1862) اور کھلی چٹھی 1863 میں کھینچا ہے اور اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اس نے 1863 میں جنرل یونین آف جرمن ورکرز کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک سیاسی تنظیم تھی۔ اس طرح لاسل جرمن مزدور طبقہ میں رہنمایانہ حیثیت کا ایک سیاسی منتظم بن گیا مگر وہ لائب نخ اور ببیل کی طرح مارکسی کبھی نہ بن سکا۔ مارکس اس کی سرگرمیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس نے جرمنی میں مزدور تحریک کو پندرہ سال کی گراں خوابی کے بعد بیدار کیا۔

لاسل کی موقعہ پرستی مزدوروں کو وسیع ٹریڈ یونین اور سیاسی تحریک تعمیر کرنے میں ہر ممکن الحصول اوزار کو آزادانہ استعمال کرنے کی براہ راست مخالف تھی اور مارکس اسے چھوٹے سرمایہ دار کا رجحان سمجھتے ہوئے سختی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ مارکس نے بتلایا کہ لاسل کی تحریک ایک گروہ بند تنظیم کے سوا کچھ نہ تھی، بدیں وجہ وہ مزدوروں کی اس حقیقی تنظیمی تحریک کی دشمن تھی جس کے لیے انٹرنیشنل سعی کرتا رہا۔ لاسل کسی کے اولین شاگردوں میں سے تھا اور وہ مارکس اور اینگلز کے ساتھ مل کر متحدہ جرمن جمہوریہ کے لیے لڑتا رہا۔ امداد باہمی کی انجمنوں کے ریاستی امداد کے اپنے عزیز منصوبہ کو برسر کار لانے کی غرض سے لاسل پروشیا کے عیار چانسلر بسمارک کے ساتھ جو مزدور تحریک کو کچلنے کے درپے رہا کرتا تھا مشتبہ طور پر مل گیا۔ لاسل نے مزدور مفاد سے غداری کر کے جو سمجھوتہ بازی کی مارکس نے اس کی سخت مذمت کی۔

پرودھن کی طرح لاسل بھی ٹریڈ یونینوں اور ہڑتالوں کو لاحاصل اور مزدوروں کی طاقت اور وسائل کا ضیاع سمجھتا تھا۔ اس کے زمانہ میں جرمنی میں ٹریڈ یونینیں ابھی پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ اپنے مخالف یونین نظریہ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے لاسل نے اس کی بنیاد اپنے نام نہاد ''اجرت کا آہنی قانون'' پر رکھی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مزدور ناقابل شکست طور پر قلیل ترین معاشی سطح سے بندھے ہوتے ہیں اور ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ کسی بھی طرح اُجرت میں اضافہ کی کامیابی گویا ان کے معیار زندگی کو خود بخود گرانے کا باعث بن جاتی ہے۔ لاسل کے اس چھوٹے سرمایہ دارانہ نظریہ سے مارکس نے سخت ٹکر لی۔ اس عام مسئلہ کا تجزیہ اس نے اپنے مشہور کتابچہ ''اُجرت، قیمت اور منافع'' میں کیا ہے۔ یہ اس رپورٹ کا متن ہے جو اس نے ستمبر 1865 میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی جنرل کونسل کو پیش کیا تھا۔

مارکس کی دلیلوں کا خلاصہ یہ تھا کہ مزدور اپنی منظّم اقتصادی اور سیاسی جدوجہد کے ذریعہ اپنا معیار زندگی بلند کر سکتے ہیں۔ ہمارے موجودہ دور میں لاکھوں محنت کش عوام نے اپنے کو ٹریڈ یونینوں میں منظّم کر

کے اس دعوی کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔لیکن اس زمانہ میں یہ ایک بہت اہم اور نادر تجزیہ تھا۔ مارکس نے بتایا کہ ٹریڈ یونینیں مزدوروں کو محض زندہ رہنے کی سطح سے بلند کرسکتی ہیں ۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ آجروں کا متحدہ یا اجارادارانہ عمل اجرت کو اس سطح سے نیچے گرا سکتا ہے اس طرح مارکس نے ٹریڈ یونین تحریک کی نظریاتی بنیاد قائم کی۔ اضافہ اُجرت کے عام مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ۔ مارکس نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ''کہ اُجرتوں کی شرح میں عام اضافہ منافع کی عام شرح کو گھٹا سکتا ہے۔لیکن عام طور پر اس سے جنس کی قیمتیں متاثر نہ ہوں گی'' پھر بھی مارکس نے متنبہ کیا کہ ''سرمایہ دارانہ طریق پیداوار کا عام رجحان اُجرتوں کے اوسط معیار کو بلند کرنے کی بجائے اُسے گھٹانے کی طرف ہوتا ہے۔'' اُجرتوں میں اضافہ آزادی کا راستہ نہیں ہے ٹریڈ یونین کے بارے میں مارکس کی تنقید ہے کہ ان کا تعلق نتیجہ سے ہوتا ہے سبب سے نہیں، ''دن بھر کے معقول کام کی دن بھر کی معقول اُجرت کی بجائے ان کے جھنڈوں پر یہ انقلابی نعرہ ہونا چاہیے۔ اُجرتی نظام کا ختم کیا جائے''۔

اپنے رہنما کے انتقال کے بعد لاسل کے پیروکاروں نے جن میں ۔ جے ۔ بی شوئٹزر سب سے زیادہ اہم تھا انٹرنیشنل کے جلسوں میں کسی نمایاں کردار کا اظہار نہیں کیا۔ وہ عام طور پولیس کی داروگیر سے بچنے کے لیے اس سے علیحدہ رہے لیکن جیسا کہ ہم سرسری طور پر یکھیں گے جرمن مزدور تحریک میں وہ فیصلہ کن طاقت کے مالک تھے۔ بوہمیا اور آسٹریا کے مزدوروں میں بھی لاسل کے پیروؤں کو اہمیت حاصل تھی اور ریاست ہائے متحدہ کے جرمن جلاوطن مزدوروں پر بھی انہوں نے خاصہ اثر ڈالا۔

باکونن ازم (Bakunin ism)

میکائل باکونن 1814-1876 ٹیوطھر روس میں ایک دولت مند، گھرانے میں پیدا ہوا، اس نے پولینڈ میں ایک شاہی افسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔لیکن وہاں سے زار کے ظلم وستم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مستعفی ہوگیا۔ جلاوطن ہوکر باکونن ایک انقلابی بن گیا۔ 1849 میں ڈریسڈن کے دفاع میں اس نے رہنمایانہ فرائض سرانجام دیے۔ اس بنا پر اُسے سزائے موت دی گئی۔لیکن بعد میں زار کی حکومت کے حوالے کردیا گیا جس نے اسے 1855 میں سائبریا بھیج دیا مگر وہاں سے وہ بچ نکلا اور 1861 میں یورپ پہنچ کر انارکسٹوں کے حلقے میں نہایت سرگرمی کے ساتھ کام کرنے لگا۔ 1876 میں

بمقام برن (سوئٹزرلینڈ) اس کا انتقال ہوا۔

باکونن پرودھن کا شاگرد اور ذاتی واقف کار تھا۔ پرودھن کا عام تصور ریاست اور مستقبل کی سماج جس کی بنیاد پر پیدا کنندگان کی انجمنوں پر مبنی تھی باکونن کے لیے قابل قبول تھی۔لیکن اس نے اس میں کئی اضافے بھی کیے۔اس نے طرفین پسند امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعہ ریاست کے بتدریج کا تصور ترک کر دیا۔اس کے بجائے اس کی تجویز تھی کہ باغیانہ حملوں کے ذریعہ ریاست کا خاتمہ کیا جائے۔اس نے ٹریڈ یونین تحریک کے بارے میں زیادہ بردبار رویہ اختیار کیا۔اس کا اصرار تھا کہ جس ٹریڈ یونین جدوجہد میں بغاوت کا جذبہ نہیں ہے اس کی حیثیت صرف عملی لڑائی کی سی ہے۔ٹریڈ یونینوں کا آخری مطمح نظر بغاوت ہونا چاہیے اور مستقبل کے طاقت ور ''انارکوسینڈیکلزم'' کا جدّ اعلیٰ تھا۔اس نے اپنے پروگرام کی یوں تعریف کی ہے ''پرودھن کا انارکی پسند نظام جسے ہم نے پھیلایا، ترقی دی اور جسے ہم نے تمام مابعد طبیعیاتی، تصوراتی اور اصول پرست ظاہر داریوں سے آزاد کرایا۔'' باکونن کے اصل خیالات اس کی کتاب ''خدا اور ریاست'' میں درج ہیں۔ یہ کتاب 1882 میں شائع ہوئی اس کتاب میں اس نے ریاست اور مذہب دونوں کو تحکمانہ تشدد کا مشترکہ سبب قرار دیا۔اور کہا کہ ان دونوں کو بالجبر ختم کرنا ضروری ہے۔اس کے مجموعی پروگرام کے خاص اصول یہ تھے (1) مذہبیت کی تبلیغ (۲) ریاست کا انہدام (۳) سیاسی کام سے انکار اس لیے کہ ریاست کا خاتمہ صرف بغاوت ہی سے ممکن ہے، موروثی ملکیت کے حق کا خاتمہ بھی اس کا ایک بڑا موضوع تھا۔

باکونن بنیادی طور پر نمائندہ تھا ایسے چھوٹے سرمایہ داروں کا شتکاروں اور پس ماندہ یورپی ممالک کے مزدوروں کا جن کی اپنے طبقہ میں کوئی جگہ نہ تھی انارکزم اور باکونن قسم کے دوسرے نظریات نے خاص طور پر اُن نیم جاگیردار کیتھولک ممالک میں فروغ پایا جہاں پروٹسٹنٹ (بورژوا انقلابی) اصلاحات مکمل نہ ہوئی تھیں اور جہاں کیتھولک کلیسا کے حد سے زیادہ تحکمانہ رویہ نے اقتصادی، سیاسی اور سماجی زندگی کے ہر شعبہ کو چوس لیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ انارکزم کلیسائیٹ کا اس قدر شدید مخالف تھا۔باکونن نے سماجی طبقات پر نہ تو زور دیا اور نہ اس نے طبقاتی جدوجہد کو سمجھا۔''غریب عوام'' ''آبادی کے بھوکوں مرنے والوں کا گروہ'' اس کا موضوع بحث رہے۔اس نے ''گھٹیا پرولتاریہ'' کے ''انقلابی جذبہ'' کا مقابلہ اشرافی مزدور کے ''انقلابی جذبہ'' سے کیا۔ان میں وہ مزدور طبقہ کے ایک بڑے حصہ کو شامل کرتا ہے اُسے یہ مغالطہ تھا کہ

افلاس زدہ لوگ ہمیشہ بغاوت پرآمادہ رہتے ہیں۔(لُومپن پرولتاریہ سے مراد افلاس زدہ غریب طبقات ہیں جو صنعتی مزدور یا کسان ہونے کی بجائے محنت مزدوری کے متفرق کاموں سے پیٹ پالتے ہیں۔ مترجم)

باکونن نے اپنے انتھک دم خم اور جنگجوئی کی بدولت اٹلی، سپین، جنوبی فرانس، فرانسیسی سوئٹزر لینڈ، روس یہاں تک کہ ریاست ہائے متحدہ کے غیر ملکیوں میں اپنے بہت سے پیروکار پیدا کیے۔ وہ 1868 میں پہلے انٹرنیشنل میں شامل ہوا۔اس کے بعد اس تنظیم پر اقتدار کے لیے وہ تیز سے تیز جدوجہد کرتا رہا۔جس کی وجہ سے اس کا تصادم لازماً مارکس اور دوسرے کمیونسٹ سے پیدا ہو گیا۔اس کے بعد انٹرنیشنل کی تمام تر زندگی ان دونوں ناقابل مصالحت گروہوں کے درمیان شدید جدوجہد کی دلچسپ کہانی ہے جو بالآخر اس کے انتشار پر ختم ہوئی۔

مارکس ازم کے ماننے والے ریاست کے خاتمہ کے وسیع تر اصول پر انارکسٹوں سے متفق تھے۔ لیکن ان میں بنیادی طور پر اس بات میں اختلاف تھا کہ وہ کون سا طریقہ ہوسکتا ہے جس سے سرمایہ داری بطور نظام کے ختم کی جاسکتی ہے اور اس کی جگہ لینے کے لیے کس قسم کے سماجی نظام کی ضرورت ہے۔ مارکس کی ٹکر باکونن سے تین بڑے اصولوں پر ہوئی۔(الف) مزدور طبقہ کی سیاسی جدوجہد (ب) پرولتاریہ کی آمریت (ج) پرولتاریہ کی پارٹی۔ مارکس خصوصاً باکونن کے سازشی طریق اور دہشت انگیز طرزِ عمل کے خلاف ڈٹا رہا۔ برنسٹین کہتا ہے کہ باکونن کے لیے ''ارادہ اقتصادی حالات کی بجائے اشیاء کے بدلنے میں مستقلاً فیصلا کن قوت ہے۔'' اس قسم کی سوچ اسے براہ راست حملہ کے ذریعہ انقلاب بپا کرنے کی کوشش کی طرف لے گئی۔ یہ تمام باتیں انٹرنیشنل میں بعد ازاں عام مزدور تحریک کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ثابت ہوئیں۔

باکونن سیاسی اصلاحات کی لڑائی کو نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا۔خصوصاً اس کا ہدف ملامت وہ سیاسی طریق کار تھا جسے بورژوا ریاست کو جمہوری بنانے کی غرض سے استعمال کیا جاتا۔ ہڑتالوں کی نسبت اس کا خیال تھا کہ یہ فقط مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کمزور حملہ ہیں۔ان کا استعمال صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ سرمایہ داری کو ایک اکھاڑ پھینکنے کے لیے عام حملہ کے حالات پیدا نہ ہو جائیں۔ دوسری طرف مارکس کو اقتصادی اور سیاسی اصلاحات (اضافہ اُجرت، اوقات کار میں کمی، بچوں کی محنت کے ضابطے،

فیکٹری آئین، حق رائے دہی میں توسیع وغیرہ) کی عملی اہمیت کا بخوبی اندازہ تھا۔اس بات کا اظہار اس گہری توجہ سے ہوتا ہے جو مارکس کی پسندیدگی کے ساتھ آئی۔ ڈبلیو۔اے کے اجتماعوں اور جنرل کونسلوں نے ہڑتالوں، یونینوں کی تعمیر اور بڑے سیاسی مسائل کی ملحوظ رکھتے ہوئے جزوی مطالبات کے لیے مختلف قسم کی سیاسی جدوجہد کی نشوونما پر دی۔لیکن مارکس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایسے جزوی مطالبات مزدور طبقہ کو کبھی بھی آزاد نہیں کرا سکتے تھے۔ پرولتاریہ انقلاب کا مقصد آزادی حاصل کرنا ہے لیکن یہ کام چند سازش پسندوں کے ذریعہ پورا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ باکونن کا خیال تھا، بلکہ مزدوروں کی اہم جماعت عمل کر کے حاصل کرسکتی ہے۔ مارکس نے بار بار بتایا کہ مزدوروں کی روزمرہ کی جدوجہد کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ اس سے ان میں طبقاتی شعور اور تنظیمی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود کمیونسٹ مینی فیسٹو میں لکھا ہے کہ مارکسیوں کے پاس کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ دونوں قسم کے پروگرام ہوتے ہیں۔لیکن باکونن کے ماننے والے صرف ''زیادہ سے زیادہ'' پروگرام رکھتے ہیں۔یہی وہ اختلاف ہے جو ایک وسیع انقلابی عوامی تحریک اور تنگ نظر نقلی انقلابی گروہ میں ہوتا ہے۔

باکونن کا خیال تھا کہ جب عوام سرمایہ دارانہ نظام کو مہلک ضرب پہنچائیں گے تو ریاست خود بخود ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ فوراً ہی ''لوگوں کا آزاد وفاق، تعلقہ، ضلع اور قوتیں لے لیں گی۔'' مارکس اور کمیونسٹوں کے پیش نظر بھی ایسا سماجی دور تھا جب بالآخر تشدد کرنے والی ریاستی حکومت کا وجود نہ رہ جائے گا مگر وہ باکونن کے اس تصور کو مضحکہ خیز بتاتے تھے۔ کہ سرمایہ داری کا تختہ الٹ جانے کے بعد یہ دور فی الواقع ایک ہی دن میں آجائے گا۔ مارکس نے پہلے ہی 1848 میں کمیونسٹ مینی فیسٹو میں صاف طور پر بتایا کہ ایک درمیانی دور آئے گا یعنی پرولتاریہ کی آمریت کا دور۔ یہ مزدوروں کی طبقاتی حکومت ہوگی صرف اسی ایک بنیاد پر مخالف انقلاب قوتیں کچلی جاسکیں گی۔ سرمایہ دار ریاست کے خاتمہ کے بعد طبقاتی سوشلسٹ سماج بلا ریاست کے وجود میں آئے گی۔فوری مقصد پرولتاریہ کی آمریت ہے اور آخری مقصد بلا ریاست کی سماج کا قیام ہے۔ باکونن پرست پرولتاریہ کی آمریت کے پورے تصور کے مخالف تھے۔ وہ صرف ریاست کی تباہی کے لیے لڑتے تھے۔ مارکس کے پیروکار مزدور طبقہ کے اقتدار پر قبضہ کی خاطر نبرد آزما تھے مارکسیوں کے فوری اور آخری پروگرام کے مقابلہ میں باکونن کے پیروکاروں کا بظاہر سادہ اور زیادہ سے زیادہ پروگرام سرد پڑ گیا۔

باکونن نے اپنے ''مخالف حاکمیت کے انتہا پسندانہ تصور کو سیاسی تنظیم پر بھی لاگو کرنے کی کوشش کی۔ اس کا عام تصور تھا کہ ایک بے حد لامرکز تحریک ہونی چاہیے جو مکمل طور پر خود مختار عوامی گروہوں میں خود طریق پر پیدا ہوا اور انٹرنیشنل کی حیثیت ایک خط و کتابت یا رابطہ قائم کرنے والے مرکز سے زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ برعکس اس کے مارکس کا خیال تھا کہ انٹرنیشنل کو مزدوروں کی ایک ٹھوس منظّم عالمی تنظیم کا آغاز اور جنرل کونسل کو ایک موثر عالمی قیادت کی ابتدا ہونا چاہیے۔ پیروان مارکس اور باکونن پرستوں کے مابین اس عملی تنظیمی سوال، طریق کار اور آخری اغراض و مقاصد پر لاتعداد تلخ لڑائیاں ہوئیں۔

باکونن پرستوں کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ وہ انقلاب کو نہایت مختصر اور حد سے زیادہ آسان سمجھتے تھے۔ وہ پرولتاریہ کی آمریت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ انہیں مزدور طبقہ کے انقلابی رول کا احساس نہ تھا۔ فوری اصلاحات کے لیے مزدوروں کے لازمی میلان کی اہمیت کا اندازہ لگانے میں وہ سخت غلطی پر تھے وہ جدوجہد میں مزدور طبقہ کے اتحاد کے لیے لامذہبیت کو ایک شرط سمجھتے تھے اور ایک طاقت ور سیاسی پارٹی کی بنیادی ضرورت کو انہوں نے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسی لیے انہوں نے مارکسیوں سے مار کھائی جو ان تمام معاملات میں مقابلتاً زیادہ حقیقت پسند واقع ہوئے۔

(6)

استحکام، جینوا کانگرس

1866

جینوا میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے کا اجتماع مزدور دنیا کی سب سے پہلی کانگرس تھی اس لیے اسے بہت سے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کی بے مثالیت اور مشکلات کا اندازہ آج کل نہیں لگایا جا سکتا جب کہ اتنی مختلف مزدور کانگرسوں کا وجود ہے۔ ابتداً 1865 میں بروسلز میں اس کے انعقاد کا منصوبہ بنایا گیا لیکن یہ ایک قریبی تاریخ تھی اور بلجیم کی حکومت کا رجعت پرستانہ رویہ ایسا نہ تھا کہ اس شہر میں کا انعقاد ممکن ہوتا اس لیے 1865 میں لندن میں اس کا ابتدائی اجلاس بلوایا گیا۔ اس میں آخر کار یہ طے پایا کہ 3 ستمبر 1866 کو جینوا میں اس کا اجلاس منعقد کی جائے، یعنی سینٹ مارٹن ہال کے اجلاس کے دو سال بعد۔

بنیادی نظریاتی مشکلات جن کا سامنا نوعمر انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کو کرنا پڑا وہ اس میں شامل ہونے والے گروہوں کا تنوع تھا اور سب سے زیادہ تنظیمی وقت اور ان کے اپنے ملکوں میں مزدور طبقہ کی تحریکوں کی عدم موجودگی تھی۔ بہت سے ملکوں میں مزدور تحریک بمنزلہ نفی کے تھی۔ تنظیم کے قوانین میں محنت کش عوام کی جماعتوں کے الحاق کا اہتمام تھا۔ اس تخصیص کا یہ مطلب لیا گیا کہ اس میں ہر قسم کی مزدور تنظیمیں حصہ لے سکتی ہیں چنانچہ جب اس کا انعقاد عمل میں آیا تو اس میں مزدور یونینوں کے نمائندے، سیاسی تنظیمیں (جو یورپ کے اکثر چھوٹے گروہوں پر مشتمل تھیں) باہمی منافع کی سوسائٹیاں، پیدا کنندگان کی امداد باہمی کی انجمنیں، تعلیمی جماعتیں، وغیرہ شامل ہوئیں۔ جرمنی میں لاسل کی جماعت کو چھوڑ کر مختلف ملکوں کی کوئی قومی مزدور اور سوشلسٹ جماعت ایسی نہ رہ گئی تھی جس نے اس میں شرکت نہ کی۔ ڈبلیو۔اے کا جب تک قیام رہا انہی وسیع اور ہمہ گیر بنیادوں پر کام ہوتا رہا۔

کانگرس کی پکار پر ترقی یافتہ مزدوروں نے گرم جوشی کے ساتھ لبیک کہا اور کانگرس کے منتظمین (رضا کار) جہاں جہاں بھی گئے ان کی پُر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔ انگلستان کی مزدور یونینوں نے اس کا ٹھوس جواب دیا۔ شیفیلڈ ٹریڈ یونین کانگرس نے 1866 میں آئی ڈبلیو۔اے کی تصدیق کی اور مقامی یونینوں کو اس کے ساتھ الحاق کرنے سفارش کی۔ لندن ٹریڈ یونین کونسل نے بھی اسی طرح کے تعاون پر آمادگی کا اظہار کیا لیکن اس نے اپنا الحاق نہ کیا۔ جنیوا کانگرس کے انعقاد کے موقعہ پر 15 انگریز کے نمائندے موجود تھے جن کی مبینہ رکنیت کی تعداد 25,173 تھی۔

فرانس اور بلجیم کے ''باہمی امداد پسند'' گروہ نے بھی ایک بڑی تعداد کے ساتھ کانگرس میں شرکت کی۔ سرگرم کارکنوں نے جرمنی آسٹریا، سپین اور سوئٹزر لینڈ میں بکھرے ہوئے مزدور گروہوں کو شامل کرنے کی سرگرمی کے ساتھ کوششیں شروع کر دیں۔ ایم زورا پنی کتاب ''کمیونسٹ انٹرنیشنل'' میں بتاتا ہے ''اس تحریک کا ہر گروہ جو انٹرنیشنل کی صفوں میں شامل ہوا۔ چھوٹے سرمایہ دارانہ مہملات، طفلی واہمہ، اصول پرستانہ توہمات، گردہی کمزوریوں اور قومی تعصّبات کا انبارا اپنے ہمراہ لایا۔'' ان تمام کا مقابلہ مارکس، اینگلز اور مٹھی بھر کمیونسٹوں نے کیا۔ ریاست ہائے متحدہ میں بھی اس کا ردعمل ہوا۔ 20 اگست 1866 کو مزدوروں کی کانگرس میں سٹیک لاف نے آئی۔ ڈبلیو۔اے کی تصدیق کی۔ آئی۔ ڈبلیو۔اے کی جنیوا کانگرس کے انعقاد سے دو ہفتہ پہلے ساٹھ ہزار سے زیادہ مزدوروں نے بالٹی مور میں نیشنل لیبر یونین کی

کنونشن کی بنیاد ڈالی۔نیشنل ٹریڈ یونین کانگرس کی تعمیر میں مارکسیوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔آئی۔ڈبلیو۔اے کے حمایت کا شدید جذبہ تھا لیکن چونکہ وقت بہت تھوڑا تھا اس لیے کانگرس اپنا کوئی ڈیلی گیٹ جنیوا نہ بھیج سکی۔نیشنل لیبر یونین کے پیش کردہ مطالبات اور کانگرس کے لیے خود اس کی تجاویز میں جو گہری مماثلت تھی اس سے مارکس بہت متاثر ہوا۔دونوں کانگرسوں میں اس مطابقت کا سبب بیشتر امریکی مارکسی تھے۔

کانگرس کی ابتدا میں آئی۔ڈبلیو۔اے کو انقلابی چھوٹا بورژوا جمہوری عناصر نے بہت متاثر کیا جو اس وقت کے بورژوا انقلابات میں کلیدی حصہ لے رہے تھے۔سٹیک لاف بتاتا ہے کہ یہ بیشتر دانشور تھے جو مختلف ملکوں سے کثیر تعداد میں تنظیم میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے۔وہ کہتا ہے کہ فرانس میں ''ڈاکٹر، اخبار نویس، صنعت کار اور فوجی افسراس کے حامی تھے۔دنیائے سیاست کی کسی بھی اہم شخصیت نے انٹرنیشنل کے قوانین اور دستور کی باقاعدگی کے ساتھ حمایت کا اعلان نہ کیا۔'' ان عناصر نے نئی تنظیم کی پرولتاری خصوصیات اور انقلابی مقاصد کو قابل توجہ نہ سمجھا اور نہ اس وقت کے بورژوا، اخبارات اور حکومتوں نے جنیوا کانگرس پر خاص دھیان دیا۔

آئی، ڈبلیو، اے کی سیاسی سرگرمیاں

آئندہ چند برس کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آئی۔ڈبلیو۔اے نے مزدور طبقہ کی ہر جدوجہد کی حمایت کی اور ہر قسم کی اقتصادی، سیاسی، اور تعلیمی پرولتاری تنظیمیں پیدا کیں۔آئی ڈبلیو۔اے کے قیام کے دوسالوں ستمبر 1864 یعنی پہلے کانگرس کے انعقاد تا ستمبر 1866 کے دوران میں اس کی بنیادی، سیاسی خصوصیات صاف طور پر عیاں ہوکر سامنے آ گئیں۔پہلی مرتبہ آئی ڈبلیو۔اے کی قیادت میں پرولتاریہ نے بین الاقوامی معاملات میں جسے اب تک حکمراں طبقہ اپنے مقدس فریضہ سمجھتا تھا اپنی اہمیت جتانا شروع کر دی۔سماجی ارتقاء کی شاہراہ پر یہ نیا سنگ میل تھا۔

اس عبوری دور میں انٹرنیشنل کی جنرل کونسل نے اس وقت کی پولینڈ کی قومی آزادی کی جدوجہد پر خاص توجہ دی۔پولینڈ کے ستم زدہ مجاہدین آزادی کی حمایت میں مختلف شہروں میں عام جلسے اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔دوسری بڑی جدوجہد جس کی جنرل کونسل نے براہ راست امداد کی۔انگریز مزدور طبقہ کی حق

رائے دہی کی لڑائی کے لیے تھی۔ مسلسل ایک نسل سے وہ ووٹ کے حق کے لیے جدوجہد کر رہے تھے لیکن آخر کار 1867 میں وہ اس حق کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ 1842 کی چارٹر تحریک کے موقع پر 1848 میں سرمایہ داروں نے جس چیز کے ماننے سے انکار کر دیا تھا بالآخر اُسے بیس سال کے بعد تسلیم کیا گیا۔ اس رعایت کی کچھ یہ بھی وجہ تھی کہ فرانس میں بونا پارٹ وسیع حق رائے دہی کو تسلیم کر کے جس طرح اُسے اپنے مفاد کی خاطر استعمال کر رہا تھا اُسے دیکھ کر سرمایہ داروں کے دل سے ووٹ کے حق دینے کا خوف جو انہیں چارٹر تحریک کے وقت تھا زائل ہو چکا تھا۔

جنیوا اجلاس سے قبل کے دور میں جنرل کونسل نے عظیم خانہ جنگی سے جس کا اس وقت ریاست ہائے متحدہ شکار تھا گہری دل چسپی لی۔ اس نے مخالف غلامی جذبات کو ابھارنے میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ انگریز اور فرانسیسی حکومتیں جنوب کی طرف داری میں جو مختلف قسم کے جوڑ توڑ کر رہی تھیں اس کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ لنکن جب دوسری بار صدر منتخب ہوا تو 29 نومبر 1824 کو جنرل کونسل نے مبارک باد اور قدر افزائی کا ایک خط یا سپاس نامہ بھیجا جسے مارکس نے لکھا تھا۔ لنکن نے اس کا دوستانہ جواب دیا جو لندن میں متعین سفیر چارلس فرانس آدم کے توسط سے ملا۔ آئی۔ ڈبلیو۔ اے نے تعریفی خط میں لنکن کو ''مزدور طبقہ کا صاحب دماغ سپوت'' قرار دیا تھا اور بتایا تھا کہ خانہ جنگی کے آغاز ہی سے ''یورپ کے محنت کش عوام کی یہ فطری تمنا تھی کہ آپ کا تاروں بھرا جھنڈا ان کے طبقہ کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔'' 13 مارچ 1865 کو ایک اور ''سپاس نامہ'' جنرل کونسل نے صدر جانسن کو بھیجا۔ یہ بھی مارکس کا تحریر کردہ تھا۔ اس میں صدر لنکن کے قتل پر انتہائی غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تھا۔ خط میں لنکن کو پُر جوش خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا۔ اور جانسن کی توجہ ''سیاسی تعمیر نو اور سماجی اصلاح'' کے عظیم کاموں کی طرف مبذول کرائی گئی تھی جن کا اس کی حکومت کو سامنا تھا۔

مارکس نے ایک خط ریاست ہائے متحدہ میں جوزف دیڈمیئر (1866-1818) کو جنرل کونسل کی تشکیل سے متعلق جس نے جرأت مندانہ سرگرمیاں دکھائی تھیں تحریر کیا۔ اس نے لکھا ''اس کے انگریز اراکین اکثر و بیشتر مقامی ٹریڈ یونین کے سربراہ ہیں۔ درحقیقت یہ لندن کے مزدور بادشاہ ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے گری بالڈی کا اس قدر شاندار استقبال کیا اور سینٹ مارٹن ہال میں عظیم الشان اجلاس زیر صدارت برائٹ) کے ذریعہ پامرسٹون کو ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ اعلان جنگ کرنے سے باز

رکھا۔‘‘

انگریز حکومت کی حمایت غلامی کی سرگرمیاں کے خلاف مستحکم جدوجہد جس کا آغاز ٹریڈ یونینوں اور انسدادِ غلامی کے حمایتوں نے کیا اور پھر جسے انٹرنیشنل نے آگے بڑھایا اور جس لڑائی کی مارکس اور اینگلز نے ذاتی طور پر رہنمائی کی مزدوروں کے ہاتھوں رکھی ہوئی ایک ایسی بنیاد تھی جو عالمی مزدوروں کی طویل اور مسلسل جدوجہد کا باعث بنی اور جو آج بھی جنگ کے خلاف زیادہ زوروشور کے ساتھ جاری ہے۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ لڑائی ایک کامیاب لڑائی تھی۔ بلاشک انگریز حکومت کو خانہ جنگی میں امریکہ کی جنوبی ریاستوں کی مدد کے لیے مداخلت سے روکے رکھنا انگریز مزدور طبقہ کا ایک فیصلہ کن اقدام تھا ورنہ امریکہ کے شمالی حصہ کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی۔

1864 کے آئی۔ ڈبلیو۔ اے کا افتتاحی خطبہ بھی وہی صدائے بازگشت تھی جس کا اظہار مارکس نے ویڈمیئر کو اپنے خط میں کیا تھا۔ ’’حکمراں طبقہ کی عقل مندی نہ تھی بلکہ ان کی حماقتوں کے خلاف انگلستان کے مزدوروں کی مزاحمت تھی جس نے مغربی یورپ کو اوقیانوس کے اس پار غلامی کی بقا اور توسیع کی ناپاک کوششوں میں اندھا دھند شامل ہونے سے روکا تھا۔‘‘ 1870 میں کانگرس کی بحث میں مساچسٹس کے سینیٹر ہور نے اس تاریخی بیان کی صداقت کا اعتراف کیا اور کہا ’’یہ لنکا شائر کے محنت کشوں کی غضب ناک غراہٹ تھی جس نے خانہ جنگی کے دوران میں انگریز حکومت کو ریاست ہائے متحدہ کے خلاف جنگ کرنے سے روکے رکھا۔‘‘

کانگرس کا کام

3 تا 8 ستمبر 1866 کی جنیوا کانگرس ساٹھ ڈیلی گیٹوں پر مشتمل تھی جو آئی۔ ڈبلیو اے کے بائیس شعبوں کے نمائندے تھے۔ سوئٹزرلینڈ کے بیس ڈیلی گیٹ تیرہ شعبوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اس میں ٹریڈ یونینوں اور دوسری جماعتوں کے چودہ زائد ڈیلی گیٹ تھے۔ فرانس کے سترہ ڈیلی گیٹ، جرمنی کے تین ڈیلی گیٹ (مقیم لندن) چار شعبوں کے نمائندے تھے۔ دوڈگر، کارٹر، جنگ، اکاریس، کریمر اور ڈوپانٹ نے شرکت کی مگر مارکس نہ تھا۔ جیسا کہ ہم گزشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں یہ ڈیلی گیٹ مختلف سیاسی خیالات کے حامل تھے اس اختلاف نے کانگرس کے کام میں کافی نظریاتی مشکلات پیدا کیں۔ چونکہ یہ

ڈیلی گیٹ ایک ایسا کام سرانجام دے رہے تھے جو قطعی نیا تھا اس لیے مشکلات کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ یہ مزدور طبقہ کی عوامی تنظیم اور طریق کار کا سنگ بنیاد رکھ رہے تھے۔

ان رکاوٹوں کے باوجود کانگرس انتہائی تعمیری تھی۔ عملی طور پر اس نے جو کام سرانجام دیا وہ اس وقت سے لے کر آج تک تمام دنیا میں مزدور تجربات کی کسوٹی پر پورا اترتا رہا۔ کانگرس کی منظور کردہ تمام قراردادیں جن میں مزدوروں کے بنیادی مطالبات مرتب تھے اور جو تقریباً کلیتاً بلاشرکت غیرے مارکس کی مدون کردہ تھیں تمام دنیا کی مزدور جماعتوں کا کم سے کم عملی پروگرام بنیں۔

ایجنڈا کے خاص نکات یہ تھے: (۱) اس اجتماع کی مدد سے اُن کوششوں میں استحکام پیدا کرنا جو مختلف ملکوں میں محنت اور سرمایہ کے درمیان جدوجہد کے لیے جاری تھیں (۲) ماضی حال، اور مستقبل کی ٹریڈ یونینیں (۳) باہمی محنت (۴) بالواسطہ اور بلاواسطہ محصولات (۵) کام کے اوقات میں تخفیف (۶) عورتوں اور بچوں کی محنت (۷) یورپ پر ماسکو کا حملہ اور پولینڈ کی آزادی کا مسئلہ (۸) مستقل فوج اور مزدور طبقہ کے مفاد پر اس کا اثر۔

مارکس اور اینگلز آئی۔ ڈبلیو۔ اے کو مزدور طبقہ کی بین الاقوامی سیاسی تنظیم کا بانی سمجھتے تھے۔ یہی وہ بنیاد تھی جس پر اس کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔ دو سال قبل شائع شدہ افتتاحی خطبہ کو معمولی تبدیلیوں کے بعد رسمی طور پر قبول کر کے کانگرس نے سیاسی پروگرام کی بنیاد رکھی۔ اس کی وجہ سے آئی۔ ڈبلیو۔ اے میں ایک بین الاقوامی نقطۂ نظر پیدا ہو گیا۔ عام انقلابی بحثوں، تبادلہ خیال اور مزدور طبقہ کی روزمرہ کی جدوجہد میں سرگرمی کے ساتھ شمولیت کا رستہ کھل گیا۔

کانگرس نے مارکس کا سابقہ مرتب کردہ دستور تسلیم کیا۔ انٹرنیشنل مقامی شاخوں پر مشتمل تھا جو اپنے اپنے ملکوں میں وفاقی کونسلوں میں متحد تھیں۔ ہر تنظیم خواہ چھوٹی ہو یا بڑی کانگرس میں ایک ڈیلی گیٹ بھیج سکتی تھی۔ جنرل کونسل کا انتخاب کانگرس کرتی تھی جس کے سامنے وہ جواب دہ تھی۔ جنرل کونسل کا کام کانگرس کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا اور پوری تحریک کی سیاسی رہنمائی کرتا تھا۔ سالانہ چندہ 30 سینٹیم (3 پنس) مقرر کیا گیا۔ مالی حالت شروع ہی سے نازک رہی۔ 66-1865 میں انٹرنیشنل کو کل 385 ڈالر کی آمدنی ہوئی۔ کانگرس میں فرانسیسی ڈیلی گیٹوں نے کوشش کی کہ ممبر شپ کو صرف پرولتاریہ تک محدود کر دیا جائے۔ (جس کی وجہ سے مارکس اور دوسرے تجربہ کار سیاسی رہنماؤں کو علیحدگی اختیار کرنی پڑتی

لیکن یہ تحریک خصوصاً انگریز ڈیلی گیٹوں کی مخالفت کی وجہ سے مسترد کردی گئی۔

کانگرس کی ایک بڑی کامیابی یہ تھی کہ اس نے ٹریڈ یونین تحریک کے بارے میں ایک واضح طریق کار اختیار کیا۔ اس عام مسئلہ پر مختلف ملکوں میں بڑی الجھنیں تھیں۔ انگلستان کے قدامت پسند یونینٹ یونینوں کو صرف اس نظر سے دیکھتے تھے کہ وہ صرف چھوٹی موٹی اقتصادی رعایات حاصل کرنے کا آلہ ہیں۔ اور فرانس کے پرودھن پرست ٹریڈ یونینوں کو عموماً ایک بیکار بوجھ اور مزدور طبقہ کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ کانگرس نے روزمرہ کی جدوجہد میں یونینوں کی قدروقیمت کو تسلیم کیا۔ اس نے انہیں مزدور طبقہ کے لیے زبردست تعلیمی ذریعہ سمجھا اور پرولتاریہ کی آزادی کے لیے انہیں بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیا۔ مارکس نے بہت پہلے کہا تھا کہ ٹریڈ یونین ''مزدور طبقہ کا بنیادی جوہر ہیں'' ٹریڈ یونین سے متعلق قرارداد میں جسے اس نے لکھا تھا ''اگر ٹریڈ یونین سرمایہ اور محنت کے مابین گوریلا جنگ کے لیے ناگزیر ہیں تو یہ اور بھی زیادہ اہم ہے کہ وہ منظّم جماعت کی شکل اختیار کر کے ہر قسم کی اُجرتی محنت کا انسداد کریں۔'' قرارداد نے یونینوں کو سیاسی عمل پر اور زیادہ توجہ دینے کے لیے کہا اور غیر ماہر وزراعتی مزدوروں کو اپنی صفوں میں شامل کرنے پر زور دیا۔ ابتدائی جنیوا کانگرس میں ٹریڈ یونین تحریک کا جو مارکسی تصور اپنایا گیا تھا۔ اس کا اطلاق ایک حد تک جوں کا توں آج بھی دنیائے سرمایہ داری پر ہوتا ہے۔

ٹریڈ یونین کے سوال کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی ہڑتال شکنوں (سڑائک بریکرز) پر بھی توجہ دی گئی۔ اس کا اثر خاص طور پر انگریز ٹریڈ یونینوں اور ریاست ہائے متحدہ کی یونینوں پر ہوا متواتر ایسا ہوا کہ انگریز ہڑتالیوں کو ہڑتال کے دوران میں بلجیم، ہالینڈ، اور فرانس سے برآمد کیے ہوئے ہڑتال توڑنے والوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کانگرس نے مزدوروں کو اس خطرے سے چوکنا رہنے کے لیے کہا اور اس کے سدباب کے لیے بین الاقوامی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔

ایک اور اہم کام جو کانگرس نے سرانجام دیا یہ تھا کہ امداد باہمی کی تنظیموں کے بارے میں مزدور طبقہ کے سامنے ایک واضح پالیسی رکھی۔ اس قسم کی تنظیم نسبتاً اس وقت نئی تھی اور اس میں جو طاقت مضمر تھی اس کے بارے میں بڑھی الجھنیں تھیں۔ خصوصاً پرودھن اور لاسل کے پیروکار جو اپنی قسم کی امداد باہمی کی انجمن کے مبلغ تھے صرف اسی کو پرولتاریہ کی آزادی کا راستہ سمجھتے تھے۔ اس سے پہلے افتتاحی خطبہ میں بیان کردہ ایک عام پالیسی کی مطابقت میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ امداد باہمی کی انجمنوں

خصوصاً پیدا کنندگان کی تنظیموں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن یہ مزدوروں کو آزادی نہیں دلا سکتیں پرودھان پرستوں نے جو ہر موقعہ پر اپنا نسخہ آزمانے کے متمنی رہتے تھے کانگرس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ایک بین الاقوامی باہمی قرضہ بنک کے قیام سے متعلق قرارداد منظور کرے۔ کانگرس کے التوا کے بعد اس منصوبہ کا نام پھر کبھی نہیں سنا گیا۔

ایک اہم اقدام جو کانگرس نے کیا یہ تھا کہ بطور فوری سیاسی مقصد کے آٹھ گھنٹے کا کام کا دن قانوناً منوانے کے لیے جدوجہد کی تصدیق کی۔ اس وقت سرمایہ دار ملکوں میں مزدور دس گھنٹے کے دن کے لیے لڑ رہے تھے۔ کانگرس نے انہیں ایک برتر مطمح نظر عطا کیا اور اُس کے لیے کوشش کرنے کی ترغیب دی۔ اس سے بہت پہلے 1836 میں ریاست ہائے متحدہ میں آٹھ گھنٹے کا دن کا مطالبہ مزدور اخباروں میں پیش کیا جانے لگا تھا۔ 1842 میں بوسٹن کے جہازی بڑھیوں نے آٹھ گھنٹے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ 1866 میں لیبر یونین کی بنیاد رکھنے والی کنونشن نے اسے اپنا ایک اہم مسئلہ بنایا۔ اس نعرہ نے انگلستان میں بھی ایک تاریخ ترتیب دی۔ جنیوا کانگرس نے آٹھ گھنٹے کا دن کا مطالبہ رکھ کر اس وقت سے اسے بین الاقوامی مطالبہ بنا دیا۔ آنے والے سالوں میں اسے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوئی۔

کانگرس نے مطالبہ کیا کہ عورتوں سے کام لینے کا طریقہ ختم کیا جائے اور صنعت میں عورتوں اور بچوں کے کام کا ضابطہ بنایا جائے۔ فرانسیسی پرودھن پرستوں نے جن کا کہنا تھا کہ عورتوں کی جگہ گھر ہے۔ صنعت میں عورتوں کی ملازمت کی قطعی مخالفت کی۔ کانگرس نے بچوں کی مزدوری کے مکمل انسداد کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ اسے قانون کے تحت لانے کی حمایت کی۔ اس نے کمسن مزدوروں کو تین گروہوں یعنی نو سے بارہ، بارہ سے پندرہ اور پندرہ سے اٹھارہ سال کی عمر کے گروہوں میں تقسیم کیا اور ہر گروہ کے لیے مختلف کام کے اوقات مقرر کیے۔ اس کا بنیادی تصور یہ تھا کہ صنعتی ترتیب اور عام تعلیم کو متحد کر دیا جائے۔ ٹیکس کے مسئلے کے متعلق جو ایجنڈے میں شامل تھا بواسطہ ٹیکس کی بجائے براہ راست ٹیکس کی حمایت کی۔

قانون سازی کی مخالفت کرنے والوں کو (یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے سیاسی گروہ بندی کی کوکھ سے جنم لیا تھا) غلط قرار دیتے ہوئے کانگرس نے مجموعی طور پر مزدوروں کے حفاظتی قوانین کے بارے میں اعلان کیا ''اگر مزدور طبقہ حکمرانوں کو ان قوانین کے اختیار کرنے پر مجبور کرے تو اس سے یہ نہ ہوگا کہ موخرالذکر طبقہ مضبوط ہوگا بلکہ جو طاقت اب مزدوروں کے خلاف استعمال کی جاتی ہے، وہی ان کے

ہاتھوں میں ایک ہتھیار ہو جائے گی''۔

فرانسیسی ڈیلی گیٹوں کے ایماء پر مذہب کے بارے میں مزدوروں کے رجحان کا مسئلہ بھی کانگرس کے سامنے آیا۔لیکن ڈیلی گیٹوں نے اُسے نظر انداز کر دیا اور کوئی خاص قدم نہ اُٹھایا۔مزدوروں کی آنے والی مجاہد نسلوں کے لیے ابتدائی مزدور پالیسی کے بارے میں کانگرس کی یہ صحیح رہنمائی تھی۔ مذہب مارکسیوں اور کمیونسٹ پارٹیوں کے لیے ایک حقیقی مسئلہ تو ہے لیکن آئی ڈبلیو۔اے جیسی وسیع تنظیم میں اس مسئلہ کو اٹھانا فساد کا باعث ہو جاتا اس لیے ٹریڈ یونینوں اور دوسری عوامی اقتصادی اور سیاسی جماعتوں کا کلیسا کی رجعت پرست پالیسی کے خلاف لڑتے ہوئے بھی جنیوا کانگرس کی روایت پر چل کر اس مسئلہ کو نہ چھیڑنا دانائی کا ثبوت ہے ورنہ انہیں بھی مذہب کے فلسفیانہ اور اعتقادی گورکھ دھندوں الجھنا پڑتا۔ مذہبی اعتقادات کی بنا پر مزدوروں میں تفرقہ سے صرف کلیسا ہی کو خوش ہوتی۔

مختلف ملکوں کی مسلح افواج کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے کانگرس نے مستقبل فوج کے خاتمہ اور عوامی ملیشیا کے قیام پر زور دیا یہ ایک دوسری بنیادی پالیسی تھی جو دنیا کے ترقی پذیر مزدور تحریک کے سامنے رکھی گئی۔کانگرس نے یورپ میں روس جیسی زار شاہی کے تصور کی شدت سے مذمت کرتے ہوئے کہا ''حق خود ارادیت پر عمل درآمد کرتے ہوئے جمہوری اور سماجی بنیادوں پر پولینڈ کی تعمیر ضروری ہے''

(7)

نشو ونما، لوزان اور بروسلز

(1867-1868)

1866 کی جنیوا کانگرس کے بعد آنے والا اور پہلے انٹرنیشنل کے لیے نشو ونما اور سیاسی ارتقا کا دور تھا۔ یہ خصوصاً اقتصادی میدان میں مزدور طبقہ کی بڑھتی ہوئی جدوجہد کا زمانہ تھا 1866 کے اقتصادی بحران نے آنے والے سالوں میں انگلستان، فرانس، بلجیم، سوئٹزرلینڈ اور دوسرے ملکوں میں ہڑتالوں کی لہر دوڑائی۔ جیسا کہ جنرل کونسل کی اس وقت کی روئداد پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے انٹرنیشنل کے حامیوں نے ان ہڑتالوں میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ کیا۔

آئی۔ڈبلیو۔اے ٹریڈ یونینیں اور ہڑتالیں

ان متعدد ہڑتالوں میں سب سے نمایاں فروری 1867 میں پیرس کے کانسی کے مزدوروں کی ہڑتال تھی۔ان مزدوروں نے پندرہ سوارکان پر مشتمل ایک یونین اس پر مالکوں نے تالہ بندی کی دی۔ انٹرنیشنل فوراً ان کی مدد کو پہنچی۔جنرل کونسل کی رہنمائی میں انگریز یونینوں نے ہڑتالیوں کی مدد کے لیے ایک ہزار پونڈ سے زیادہ کی رقم دی۔مارکس کہتا ہے''جوں ہی مالکوں نے یہ حالات دیکھے وہ جھک گئے''۔یہ کانسی کے مزدوروں کی ایک حقیقی جیت تھی ان کی یونین کے ممبروں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔پوسٹ گیٹ کہتا ہے''اس نے بہت گہرا اثر ڈالا۔سارے فرانس میں ٹریڈ یونینیں وجود میں آ گئیں اور اقتصادی جدوجہد شدید ہوگئی۔''مغربی یورپ میں ہر طرف انٹرنیشنل کا وقار بہت بلند ہوگیا۔اس کا اظہار اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب فرانس ہیں کریسوٹ (Gusat) ہڑتال کے رہنما ایسی کو گرفتار کر کے مقدمہ کے دوران میں اس سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ انٹرنیشنل کا ممبر ہے تو اس نے جواب دیا''نہیں۔لیکن خیال ہے کہ بن جاؤں گا''۔

دوسری اہم ہڑتالیں جو اس وقت یورپ میں ہوئیں وہ لندن کے درزیوں کی،جنیوا کے معماروں کی،فرانس کے ریشم اور چارلیروئی کے کوئلے کی کان مزدوروں کی تھیں۔ان تمام موقعوں پر انٹرنیشنل کی قوتوں نے پُر جوش امداد کا مظاہرہ کیا۔بہت سی ہڑتالوں میں مزدوروں کو کامیابی ہوئی۔خصوصاً انگریز ہڑتالوں میں اتحاد کا بڑا ثبوت دیا گیا۔پوسٹ گیٹ کہتا ہے''ہڑتال توڑنے والے باہر سے نہ لائے جا سکے اور جو آئے بھی تو انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا گیا۔''جنیوا کے معماروں کی ہڑتال جس میں مزدوروں کو جزوی فتح ملی وسیع عالمی توجہ کا مرکز رہی۔دور دراز امریکہ میں بھی نیشنل لیبر یونین نے خانہ جنگی کے بعد بڑھتی ہوئی ٹریڈ یونین تحریک میں بہت سی اہم ہڑتالوں کی رہنمائی کی۔

انٹرنیشنل سیاسی جدوجہد میں

آئی۔ڈبلیو۔اے نے نہ صرف ہڑتالوں کی بلکہ مختلف ملکوں کی سیاسی تحریکوں پر بھی گہری توجہ دی۔ یہ جدوجہد بھی کافی عروج کو پہنچی،خصوصاً ان لڑائیوں کی وجہ سے جو فوری قانون سازی کی اصلاح کے لیے

لڑی گئیں۔شمالی جرمنی 1866 میں آسٹریا اور پروشیا کی جنگ کے بعد جب کہ لائب نخ اور ببیل نے پہلی مرتبہ شریک ہو کر رہنمائی کی، 12 فروری 1867 کو پارلیمنٹ کے قومی انتخابات کے لیے مزدوروں کو ووٹ کا حق ملا۔حق رائے دہی یورپ مزدوروں کے ہاتھ میں عموماً ایک نیا ہتھیار تھا اور اس میں مضمر طاقتوں کا انہیں ابھی اچھی طرح اندازہ نہ ہو پایا تھا۔فرانس میں جہاں شہنشاہ نپولین سوئم نے مزدوروں کا حق رائے دہی اور پریس کی آزادی کے قوانین منظور کر لیے تھے مزدور اپنی حاصل کردہ اس نئی آزادی سے وسیع فائدہ اٹھانے لگے،خصوصاً نومبر 1867 میں ایک بڑا مظاہرہ کر کے پیرس کے مزدوروں نے اپنی بڑھتی ہوئی جنگجوئی کا ثبوت دیا۔ ان ملکوں میں جہاں کچھ زیادہ جمہوریت تھی اور کامیابیاں حاصل ہوئیں،خصوصاً انگلستان میں 1867 کا ریفارم ایک منظور کیا گیا۔(جو بعد میں سکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ میں بھی لایا گیا)۔اس ایکٹ نے انگریز شہری مرد مزدوروں کو ووٹ کا حق دیا۔لیکن زرعی پرولتاریہ اور عورتیں پھر بھی اس حق سے محروم رہیں۔ 1869 میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں صدر گرانٹ کی انتظامیہ نے ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق حکومتی اداروں میں آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کیا گیا۔اسے کانگرس نے 18 مئی 1872 کو قانونی شکل دی۔

1866-69 کے دوران میں آئی۔ڈبلیو۔اے کی بڑی جدوجہد جنگ کے بڑھتے ہوئے خطرات کے خلاف رہی 1866 میں آسٹریا اور پروشیا کے درمیان چھ ہفتوں کی جنگ ہوئی جس میں اول الذکر کو مکمل شکست کا سامنا کرنا پڑا۔اس جنگ کو رجعت پرستوں کی جنگ قرار دیتے ہوئے جنرل کونسل نے اس کی مذمت کی اور دونوں ملکوں میں سے کسی کو مزدوروں کی امداد کا مستحق نہیں سمجھا۔اسی دوران میں فرانس اور جرمنی کے درمیان تیزی کے ساتھ کشیدگی پیدا ہوئی۔ریاست ہائے متحدہ اور انگلستان کے مابین خانہ جنگی کے نتائج میں جنگ کے خطرات بڑھنے لگے جنرل کونسل نے امریکی مزدوروں کو اس جنگی خطرے کے خلاف احتجاج پر آمادہ کیا۔

اپنے آغاز ہی سے جنرل کونسل سرمایہ دارانہ جنگ کی مخالف رہی۔جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں انگریزوں کی امریکی خانہ جنگی میں شرکت کے خلاف جنرل کونسل نے سپاہیانہ عزم کے ساتھ لڑائیاں کیں۔اور آسٹریا اور پروشیا کے مابین جنگ کی مذمت کی۔جنیوا کانگرس نے بھی مستقل فوج کے بارے میں قرارداد منظور کرتے ہوئے بطور فرض منصبی جنگ کی مخالفت کی۔لوزان اور بروسلز کی کانفرنسوں نے بھی

جنگ کے خلاف قراردادیں منظور کیں۔

برسلز کی قرارداد زیادہ واضح تھی اس نے جنگ کی مذمت کرتے ہوئے اسے مزدوروں کے لیے بڑی دہشت انگیزی قرار دیا اور کہا ''انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن'' کی برسلز میں ہونے والی یہ کانگرس جنگ کے خلاف پرزور احتجاج قلم بند کرتی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کی اپنے اپنے ملکوں کی تمام شاخوں، مزدور طبقہ کی ہر تنظیم اور محنت کشوں کے ہر گروہ کو خواہ وہ کسی قسم کی ہوں مدعو کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ لوگوں کے مابین جنگ کو انتہائی شدید اقدامات کے ذریعہ سے روکیں۔ جنگ کو آج خانہ جنگی کے سوا کچھ نہیں سمجھا جا سکتا چونکہ یہ پیدا کنندگان کے درمیان ہوتی ہے اس لیے یہ صرف بھائیوں بھائیوں اور شہریوں شہریوں کی اندرونی کشمکش ہے۔ اس لیے مزدوروں سے کانگرس کا پُرزور مطالبہ ہے کہ اگر ان کے اپنے ملکوں میں جنگ شروع ہو جائے تو کام سے دست بردار ہو جائیں۔''

اس سوال پر کہ آیا جنگ کو روکنے کے لیے عام ہڑتال کو ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جانا چاہیے یا نہیں۔ عالمی مزدور تحریک میں اس قرارداد نے ایک اہم طویل نزاعی مسئلہ پیدا کر دیا۔ یہ سوال بار بار بین الاقوامی کانگرسوں میں اُٹھایا گیا۔ مارکس نے اس خیال کی مخالفت کی۔ اس نے برسلز قرارداد کے ضابطہ کو ''احمقانہ'' قرار دیا۔

مخالف جنگ مباحثہ سے آئی۔ ڈبلیو۔ اے اور ایک چھوٹے سرمایہ داروں کی صلح پسند تنظیم امن اور آزادی کی لیگ کے باہمی تعلقات کا مسئلہ سامنے آ گیا۔ آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی کانگرس کی التوا کے فوراً بعد 9 ستمبر 1867 کو جنیوا میں لیگ نے امن کانگرس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مارکس نے اینگلز کو 4 ستمبر 1867 کے ایک خط میں لیگ کے ''لفاظ مقررین'' کی سخت مذمت کی۔ بایں ہمہ لوزان کانگرس (آئی۔ ڈبلیو۔ اے) نے لیگ کا دعوت نامہ منظور کر لیا اور تین ڈیلی گیٹ گوائے لام، ڈی پاپ اور ٹولیں کو کانگرس میں شمولیت کے لیے بھیجا تا کہ وہاں لوزان کی مخالف جنگ تجویز سنا دیں۔ اسی سال دوبارہ برسلز کے لیے آئی۔ ڈبلیو۔ اے کو لیگ کا اسی قسم کا دوسرا دعوت نامہ ملا۔ لیکن اس نے مسترد کرتے ہوئے لیگ کو انٹر نیشنل میں شامل ہو جانے کو کہا گیا لیکن لیگ نے انکار کر دیا۔ اور لشتم پشتم ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے بالآخر ختم ہو گئی۔

اس سیاسی اور اقتصادی جدوجہدوں کے ذریعہ انٹرنیشنل نے مزدور تحریک کی بنیاد رکھی۔ انہی دنوں

1867 میں عالمی مزدوروں نے ایک اہم نظریاتی اقدام کیا وہ تھا مارکس کی پہلی جلد ''سرمایہ'' کا زیور طباعت سے آراستہ ہونا۔ نظام سرمایہ داری کے اس عمیق تجزیہ میں خصوصاً مارکس کی ''قدر زائد'' کا انقلابی نظریہ مکمل طور پر سامنے آیا۔ ایک سال بعد آئی۔ ڈبلیو۔ اے نے باضابطہ مارکس کے عظیم کارنامہ کی تعریف وتصدیق کی اور تمام ممبروں سے اس کے مطالعہ کی درخواست کی۔

لوزان کانگرس

آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی دوسری کانگرس لوزان میں 2 سے آٹھ ستمبر 1867 تک جاری رہی۔ اس میں 71 ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی۔ ان میں 38 سوئٹزرلینڈ، 18 فرانس 6 جرمن، 2 انگلستان، 2 اٹلی، بلجیم اور 4 ممبر (ڈوپانٹ، اکاریس اور یسز) جنرل کونسل کے تھے اور بہت سی یونینیں فنڈ کی کمی کی وجہ سے اپنے ڈیلی گیٹ نہ بھیج سکیں۔ انگلستان کے ''خالص اور سادہ'' ٹریڈ یونین ازم کے حامی عموماً شامل نہ ہوئے۔ آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی ہر شاخ ایک ووٹ کی حق دار تھی۔ مارکس نے اگرچہ کانگرس میں شرکت نہیں کی لیکن اس نے اس سے اپنا قریبی رابطہ رکھا۔ ان سالوں میں وہ کام کی زیادتی، بیماری افلاس اور خوراک کی کمی کا شکار تھا۔

کانگرس میں فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے ''باہمی امداد پسند'' یا پرودھن پرست بہت زیادہ سرگرم رہے۔ جیسا کہ مہرنگ کہتا ہے ''وہ اچھی طرح تیار ہو کر آئے تھے'' اور انہوں نے اپنے موقع پرست اور انتشار پسند خیالات کا سارے اجتماع پر اثر ڈالا۔ خصوصاً انہوں نے ہڑتالوں کو ناپسندیدہ قرار دینے کی تجویز منظور کرائی اور عوامی بنک اور مفت مزدور قرضہ کے چھوٹے سرمایہ دارانہ نسخہ کی تصدیق کرائی۔

ایک اہم اور تعمیری کام جو کانگرس نے سرانجام دیا یہ تھا کہ اس نے ایک قرارداد منظور کی جس میں حمل ونقل ومبادلہ کے ذرائع کو ریاستی ملکیت بنانے کی سفارش کی گئی تھی۔ سٹیک لاف کہتا ہے کہ یہ فعل ''وہ پہلا ٹھوس ضابطہ تھا جس نے پیداوار اور مبادلہ کے ذرائع کو اجتماعی ملکیت بنانے کا تصور پیدا کیا۔ یہ ایک جھلک تھی اس شدید جدوجہد کی جس کا پُرجوش اظہار اس سوال پر بعد میں انٹرنیشنل میں ہوا۔'' زمین کی قومی ملکیت قرار دینے کی تحریک پوری حمایت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے آئندہ کانگرس کے لیے اُٹھا رکھی گئی۔

دوسری اہم قرارداد کا تعلق سرمایہ دار نظام کے ڈھانچہ کے اندر رہتے ہوئے سیاسی اصلاحات کے

لیےلڑنے سے تھا۔ یہ مسئلہ بھی بعد میں انٹرنیشنل میں تلخ جدوجہد کا باعث بنا ایجنڈا کے الفاظ یہ تھے ’’کیا سیاسی آزادی سے محرومی مزدوروں کی سماجی آزادی میں رکاوٹ نہیں ہےاور کیا یہ سیاسی انتشار کی خاص وجہ نہیں ہے؟ سیاسی آزادی کا جلداز جلد حصول کیونکر ممکن ہے‘‘؟ آخر میں کانگرس نے بالاتفاق منظور کیا، ’’یہ خیال کرتے ہوئے کہ سیاسی آزادی سے محرومی لوگوں کی سماجی ارتقا کی راہ میں رکاوٹ ہے پرولتاریہ کی آزادی کی خاطر اعلان کیا جاتا ہے (1) پرولتاریہ کی سماجی آزادی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ انہیں سیاسی آزادی حاصل نہ ہو (2) سیاسی آزادی کا حصول ایک قطعی ضروری ابتدائی قدم ہے‘‘۔ قرارداد کی یہ شق جو دوسری مناسبت سے کچھ الجھی ہوئی تھی۔عموماً اس نقطہ سے متفق ہے جو اس سے پہلے مارکس نے پیش کیا تھا۔

دوسرا اہم مسئلہ جس پر بحث ہوئی جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں منڈلانے والے جنگی خطرات سے متعلق تھا۔لوزان کے بعد یہ مسئلہ بین الاقوامی مزدوروں کی تمام کانگرسوں کے لیے ایک مستقل ایجنڈا کی صورت اختیار کر گیا۔

بروسلز کانگرس

انٹرنیشنل کی تیسری کانگرس 6 تا 15 ستمبر 1868 کو بروسلز میں منعقد ہوئی۔اس شہر میں کانگرس کا انعقاد بجائے خود ایک بڑی سیاسی اہمیت رکھتا ہے۔اس سے انٹرنیشنل کی بڑھتی ہوئی طاقت کا انداز ہوتا ہے کیونکہ مغربی یورپ میں بلجیم ایک سب سے زیادہ رجعت پرست تھا۔انٹرنیشنل کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا جتنا کہ اس کانگرس میں ہوا۔ اس میں 99 ڈیلی گیٹوں نے حصہ لیا۔بلجیم کے 55، فرانس کے 18، سوئٹرزلینڈ کے 7، انگلستان کے 5، اٹلی کے 2، سپین کا 1 اور جنرل کونسل کے 6 (اکاریس، جنگ، یسنر، نک رافٹ شا اور سٹیپ)۔مارکس شامل نہ تھا۔جنرل کونسل میں اب بھی انگریزوں کی اکثریت تھی لیکن انہوں نے کانگرسوں میں بڑی تعداد میں ڈیلی گیٹ شامل کرنے سے کوئی دلچسپی نہ لی۔

بروسلز کانگرس کا سیاسی مرکز مخالف جنگ قرارداد تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔دوسرا اہم معاملہ جو زیر بحث آیا وہ ہڑتالوں پر نظر ثانی کا سوال تھا۔ بڑے بحث ومباحثہ کے بعد ہڑتال کو مزدوروں کا جائز اور ناگزیر اسلحہ تسلیم کیا گیا۔امداد باہمی کی انجمنوں کی بھی دوبارہ تصدیق کی گئی لیکن تنقید ویسی ہی تیز تند لہجہ میں

کی گئی جیسا کہ اکثر چھوٹے سرمایہ داروں کا شیوہ ہے۔

صنعت میں مشینوں کے سوال پر کانگرس نے یہ کہتے ہوئے کہ فیکٹریوں میں ان کے استعمال کے بارے میں مزدوروں کو بھی رائے دینے کا حق ہے باہمی امداد پسندوں کو رعایت دیتے ہوئے اعلان کیا ''صرف امداد باہمی امداد باہمی کی انجمنوں اور باہمی قرضہ کی تنظیموں کی مدد ہی سے کوئی پیدا کنندہ مشینوں کو اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے۔'' مزدوروں کے لیے باہمی قرضہ کے سوال پر پرودھان پرستوں کو بھی فائدہ ہوا۔ سخت مخالفت کے باوجود انہوں نے انٹرنیشنل کو مجبور کیا کہ وہ مزدوروں کا مبادلہ بنک ''جو محنت کشوں کو سرمایہ سے آزادی دلا سکتا ہے'' قائم کرنے کی تجویز منظور کرے۔ سٹیک لاف کہتا ہے ''پرودھن پرستوں کی یہ آخری فتح تھی جو انہوں نے اس بارے میں حاصل کی''۔

اس کے باوجود ملکیت خصوصاً زمینی ملکیت سے متعلق آئی۔ ڈبلیو۔ اے کے عام رجحان پر پرودھن پرستوں کو ایک بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ باہمی امداد پسند چھوٹے دکانداروں اور کاشتکاروں کے مفاد کی نمائندگی کرتے تھے اس لیے انہوں نے زمین کو قومی ملکیت قرار دینے کی سختی سے مخالفت کی۔ یہ وہ سوال تھا جسے لوزان کانفرس میں آئندہ کے لیے اٹھا رکھا گیا تھا۔ بہرحال بروسلز کانگرس نے 130 کے مقابلہ میں 4 اور پندرہ غیر حاضر ووٹ سے ایک قرارداد منظور کی جس میں ریلوے، قابل کاشت اراضی، جنگلات، نہریں، سڑکیں، ٹیلیگراف وغیرہ کو قومی ملکیت تسلیم کرنے کو کہا گیا تھا۔ باہمی امداد پسندوں کے لیے یہ فیصلہ کن شکست تھی۔ ابتدائی تین کانگرسوں میں پرودھن ازم سے متعلق جس انحراف پسندی کا مظاہرہ ہوا اس کے باوجود جیسا کہ سیٹک لاف کہتا ہے ''آئی، ڈبلیو، اے ہمیشہ بنیادی طور پر ایک اجتماع پسند تنظیم رہی۔ اس کا بیشتر سبب مارکس کی وہ قیادت تھی جس کا اظہار افتتاحی خطبہ، اس کی بہت سی قرار دادوں اور عملی پالیسیوں کے مرتب کرنے سے ہوا۔ کیمونسٹ یا اجتماع پسند رجحانات جنیوا کی پہلی کانگرس کے بعد ہی سے ترقی پانے لگے تھے اور بروسلز میں اُن کا فیصلہ کن اندراج عمل میں آیا۔ اس کے بعد آئی۔ ڈبلیو۔ اے میں پرودھن پرستوں کا بہت ادنیٰ رول رہ گیا۔ مزدور تحریک میں مارکس ازم کے خلاف پہلی بین الاقوامی مزاحمت کا دیوالہ نکل گیا۔

سرمایہ داروں کے بڑھتے ہوئے حملے

ستمبر 1864 میں جب انٹرنیشنل کی بنیاد رکھی گئی تو یورپ کے سرمایہ داروں نے اس سے بہت کم دلچسپی لی تھی۔ بورژوا اخبارات نے اس کے قیام کو لائق توجہ نہ سمجھا تھا۔ مزدوروں کی بین الاقوامی تنظیم کا تصور ایک ایسا انوکھا منصوبہ تھا کہ اس میں مضمر طاقتوں کا اندازہ لگانا آسان نہ تھا۔ کچھ زیادہ سنجیدہ بورژوا عناصر مثلاً انگلستان کی آزاد خیال جماعت اطالیہ کے مازینی کے پیروکار اور فرانس کے رجعت پرست بونا پارٹیے یہ خیال کرنے لگے تھے کہ آئی، ڈبلیو۔ اے کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مگر جوں ہی انٹرنیشنل کے کارنامے بروئے کار آئے بورژوا عناصر کا مغالطہ دور ہو گیا، خصوصاً صنعتی میدان میں جیسا کہ بتلایا جا چکا ہے انٹرنیشنل کے ابتدائی سالوں میں بہت سی ہڑتالیں ہوئیں۔ جن کی آئی۔ ڈبلیو۔ اے نے بلا شک وشبہ مستحکم قیادت اور ہمت افزائی کی۔ اس نے مالکوں کو خوفزدہ کر دیا۔ انہیں پہلی مرتبہ مختلف ملکوں کے محنت کش عوام کی حقیقی بین الاقوامی سلیت کا سامنا کرنا پڑا۔ بالخصوص انہیں جب یورپ میں ہڑتال توڑنے والوں کا بین الاقوامی استعمال ختم ہوتا ہوا نظر آیا تو وہ بہت پریشان ہوئے وہ اس طریقہ کو پھر کبھی بھی وسیع پیمانے پر زندہ نہ کر سکے۔

رجعت پرست اخبارات نے اس وقت کی تمام ہڑتالوں اور سیاسی جدوجہد کا انٹرنیشنل کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ انہوں نے اسے ایک سیاسی ہوا بنا کر پیش کیا۔ جائیک کہتا ہے ''جنیوا سے لے کر باسل تک کے تمام سالوں میں انٹرنیشنل بورژوا کی نظروں میں ایک خوفناک پُراسرار قوت تھی اور جاگ اٹھنے والے پرولتاریہ کی نظروں میں جلد آنے والے انقلاب کی علمبردار۔'' اس کے بعد اخبارات نے انٹرنیشنل کے خلاف وسیع پیمانے پریشان تراشی اور غلط بیانی کی مہم شروع کر دی اور آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی ہر کارروائی کو غلط رنگ دے کر پیش کیا۔

فرانس میں نپولین سوئم کی پولیس انٹرنیشنل کے ارکان کے در پے ہو گئی۔ ان میں بیشتر پرودھن کے حامی تھے۔ حکومت نے دعویٰ کیا کہ چونکہ انٹرنیشنل فرانس میں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہے لہٰذا اس کے ارکان قابل مواخذہ ہیں۔ نتیجتاً مارچ 1868 اور جون 1870 کے درمیانی عرصہ میں پیرس میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے کے ارکان کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔ ان میں ٹولیں، دھرلن، فرانکیل، شمائیل، مالون، لانڈرن اور دوسرے بہت سے سرکردہ رہنما شامل تھے۔ انہیں ایک سال تک کی مختلف سزائیں دی

گئیں اور انٹرنیشنل کو فرانس میں غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ یہ رجعت پسندوں کے حملے کا آغاز تھا بالآخر چند سال بعد آئی۔ ڈبلیو۔ اے پورے یورپ میں غیر قانونی جماعت قرار دے دی گئی۔

انٹرنیشنل کی نشوونما

اپنی اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں کی بدولت انٹرنیشنل بہت سے ملکوں میں تیزی کے ساتھ پھیل گئی۔ پولیس کی بڑھتی ہوئی دست درازی اس کی ترقی کی رفتار کو نہ روک سکی اس کی نشوونما میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی ہڑتالوں میں قیادت بہت اہمیت رکھتی تھی۔ انگلستان میں 1869 کی ٹریڈ یونین کانگرس نے تمام یونینوں سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ اپنا الحاق آئی۔ ڈبلیو۔ اے سے کر لیں۔ بہت سی یونینوں نے آئی۔ ڈبلیو۔ اے کے قابل تعریف کام کے پیش نظر اپنا الحاق کر لیا۔ فرانس میں 1869 میں انٹرنیشنل کے ممبروں کی تعداد تقریباً 2 لاکھ تھی۔ لوزوسکی اپنی کتاب ''مارکس اور ٹریڈ یونین'' میں رقمطراز ہے ''فرانس کے طول وعرض میں، مقامی یونینیں، مزاحمتی جماعتیں، باہمی امداد کی تنظیمیں سیاسی گروہ، تمام ہڑتالی عورتیں اور مرد انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن سے ملحق ہو گئے۔ بلجیم میں کوئلے اور لوہے کی ہڑتالوں کے بعد آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی ''بیس سے زیادہ شاخیں صنعتی مرکزوں میں قائم ہو گئیں۔'' ان میں بیشتر کے ارکان سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔'' سٹیک لاف کہتا ہے کہ بلجیم میں کامیاب ہڑتالوں کے بعد آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ ''صرف جنیوا میں انٹرنیشنل کے ارکان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی اور دوسری بہت سی الحاق کرنے والی یونینیں اس کے علاوہ تھیں۔'' یہ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت کل ارکان کی صحیح تعداد کیا تھی۔

ریاست ہائے متحدہ میں بھی نو عمر ٹریڈ یونین تحریک میں انٹرنیشنل مضبوط قیادت رکھتی تھی۔ 1866 میں اپنے آغاز ہی سے نیشنل لیبر یونین آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی ہمدرد رہی۔ سلوس (1829-1828) ٹریولک، جیپ، کمیران اور اس کے دوسرے رہنما خصوصاً یورپ سے ہڑتال والوں کی درآمد کے خطرہ سے خوفزدہ ہو کر آئی، ڈبلیو اے کی امداد کے خواستگار تھے۔ 1864 میں امریکی کانگرس کی ایک دفعہ نے ہڑتال توڑنے والوں کی درآمد کا خطرہ اور بڑھا دیا تھا۔ جس کے مطابق ''مالکوں کو معاہدہ کے تحت مزدوروں کی درآمد کا خطرہ اور بڑھا دیا تھا۔ جس کے مطابق ''مالکوں کو معاہدہ کے تحت مزدوروں کی درآمد اور اجرتوں

سے آمد ورفت کا خرچ مجرا کرنے کا حق دیا۔ 1867 میں نیشنل لیبر یونین کے کنونشن نے رچرڈ ایف ٹریولک کو بحیثیت ڈیلی گیٹ آئی۔ ڈبلیو۔ کی لوزان کانگرس میں شمولیت کی منظوری دی لیکن فنڈ کی کمی کی وجہ سے وہ شریک نہ ہوسکا۔ 1848 میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے کے جنرل سیکرٹری جے۔ جی اکاریس نے نیشنل لیبر یونین کو بروسلز کانگرس میں ایک ڈیلی گیٹ بھیجنے کی دعوت دی مگر مالی مجبوریوں کی بنا پر نیشنل لیبر یونین کوئی ڈیلی گیٹ نہ بھیج سکی۔ تاہم 1869 میں اس نے اپنا ایک ڈیلی گیٹ آئی۔ ڈبلیو۔ اے میں بھیجا۔ خود انٹرنیشنل کی مالی حالت نہایت نازک تھی۔ عموماً جنرل سیکرٹری کی حقیر تنخواہ اور اکثر مرکزی دفتر کا کرایہ ادا کرنا مشکل ہوتا تھا۔ اپنا چندہ پوری طرح ادا کرتے ہوئے اپنی تحریک کو مالی طور پر مضبوط بنانے کا اہم مزدور طریقہ بین الاقوامی محنت کشوں کو ابھی سیکھنا تھا۔

اس دوران میں آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی نہ صرف ٹریڈ یونین رکنیت کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ سیاسی تنظیم نے بھی ترقی کی۔ مزدور بورژوادازی کے بائیں بازو کی سرپرستی سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے خود مختار سیاسی سرگرمی دکھانے میں اپنا پہلا تجرباتی قدم اُٹھا رہے تھے۔ ٹریڈ یونینوں کی اجتماعی ممبرشپ کے مقابلہ میں مغربی یورپ میں انفرادی ممبروں پر مشتمل انٹرنیشنل کے شعبے کثیر تعداد میں پیدا ہوئے۔ ریاست ہائے متحدہ میں بھی اس کا آغاز ہوا۔ اکتوبر 1867 میں نیویارک کا کمیونسٹ کلب جس کی بنیاد 1857 میں ایف اے۔ سورج نے دوسروں کے ساتھ رکھی تھی انٹرنیشنل کا شعبہ بن گیا 1869 میں جنرل ورکنگ منیز یونین (لاسلی رجحان رکھنے والی) نے انٹرنیشنل سے اپنا الحاق کیا۔

اس دوران میں قومی مزدور جماعتوں کی تشکیل سے متعلق بہت سے نمایاں رجحانات وجود میں آئے۔ جو بعد میں کل مزدور سیاسی بین الاقوامیت کی بنیاد بنے۔ اس سلسلہ میں جو سب سے اہم ترقی ہوئی وہ ولہیم لائب نخ اور آگسٹ بیبل کے زیرقیادت جرمنی میں سیاسی تحریک کی ابتدا تھی جو 1869 میں پہلی عوامی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے نام سے اوج کو پہنچی۔ ریاست ہائے متحدہ میں مزدور طبقہ کے خودمختار سیاسی عمل کے بارے میں طاقتور رجحانات نظر آنے لگے۔ 1866 اور 1867 کے کنونشنوں میں نیشنل لیبر یونین نے ایک نیشنل لیبر پارٹی بنانے کی تجویز رکھی اور 1868 میں ایک مختصر عرصہ کے لیے نیشنل لیبر ریفارم پارٹی معرض وجود میں آئی۔ انگلستان میں مزدور اگرچہ لیبر یونین کی جدوجہد میں نہایت سرگرمی کا اظہار کرتے تھے لیکن انہوں نے اب تک سوشل ڈیموکریٹک یا لیبر پارٹی کی تشکیل کی طرف کوئی توجہ نہ دی

تھی اس خامی کی وجہ اس وقت انگریز سرمایہ کا تیزی کے ساتھ عروج تھا۔

(8)

باکونن ازم باسل کانگرس

(1869)

پہلی انٹرنیشنل کی چوتھی کانگرس چھ تا بارہ ستمبر 1869 کو باسل میں منعقد ہوئی۔ ہڑتالوں کی لہر جاری تھی۔ ویلش میں کوئلے کے کان کن، نارمنڈی میں پارچہ بانی کے مزدور، لیونز میں ریشم کے مزدور، جنیوا میں تعمیرات کے مزدور اور انگلستان، بلجیم، فرانس، ہالینڈ سوئٹزرلینڈ اور ریاست ہائے متحدہ میں مختلف گروہ ہڑتالیں کررہے تھے۔ ان مقامات پر ہر جدوجہد میں انٹرنیشنل کے پیروکار پیش پیش تھے چنانچہ آئی۔ ڈبلیو۔ اے روزافزوں ترقی کرنے لگی۔ 1870 میں فرانس کی پولیس نے انٹرنیشنل کی ممبرشپ کا جو تخمینہ لگایا اس کے مطابق فرانس میں 433,785، سوئٹزرلینڈ میں 45,000، جرمنی میں 150,000، آسٹریا و ہنگری میں 100,000، برطانیہ عظمیٰ میں (250 شاخیں) 80,000، سپین میں 20728 ارکان تھے مگر خیالی پلاؤ پکانے والے اخباروں نے کل ممبروں کی تعداد ستر لاکھ تک پہنچادی۔ یہ درست ہے کہ حقیقی ممبرشپ اس سے کہیں کم تھی لیکن اس کے متعلق مستند اعداد و شمار موجود نہیں۔ بہت سے مقامات پر مزدوروں کے اخبارات تیزی کے ساتھ جاری ہوگئے تھے۔ براعظیم یورپ میں 1870 میں تقریباً 29 اخبارات ایسے تھے جو انٹرنیشنل کی حمایت کرتے تھے۔

کانگرس 76 ڈیلی گیٹوں پر مشتمل تھی جو حسب ذیل تھے: فرانس 26، سوئٹزرلینڈ 22، جرمنی 10، بلجیم 5، آسٹریا 2، سپین 2، اٹلی 1، ریاست ہائے متحدہ اور 7 ممبر جنرل کونسل کے۔ مارکس اب بھی موجود نہ تھا۔ امریکن ڈیلی گیٹ کا نام ڈبلیو۔ سی۔ کیمرون تھا جو نیشنل لیبر یونین کا نمائندہ تھا۔ اس نے کانگرس میں آٹھ لاکھ ارکان کی نمائندگی کا مبالغہ آمیز دعویٰ کرتے ہوئے کہا "نئی دنیا میں بسنے والے آپ کے دوست تمام دنیا کے محنت کشوں کا مفاد اپنا مفاد سمجھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ دن بہت قریب ہے جب ان کی صفیں ایک متحدہ محاذ پیش کرسکیں گی"۔ کیمرون آئی۔ ڈبلیو۔ اے سے خصوصاً اس بات کا خواستگار تھا کہ وہ ریاست ہائے متحدہ میں ہڑتال توڑنے والوں کی برآمد کو روکنے میں مدد دے۔ اس نے انٹرنیشنل کو

نقلِ وطن کرنے والوں کا ایک دفتر قائم کرنے پر آمادہ کرلیا لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ نیشنل لیبر یونین میں انٹرنیشنل سے الحاق کا طاقتور رجحان موجود تھا۔ کمیرون کو غور سے سننے کے بعد نیشنل یونین کے 1870 کے کنونشن نے ''انٹرنیشنل ورکنگ منیز ایسوسی ایشن کے اصولوں سے اپنی وابستگی کا اعلان کیا اور جلد ہی الحاق کر لینے کی امید ظاہر کی'' (لورون ''مزدور اور بین الاقوامیت'') لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ سائیلوس جو بین الاقوامیت کا ایک پُر جوش حامی تھا جولائی 1869 کو انتقال کر گیا۔ اس سے نیشنل لیبر یونین کے الحاق کو زبردست جھٹکا لگا۔ آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی جنرل کونسل نے 18 اگست 1869 کو نیشنل لیبر یونین کو ایک تعزیتی خط لکھا۔ اس پر دوسروں کے علاوہ مارکس کے بھی دستخط تھے اس میں سائیلوس کو مزدور مفاد کا ایک مجاہد قرار دیتے ہوئے اُسے خراج عقیدت پیش کیا گیا اور اس کی مفارقت پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا تھا۔ دسمبر 1869 میں ایک نوزائیدہ حبشی نژاد نیشنل لیبر یونین نے 1870 کی آئی۔ ڈبلیو۔ اے کی کانگرس میں اپنا ایک ڈیلی گیٹ بھیجنا طے کیا مگر جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے یہ کانگرس کبھی منعقد نہ ہو سکی۔

آئزے ناک کے سوشلسٹ

انٹرنیشنل کی باسل کانگرس میں ایک اہم اضافہ یہ تھا کہ اس میں جرمنی سے دس ممبروں پر مشتمل مندوبین کا ایک جاندار وفد شامل ہوا۔ ان میں لائب ، ریٹنگ ہاس اور ہئیس بھی تھے۔ یہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندے تھے۔ یہ پہلی صحیح قسم کی سوشلسٹ پارٹی جس نے اپنا الحاق انٹرنیشنل سے کیا۔ یہ تنظیم جس کی قیادت زیادہ تر لائب نخ اور ببیل کر رہے تھے، بمقام آئزے ناک (جرمنی) کئی سالوں کی تیاری کے بعد ایک ماہ قبل اگست 1869 میں قائم ہوئی تھی۔ یہ نئی جماعت عموماً ''آئزے ناکی'' کہلاتی تھی۔

ولہیم لائب نخ 1900-1826 جیسین (جرمنی) میں پیدا ہوا۔ وہ ایک معلّم تھا۔ شروع شروع میں وہ جمہوریت پسند تھا۔ اس نے 1848 کے جرمن انقلاب میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جلا وطن کیا گیا۔ وہ تیرہ برس تک لندن میں مارکس کے ساتھ کام کرتا رہا اور ایک پختہ کار کمیونسٹ بن گیا۔ لائب نخ 1861 میں جرمنی واپس گیا اور فوراً نوعمر مزدور تحریک میں سر

گرمی کے ساتھ کام کرنے لگا۔ وہ جرمن مزدور طبقہ کا ممتاز رہنما اور لاسّل کا شریک کار تھا۔ اس نے بہت سے پمفلٹ اور کتابیں لکھیں اور عرصہ دراز تک ''ریشتاغ'' (جرمن پارلیمنٹ) کا ممبر رہا۔ کارل لائب نخ اس کا لڑکا تھا۔

اگسٹ ببیل (1840-1913) کولون (جرمنی) میں پیدا ہوا۔ وہ پروشیا کی فوج کے ایک نان کمیشنڈ افسر کا لڑکا تھا۔ اس نے لکڑی کے خراد کو اپنا پیشہ بنایا اور لاسل کی تنظیم میں شامل ہو گیا۔ لائب نخ کی صحبت میں ببیل مارکسی بن گیا۔ ان دونوں نے 1866 کی آسٹریا اور پروشیا کی جنگ کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ ببیل ایک ذہین مقرر تھا اس کے بہت سے پیروکار تھے۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور کتاب ''عورت اور سوشلزم'' ہے۔ لائب نخ کے ساتھ مل کر اس نے مزدور تنظیموں کو آئزے ناک میں متحد کیا۔ یہ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی ابتدا تھی۔ ببیل تقریباً چالیس سال تک سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی قیادت کرتا رہا۔

نوعمر سوشلسٹ پارٹی کی انقلابی روح کا پتہ اس تقریر سے چلتا ہے جو لائب نخ نے 1869 میں کی۔ اس آتش ریز تقریر کی بنا پر اُسے قید کر دیا گیا۔ اس نے کہا تھا ''سوشلزم کا سوال اب صرف ایک نظریہ نہیں رہ گیا بلکہ طاقت کا ایک سیدھا سادھا سوال بن چکا ہے۔ طاقت سے متعلق دیگر تمام سوالوں کی طرح اس کا فیصلہ اس پارلیمنٹ میں نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا فیصلہ اب گلی کوچوں اور میدان جنگ میں ہوگا۔''

تاہم آئزے ناک میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی تشکیل سے جرمن مزدور طبقہ متحد نہ ہو سکا۔ لاسل کی تنظیم ''جنرل یونین آف جرمن ورکرز'' شوئیزر کی رہنمائی میں امداد باہمی کی انجمنوں کے لیے حکومتی امداد کا نسخہ لیے ہوئے اب بھی مصر تھی۔ دونوں گروہوں کے مابین تلخ مناقشے ہوئے جن میں مارکس نے سوئزر کو دھڑے باز قرار دیتے ہوئے اکثر مداخلت کی۔ لاسل کے پیروکاروں نے جن کا جرمنی، آسٹریا، بوہیما اور ریاست ہائے متحدہ میں بڑی حد تک اثر تھا اپنے آپ کو انٹرنیشنل میں حصہ لینے سے علیحدہ رکھا۔

آئی، ڈبلیو، اے میں باکونن شمولیت

باسل کانگرس کا دوسرا سب سے بڑا اہم واقعہ باکونن کا بحیثیت ڈیلی گیٹ شریک ہونا تھا (اس کے پس منظر اور پروگرام کے لیے پانچواں باب ملاحظہ فرمائیں)۔ باکونن مارکس سے پہلی مرتبہ 1864 میں

ملا اور انٹرنیشنل میں تعاون کا یقین دلایا لیکن اپنے وعدہ پر قائم رہنے کی بجائے اس نے اٹلی میں ایک نئی تنظیم کی تشکیل شروع کر دی۔ بعد میں وہ سوئزرلینڈ گیا اور وہاں بورژوا کی ساختہ پرداختہ ''امن اور آزادی کی لیگ'' میں شامل ہو گیا اور اس کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر منتخب کر لیا گیا۔ 1868 میں اس نے لیگ سے کنارہ کشی کر لی لیکن انٹرنیشنل میں شامل ہونے کی بجائے اس نے اور اس کے دوستوں نے ''انٹرنیشنل سوشل ڈیموکریٹک اتحاد'' کے نام سے ایک اور تنظیم قائم کر لی جو عموماً ''اتحاد'' کے نام سے مشہور ہے۔

اس ''اتحاد'' میں باکونن نے اپنے انتہا پسندانہ انقلابی پروگرام کی خوب اشاعت کی اس نے ریاست اور خدا کے خلاف براہ راست اور مکمل اعلان جنگ کر دیا۔ اس نے تمام مذہبی عقائد کو ختم کرنے اور سائنس کی حکومت قائم کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ''طبقات میں سیاسی، اقتصادی اور سماجی مساوات قائم کی جائے (یعنی طبقات ختم نہ کیے جائیں، مصنف) اور ملکیت کا موروثی حق ختم کر دیا جائے۔ ہر قسم کا سیاسی عمل ماسوا اس کے جس کا مقصد مزدور مفاد کی کامیابی کے لیے سرمایہ کے خلاف فوری اور براہ راست جدوجہد ہو مسترد کیا جائے۔ مقامی تنظیموں کی رضا کارانہ عالمی تنظیم قائم کی جائے۔'' اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے باکونن نے خاص طور پر دانشوروں، طالب علموں، آوارہ گردوں اور اوباشوں کے طبقات پر زور دیا۔ اس نے پورے مزدور طبقہ کو ''قدامت پسند اشرافیہ مزدور'' کہہ کر اس کی مذمت کی۔

مارکس نے باکونن کے اس پروگرام کی نہایت سخت الفاظ میں مذمت کی۔ اس نے کہا یہ ایک گلا سڑا اور فرسودہ باتوں کا معجون مرکب، خالی خولی بکواس، خوفزدہ کرنے والا مصنوعی تصورات کا وظیفہ اور ایک ایسی پیش پا افتادہ برجستہ تقریر ہے جس کا اثر محض عارضی ہے۔'' پھر اس نے اس سے زیادہ شدت کے ساتھ کہا ''اس کا پروگرام ایک ایسا ملغوبہ ہے جسے دائیں اور بائیں بازو کے خیالات کی مدد سے سطحی طور پر ہموار کیا گیا ہے۔ طبقات کی مساوات یعنی موروثی حق ملکیت کی تنسیخ کو سماجی تحریک کا نقطہ آغاز تسلیم کر لیا گیا۔ (سینٹ سائمن جیسی بیہودگی کو) لا مذہبیت وغیرہ کو اندھی عقیدہ پرستی کے طور پر ارکان پر ٹھونسا گیا ہے''۔

اس ''اتحاد'' نے عموماً نسبتاً کم تر صنعتی ملکوں اٹلی، سپین، فرانسیسی سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں ترقی پائی۔ جہاں اس کی پیش رو پرودھن ازم کی تحریک مضبوط تھی۔ روس اور ریاست ہائے متحدہ میں بھی اس کی شاخیں پھیلیں۔ باکونن ازم جیسی تحریک کے لیے وہ زمانہ سازگار تھا۔ اس وقت یورپ میں سیاسی حالات بالعموم

بے حد غیر یقینی تھے۔ سرمایہ دار طبقہ بتدریج جاگیرداری نظام کا کوڑا کرکٹ صاف کرتا ہوا اقتدار کی مسند سنبھال رہا تھا اور تیزی کے ساتھ ترقی پذیر محنت کش طبقہ طبقاتی پروگرام اور تنظیم کے لیے تجرباتی جنگجویانہ جدوجہد میں مصروف تھا۔ مزدور عوام ابھی طبقاتی جدوجہد کے طریق کار میں نظریاتی طور پر پس ماندہ اور ناتجربہ کار تھا اس لیے ان میں سے بیشتر کے لیے باکونن کا بتایا ہوا ''آزادی کا قریبی راستہ'' اختیار کر لینا آسان تھا۔

باکونن اور اس کے ساتھیوں نے عوام میں انٹرنیشنل کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر یہ بھانپ لیا کہ ان کے ایجی ٹیشن کے لیے یہ بڑا کارآمد میدان ہے لہٰذا دسمبر 1868 میں ''اتحاد'' کو بحیثیت مجموعی انٹرنیشنل میں داخل کر لینے کی درخواست دی گئی لیکن جنرل کونسل نے اسے مسترد کر دیا۔ اور تجویز پیش کی کہ اتحاد کے ممبر آئی۔ ڈبلیو۔ اے میں ضمنی حیثیت سے آئیں۔ باکونن نے ''اتحاد'' کو توڑ دیا لیکن درحقیقت یہ مختلف ملکوں میں موجود اور سرگرم رہا۔ یہ ایک نیم خفیہ جماعت تھی۔ جسے چند خاص معتبر جنگجو پوشیدہ طریقے پر چلاتے تھے۔

باسل میں مارکسیوں اور باکونن کے پیروکاروں میں معرکہ

باکونن کانگرس میں ایک فرانسیسی ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شامل ہوا۔ وہ خاص طور پر لیونز میں ریشم کی صنعت کے مزدوروں کا نمائندہ تھا۔ وہ ایک جوشیلا اور قابل لڑاکا کارکن تھا اس نے فوراً اپنی موجودگی کا احساس دلا دیا۔ زمین کو سماج کی اجتماعی ملکیت بنانے کے حق کے سوال پر باکونن نے مارکسیوں کے ساتھ ووٹ دیا۔ پرودھن ازم کے بچے کھچے نمائندوں نے اس بنیادی سوال کو پھر اُٹھایا تھا جو ان کے نزدیک نہایت اہم تھا لیکن اُسے بھاری اکثریت کے ساتھ مسترد کر دیا گیا۔ دوسرا اہم سوال جو کانگرس کے سامنے پیش ہوا ٹریڈ یونین تحریک کا تھا۔ لیکن اس پر کچھ زیادہ دھڑے بندی کا مظاہرہ نہ ہوا۔ کانگرس نے اتفاق رائے سے ایک قرارداد منظور کی جس میں ٹریڈ یونینوں کی ضرورت اور انٹرنیشنل سے اس کے رابطہ پر بہت زور دیا گیا تھا۔ قرارداد نے جنرل کونسل کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ ''ٹریڈ یونینوں کی بین الاقوامی تنظیم'' کے لیے کام کرے لیکن یہ مقصد نصف صدی تک پورا نہ ہوا۔ کمیٹی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرانسیسی ڈیلی گیٹ پنڈے نے ٹریڈ یونینوں کا ایک خاکہ کھینچا۔ جس میں سرمایہ داری کے بعد آنے والے نئے سماج کا

ڈھانچہ پیش کیا گیا تھا۔اس رپورٹ نے انٹرنیشنل میں ایک نیا دھڑا یا نظریاتی انحراف پیدا کر دیا جو ''انارکو سنڈیکلزم'' کے نام سے کافی پریشان کن ثابت ہوا۔

کانگرس میں مارکس اور باکونن کے پیروکاروں کے درمیان دو باتوں پڑے تصادم ہوئے: ایک تو وہ تھا جسے سوئٹزرلینڈ کے ڈیلی گیٹوں نے لائب نخ اور دوسرے جرمنوں کے تعاون سے اُٹھایا جس میں کہا گیا کہ کانگرس بذریعہ عوام براہ راست قانون سازی اور استصواب رائے کا حق تسلیم کرنے کا مطالبہ کرے۔ یہ تجویز باکونن پرستوں کے ایک بنیادی اصول ''جزوی سیاسی اصلاح'' سے متصادم تھی لہٰذا انہوں نے نہایت شدید حملے کیے۔آخر کار معاملہ آئندہ بحث کے لیے اٹھا رکھا گیا لیکن کام کی زیادتی کی وجہ سے یہ معاملہ پھر کبھی سامنے نہ آیا۔اسی واقعہ نے کانگرس میں بہت گروہی کشیدگی پیدا کر دی۔

دوسرا بڑا تصادم حق وراثت کے سوال پر ہوا۔ یہ باکونن کا بہت پسندیدہ موضوع تھا۔اس نے ایک قرارداد کی شکل میں کانگرس سے مطالبہ کیا کہ وہ حق وراثت کی فوری اور مکمل تنسیخ کی حمایت کرے۔اس وقت کی تنسیخ کے مطالبہ کو کچھ ایسی صورت میں پیش کیا گیا تھا گویا کہ یہ حقیقتاً بذات خود انقلاب ہے۔اس مسئلہ کو بیس برس پہلے مارکس نے کمیونسٹ مینی فیسٹو میں ان معنوں میں پیش کیا تھا کہ پرولتاریہ اقتدار حاصل کر لینے کے بعد ''اپنے سیاسی اقتدار اعلیٰ کو رفتہ رفتہ بورژوا کے ہاتھوں سے سرمایہ کو چھین لینے اور ذرائع پیداوار کو ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کرنے کے لیے استعمال کرے گا، یعنی پرولتاریہ اپنے آپ کو حکمراں طبقہ کی صورت میں منظم کرے گا۔''

بطور ذرائع سرمایہ کی ضبطی اور سماجی تنظیم نو کی تکمیل کے بعد کمیونسٹ مینی فیسٹو میں جو عارضی تدبیری تجاویز پیش کی گئی ہیں ان میں ''موروثی حق ملکیت کا انسداد'' فہرست میں تیسرے نمبر پر درج ہے۔کانگرس کے لیے جنرل کونسل نے جو رپورٹ مرتب کی تھی وہ انہی خطوط پر مبنی تھی۔اس نے بتایا کہ حق وراثت سرمایہ داری کا سبب نہیں بلکہ اس کا نتیجہ ہے اور اسے سرمایہ داری کے خاتمہ کا نقطہ آغاز نہیں بنایا جا سکتا۔اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ نظریاتی طور پر غلط اور عملاً رجعت پرستی ہوگی۔ایک طویل اور تلخ مباحثہ کے بعد رائے شماری ہوئی اس کے نتائج حسب ذیل تھے۔جنرل کونسل کی قرارداد پر 19 کے مقابلہ میں 37۔چھ نے شماری میں حصہ نہیں لیا اور 13 غیر حاضر رہے باکونن کی قرارداد پر 32 کے مقابلہ میں 23 اور تیرہ نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔سات غیر حاضر رہے باکونن کی اس کامیابی نے اس کے ''اتحاد'' کو انٹرنیشنل میں تمام

مخالف عناصر کے اجتماع کا مرکز بنا دیا۔

آئر لینڈ کا مسئلہ

اگر چہ اس وقت آئر لینڈ کا مسئلہ کانگرس کے سامنے باضابطہ طور پر نہیں آیا لیکن اس نے انٹرنیشنل کی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ یہ نو آبادیاتی ممالک اور ان کے استحصال کنندگان کے مابین تعلقات کے بارے میں پالیسی کی نشو ونما کا موجب بنا۔ جو آج بھی عالمی مزدور تحریک کے لیے اہم ترین اہمیت رکھتا ہے۔ مسلسل سات سو برس سے آئرستانی عوام انگریز حکمران طبقہ کے خلاف مدافعتی لڑائیاں لڑتے آرہے تھے جو آئر لینڈ کو پوری طرح ہڑپ کر جانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ صدیوں تک بغاوتیں ہوتی رہیں۔ ماضی قریب میں چند اہم لڑائیاں 1641'1798'1848 اور 1867 کی بغاوتیں تھیں۔ آئر لینڈ کو 1916 اور 1921 میں اور بھی بغاوتوں کا تجزیہ کرنا پڑا یہاں تک کہ اسے کہیں 1923 میں جا کر آزادی نصیب ہوئی۔ زیر تذکرہ زمانہ میں آئر لینڈ کے مسئلہ کی طرف اس وقت تیزی کے ساتھ سیاسی توجہ منعطف ہوئی جب فینین تنظیم نے سیاسی قیدیوں کو رہائی دلانے کی غرض سے مانچسٹر کے ایک پولیس والے کو ہلاک کر دیا۔ اس پر تین فینین رہنما الین، لارکن اور اوبریان 23 نومبر 1867 کو پھانسی پر لٹکا دیئے گئے۔

چارٹسٹوں کے زمانہ سے مارکس آئر لینڈ کی آزادی کے مطالبہ سے وابستہ تھا 1866۔ میں اس نے آئرستانی عوام پر جبر وتشدد کے خلاف اجتماع کے لیے سر جارج گرے سیکرٹری فار سٹیٹ کے پاس جنرل کونسل کا ایک وفد بھجوایا لیکن وفد کو ملاقات کا موقع نہیں دیا گیا اور 1869 میں اس نے جنرل کونسل کو ترغیب دی کہ وہ آئرستان کے سیاسی قیدیوں کی عام معافی کی تحریک میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لے۔ ووڈ کر، اپیل گارتھ اور دوسرے قدامت پسند انگریز ٹریڈ یونین رہنماؤں نے آئر لینڈ کے بارے میں مارکس کے عام موقف کی نیم دلانہ حمایت کی۔ 1869 کے ایک مباحثہ میں مارکس نے کہا ''انٹرنیشنل کا کام ہے کہ وہ انگلستان اور آئر لینڈ کے درمیان جھگڑے کو ہر مقام پر اولیت دے اور ہر جگہ آئر لینڈ کی حمایت کرے۔''

عرصہ دراز تک آئر لینڈ کے سوال سے وابستہ رہنے کی وجہ سے مارکس کو یقین ہو گیا تھا کہ ''انگلستان کے جاگیر دار اشرافیہ کے لیے آئر لینڈ پشت و پناہ ہے'' اور ''انگلستان کا اشرافیہ خود انگلستان پر اپنا تسلط قائم

رکھنے کے لیے آئر لینڈ کو بطور ذریعہ استعمال کرتا ہے۔'' اس نے بتایا کہ آئر لینڈ کے سوال پر آئرستانی اور انگریز محنت کشوں کے درمیان پھوٹ مزدوروں کے لیے مہلک کمزوری کا باعث ہے۔ ''انگریز مزدور آئرستانی مزدور کے خلاف مذہبی، سماجی اور قومی تعصّب رکھتا ہے'' اور ''اس کے عوض آئرستانی مزدور ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے۔'' آخر میں مارکس نے کہا اور جنرل کونسل بھی اس سے متفق تھی کہ ''لندن میں مرکزی کونسل کا خاص کام یہ ہے کہ وہ انگریز مزدوروں کو اس حقیقت کا احساس دلائے کہ آئر لینڈ کی قومی آزادی کا سوال کوئی خیالی انصاف اور انسان دوستی کا جذبہ نہیں ہے بلکہ خود ان کی آزادی کے لیے پہلی شرط کی حیثیت رکھتا ہے''۔

آئر لینڈ کے بارے میں جس بنیادی پالیسی کا لینن مارکس نے کیا۔ وہ آج بھی سامراج کے خلاف سرمایہ دار ملکوں کے مزدوروں کی معاونت سے نو آبادیاتی ملکوں کے عوام کی جدوجہد میں لازماً صحیح ہے (چوتھیسواں باب ملاحظہ فرمائیے)۔ اس کے نصف صدی بعد لیننؔ نے اس پالیسی کی بہت تعریف کی۔ قوموں کے حق خود ارادیت پر ایک مضمون میں لینن نے بتایا کہ آئر لینڈ کے مسئلہ پر مارکس اور اینگلز کی پالیسی ایک جان دار مثال ہے اس کی عملی اہمیت آج بھی اس طرح مسلم ہے اور محکوم ملکوں کے پرولتاریہ کے لیے اپنی قومی تحریکوں میں اسے اپنانا لازمی ہے۔

فرانس اور پروشیا کی جنگ کا آغاز

باسل کانگرس اور فرانس اور پروشیا کی جنگ کے درمیانی مہینے انٹرنیشنل کے لئے بڑی امیدوں اور مستحکم نشوونما کا زمانہ تھے۔ کانگرس کی بہت سی دستاویزوں اور قراردادوں کے ذریعہ تنظیم نے ایک عام پروگرام کی بنیاد رکھنے میں کامیابی حاصل کی مغربی اور وسطی یورپ کے تقریباً ہر ملک میں اس نے اپنے قدم جما لیے۔ مختلف ملکوں میں مزدور تحریک تیزی کے ساتھ آگے بڑھی اور کم از کم تین ملکوں برطانیہ عظمیٰ، جرمنی اور ریاست ہائے متحدہ میں یہ فی الحقیقت قومی تنظیم کے مرحلہ تک پہنچ گئی۔ باسل کانگرس میں تصادم کے بعد باکونن اور مارکس کے پیروکاروں کے درمیان سوئٹزرلینڈ میں پھر لڑائی بھڑک اٹھی لیکن وہ ابھی اتنی خطرناک حد تک نہ پہنچی تھی جس سے آئی۔ ڈبلیو۔ اے بے دست و پا ہو کر رہ جاتی۔

یہ دور انٹرنیشنل کی صفوں میں انقلابی امیدوں اور توقعات کا دور تھا۔ اٹلی، فرانس سپین اور دوسرے

یورپی ملکوں میں بورژوا انقلابی جوش رونما تھا۔ اور محنت کش عوام بڑھتے ہوئے جنگجویانہ موڈ میں تھے۔ باکونن پرستوں کو اعتماد تھا کہ سماجی انقلاب بس اب کس بھی لمحے آنے والا ہے چنانچہ وہ اصلاح کے ہر طریقے کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس زمانے میں خصوصاً انیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں مارکس بھی ایک بڑے پرولتاری انقلاب کے وقوع پذیر ہونے کا متوقع تھا۔ تاہم یہ اس کی شدید حقیقت پسندی تھی کہ اس کی یہ توقع اقتصادی و سیاسی مطالبہ کے میدان میں مزدوروں کی فوری جدوجہد کی ہمت افزائی کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ انٹرنیشنل کی ٹھوس نشوونما نے مزدوروں کے زیر قیادت انقلاب کی بڑھتی ہوئی توقعات میں بڑا اُبھار پیدا کر دیا۔

باسل کے بعد فرانس اور پروشیا کے درمیان جنگ کے بادل گہرے ہونے لگے۔ بونا پارٹ اور بسمارک دونوں جنگ کے آرزومند تھے اور دونوں اس کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ مہم آزما بونا پارٹ سیکنڈ ایمپائر کی کمزور حالت کا احساس کرتے ہوئے اس کی رگوں میں زندگی کا نیا خون دوڑانے کے لیے اپنے مشرقی ہمسایہ جرمنی کے خلاف ایک کامیاب جارحانہ جنگ ضروری سمجھتا تھا تاکہ رائن کا مغربی کنارہ اس کے قبضہ میں آجائے۔ پروشیا کے عیار چانسلر بسمارک نے بھی ایک منصوبہ بنایا اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اپنی پالیسی ''خون اور لوہا'' کے مطابق وہ سرزمین فرانس کو اپنے زیر اقتدار لانا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد تھا کہ اس ملک کے خلاف اعلان جنگ کر کے جرمنی کی چھوٹی چھوٹی منتشر ریاستیں ایک متحدہ جرمن ریاست میں منسلک ہو جائیں۔ یہ موخرالذکر عمل تاریخی طور پر ایک ترقی پسندانہ بورژوا عمل تھا جسے 1848 کے انقلاب میں جرمن سرمایہ دار پایہ تکمیل کو پہنچا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بسمارک کی حکمت عملی یہ تھی کہ بونا پارٹ کسی نہ کسی طرح جنگ کی ابتدا کرے اور اس میں اسے کامیابی ہوئی۔ ولہیم اول کی طرف سے بونا پارٹ کو ایک جعلی تار بھیج کر بسمارک نے فرانس کو جنگ کے لیے مشتعل کر دیا۔ 19 جولائی 1870 کو دونوں حکومتوں کی مرادیں برآئیں اور تصادم شروع ہو گیا۔ اس کشمکش سے گہرے سیاسی نتائج برآمد ہوئے۔ جرمنی ہو کر یورپ کا ایک اہم طاقت ور ملک بن گیا۔ اور مختصر مدت میں صنعتی پیداوار میں انگلستان سے آگے نکل گیا۔ اس نے ایک مضبوط پرولتاریہ کو جنم دیا۔ یہ جنگ ہی تھی کہ بالآخر جرمنی کا منظّم مزدور نصف صدی تک عالمی مزدور تحریک کا قائد بنا رہا۔ جنگ کے فوری اثرات نے حالات کا وہ تسلسل پیدا کر دیا جس کی وجہ سے (پیرس کمیون) ظہور میں آیا جس نے آخر کار پہلی انٹرنیشنل کا خاتمہ کر دیا۔

(9)

پیرس کمیون

(1871)

آئی، ڈبلیو، اے کی جنرل کونسل فرانس اور پروشیا کے جنگی خطرات سے مزدوروں کو بہت پہلے سے متنبہ کرتی آ رہی تھی۔ جب یکا یک یہ لڑائی چھڑ گئی تو اس نے مزدوروں کی بین الاقوامی سالمیت کے لیے ایک منشور شائع کیا۔ مارکس کے قلم سے نکلے ہوئے اس منشور نے فرانس اور جرمنی دونوں کے حکمرانوں کو اس جنگ کا ذمہ دار ٹھہرایا اس نے جرمنی کی اس جنگ کو مدافعتی قرار دیا جو اس کے خلاف رجعت پسند روس مشرقی سرحدوں پر شروع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے جرمن مزدوروں کو اس خطرے سے خبردار کیا کہ یہ جنگ دوسروں کو غلامی بنانے کی جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ مارکس نے یہ بھی بتایا کہ جنگ کے نتائج خواہ کچھ ہوں اس سے فرانس کے سیکنڈ ایمپائر کا خاتمہ ہو جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مختلف ملکوں میں مزدوروں نے بڑے پیمانے پر بین الاقوامیت کا مظاہرہ کیا جرمنی میں لائب نخ اور ببیل نے پارلیمنٹ میں جنگ کے مطالبہ زر کے خلاف ووٹ دیا۔ اس پر انہیں جیل جانا پڑا (لیکن لاسلیوں نے حمایت میں ووٹ دیا)۔ جرمنی میں منعقد ایک عظیم جلسہ نے ''فرانس کے محنت کش عوام کی طرف سے بڑھائے ہوئے دوستی کے ہاتھ کا خیر مقدم کیا۔'' فرانس میں بھی اسی قسم کے بین الاقوامی جذبہ کا اظہار ہوا۔ وہاں کے مزدوروں نے جرمنی کے مزدوروں کے ساتھ ''مستحکم اتحاد'' کا عہد کیا۔ ریاست ہائے متحدہ میں بھی جنرل کونسل کا مخالف جنگ منشور جلاوطن مزدوروں میں خوب مشتہر کیا گیا۔ فرانس اور جرمنی کے مزدوروں کا ایک مشترکہ جلسہ جنگ کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے منعقد ہوا۔

اسی دوران میں جنگ نے انٹرنیشنل کے تنظیمی طریق کار میں خلل پیدا کر دیا۔ کانگرس کا اگلا اجلاس 5 ستمبر 1870 کو پیرس میں منعقد ہونا تھا لیکن چونکہ فرانس میں سیاسی جبر و تشدد کا دور دورہ تھا اس لیے طے پایا کہ کانگرس کے اجلاس کا محل وقوع منیز، (جرمنی) میں منتقل کر دیا جائے مگر جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے اس پروگرام کو بھی منسوخ کر دینا پڑا۔

جرمن افواج کی بہتر تیاری کی وجہ سے جنگ تیزی نقطہ عروج کو پہنچ گئی۔ فرانسیسی فوجوں کو یکے بعد

دیگرے بھیانک شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چھ ہفتوں میں میدانی فوج کا خاتمہ ہوگیا۔ 2 ستمبر 1870 کو بمقام سیڈان بوناپارٹ اور اس کی فوج نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔

فرانسیسی جمہوریہ کا قیام

سیڈان کی شکست کی خبر جب پیرس پہنچی تو لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ 4 ستمبر 1870 کو انہوں نے بوناپارٹ کا تختہ الٹ کر جمہوریت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ 8 فروری 1871 کو نئی اسمبلی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس میں دو تہائی شاہ پسند، ایک تہائی بورژا جمہوریت پسند اور چند انتہا پسند چھوٹے سرمایہ دار شامل تھے تاکہ مزدور طبقہ کے لیے بھی کچھ دلچسپی کا سامان فراہم ہو جائے۔ حالات کے اس پورے ارتقا نے باکونن پرستوں کو نہایت تیزی کے ساتھ سرگرم عمل کر دیا۔ انہوں نے پیرس، لیونز، مارسیلز، برسٹ اور دوسرے شہروں میں نئی حکومت کے خلاف بغاوت کی بیکار کوششیں کیں۔ بلانکی کے پیروکاروں نے بھی اس قسم کی شورش برپا کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ 31 اکتوبر 1870 کو بلانکی نے چند گھنٹوں کے لیے پیرس پر قبضہ کر لیا لیکن بعد میں اسے دستکش ہونا پڑا۔

9 ستمبر 1870 کو آئی، ڈبلیو، اے کی جنرل کونسل نے مارکس کا لکھا ہوا ایک دوسرا منشور شائع کیا۔ (1869) اینگلز مانچسٹر میں جہاں وہ 1864 سے مقیم تھا اپنے کاروبار سے دست بردار ہو گیا۔ اس کے بعد مارکس کی قریبی رفاقت میں کام کرنے لگا، خصوصاً اس کی مالی امداد کی) اس دستاویز میں مارکس نے بتایا کہ جرمنی کی نام نہاد مدافعتی جنگ نے اقتدار کی جنگ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ بسمارک کا یہ عزم کہ فرانسیسی صوبے الساس اور لورین ہتیا لیے جائیں صاف طور پر نمایاں ہو گیا، مارکس نے متنبہ کیا کہ اگر ایسا ہوا، تو یقیناً آخر کار یہ ایک دوسری "مدافعتی جنگ" کا پیش خیمہ ہوگا۔ یہ بات 1914 میں پوری قوت کے ساتھ سامنے آئی۔ منشور نے مزدوروں سے کہا کہ اس مجوزہ الحاق کے خلاف احتجاج کریں اور فرانس کے ساتھ ایک باعزت سمجھوتے کا مطالبہ کریں اس نے فرانسیسی مزدوروں کو متنبہ کیا کہ وہ فرانس کے غدار بورژوا طبقہ سے خبردار رہیں اور اپنی طبقاتی طاقت کو مضبوط کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ عموماً مارکس اور اینگلز کو اس بات کا احساس تھا کہ وقت انقلابی طریقے پر رجعت پسند جمہوری حکومت کا تختہ الٹنے کا نہ تھا جیسا کہ باکونن اور بلانکی کوشش کر رہے تھے۔

جرمن فوجیں پیرس کی دیواروں کے آس پاس ڈیرے ڈالے شہر کو محاصرہ میں لیے ہوئے تھے۔ بسمارک پیرس پر حملہ کرنے سے ہچکچا رہا تھا کیونکہ اسے اطلاع تھی کہ دو لاکھ بہترین مسلح فوج (مبالغہ تھا) شہر کے اندر موجود ہے اس کے ساتھ ہی وہ پیرس کے مزدوروں کے انقلابی جنگجویانہ جذبہ کو بخوبی جانتا تھا۔ پیرس کی فوج میں بیشتر رضا کار تھے جن میں اکثریت مزدوروں کی تھی، انہوں نے 15 فروری کو 25 اشخاص پر مشتمل ایک مرکزی کمیٹی کا انتخاب کیا۔ انہیں کے ہاتھوں میں محصور پیرس کا انتظام تھا۔ قومی رضا کار خاص طور پر تھیرس کی حکومت سے چوکنا رہتے تھے کہ وہ انقلابی پرولتاریہ سے خوفزدہ ہو کر کہیں شہر کو جرمنوں کے حوالے کر دینے کی کوشش نہ کرے۔ 26 فروری کو حکومت نے التوائے جنگ (اطاعت) کے صلح نامہ پر دستخط کر دیئے اور پیرس سے دست برداری پر رضامند ہو گئی۔

پیرس کمیون کا جنم

پیرس کے باغیوں کو اطاعت پر مجبور کرنے کے لیے تھیرس نے 18 مارچ کو تین بجے صبح جنرل وھینوے کے ماتحت فوج کو حکم دیا کہ قومی رضا کاروں کی دوسو پچاس توپیں چھین لی جائیں۔ ابھی منصوبہ تیار ہو رہا تھا کہ پیرس کے محصور اور فاقہ کش بیدار ہو کر حرکت میں آ گئے۔ انہوں نے خواتین کی رہنمائی میں برادرانہ جذبہ اور براہ راست حملہ کے ذریعہ قبضہ کو روک دیا۔ گیارہ بجے تک تھیرس کی فوج کو مکمل شکست ہو گئی اور شہر عوام کے زیر اقتدار آ گیا۔ لڑائی دو جنرل مارے گئے ہوٹل ڈی وھیلے پر سرخ جھنڈا لہرا دیا گیا اور قومی رضا کاروں کی مرکزی کمیٹی نے عارضی حکومت کا کام سنبھال لیا۔ مرکزی کمیٹی نے اعلان کیا ''پیرس کے پرولتاریہ کو حکمران طبقہ کی ناکامی اور غداری کی وجہ سے یہ باور ہو گیا ہے کہ اب عوامی معاملات کی رہنمائی کر کے حالات کو ابتر ہونے سے بچانے کا وقت آ گیا ہے''۔

بنیادی منظم طاقت جس نے بغاوت کی رہنمائی بلانکی کے پیروکاروں کی تھی کہا جاتا ہے کہ ان کی نفری چار ہزار منظم مسلح افراد اور ہزاروں ہمدروں پر مشتمل تھی۔ بغاوت سے ایک رات قبل 17 مارچ کو حکومت نے بلانکی کو گرفتار کر لیا تھا اور کمیون جب تک قائم رہا۔ وہ جیل میں رہا۔ مارکسی بین الاقوامیت پسندوں نے جن کی تعداد پیرس میں بہت تھوڑی تھی بغاوت میں شامل کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا لیکن جب اس کا آغاز ہوا تو انہوں نے بھی نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لینا شروع کر دیا۔

کمیون، مردوں کے عام حق رائے دہی کی بنیاد پر قائم شدہ ادارہ تھا۔ جسے قانون سازی اور انتظامیہ کے اختیارات حاصل تھے۔ اس کے تمام ارکان واپس طلب کیے جا سکتے تھے۔ انقلابی منصوبہ یہ تھا کہ پیرس کے نمونہ پر فرانس کے تمام شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں ''کمیون'' قائم کیے جائیں۔ ہر کمیون پیرس کے قومی ادارہ میں اپنا نمائندہ بھیجے۔ مارکس کہتا ہے کہ اس طریقہ نے ''دیہی پیدا کنندگان کو ان کے اپنے ضلعوں میں مرکزی قصبوں کے دانشوروں کے تحت کر دیا۔ اس طرح محنت کش عوام کو ان کے مفادات کا فطری متولی بنا کر ان مفادات کو مضبوط کر دیا۔'' یہ پرولتاریہ کے قائدانہ انقلابی کردار کا واضح مظاہرہ تھا۔

کمیون کی بنیادی کمزوری یہ تھی کہ اس کی اپنی کوئی سیاسی پارٹی اور کوئی پروگرام نہ تھا انقلاب اور حکومت سب کچھ جدوجہد کی وقتی پیداوار تھے۔ مرکزی کمیٹی کو چاہیے تھا کہ 18 تاریخ ہی کو عوام کے نام پر تھیرس حکومت کے تمام رہنماؤں کو جو اس روز پیرس ہی میں تھے گرفتار کر لیتی اور ورسیلز پر حملہ کر کے حکومت کے مرکز پر قبضہ کر لیتی۔ بغاوت کی وجہ سے حکومت کی صفوں میں انتہائی بددلی پھیلی ہوئی تھی جیسا کہ تھیرس نے بعد میں تسلیم کیا کہ اگر فوراً حملہ کر دیا جاتا تو ان کا سنبھلنا مشکل تھا۔ مرکزی کمیٹی دفع الوقتی کا ثبوت دے رہی تھی۔ خانہ جنگی کو بُرا سمجھتے ہوئے اس سے بچنا چاہتی تھی جب کہ تھیرس کے رجعت پسند پیرس پر حملہ کر کے فی الواقع خانہ جنگی کی ابتدا کر چکے تھے۔ مرکزی کمیٹی جسے اپنے اختیارات پر اعتماد نہ تھا، مقامی انتخابات کی تیاریاں کرنے لگی۔ اس دوران میں فرانس کے دوسرے شہروں لیونز، سینٹ ایٹنے، کریوساٹ، مارسیلز، ٹولوز اور ناربون میں مختصر بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ باکونن نے لیونز میں بغاوت کر کے اسے تباہ کر دیا۔

26 مارچ اور پھر 15 اپریل کے انتخابات کے بعد 92 کونسلر چنے گئے جن پر پیرس کمیون مشتمل تھا۔ نو ارکان کی ایک انتظامیہ کمیٹی منتخب ہوئی جس کا ہر رکن ایک محکمے کا سربراہ مقرر ہوا۔ یہ محکمے تھے: جنگ، مال، خوراک خارجہ، محنت، انصاف، پبلک سروس، اطلاعات اور تحفظ عامہ۔ کمیون میں بلانکی کے پیروکاروں اور نیو جاکرنیوں کی اکثریت تھی۔ پرودھن کے پیروکار بھی خاصی تعداد میں تھے تقریباً 18 مارکس بین الاقوامیت پسند بھی شریک تھے ان کے علاوہ کچھ اور مختلف الخیال لوگ بھی تھے۔ کمیون کی بنیاد پرولتاریہ چھوٹے اور شہری سرمایہ دار کے انقلابی اتحاد پر تھی اور اس کی قیادت مزدوروں کے ہاتھ میں تھی۔ اس دوران میں بڑے بڑے سرمایہ شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے جن کی وجہ سے فیکٹریاں

معطل ہوگئیں اور تین لاکھ مزدور بیکار ہوگئے۔

19 اپریل کو کمیون نے اپنے پروگرام کا پہلا بیان شائع کیا۔ پروگرام نے مطالبہ کیا ''جمہوریہ کو تسلیم کیا جائے اور اُسے مضبوط بنایا جائے۔فرانس بھر میں پھیلے ہوئے کمیونوں کو مکمل خودمختاری حاصل ہوگی۔ اس طرح ہر ایک شخص کے حقوق کا تحفظ ہو سکے گا اور ہر فرانسیسی بحیثیت انسان، شہری اور پیدا کنندہ اپنی قابلیت اور استعداد کو بروئے کار لا سکے گا۔'' بعدازاں اس نے شہری حقوق کا تعین کیا اور کہا ''سیاسی اتحاد جس کی پیرس کو ضرورت ہے ہر مقامی تنظیم کا رضا کارانہ اتحاد ہے، ہر فرد کا آزاد اور رضا کارانہ تعاون ہے۔اس کا مقصد، بہبودی، آزادی اور تحفظ عامہ ہے۔'' مقامی آزادی پر زور کچھ تو نتیجہ تھا اُس بے ڈھنگی آمریت کا جس کا شکار سیکنڈ ایمپائر تھا اور کچھ انارکیوں (پرودھن باکونن) کے تصورات کا جو اس وقت عام طور پر فرانس کے مزدوروں میں پھیلے ہوئے تھے۔

انٹرنیشنل اور کمیون

اپنے 9 ستمبر 1870 کے منشور میں جسے مارکس نے تحریر کیا تھا آئی، ڈبلیو، اے کی جنرل کونسل نے فرانس کو متنبہ کیا تھا کہ اس وقت نئی بورژوا جمہوریہ کا تختہ الٹنے کی ''خطرناک حماقت'' نہ کریں۔لیکن جب ایک مرتبہ بغاوت کا آغاز ہوگیا تو ایک صحیح انقلابی کی طرح مارکس نے اس کی ہر ممکن مدد کی۔انقلاب شروع ہونے کے تین ہفتہ بعد اس نے کجل مین کے نام ایک خط میں اعلان کیا ''پیرس کی موجودہ بغاوت کو اگر پرانے سماج کے بھیڑیے خنزیر اور ذلیل ملعون کچلنے میں کامیاب بھی ہوگئے تو بھی یہ پیرس میں جون کی بغاوت کے بعد سب سے زیادہ شاندار کارنامہ ہوگا۔'' اس نے مزید کہا ''پیرس والے آسمانوں کی تسخیر میں مصروف ہیں۔''

کافی عرصہ کے بعد لینن نے مارکس کے اس ہمدردانہ رویہ کا موازنہ پلیخنوف کے ساتھ ایک ایسے ہی موقعہ پر کیا۔پلیخنوف جس نے 1905 میں روسی انقلاب کی مخالفت کی، اس بہادرانہ جدوجہد کی انتہائی بےشرمی کی ساتھ مخالفت کرتے ہوئے کہا ''انہیں ہتھیار نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔'' مارکس نے پہلے تو بغاوت کی مخالفت کی لیکن جب وہ ایک مرتبہ شروع ہوگئی تو اس کی دلیری کے ساتھ حمایت کی۔ 30 مئی 1871 کو کمیون کی شکست کے دو دن بعد مارکس نے جنرل کونسل کے نام پر کمیون کی حمایت میں ایک

خطبہ تحریر کیا جو ''فرانس میں خانہ جنگی'' کے نام سے اس کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اس تاریخی دستاویز پر جنرل کونسل کے تمام ارکان کے دستخط ثبت تھے ماسوا دو انگریز مزدور رہنماؤں ووڈ گر اور لوکرافٹ کے جنہوں نے دستخط کرنے کی بجائے مستعفی ہو جانا بہتر سمجھا۔ مارکس نے اس پر جرمنی اور ہالینڈ کے اور اینگلز نے بلجیم اور سپین کے اعزازی معتمدین کی حیثیت سے دستخط کیے۔

مارکس اور اینگلز کی براہ راست قیادت تحریک کے زیر اثر انٹرنیشنل کے ہر شعبہ نے مورچہ بند کمیون کی ہر ممکن مدد کی۔ پیرس میں بین الاقوامیت پسند نہایت سرگرمی کے ساتھ مصروف کار رہے۔ سٹیک لاف نے کمیون کے تمام منتخب ممبروں کے نام درج کیے ہیں: ورلن، مالون، جورڈے، ایوہرل، پنڈے، اسسی، ڈودھل، تھیئس لیفرانکائس، فرانکیل، لانگووے، سیرائیل، اور جونارڈ۔ ان لوگوں نے نہ صرف کمیون کی کمیٹیوں میں بلکہ بڑھتی ہوئی خانہ جنگی میں بھی نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ انہی لوگوں کے کاندھوں پر کمیون کی تعمیر، قانون سازی اور کاروائی کی سب سے زیادہ ذمہ داری تھی۔ پیرس میں آباد بہت سے یورپی جلاوطنوں نے بھی بڑی سرگرمیاں دکھائیں اور بڑے بڑے عہدوں پر منتخب ہوئے۔ پولینڈ کا ایک باشندہ ڈوبروسکی پیرس کا فوجی کمانڈر مقرر ہوا تھا۔

انگلستان کے عام مزدوروں نے کمیون کا خیر مقدم کیا۔ اپیل گارتھ کے سوا جنرل کونسل کے تمام موقعہ پرست ٹریڈ یونین رہنما اس عظیم انقلابی جدوجہد سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ جرمنی طاقت ور رجعت پسند سرمایہ دارانہ مخالفت کے باوجود آئزے ناکئے اور لاسل کے پیروکاروں نے کمیون کی حمایت کا اعلان کیا۔ ریاست ہائے متحدہ میں بھی باوجودیکہ بورژوا اخبارات نے نہایت غلط بیانی سے کام لیا، اور فرانس میں متعین امریکی سفیر واشبرن نے اسے کچلنا چاہا، کمیون نے دور نزدیک کے محنت کش عوام کی ہمدردیاں حاصل کیں۔ ورکنگ مینز ایڈوکیٹ اور دوسرے مزدور اخبارات نے جنرل کونسل کے بیانات شائع کیے۔ ان ممتاز امریکیوں میں جنہوں نے کمیون کو حق بجانب ٹھہرایا جنرل بین بیکر بھی تھا۔ 15 اگست 1878 کو مارکس نے جنرل کونسل کو اطلاع دی کہ انسداد غلامی کا حامی اور مزدور دوست وندیل فلپ انٹرنیشنل کا رکن بن گیا ہے۔ سال ہا سال تک امریکی محنت کش حلقوں میں پیرس کمیون کے بہادروں کی یاد ایک روشن روایت بن کر تازہ رہی۔

کمیون کے کارنامے

پیرس کمیون کو جن متعدد خامیوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا ان میں مختلف دھڑوں کے اندرونی اختلافات اور بقیہ فرانس سے کٹ جانا بھی شامل تھیں۔ کسی واضح پروگرام کا نہ ہونا اور ٹھوس طریقے پر منظم سیاسی پارٹی کی عدم موجودگی ایسی خامیاں بھی شروع سے لے کر آخر تک اس کے گلے میں چکی کا پاٹ بن کر لٹکتی رہیں۔ علاوہ ازیں کمیون کو جو صرف 72 دن تک زندہ رہا بڑھتی ہوئی خانہ جنگی کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ کمیون اپنی بقا کے لیے مایوسی کے عالم میں نبرد آزما رہا، بایں ہمہ اس نے بہت سی تعمیری کامیابیاں حاصل کیں۔ یہی کیا کم ہے کہ اس کا نام عالمی مزدوروں کی انقلابی تاریخ میں زندہ جاوید ہو گیا اور وہ آج بھی مزدوروں کی رہنمائی کرتے ہوئے سوشلزم کی منزل کی راہ میں روشنی کا حقیقی مینار بن کر کھڑا ہے۔

کمیون نے جو بعض اہم فیصلے کیے وہ یہ تھے اس نے مذہب کو ریاست سے الگ کر دیا۔ کلیسا کو دی جانے والی سرکاری امداد بند کر دی۔ مستقل فوج کو ختم کر کے عوامی ملیشیا قائم کی۔ پولیس کو دیئے گئے تمام سیاسی انعامات چھین لیے۔ کل عہدہ داروں کو رائے دہندوں کے سامنے جوابدہ قرار دیا۔ زیادہ سے زیادہ چھ ہزار تک سالانہ تنخواہ مقرر کی۔ تمام ججوں اور مجسٹریٹوں کا تقرر بذریعہ انتخاب کیا اور زیر محاسبہ رکھا۔ مفت اور عام تعلیم کا انتظام کیا۔ گلوٹین کو جلا دیا۔ فوج کے نشان وِنڈم کالم کو پھاڑ پھینکا۔ معیشت اور سماجی بھلائی کے بہت سے طریقے اپنائے گئے۔ بیکریوں میں رات کا کام بند کر دیا گیا۔ مالکوں کو کارخانوں میں جرمانے میں کرنے سے روک دیا گیا۔ گروی رکھنے والی دکانیں بند کر دی گئیں۔ بند کارخانوں کو ضبط کر کے انہیں چلانے کے لیے امداد باہمی کی انجمنوں کے سپرد کر دیا گیا۔ لاتعداد بیروزگار عوام کی مدد کا انتظام کیا گیا۔ مزدور کے متعلق اعداد و شمار کا دفتر قائم کیا گیا۔ رہائشی مکانوں کی راشن بندی کی گئی اور قرض داروں کی مدد دی گئی۔ یہ تمام کام بین الاقوامیت کے انتہائی جذبہ کے ساتھ کیے گئے۔ کمیٹی نے عالمی انقلابی تحریک کا سرخ جھنڈا اپنایا۔

ان کامیابیوں کے باوجود کمیون بہت سی غلطیوں اور کوتاہیوں کا مرتکب ہوا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، اس نے ابتدا میں رجعت پسند ورسیلز حکومت کے خلاف جنگی اقدامات سے گریز کیا۔ اس کے علاوہ داخلی دشمنوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا جس کی وجہ سے بورژوا جاسوس اور غدار جن کے وجود سے سارا پیرس متعفن ہو رہا تھا بیخ کنی سے بچ رہے اور آفیسرز کور کے بہت سے لوگوں کے لیے غداری اور

تخریبی کارروائی کا دروازہ کھلا رہا۔اس کے ساتھ ہی کمیون نے مستعدی کے ساتھ فرانس کے دوسرے حصوں تک پہنچنے کی کوشش نہ کی۔خصوصاً کسانوں کوان کے مفاد کی خاطر اپنے ساتھ نہیں ملایا جو سب سے بڑی غلطی تھی۔کمیون نے دوسری کوتاہی یہ کی کہ 1789 سے لے کر اس وقت تک کی جو پرانی خفیہ سرکاری دستاویزیں ان کے ہاتھ لگیں انہیں شائع نہیں کیا۔ وگرنہ اس سے خفیہ پولیس سفارتی ارکان، سرمایہ داروں اور سیاست دانوں کے تمام غلیظ کارناموں کا بھانڈا پھوٹ جاتا۔یہ بڑی کارآمد دستاویزیں تھیں ان کی اشاعت سے رجعت پسندوں پر یقیناً کاری ضرب پڑتی۔

سب سے بڑی غلطی جو کمیون سے سرزد ہوئی وہ یہ تھی کہ تین کھرب فرانک جو بنک آف فرانس کی تحویل میں تھے ضبط نہیں کیے گئے، برعکس اس کے بلانکی اور پرودھن پرستوں نے اپنا سابقہ عہد فراموش کرتے ہوئے بنک پر قبضہ کرنے والوں کی مخالفت میں ووٹ دیا۔اور بنک کے عہدہ داروں سے قرض لینے کی سیاسی چالبازی شروع کر دی۔معلوم ہوا کہ کمیون کے کھاتے میں 16,700,000 فرانک ہیں۔ان میں 9,400,000 فرانک پیرس والوں کے ہیں باقی 7,290,000 فرانک قرض ہے جسے صرف تھیرس کے دستخط سے چکایا جا سکتا ہے۔ بنک کی ضبطی ورسیلز کی متزلزل حکومت کے لیے مہلک ثابت ہوتی۔

کمیون کی شکست

اپریل کا آغاز ہوتے ہوتے خانہ جنگی شدید ہو چکی تھی۔کمیون کے حامی (یا وفاق پسند) انتہائی بے جگری سے لڑتے رہے لیکن شکست یقینی ہو چکی تھی۔تھیرس کے حامیوں نے جھوٹ کا طومار باندھ کر اور حالات کو انتہائی مسخ کردہ شکل میں پیش کر کے کسانوں کی ایک بڑی تعداد کو کمیون کے خلاف لا کھڑا کیا۔ بسمارک نے بھی ایک لاکھ جنگی قیدی رہا کر دیے تا کہ یہ ورسیلز حکومت کو مدد دیں۔ 21 مئی کو ورسیلز کی فوجیں پیرس میں داخل ہو گئیں اور آٹھ دن تک خونریز لڑائی ہوتی رہی۔ بھاری تعداد کے مقابلہ میں کمیون کے حامی ایک ایک سڑک پر لڑتے رہے آخر کار 28 مئی کو پیرے لا چیزے، بیلے ویلے اور دیگر مزدور بستیوں میں ان کی آخری مزاحمت بھی ختم ہو گئی۔کمیون کچل دیا گیا۔

آنے والے چند دن انتہائی قتل وغارت گری کے دن تھے۔ جنرل ڈے گا لیفے اور اُس کے ساتھی

قاتلوں نے کم از کم تیس ہزار مزدوروں، عورتوں اور بچوں کو نہایت سنگ دلی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ 45,000 سے زیادہ گرفتار کر لیے گئے ان میں سے 15,000 کو پھانسی دے دی گئی یا جیلوں میں ٹھونس دیے گئے اور سینکڑوں کو نیو کالے ڈونا میں جلاوطن کر دیا گیا۔

یہ قتل عام جون 1848 میں پیرس کی بغاوت کی شکست کے بعد کیا گیا سابقہ خونریزی سے کہیں زیادہ خوفناک تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں کمیون کے حامیوں نے بھاگ بھاگ کر سوئٹرز لینڈ اور انگلستان میں پناہ لی۔ اور ایک کثیر تعداد نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ پہنچ کر جان بچائی۔ یورپ میں آئی، ڈبلیو، اے کے سامنے ان کی امداد کا ایک بڑا کام آ پڑا۔ انہیں دنوں جون 1871 میں یوجین پوٹیئر نے عالمی مزدوروں کا عظیم جنگی ترانہ ''انٹرنیشنل کے غیر فانی الفاظ قلم بند کیے۔

کمیون کی حامی خواتین نے مورچوں کے عقب میں رہ کر، پھر خونریز جدوجہد کے دوران اور اس کے بعد قابل دید سیاسی خدمات میں خصوصیت کے ساتھ قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے۔ ہزاروں بہادر عورتوں میں لوئی میخیل اور الزا ایتھ ڈھیٹر یف کے نام بطور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں جنہوں نے مردانہ وار لڑائیاں کیں۔ عدالت کے روبرو میخیل نے فخریہ اعلان کیا ''میرا تمام تر تعلق انقلاب سے رہا اور میں اپنے ہر کام کی ذمہ داری قبول کرتی ہوں'' اسے دس سال تک کے لیے ملک بدر کر دیا گیا۔

یورپ کے رجعت پرست حکمران پیرس کے قتل عام پر باغ باغ تھے۔ انہوں نے درندہ صفت تھیئرس کو مبارک باد کے پیغامات پر پیغامات بھیجے۔ اور اپنے ملکوں میں بھی سوشلزم کو سختی کے ساتھ کچلنے کے درپے ہو گئے۔ لینن کہتا ہے کہ خصوصاً فرانس میں ''بورژوا طبقہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ تھیئرس اور اس کے جنرل پیرس کے پرولتاریہ کو خون میں نہلا چکے تو خون کے پیاسے ذلیل تھیئرس نے کہا میں نے عرصہ دراز کے لئے سوشلزم کو کچل کر رکھ دیا ہے لیکن ان بورژوا کوؤں کی کائیں کائیں فضول تھی۔ پیرس کمیون کے کچلے جانے کے چھ سال بعد جب کہ اس کے کئی جانباز ابھی جیلوں میں تھے یا جلاوطنی کے دن گذار رہے تھے فرانس میں مزدوروں کی ایک نئی تحریک نے جنم لیا۔''

کمیون کا تاریخی کردار

پیرس کمیون نے عالمی مزدوروں کو بہت سے سبق دیئے جو آج بھی اسی طرح مستند ہیں۔ سب سے

زیادہ لینن نے انہیں سمجھایا اور پوری طرح ان سے نتائج اخذ کیے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم جس پر مارکس نے شدت کے ساتھ اصرار کیا کہ تمام ملکوں کے مزدوروں کے لیے ایک مضبوط اور واضح نقطہ نظر کی منظم کمیونسٹ پارٹی کی ناگزیر ضرورت ہے جو سوشلزم کے دشوار گذار راستہ پر رہنمائی کے فرائض انجام دے سکے۔ کسی ایسی حالت میں بھی جہاں سرمایہ دار حکومت اس قدر سڑ گل گئی ہو کہ واقعتاً بلا کسی جدوجہد کے اقتدار مزدوروں کے ہاتھوں آجائے جیسا کہ 18 مارچ 1871 کو پیرس میں ہوا تب بھی مزدوروں کے لیے بغیر ایک مضبوط سیاسی جماعت کے چارہ کار نہیں۔ کمیون کا یہ ایک فیصلہ کن سبق تھا اور یہ باکونن کی اس دلیل کا قطعی رد ہے کہ سیاسی پارٹی غیر ضروری ہے اور عوام کی خودرو جدوجہد اس کے لیے کافی ہے۔

کمیون کا دوسرا سبق، جس کی طرف مارکس نے اشارہ کیا یہ تھا کہ اس نے سرمایہ داری کی جگہ لینے کے لیے نئے سماج کی بنیادی شکل مہیا کی۔ کمیون کے تنظیمی ڈھانچہ اور مستقبل کی روسی سویٹ میں بلاشبہ گہری مناسبت ہے تاہم تقریباً نصف صدی تک کمیون کی حقیقی اہمیت آنکھوں سے اوجھل رہی۔ مارکسی بھی اسے فراموش کر چکے تھے یہاں تک کہ لینن نے پھر سے انہیں اس کے معنی بتلائے۔

پیرس کمیون تجربہ نے ایک بنیادی اہمیت کی بات واضح طور پر یوں بتائی کہ سرمایہ داری کی شکست اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد مزدوروں کو اپنے طور پر ایک ریاست قائم کرنا لازمی ہے۔ یہ ایک نئے طرز کی حکومت ہوگی اس کا کام مسلح افواج کے ذریعہ سے سرمایہ داری کی مخالف انقلاب قوتوں کو کچلنا اور نئے سماج کی بنیاد رکھنے کے لیے تنظیم کرنا ہوگا۔ کمیون نے یہ بھی بتایا کہ ''ریاست کا بتدریج خاتمہ'' اس سے کہیں زیادہ طویل عمل ہوگا۔ کمیون نے یہ بھی بتایا کہ ''ریاست کا بتدریج خاتمہ'' اس سے کہیں زیادہ طویل عمل ہوگا جتنا کہ عموماً مارکسیوں کا خیال تھا۔ اس سبق کو بھی عرصہ دراز تک نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ یہ بات خاص طور پر باکونن کی انارکی بیہودگی کے سخت خلاف تھی جس کا منشا یہ تھا کہ ایک مرتبہ سرمایہ داری کا تختہ پلٹ جانے کے بعد خودروی کافی تنظیم پیدا کر دے گی۔

کمیون نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ اس وقت جو حالات موجود تھے ان میں یورپ کے مزدوروں کے لیے اقتدار حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ وہ یہ کہ بذریعہ طاقت انتہائی رجعت پسند سیاسی دور کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جس نے مزدوروں کے تمام جمہوری حقوق صلب کر رکھے تھے لیکن مارکس کو یہ اہم حقیقت اندھی عقیدہ پرستی کے طور پر قبول نہ تھی۔ اُسے یہ بھی اعتراف تھا (جیسا کہ باب نمبر 2 میں

بیان کیا گیا ہے) کہ برطانیہ عظمیٰ اور ریاست ہائے متحدہ میں جہاں زیادہ ترقی یافتہ بورژوا جمہورتیں تھیں اس وقت (یعنی سامراجی دور سے قبل) اس بات کا امکان تھا کہ محنت کش عوام پرامن طریقے پر سوشلزم قائم کرنے میں کامیابی حاصل کر لیتے۔

کمیون نے یہ بھی بتایا کہ سرمایہ دار طبقہ اپنے طبقاتی مفاد خاطر قوم سے غداری کرنے سے کبھی نہیں چوکتا۔ جیسا کہ 1789 کے عظیم انقلاب فرانس کے موقعہ پر رجعت پسند جاگیرداروں نے انقلابی فرانسیسیوں کے خلاف غیر ملکی دشمنوں سے سمجھوتہ کر لیا اسی طرح 1871 میں رجعت پسندوں نے کمیون کے خلاف بسمارک سے مل کر غداری کا ثبوت دیا۔

کمیون کا ایک اور سبق جس پر مارکس نے اور بعد میں لینن نے کافی زور دیا یہ تھا کہ محنت کش عوام ایک بار اقتدار حاصل کر لینے کے بعد اپنی انقلابی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بورژوا طرز حکومت اختیار نہیں کریں گے۔ 17 اپریل 1871 کو اپنے ایک خط میں مارکس نے کجل مین کو لکھا ''اگر آپ میری کتاب اٹھارہواں برومائر کا آخری باب ملاخطہ کریں تو معلوم ہوگا کہ فرانسیسی انقلاب کا دوسرا اقدام پہلے کی طرح یہ نہ ہوگا کہ نوکر شاہی کی فوجی مشین کو ایک ہاتھ سے محض دوسرے ہاتھ میں منتقل کر دیا جائے بلکہ اُسے تباہ کر دینا ضروری ہے۔ براعظم کے ہر حقیقی عوامی انقلاب کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہے'' کمیون مزدوروں کی نئی قسم کی ریاست قائم کرنے کے لیے ہو بہو یہی عمل کر رہا تھا۔ ایک عام نتیجہ جو اخذ کیا گیا بعد میں بڑی اہمیت کا حامل ثابت ہوا یعنی موقعہ پرستوں کے خلاف جنگ کرنا جن کا خیال یہ تھا کہ مزدور رفتہ رفتہ سرمایہ داری کو سوشلزم میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

پیرس کمیون نے پرولتاریہ کی آمریت کا عملی جیتا جاگتا مظاہرہ کر کے ایک نہایت اہم سبق دیا۔ یہ مارکس کے اختیار کردہ مضبوط نقطہ نظر کا ایک روشن مظاہرہ تھا جسے اس نے 24 سال قبل کمیونسٹ مینی فیسٹو میں پرولتاریہ کی انقلابی آمریت کا خاکہ کھینچ کر بیان کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کمیون انارکسٹوں کی دلیل کا رد تھا جو مزدور طبقہ کی حکمرانی یعنے پرولتاریہ کی آمریت کے جانی دشمن تھے۔

کمیون میں حصہ لینے والے صرف مزدور ہی نہیں تھے۔ حقیقتاً جیسا کہ لیسا گارے اور جائیک نے بتلایا اور لینن نے تصدیق کی ''حکومت میں اکثریت اُن نمائندوں کی تھی جو چھوٹی سرمایہ دارانہ جمہوریت کے حامی تھے''۔ ان میں بہت سے انقلابی دانشور تھے۔ 92 ممبروں میں مزدوروں کی تعداد کل 25 تھی

اور یہ سب کے سب انٹرنیشنل کے ممبر نہ تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ پیرس کے مزدور طبقہ کی پوری پوری شمولیت کی وجہ سے پرولتاریہ کا اثر غالب تھا۔ مارکس اس وقت کی حالت کے بارے میں بتلایا ہے ''اس کے ممبروں کی اکثریت فطری طور پر یا تو محنت کش طبقے یا پھر مزدور طبقہ کے مسلمہ نمائندوں پر مشتمل تھی۔''

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کمیون کا کوئی خاص مخصوص سوشلسٹ پروگرام نہ تھا۔ بایں ہمہ اس میں سوشلسٹ رجحان مضمر ضرور تھا۔ مارکس کہتا ہے ''ہاں صاحبو کمیون اس طبقاتی ملکیت کو ختم کرنے کا خواہشمند ضرور تھا جس میں تھوڑے سے لوگوں کی دولت بہت لوگوں کی محنت کو ہضم کر لیتی ہے اس کا مقصد غاصبوں کا حق غصب کرنا تھا۔'' اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے فیصلے ''صاف صاف پرولتاری خصوصیت کا اظہار کرتے ہیں''۔ اور آگے چل کر کہتا ہے ''کمیون نے وہ کام سرانجام دیا جسے اب ہم سوشلزم کا کم از کم پروگرام کہتے ہیں۔''

کمیون بلا شک پرولتاریہ کی آمریت تھا۔ مارکس کہتا ہے '' یہ لازماً مزدور طبقہ کی حکومت تھی جو استحصال کنندہ کے خلاف پیدا کنندہ کی جدوجہد کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوئی تھی آخر کار ایک ایسی سیاسی شکل تلاش کر لی گئی۔ جس کے تحت محنت کشوں کو اقتصادی آزادی حاصل ہو سکتی تھی۔'' اس نے یہ بھی کہا ''18 مارچ کا محنت کشوں کا شاندار انقلاب بلاشبہ پیرس کو زیر تسلط لے آیا۔'' کچھ دنوں کے بعد اینگلز نے جرمن کے ''غیر تربیب یافتہ سوشل ڈیموکریٹوں'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''اچھا صاحبان اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ پرولتاریہ کی آمریت کیسی ہوتی ہے تو پیرس کمیون کی طرف دیکھیئے، وہ تھی پرولتاریہ کی آمریت!''

پیرس کمیون باوجود اس کے کہ کچل دیا گیا۔ عالمی مزدور طبقہ کی پہلی حقیقی انقلابی کامیابی تھی۔ وہ سرمایہ دار نظام میں ابتدائی شگاف تھا۔ جو نصف صدی کے بعد روسی انقلاب کی شکل میں ظاہر ہو کر عالمی سرمایہ داری کی دیواروں میں ایک وسیع اور ناقابل مرمت رخنہ بن گیا۔ لینن کہتا ہے کہ کمیون سے اتنی غلطیاں سرزد ہوتے ہوئے بھی وہ ''انیسویں صدی کی سب سے بڑی پرولتاری تحریک کا سب سے بڑا نمونہ تھا''۔

(10)

ہیگ کانگرس میں اختلاف

(1872)

پیرس کمیون زوال کے بعد یورپ کے مختلف ملکوں میں انٹرنیشنل کو بڑھتے ہوئے جبر وتشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ کمیون نے حکمران طبقوں کو ایک حقیقی جنگ سے دوچار کر دیا تھا۔ انہوں نے یہ مصمم ارادہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو پھر اس کا اعادہ نہ ہو سکے بورژوا اخبارات نے انٹرنیشنل پر وحشیانہ حملے شروع کر دیے۔ آئی، ڈبلیو، اے کی ہیگ کانگرس میں مارکس نے کہا ''بھاڑے کے ٹٹو بورژوا اخبارات میں ہر ممکن بہتان تراشی دفتر افتر پرداری کا تمام بندوں کو توڑتا ہوا یکا یک ایک سیلاب سا آ گیا۔ انہوں نے اپنے نفرت انگیز دشمن کو ذلت اور رسوائی کے طغیان عظیم میں غرق کر دینا چاہا۔ دشنام طرازی کی اس مہم کی مثال سے تاریخ کے اوراق خالی ہیں۔ شکاگو کے عظیم آتشی واقعہ کے بعد اس واقعہ کی خبر تمام دنیا میں تاروں کے ذریعہ بھیجی گئی اور کہا گیا کہ یہ آگ انٹرنیشنل کی لگائی ہوئی شیطانی کرتوت ہے''۔

1871 میں فرانس میں ایک قانون منظور کیا گیا جس کے مطابق انٹرنیشنل سے تعلق رکھنا جرم قرار دیا گیا۔ اور مطالبہ کیا گیا کہ تمام ممالک پناہ گزین کمیونیوں کو عام مجرموں کی طرح فرانس کے حوالے کر دیں۔ اسی سال ہالینڈ نے کمیونزم کی اشاعت کو روکنے کی غرض سے تین لاکھ گلڈن خرچ کیے۔ جرمنی میں ببیل اور لائب نخ جنہوں نے الساس اور لورین کے الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے کمیون سے اپنے اتحاد کا اعلان کیا تھا گرفتار کر لیے گئے اور دو سال کے لیے ایک قلعہ میں قید کر دیے گئے۔ سپین، اٹلی، بلجیم اور دوسرے مقامات پر انٹرنیشنل کے حامیوں کو پولیس نے انتہائی ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا۔ 1873 کے آغاز میں سپین کی حکومت نے تمام ملکوں سے اپیل کی کہ انٹرنیشنل کی کچلنے میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ پوپ نے بھی انتقام کے لیے اس آواز میں اپنی آواز ملائی اور 1873 میں روس، جرمنی اور آسٹریا ہنگری نے انٹرنیشنل کے خلاف لڑنے کے لیے ایک باہمی سمجھوتہ کیا۔ انہوں نے انگلستان کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔

اندرونی بحران

تاہم انٹرنیشنل کے لیے پولیس کے تشدد سے زیادہ خطرناک وہ اندرونی بحران تھا جس میں یہ تنظیم کمیون کے خاتمہ کے بعد زیادہ پھنستی جا رہی تھی۔ اس کا اصل سبب مارکسیوں اور باکونن پرستوں کے درمیان شدت سے بڑھتے ہوئے اختلافات تھے۔ ''اتحاد'' جس کی قیادت باکونن کے ہاتھ میں تھی اور انٹرنیشنل کی پشت پر مجتمع قوتیں جن کی رہنمائی مارکس کر رہا تھا ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے۔ مارکسیوں کا دعویٰ تھا کہ کمیون نے ان کے عام سیاسی اصولوں کی توثیق کی ہے اور باکونن پرست سختی کے ساتھ اس کے الٹ دعویٰ کرتے تھے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ پیرس اور دوسرے فرانسیسی شہروں کے محنت کشوں کی خودرد بغاوتیں مارکسی تصورات کی تردید اور باکونن کے فلسفہ خودروی کی تائید کرتی ہیں۔ باکونن پرستوں نے اپنے دھڑے بازی کی سرگرمیاں اور زیادہ تیز کر دیں اور وہ بہت سے شہروں میں اپنی طاقت کے اضافہ میں کامیاب ہو گئے، خصوصاً لاطینی ممالک، سپین، اٹلی، پرتگال، فرانسیسی، بلجیم اور فرانسیسی و اطالوی سوئٹزرلینڈ میں انہوں نے کافی طاقت حاصل کر لی۔ ان کا مرکزی شہر جنیوا تھا اور باکونن نے انٹرنیشنل کے صدر مقام کو اس شہر میں تبدیل کرنے کے لیے جوڑ توڑ شروع کر دی۔ کمیون کے تجربہ نے عملاً سیاسی طور پر پرودھن اور بلانکی پرستوں کو نابود کر دیا تھا لیکن اس نے باکونن پرستوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔

بڑے شہروں میں جو انٹرنیشنل کے گڑھ تھے، اندرونی بحران کی زد میں آ گئے۔ فرانس میں کمیون کے زوال کے بعد پوری مزدور تحریک مغلوب ہو گئی۔ جرمنی میں مارکسیوں اور پیروان لاسّل کی باہمی لڑائیوں اور ساتھ ہی حکومت کے تشدد نے مزدور تحریک کو منتشر کر دیا۔ ریاست ہائے متحدہ میں ہمدرد نیشنل لیبر یونین تیزی کے ساتھ روبہ تنزل ہونے لگی۔ انگلستان بھی جو انٹرنیشنل میں مارکس کا سب بڑا معاون تھا، اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو گیا اور ٹریڈ یونینوں کے تمام رہنماؤں نے (ماسوا ایک کے) مارکس کی جانب سے کمیون کی حمایت کی بنا پر جنرل کونسل سے مستعفی ہو کر آئی، ڈبلیو اے کی ایک برطانوی فیڈریشن قائم کر لی تا کہ ان کی یونینوں کا جنرل کونسل سے براہ راست منقطع ہو جائے۔ حالات اس وقت اور بھی ابتر ہو گئے جب اکاریس اور ہیلس نے بھی جو یکے بعد دیگرے آئی۔ ڈبلیو، اے کے جنرل سیکرٹری تھے، مارکس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

لندن کانفرنس

ان مشکل اور تشویش ناک حالات مین 17 تا 23 ستمبر 1871 کو لندن میں انٹرنیشنل نے ایک خصوصی جنرل کانفرنس طلب کی جو گذشتہ سال جومنیز (جرمنی) میں منعقدہ کانفرنس کی جانشین تھی۔ فرانسیسی وفد کی حفاظت کے پیش نظر اجلاس خفیہ طور پر کیا گیا۔ اس میں 23 اشخاص حاضر تھے۔ ان میں 17 جنرل کونسل کے رکن تھے۔ مارکس نے جرمنی اور اینگلز نے اٹلی کی نمائندگی کی۔ این۔ یوٹینا روس کی اور اکاریس ریاست ہائے متحدہ کے نمائندے تھے۔ پوسٹ گیٹ کی روایت کے مطابق انٹرنیشنل کے 58 اخبارات تھے جن میں اس کے مختلف دھڑوں کے اخبار بھی شامل تھے، ان میں تین ریاست ہائے متحدہ میں تھے۔

لندن کانفرنس کے سامنے سب سے اہم کام وہ اختلاف تھا جو اس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ حالات یہاں تک پہنچ چکے تھے کہ سوئٹزر لینڈ کے چورا فیڈ ریشن (باکونن کا مرکزی دفتر) سمیت میدان دو حریف تنظیمیں تھی۔ جائیک کہتا ہے کہ سپین میں دھڑے بازی کی یہ حالت تھی کہ ''بہت سے شہروں میں 'اتحادی' دھڑے کے علاوہ انٹرنیشنل کے بھی دھڑے بن گئے جن کا آپس میں ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ اٹلی میں باکونن کی تنظیم کا جس میں مازینی جمہوریت پسندوں کا بول بالا تھا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ''یہاں انٹرنیشنل کے تمام چھوٹے مدعی دھڑوں کے رہنما بغیر موکل کے وکیل، بغیر مریض وعلم کے ڈاکٹر، بیئرڈ کے استاد، سفری سیلز مین اور دوسرے دفتری لوگ خصوصاً چھوٹے اخباروں کے صحافی اور بہت سے نامعلوم دھندوں کے لوگ تھے۔'' لندن کانفرنس جنرل کونسل کی حمایت کرنے کے سوا حالات کو بہتر بنانے کے لیے اور کچھ نہ کرسکی۔

اس اہم نتیجہ کے پیش نظر جو کمیون سے نکلا تھا، کانفرنس نے مزدوروں کو مختلف ملکوں میں سیاسی پارٹیوں کی تنظیم اور سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کی عظیم ضرورت کا پُر زور احساس دلایا۔ اس نے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی آف جرمنی کو اس کی انتخابی کامیابی پر مبارک باد بھی پیش کی۔ یہ تمام باتیں باکونن پرستوں کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتی تھیں۔ کانفرنس نے اگلے سال میں آئی، ڈبلیو، اے کی آئندہ کانگرس کی تاریخ کا تعین کیا۔

لیکن باکونن پرستوں نے کانفرنس کے فیصلوں کی پابندی سے انکار کر دیا۔ انہوں نے 12 نومبر 1871 کو سون ویلیئر سوئٹزر لینڈ میں ایک رسمی کانگرس کا انعقاد کیا۔ اس میں جولیس گواسڈے نامی ایک

ڈیلی گیٹ بھی جس نے آگے چل کر فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کے ارتقا میں مرکزی کردار ادا کیا۔ کانفرنس جو کلیتاً اتحادی عناصر پر مشتعل تھی جنرل کونسل کے اقتدار کے لیے ایک براہ راست چیلنج تھا۔س نے انٹرنیشنل کے تمام شعبوں کے نام اس مفہوم کا ایک بیان جاری کیا کہ کونسل خرابیوں اور آمریت کا شکار ہو گئی ہے۔اس نے اس کے سیاسی عمل کے پروگرام کو قابل مذمت قرار دیا اور کانگرس کے فوری انعقاد کا مطالبہ کیا نظریاتی اختلاف اب تنظیمی انتشار کی شکل کر چکا تھا۔

ہیگ کانگرس:

2 ستمبر 1872 کو ہیگ میں آئی، ڈبلیو، اے کی پانچویں کانگرس ہوئی مارکس اور اینگلز دونوں نے پہلی مرتبہ ذاتی طور پر شرکت کی۔اس سے پہلے مارکس نے سورج اور کجل مین کو لکھا تھا کہ اس کے نزدیک کانگرس ''زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔'' یہ بات صحیح ثابت ہوئی۔ باکونن خود تو حاضر نہ تھا مگر اس کے پیروکار جیمس گوائے لام کی رہنمائی میں قوت آزمائی کے لیے پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے۔

کانگرس کے انعقاد کے فوراً بعد ہی اختلاقی حالات رونما ہونے لگے۔ تین دن تک ڈیلی گیٹوں کے اسناد تقرری کی تصدیق کا مشکل مرحلہ طے ہوتا رہا۔آخر کار 65 ڈیلی گیٹ تسلیم کیے گئے تقریباً 40 نے جنرل کونسل کی اختیار کردہ عام لائن کی حمایت کی اور 25 نے مخالفت۔ مارکسزم کی حمایت کرنے والوں میں جنرل کونسل کے 16، جرمنی کے 10،فرانس کے 6،سوئٹزر لینڈ کے 3، ریاست ہائے متحدہ کے 2 (سورج مارکسی تھا۔اور ڈیورورے بلانکی کا پیروکار) سپین، بوہیما، ڈنمارک اور سویڈن کے ایک ایک ممبر تھے۔ باکونن کے حمایتیوں میں بلجیم کے 7،انگلستان کے 5، ہالینڈ کے 4،سوئٹزر لینڈ کے 2،اور فرانس کا ایک ممبر تھے۔اٹلی کے باکونن پرستوں نے کانگرس کا مقاطع کیا۔

گروہی اختلافات میں کوئی واضح نظریاتی خط تقسیم نہ تھا۔کانگرس کو جن مسائل سے سابقہ تھا دونوں گروہوں کے حمایتی اُن سے مختلف وجوہات کی بنا پر ہٹ کے بھی باتیں کرنے لگتے تھے۔اس معاملہ میں سب سے نمایاں انگلستان کا وفد تھا جس میں اکاریس اور جنرل کونسل کے دوسرے تین ممبر شامل تھے۔خاص طور پر خالص اور سادہ ٹریڈ یونین کے ماننے والے باکونن کے انار کی خیالات سے متفق نہ

تھے۔ باوجود اس کے انہوں نے مارکسیوں کے خلاف ووٹ دیا۔

کانگرس کے سامنے جو قرار دادیں تھیں ان میں چار سوالات خاص طور پر اہم تھے: جنرل کونسل کا کردار اور اختیارات آئی، ڈبلیو، اے کے صدر مقام کا تعین۔ انٹرنیشنل کی سیاسی لائن اور باکونن کے اتحاد کی حیثیت اب ہم ان پر جداگانہ روشنی ڈالتے ہیں۔

جنرل کونسل کے اختیارات

باکونن پرستوں نے اس سوال کو مرکزی نقطہ قرار دیا۔ خودروی اور مکمل مقامی خودمختاری کے پجاری ہونے کی وجہ سے ان کی یہ تجویز تھی کہ جنرل کونسل کی حیثیت ایک رابطہ دفتر کی ہونی چاہیے اور اس کا کام اعداد و شمار جمع کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ انہوں نے اس تصور کی سختی کے ساتھ مخالفت کی کہ کونسل کانگرس کے فیصلوں کو منوانے اور انٹرنیشنل کی عمومی سیاسی رہنمائی کا کام کرے۔ بیشتر نے جنرل کونسل کو فی الفور ختم کر دینے کی بھی کوشش کی۔ دوسری طرف مارکسی مصر تھے کہ پالیسی اور نظم وضبط میں اور زیادہ عالمی مرکزیت پیدا کی جائے۔ اندرونی بحران کے پیش نظر کانگرس نے موخرالذکر خیال سے اتفاق کیا اور یہ تحریک منظور کر لی کہ جنرل کونسل کو اور وسیع اختیارات دیئے جائیں تاکہ کانگرس کے فیصلوں پر بخوبی عمل درآمد کرایا جا سکے اور موثر نظم وضبط پیدا ہو۔ تحریک کی موافقت میں 40 مخالفت میں 4 ووٹ آئے۔ اور گیارہ نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ کونسل کو اب یہ اختیارات حاصل ہو گئے کہ وہ ہر ایسے" گروہ، شعبہ، وفاقی کونسل، کمیٹیوں اور انٹرنیشنل کے وفاق کو، آئندہ کانگرس کے انعقاد تک عارضی طور پر خارج کر سکتی تھی جو آئی، ڈبلیو، ایک فیصلوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

باکونن پرستوں کا یہ الزام کہ جنرل کونسل آمرانہ طریق استعمال کرتی رہی درست ثابت نہ ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ جب سے انٹرنیشنل معرض وجود میں آئی تھی جنرل کونسل براہ راست سیاسی اور تنظیمی مرکز کی بجائے نظریاتی مرکز رہی۔ کجل مین کے نام ایک خط میں مارکس نے اس کے نظریاتی کام کی وضاحت اس طرح کی ہے "اس کا کام یہ نہیں ہے کہ مختلف گروہوں کے پروگراموں کی نظریاتی قدر و قیمت کے بارے میں فیصلے صادر کرے بلکہ اس کا کام صرف یہ دیکھنا ہے کہ یہ پروگرام آئین کے اصل الفاظ ومفہوم سے متصادم نہ ہوں۔" کونسل کی (یعنی مارکس کی) عظیم کامیابیاں نظریاتی اور سیاسی پالیسی کے میدان میں

تھیں۔کونسل نے مختلف ملکوں ہڑتالوں یا مخصوص سیاسی تحریکوں کے چلانے میں پہلے نہیں کی لیکن جب ایک بارقومی گروہوں نے ان کا آغاز کر دیا تو ان کی حمایت کی لیکن یہ محدود مرکزی قیادت بھی مزاج پسند باکونن پرستوں کے مبالغہ آمیز خودروی کے تصورات کو سخت ناگوار تھی۔آخر کار جب آئی، ڈبلیو، اے کی جان پر آبنی تب انہوں نے ایک مضبوط مرکزیت کو تسلیم کیا۔

سیاسی عمل کا مسئلہ

پیرس کمیون کے بعد مختلف ملکوں میں سیاسی عمل کا رجحان تیزی کے ساتھ پیدا ہوا۔اس تاریخی جدوجہد نے جو سبق دیے تھے ان میں ایک اہم ترین سبق ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آیا۔اس مستحکم رجحان کے خطوط پر مارکسیوں نے اس مسئلہ کو ہیگ کانگرس میں دوبارہ توثیق کے لئے پیش کیا۔جس کی اصل قرارداد 1871 میں لندن کانفرنس میں پیش کی گئی تھی۔قرارداد میں کہا گیا تھا:''مقتدر طبقات کی اجتماعی قوتوں سے پرولتاریہ بحیثیت طبقہ اس وقت ٹکرلے سکتا ہے جب وہ اپنی قوتوں کو ایک ایسی خودمختار سیاسی پارٹی میں منظم کرے جس میں غاصب طبقات کی تمام پرانی پارٹیوں کی مخالفت کرنے کی قابلیت ہو،سیاسی پارٹی کی حیثیت سے پرولتاریہ کی ایسی تنظیم سماجی انقلاب میں کامیابی اور اپنے آخری مقصد یعنی طبقات کا خاتمہ کرنے کے لیے ناگزیر ہے''۔

قرارداد پرشدید بحث ومباحثہ ہوا۔بلانکی پرست جن کا خاص نمائندہ فرانس کا ویلانٹ تھا کہتے تھے ''اگر ہڑتال انقلابی لڑائی کے لیے ایک ہتھیار ہے تو مورچہ بندی دوسرا سب سے زیادہ طاقت ور ہتھیار ہے۔'' وہ قرارداد میں اسی مناسب سے ترمیم کے خواہاں تھے۔باکونن پرستوں نے گوائے لام کی سرگردگی میں قرارداد اور اس کے ساتھ کمیونسٹ مینی فیسٹو کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔انہوں نے اسے بورژوا سیاست قرار دیا۔اکثریتی گروہ کی مثبت پالیسیوں اور اقلیتی گروہ کی منفی پالیسیوں کے مابین اختلاف کو دو بدیہات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔اکثریت کا مقصد سیاسی اقتدار پر فتح حاصل کرنا تھا اور اقلیت کا مقصد سیاسی اقتدار کی تباہی۔'' دیکھیے سٹیک لاک کی تاریخ انٹرنیشنل) کانگرس نے 5 کے مقابلہ میں 29 ووٹوں سے مارکس کی قرارداد منظور کر لی۔9 نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا۔

انٹرنیشنل کی نیو یارک میں منتقلی

اینگلز کی پیش کردہ ایک قرارداد نے جس میں کہا گیا تھا کہ انٹرنیشنل کا مرکزی دفتر ریاست ہائے متحدہ، نیو یارک میں منتقل کر دیا جائے ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ قرارداد فرانسیسی زبان لکھی گئی تھی اس کے الفاظ یہ تھے ''ہماری تجویز ہے کہ 73-1872 کے سالوں کے لیے جنرل کونسل کے مرکز کو نیو یارک تبدیل کر دیا جائے، نیز یہ مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل ہو۔ شمالی امریکہ کی فیڈرل کونسل، کادنیاگ سینٹ کلاٹر، گیٹی، کارل، لارل، ایف، ایل برٹرینڈ، ایف بولیے اور سی کارل انہیں نامزدگی کا اختیار بھی ہوگا۔ لیکن ارکان کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ دستخط مارکس اینگلز، سیکس ٹن، لانگیٹ، ڈوپانٹ، سیرالیئر، روبلیوسکی، باری، سکڈونل، لعیسنہ لیموسو۔ ہیگ 6 ستمبر 1872''

اس قرارداد نے کانگرس میں سخت لڑائی پیدا کر دی۔ باکونن پرستوں سے معرکہ ہوا، اسی طرح بلانکی پرستوں سے بھی جو عموماً کانگرس میں مارکس کے حامی تھے۔ ریاست ہائے متحدہ میں آئی، ڈبلیو، اے کے سرکردہ رہنما سورج نے بھی مخالفت کی مگر بعد میں اُسے منا لیا گیا۔ دوسری قراردادیں بھی پیش جن میں کہا گیا تھا کہ دفتر کو بارسلونا اور بروسلز میں منتقل کر دیا جائے۔ ایک پیچیدہ کشمکش کے بعد بالآخر اینگلز کی قرارداد 14 کے مقابلہ میں 30 سے منظور کر لی گئی۔ تیرہ نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ نئی جنرل کونسل کے انتخاب کی بنیاد یہ تھی کہ اس کے سارے ارکان ریاستہائے متحدہ میں سکونت پذیر تھے۔ ان میں کادنیاگ، سینٹ کلاٹر، لارل، فورناسیری، لیویلے، ڈبورورے، کارل بولٹے برلیانڈ، سپئیر اور وارڈ شامل تھے۔ سورج جنرل سیکرٹری منتخب ہوا۔

اینگلز قرارداد پیش کرتے وقت اپنی تقریر میں صاف طور پر کہا تھا کہ انٹرنیشنل کی نیو یارک میں منتقلی سخت ضرورت کے تحت عمل میں آ رہی ہے۔ تنظیم کے اندرونی اور بیرونی حالات اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ اس کا یورپ میں موثر طریقے سے کام کرنا ناممکن تھا۔ سب سے بڑا خطرہ یہ لاحق تھا کہ باکونن کے انارکسٹ اس پر قبضہ کر کے اسے اپنے گروہی مفاد کی خاطر استعمال کرتے جو نوعمر مزدور تحریک کے لیے سراسر تباہی کا باعث بن جاتا۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ جنرل کونسل بلانکی پرستوں کے تصرف میں آ جاتی۔ ان میں اکثریت کمیون کے پناہ گزینوں کی تھی جنہوں نے لندن میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ان مشکل حالات کے تحت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا کہ صدر دفتر امریکہ منتقل کر دیا جائے۔

جہاں ممکن تھا کہ نوعمر امریکی مزدور تحریک میں انٹرنیشنل کو مضبوط بنیاد میسر آ جاتی۔

باکونن کے حامیوں کا اخراج

ہیگ کانگرس کے اجتماع کے وقت ہی انٹرنیشنل میں انتشار ایک حقیقت بن چکا تھا۔سون ویلیئر میں انارکسٹوں کی کانگرس کا انعقاد اس مخالف جماعت کا اکثر لاطینی ممالک میں دوہری تحریکوں کا آغاز، گروہی مناقشہ کی بے پناہ تلخی، اور باکونن کی جانب سے تحریک پر جا و بے جا طریقے سے چھا جانے کی واضح کوششیں، اس بات کا مظہر تھیں۔ہیگ میں باکونن کی قیادت کا رسمی اخراج صرف اس لیے تھا کہ انٹرنیشنل میں جو انتشار ایک حقیقت بن چکا تھا اُسے باضابطہ طور پر تسلیم کر لیا جائے۔اس معاملہ سے نمٹنے کے لیے ابتدا میں کانگرس نے مارکس اور اینگلز کے علاوہ دونوں دھڑوں کے ممبروں پر مشتمل پانچ آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کی تا کہ انٹرنیشنل کے اندر کام کرنے والے''اتحاد'' کے بارے میں حالات کا جائزہ لیا جائے اور پیروان باکونن کے مختلف وفاقوں کی طرف سے جنرل کونسل کے خلاف عائد کردہ الزامات کی تحقیقات کی جائے۔اس کمیٹی کی چار کے خلاف پانچ کی اکثریت کی رپورٹ کی بنا پر کانگرس کے اختتام پر یہ اخراج عمل میں آیا۔

5 مارچ 1872 کو مارکس نے جنرل کونسل کے اجلاس میں ایک طویل رپورٹ پیش کی جس میں باکونن گروہ کے خلاف برپا شدہ جنگ کا شروع سے لے کر آخر تک جائزہ لیا گیا تھا۔یہ رپورٹ''انٹرنیشنل میں مصنوعی علیحدگی کے نام سے ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوئی۔کمیٹی نے اس رپورٹ مزید سماعتوں اور تحقیقات کی بنیاد پر اعلان کیا کہ اتحاد انٹرنیشنل کے قوانین و مقاصد کے خلاف ایک وسیع گروہی اجتماع کی شکل میں موجود تھا۔اس کا ثبوت بھی فراہم ہو گیا تھا کہ باکونن وفاقوں پر''برادران'' نامی ایک خفیہ گروہ کا تسلط تھا۔اور'اتحاذ' کی باگ ڈور تقریباً ایک سو''قومی برادران'' کے ہاتھوں میں تھی۔باکونن اور اس کے ساتھیوں نے اپنے پورے طرز عمل سے جس بات کا اظہار کیا اس کی بنا پر کمیٹی نے انہیں تنظیم کی مزید رکنیت کے نا اہل قرار دے دیا۔

لہٰذا5 کمیٹی نے سفارش کی کہ باکونن، گوائے لام، شوئٹز گوئبل مالون، بوسکیٹ اور مرچنڈ کو خارج کر دیا جائے اور دوسرے باکونن پرستوں کو ان کی اس یقین دہانی کی بنا پر کہ انہوں نے'اتحاذ' سے اپنا تعلق

منقطع کرلیا ہے اخراج سے بری کر دیا۔اقلیتی رپورٹ نے باکونن کے اختیار کردہ موقف کی توثیق کی اور اصرار کیا کہ قومی وفاقوں کی مکمل خودمختاری کو تسلیم کیا جائے اور جنرل کونسل کو ان میں کسی قسم کی مداخلت کا حق نہ دیا جائے۔اس وقت تک کانگرس میں صرف 43 ڈیلی گیٹ رہ گئے تھے۔انہوں نے باکونن اور گوائے لام کو خارج کر دیا مگر شوئٹز گوبیل کو خارج نہیں کیا۔اس فیصلہ کے بعد وہ مستعفی ہو گیا۔

اختلاف کے بعد

کانگرس کے اختتام کے بعد ایمسٹرڈم میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مارکس،سورج اور دوسروں نے تقریریں کیں۔مارکس نے کانگرس کی کارگزاری پر امید افزا تبصرہ کیا۔اس نے خصوصاً اس بات پر زور دیا کہ کانگرس نے انارکسٹوں کے غیر سیاسی موقف کو مسترد کر کے ''اس ضرورت کا احساس دلایا ہے کہ مزدور طبقہ کو سیاسی اور سماجی دونوں میدانوں میں پرانے اور بوسیدہ سماج پر حملہ کرنا چاہیے۔''اس نے متنبہ کیا کہ ایسا کرتے ہوئے مختلف ملکوں کے اداروں،رسم ورواج اور روایات کو دھیان میں رکھنا ضروری ہے۔''ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ ایسے ملک موجود ہیں مثلاً ریاست ہائے متحدہ اور انگلستان،جہاں ممکن ہے کہ محنت کش پرامن ذرائع سے اپنے مقصد تک پہنچ جائیں۔اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو ہالینڈ بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔اگر ایسا ہے تو بھی ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ براعظم کے بیشتر ملکوں میں صرف طاقت ہی انقلاب کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔''مارکس نے پیرس کمیون کے عظیم تجربہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''اس کی شکست کا سبب یہ تھا کہ برلن،میڈرڈ اور دوسرے دارالحکومتوں میں بیک وقت رونما نہ ہو سکا اور پیرس کے پرولتاریہ کا عظیم الشان انقلاب ایک بڑی انقلابی تحریک سے منسلک نہ ہو سکا۔''

صدر دفتر کو نیویارک منتقل کرنے کے نازک سوال پر مارکس نے کہا ''ہیگ کانگرس نے جنرل کونسل کے صدر دفتر کو لندن سے نیویارک منتقل کر دیا ہے۔اس فیصلہ پر بہت سے لوگ،یہاں تک کہ میرے دوست بھی خوش نہیں ہیں۔وہ یہ بات بھول رہے ہیں کہ ریاست ہائے متحدہ بیشتر مزدوروں کی سرزمین بنتا جا رہا ہے اور یہ کہ ہر سال پانچ لاکھ مزدور نئی دنیا کی طرف ہجرت کرتے جاتے ہیں اور یہ کہ اس سرزمین میں جہاں مزدوروں کو فوقیت حاصل ہے انٹرنیشنل کو اپنی جڑیں زیادہ سے زیادہ گہری کرنا ضروری ہے۔''

ایک سال بعد مارکس نے سورج کو لکھا ''یورپ کے حالات کا جو اندازہ میں نے لگایا ہے اس کے

پیش نظر انٹرنیشنل کی رسمی تنظیم کا کچھ عرصہ کے لیے پس منظر میں چلا جانا نہایت مفید ہوگا۔ اگر ممکن ہو سکے تو نیویارک میں مرکز پر قابو رکھا جائے تا کہ پیرٹ ایسے احمق یا کلوپیرٹ ایسے مہم آزما اس پر غلبہ حاصل کر کے مقصد کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ خود واقعات اور حالات کی پیچیدگی کا ناگزیر ارتقا انٹرنیشنل کو ایک ترقی یافتہ شکل میں دوبارہ زندہ کرنے کی یقینی راہ پیدا کر لیں گے۔"

مارکس اور اینگلز یقیناً امریکہ میں منتقلی کی اہمیت کے بارے میں کسی قسم کے دھوکے میں مبتلا نہ تھے۔ لیکن ریازینوف کہتا ہے "یہ خیال کیا جاتا تھا کہ انٹرنیشنل کا تبادلہ عارضی طور پر ہوگا۔" تاہم یہ بات صحیح ثابت ہوئی اور آئی، ڈبلیو، اے کا مرکزی دفتر پھر کبھی یورپ واپس نہ آیا اور ہیگ کا اجتماع اس کی حقیقی عالمی کانگرس تھی۔ آئی ڈبلیو۔اے کی چھٹی کی کانگرس (1877) میں جنیوا میں منعقد کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ صرف تھوڑے سے ڈیلی گیٹ آئے جو ایک انتشار پذیر تحریک کے نمائندہ تھے۔ نیویارک میں منتقلی کو عموماً بطور عالمی تنظیم انٹرنیشنل کے خاتمہ کے مترادف سمجھا گیا اور یہ درست تھا۔ ریاست ہائے متحدہ میں اپنی چار سالہ زندگی میں آئی۔ ڈبلیو۔اے ایک بین الاقوامی تنظیم کی بجائے زیادہ تر ایک قومی تنظیم کی حیثیت سے کام کرتی رہی۔ اس دوران میں یورپ کی نراجی (انارکسٹ) طاقتوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ اور اس بات کی کوشش کرتی رہیں کہ انٹرنیشنل کو اپنے نظریات اور پسندیدگی کے مطابق ڈھالیں۔

(11)

انارکسٹ انٹرنیشنل

باکونن کے پیروکاروں نے ہیگ کانگرس کے اُن فیصلوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جن میں سے باکونن اور دوسرے نراجی (انارکسٹ) لیڈروں کو انٹرنیشنل میں انتشار پسند سرگرمیاں جاری رکھنے کی بنا پر خارج کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ان فیصلوں اور نیویارک میں منتقلی کی بنا پر آئی، ڈبلیو، اے کا وجود حقیقتاً ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی جداگانہ تنظیم کی تشکیل شروع کر دی اور دعویٰ کیا کہ حقیقی انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن یہی تنظیم ہے۔ نتیجتاً آئندہ کئی سال تک "انٹرنیشنل تنظیمیں سرگرم رہیں۔ دونوں کا

نام ایک ہی تھا اور دونوں عالمی مزدوروں کی نمائندگی کی دعوے دار تھیں۔

دونوں تنظیمیں ایک دوسرے کے خلاف سخت معرکہ آرائی میں مصروف رہیں۔ مارکسیوں نے اپنے موقف کی وضاحت ''سوشلسٹ ڈیموکریسی کا اتحاد اور انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن'' نامی پمفلٹ کے ذریعہ سے کی جسے اینگلز اور پال لافراگ نے لکھا تھا۔ نراجیوں (انارکسٹوں) نے اپنے موقف کا خاکہ ایک کتابچہ ''انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے خلاف مشترکہ سازش'' میں پیش کیا جو باکونن کے زیرِ ہدایت مرتب کیا گیا تھا۔

سینٹ ایمیئر کانگرس

ستمبر 1872 میں ہیگ میں آئی، ڈبلیو، اے کی پانچویں کانگرس کے چند روز بعد مخالف نراجی عناصر نے سینٹ ایمیئر (سوئٹزرلینڈ) میں ایک کانگرس منعقد کی۔ یہ درحقیقت اس مقام پر منعقد ہونے والی جورا فیڈریشن کی کانفرنس ہی کے سلسلہ کی کڑی تھی۔ انارکسٹوں کی انٹرنیشنل کانگرس 15 سے 17 ستمبر تک ہوتی رہی۔ سٹیک لاف نے کانگرس میں شریک ہونے والے ڈیلی گیٹوں کی مندرجہ ذیل فہرست دی ہے سپین چار، اٹلی چھ، سوئٹزرلینڈ دو، فرانس دو اور ریاست ہائے متحدہ ایک۔ لیفرانکائس امریکی شعبے 13 اور 22 کا نمائندہ تھا جنہوں نے مارکسیوں کی قیادت سے اپنا تعلق منقطع کر لیا تھا یہ گروہ انٹرنیشنل پر اور اس کے نام پر کام کرنے کا دعویدار تھا جو اب نئے لباس میں سامنے آیا تھا۔

انارکسٹوں نے سینٹ ایمیئر کانگرس میں مارکسیوں کی موجودگی کی پروا کیے بغیر ہیگ کانگرس کے فیصلوں کو رسمی طور پر مسترد کر دیا۔ اور باکونن کے نظریات اور پسند کے مطابق نئی انٹرنیشنل کی تشکیل کرنے لگے۔ کانگرس نے عام یا علاقائی کانگرسوں کے حق قانون سازی کو قطعی طور پر مسترد کر دیا اور یہ تسلیم کیا کہ ان کانگرسوں کا اس کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں ہے کہ وہ مختلف ممالک یا مقامات میں پرولتاریہ کی امنگوں ضرورتوں اور تصورات کی اشاعت کریں تاکہ ان تصورات میں ہم آہنگی اور اتحاد پیدا ہو۔ کانگرس کی اکثریت کو کسی بھی صورت یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اقلیت پر اپنے عزائم ٹھونسے۔ یہ صرف ''خط و کتابت اور اعداد و شمار مہیا کرنے والا مرکز'' تھا۔ یہی وہ نظریہ تھا جس کی اس قدر شدومد کے ساتھ انارکسٹ ڈیلی گیٹ انٹرنیشنل کی کانگرسوں میں وکالت کرتے تھے۔ اب اسے قلم بند کر کے حقیقت میں تبدیل کر دیا گیا۔ آئندہ

کانگرس میں نراجیوں نے کچھ عرصہ کے لیے جنرل کونسل کو یک دم ختم کر دیا۔

سینٹ ایمیئر کی کانگرس نے اعلان کیا ''مزدور طبقہ کے شعبوں اور وفاقوں کی مکمل خود اختیاری و آزادی مزدوروں کی نجات کی ضروری شرط ہے'' اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ ''ہر قسم کی سیاسی قوت کو تباہ کر دینا پرولتاریہ کا پہلا کام ہے۔'' اس نے سیاسی تنظیم اور کام کی ہر صورت کو مسترد کر دیا اور کہا ''تمام ملکوں کے پرولتاریہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ سماجی انقلاب کی تکمیل میں تمام مصالحت کوشیوں کو رد کر کے بورژوا سیاست سے جدا انقلابی عمل کی سالمیت کو مستقل بنیادوں پر قائم کریں''۔

اب یہ فرض مزدوروں پر عائد ہوتا تھا کہ حریف انٹرنیشنل تنظیموں میں سے ایک کا انتخاب کریں، بلجیم کی فیڈریشن جلد ہی نراجیوں کے دوش بدوش کام کرنے لگی۔ ولندیزیوں نے بھی اسی طرح کیا۔ برطانیہ کے ایک حصہ نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا اگرچہ یہ در پردہ موقعہ پرست ٹریڈ یونین ازم کے رجحانات رکھتا تھا اور اسے نراجیوں کی لامرکزیت پسندی کے اصولوں سے کوئی کوئی رغبت نہ تھی تاہم اسے مارکس کے خلاف گروہی جدوجہد سے زیادہ دلچسپی تھی۔ جن فیڈریشنوں نے مارکسی انٹرنیشنل کے ساتھ وفاداری کا اعلان کیا ان میں فرانسیسی، جرمن، آسٹروی، پولستانی، ڈنمارکی، ہنگروی اور امریکی تھے۔ اس صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے جائیک کہتا ہے ''اسی طرح فیڈریشنوں کی اکثریت قدیم انٹرنیشنل کے ساتھ تھی۔''

یہ باقی ماندہ الحاق حقیقی کم اور رسمی زیادہ تھے۔ نیویارک میں انٹرنیشنل کی منتقلی نے یورپ کے مارکسیوں کو یہ باور کرادی کہ اب اس کے دن گنتی کے رہ گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جرمن اور دوسرے مارکسیوں نے انٹرنیشنل سے مزید دلچسپی ختم ہو جانے کے فوراً بعد اپنے اپنے ملکوں میں مزدور تحریکیں اور سیاسی پارٹیاں تعمیر کرنے کے طاقتور رجحان پر دھیان دینا شروع کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب مارکسیوں نے ستمبر 1873 میں جرمنی میں ایک انٹرنیشنل کانگرس منعقد کرنی چاہی تو انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

انارکسٹوں کا زوال

باکونینی انٹرنیشنل کی حقیقی زندگی کے ایام 1872 اور 1877 کے درمیانی سال تھے۔ آئندہ مدت میں نراجیوں نے بین الاقوامی پیمانے پر جو اقدامات کیے ان کی حیثیت مرض الموت میں مبتلا مریض کے

تشنج سے زیادہ نہ تھی۔ان پانچ سالوں میں نراجیوں نے اپنی نام نہاد آئی، ڈبلیو، اے کی متعدد بین الاقوامی کانگرسیں منعقد کیں۔ یہ جنیوا میں 1873 بروسلز 1874 برن میں 1876 دروییرس (بلجیم) میں 1877 کے اجتماع تھے۔ان کے سرکاری ترجمان جورافیڈریشن کے بلیٹن کا آخری نمبر 15 مارچ 1878 کو شائع ہوا۔

جولائی 1881 میں لندن میں ایک کانگرس میں نراجیوں نے اپنے مقصد کو بین الاقوامی طور پر زندہ کرنے کی ایک بھرپور کوشش کی۔اس کا نتیجہ نام نہاد ''سیاہ انٹرنیشنل'' کی شکل میں نکلا مگر اس کی حیثیت پانی میں بندوق چلانے کی مانند تھی۔اس تحریک کے پاؤں پھر یورپ میں نہ جم سکیا لبتہ اس کی صدائے باز گشت کسی حد تک ریاست ہائے متحدہ میں سنی گئی۔تاہم اپنے ابتدائی مرحلوں میں نراجیوں کی آئی، ڈبلیو، اے نے اپنے کچھ ہمدرد ضرور پیدا کیے۔1875 میں جرمن سوشلسٹوں کی ایک جماعت نے شکاگو میں ایک 'مسلح کلب' قائم کیا۔

لندن کی انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف ورکنگ پیپل کی تحریک نے 1881 میں سنگین نتائج پیدا کیے۔ اس 'سیاہ انٹرنیشنل' نے بہت سے غیر ملکی مزدوروں کو خصوصاً شکاگو کے علاقہ میں اپنی طرف راغب کیا۔ان محنت کشوں کو جنہیں بالعموم امریکی شہریت حاصل نہ تھی قلیل ترین اُجرت پر کام کرنا پڑتا تھا۔اور وہ لوگ جو دہشت انگیزی کا تختہ مشق اور مسلسل وقوع پذیر اقتصادی بحران کا شکار تھے نراجیت (انارکی) کے پروپیگنڈہ سے متاثر تھے۔سوشلسٹ لیبر پارٹی کے رہنماؤں کی موقعہ پرستی کی پالیسی جو اقتصادی جدوجہد کے لیے باقاعدہ مزدور تنظیم کی منکر تھی اس کی توسیع میں ممدومعاون ثابت ہوئی۔اس تحریک کا عروج شکاگو کی مارکیٹ کا وہ سانحہ تھا جو 1886 میں آٹھ گھنٹے کام کا دن منوانے کی عظیم تحریک کے دوران میں رونما ہوا۔4 مئی کو ایک جلسہ عام میں ایک پراسرار بم پھٹا جس کے الزام میں چار مزدور رہنما البرٹ آر پارسنز، آگسٹ سپیز، ڈالف فیشر اور جارج اینگل کو وحشیانہ طریقے پر پھانس کر سولی پر چڑھا دیا گیا۔ایک اور مزدور رہنما لوئس لنگ نے بقول پولیس ''خودکشی'' کرلی۔اس کے ساتھ ہی بہت سے لوگ لمبی سزائے قید بھگتنے کے لیے جیلوں میں ٹھونس دیے گئے۔

اس کے علاوہ بھی مختصر بین الاقوامی نراجی کانگرسیں 1891، 1893 اور 1896 میں منعقد ہوئی لیکن یہ محض چھوٹے چھوٹے گروہی اجتماع تھے۔

انارکسٹ انٹرنیشنل نے اپنی چند سالہ زوال پذیر زندگی کے دوران میں عوامی جدوجہد کی بہت کم رہنمائی کی۔ سب سے زیادہ اہم سپین اور اٹلی میں 1873 اور 1874 میں انقلابی کوششیں تھیں۔ البتہ سپین میں اس انٹرنیشنل کی طاقتور قیادت تھی۔ بارسلونا میں جوان کا گڑھ تھا ان کے دعویٰ کے مطابق پچاس ہزار ارکان تھے۔ ملک میں بڑا انقلابی اُبھار تھا جو 1873 میں ہسپانوی جمہوریہ کے قیام پر منتج ہوا۔ اپنے سیاسی تعصّبات کی بنا پر انارکسٹوں نے اس عوامی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ البتہ عوامی جوش وخروش کے موقعہ پر انہوں نے چند شہروں میں عام ہڑتالیں کرائیں جن میں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اٹلی میں بھی جو انیسویں صدی کی ساتویں دہائی کے غیر یقینی زمانہ میں باکونن پرستوں کو گڑھ تھا، دو سال کے دوران میں انارکسٹوں نے کم از کم ساٹھ بغاوتیں کرائیں۔ ان میں سب سے اہم جولائی 1874 میں بولونا کی بغاوت تھی جو یکسر ناکام ہوئی۔

باکونن کا جانشین۔ کروپوٹکن

خرابی صحت اور پرشکوہ انقلابی منصوبوں کی شکست سے دل برداشتہ ہو کر انیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں باکونن نے تمام سرگرمیوں سے اپنے تعلقات منقطع کر لیے۔ آخر دم تک وہ مارکس ازم کا کٹر دشمن رہا۔ جورا کے مزدوروں کو الوداعی پیغام دیتے ہوئے اس نے کہا ''مارکسی سوشلزم جو بسمارک کی سیاسی چالبازیوں سے کم نہیں رجعت پرستی کا مرکز ہے۔ اس کے خلاف مزدوروں انتھک جدوجہد کرنا لازمی ہے''۔ دوسری طرف مارکس نے باکونن کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اُسے مزدور طبقہ کا دشمن قرار دیا۔ 1919 میں زار کی پولیس کے کچھ قدیم کاغذات دستیاب ہوئے جو باکونن کی بدکرداری پر روشنی ڈالتے تھے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ 1851 میں جیل میں تھا اس نے زار کو ایک خط تحریر کیا تھا جس میں اپنے کو ''ایک شرمسار گنہگار'' کہتے ہوئے سزائے قید میں تخفیف کی درخواست کی تھی۔ باکونن کا انتقال یکم جولائی 1876 کو بمقام برنؔ باسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

اس وقت نراجی تحریک میں متعدد سرکردہ شخصیتیں تھیں۔ ان میں سوئٹزرلینڈ کا شوئزر گوبل 7 اٹلی کا انریکو مالاٹسٹا، ہالینڈ کا نیودین ہائس، فرانس کے جس میں گوائے لام اور ایلی رکلیس، بلجیم کا قیصر ڈے پائپ، جرمنی کا جھان موسٹ اور دوسرے متعدد لوگ تھے لیکن انارکسٹ قیادت کی دستار بین الاقوامی

جدوجہد کے میدان میں ایک نسبتاً نودار کے سر باندھی گئی۔ یہ تھا کروپوٹکن جو روس کا باشندہ تھا۔

پیٹر کروپوٹکن 1921-1842 ایک شہزادہ تھا۔ اس کا تعلق زار روس کے مشہور و معروف خاندان سے تھا۔ روس میں اس کی شہرت جغرافیہ دان کی حیثیت سے تھی اسے انقلابی تحریک سے دلچسپی پیدا ہوگئی چنانچہ 1872 میں سوئٹزر لینڈ میں انٹرنیشنل میں شمولیت اختیار کر کے باکونن کی جماعت کے ساتھ ملحق ہو گیا۔ اپنی سرگرمیوں کی بدولت کروپوٹکن کئی سال تک خصوصاً روس اور فرانس کے جیل خانوں میں رہا۔ اگر چہ وہ سویٹ یونین میں ایک باعزت شہری کی موت مرا لیکن بالشویک دور کا سخت مخالف تھا اس کی متعدد کتابوں میں سب سے زیادہ دقیع ''باہمی امداد'' اور ''ارتقا کا ایک محرک'' ہیں۔

کروپوٹکن خود کو کمیونسٹ انارکسٹ کہتا تھا۔ اس نے باکونن کے تصورات، خودرو باغیانہ انقلاب اور قطعاً خودمختار بنیادوں پر سماج کے خودکار قیام کو آگے بڑھایا۔ وہ پرولتاریہ کی سیاسی پارٹی، سیاسی عمل اور پرولتاریہ کی آمریت کا دشمن تھا۔ اس کے نزدیک سب سے بڑا دشمن ریاست تھی نہ کہ سرمایہ دار طبقہ۔ کروپوٹکن کے مطابق سرمایہ دار طبقہ نے اپنے انقلابی دور میں جاگیرداروں سے نہیں بلکہ ریاست کے خلاف جنگ کی تھی۔ اُس نے کہا ''اس جدوجہد پر غور کرو جو بورژوازی کو ریاست کے خلاف اس غرض سے کرنی پڑی کہ وہ اپنے طور پر تجارتی سماج قائم کرنے کا حق حاصل کر سکے۔'' باکونن ایک باعمل آدمی تھا جس نے بغاوتوں میں حصہ لیا لیکن کروپوٹکن کی سرگرمیاں اس زمانہ میں تھیں جب سرمایہ داری میں زیادہ استحکام پیدا ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ لامحالہ تحقیق و تفتیش، نظریہ اور پروپیگنڈہ میں خاص طور پر منہمک رہا۔

انارکسٹ تحریک کا سمٹاؤ

انارکسٹ انٹرنیشنل کی ناکامی اور موت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں جب کہ بیشتر ملکوں میں مزدور طبقہ سرعت کے ساتھ ترقی کی شاہراہ پر گامزن تھا، اس کے پیش کردہ نظریات ناقص تھے۔ یہ انقلابی امکانات کو مختصر سے مختصر تر سمجھ رہی تھی۔ طبقاتی جدوجہد کے لیے اس کے تصورات غلطی پر مبنی تھے اور ریاست کے کردار کی ناممکن العمل تعبیر کرتی تھی۔ پرولتاریہ کی آمریت کی حقیقت سے نابلد تھی۔ تنظیم کی اہمیت گھٹا کر عوامی خودروی پر زیادہ زور دیتی تھی۔ سرمایہ دارانہ نظام میں عملاً روزمرہ کی طبقاتی جدوجہد اس کے نزدیک غیر ضروری تھی۔ اُلجھن اور فریب کے اس بوجھ تلے نراجی تحریک کی کامیابی مشکل تھی۔

انارکسٹ انٹرنیشنل نے اپنی تمام امیدیں بغاوت سے وابستہ کر رکھی تھیں اور مزدوروں کی آئے دن کی جدوجہد کو نظر انداز کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نراجی تحریک طبقاتی جدوجہد کے پہلو میں سمٹ کر ایک مختصر سا دھڑا بن گئی تھی۔ مختلف ملکوں میں مزدوروں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور طبقاتی شعور نے وسیع ٹریڈ یونینوں کی تعمیر، سیاسی پارٹیوں اور مداد باہمی کی انجمنوں کی تشکیل، جزوی مطالبات مثلاً حق رائے دہی، اُجرت، اوقات کار میں تخفیف، فیکٹری قوانین کا نفاذ وغیرہ وغیرہ کے لیے جدوجہد شروع کر دی تھی لیکن انارکسٹ جن کے نزدیک صرف ایک ہی نسخہ یعنی بغاوت تریاق کی حیثیت رکھتا تھا اب مزدوروں کی جدوجہد کو فریب سمجھتے ہوئے اس سے نفرت کرتے تھے۔

اس لیے وہ مزدور طبقہ کی زندگی کے دھارے، جدوجہد اور ارتقاء سے بڑی حد تک علیحدہ رہے بلکہ اس کی مخالفت کرتے رہے۔ انہوں نے ہڑتالوں میں کوئی حصہ نہ لیا اور مزدوروں کی انتخابات کی بڑھتی ہوئی جدوجہد کی پشت میں چھرا گھونپا۔ یہ تمام تر روش نراجی کی گروہ بندی کی خصوصیت کا مظہر ہے۔

ان برسوں میں سیاسی عمل کے بارے میں یورپی عوام کی ابتدائی جدوجہد انارکسٹوں کے لیے خصوصیت کے ساتھ تباہ کن تھی کیونکہ پرولتاریہ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا اور انہیں حق رائے دہی کے حصول میں جو تدریجی کامیابی ہو رہی تھی اس نے باکونن کی اُس سیاست کے مخالف رویہ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں جس کا انحصار خاص طور پر اس بات پر تھا کہ لاطینی ملکوں کے مزدوروں کو خفیہ حق رائے دہی حاصل نہ تھا۔ ایک اور وجہ یہ تھی کہ ان ملکوں میں بہرصورت پرولتاریہ نسبتاً کم تعداد میں تھا اور اسے یہ اُمید نہ تھی کہ وہ رائے دہندگی کے ذریعہ انتخابی اکثریت حاصل کرے گا۔ یہ بات روس پر بھی صادق آتی تھی جہاں 1870 کے بعد دہشت پسندوں کا ''لوگوں کا عزم'' نامی گروہ جو نراجی خیالات سے زیادہ متاثر تھا تقریباً دس برس تک سرگرم عمل رہا۔

انیسویں صدی کی چھٹی دہائی کے بعد یورپ اور ریاست ہائے متحدہ میں سرمایہ داری مستحکم ہوتی جا رہی تھی اور تیز سے تیز ترقی کے اس دور میں مزدور طبقہ کی بغاوت اس قدر زیادہ خطرناک نہ رہ گئی تھی۔ بدیں اسباب انارکسٹ گروہ پسندی زیادہ سے زیادہ کٹتی جا رہی تھی۔ سرمایہ داری کی عام رفتار ارتقا نراجی تحریک پر ضرب کاری تھی جس کا مکمل انحصار فوری بغاوت کے امکان پر تھا۔ اس نے نراجی دھڑے بازی کی تباہی اور علیحدگی کے اسباب کو نہایت تقویت پہنچائی لہٰذا انارکسٹ انٹرنیشنل کا زوال ناگزیر ہو گیا تھا۔

جیسا کہ سٹالن نے کہا ہے انارکزم کا خاص طور پر زور فرد پر ہوتا ہے ''جس کی آزادی اس کے عقیدہ کے مطابق عوام کی آزادی کی مخصوص شرط ہے۔'' اس تصور نے انارکسٹوں کو طبقاتی جدوجہد کا مخالف بنا دیا۔ سٹالن کہتا ہے دوسری طرف ''بہر حال مارکس ازم کا سنگ بنیاد عوام ہیں جن کی آزادی اس کے اصول کے مطابق فرد کی آزادی کی مخصوص شرط ہے۔'' مارکسیوں کے اس تصور نے انہیں پوری طرح طبقاتی جدوجہد کے دھارے میں ڈال دیا۔ انفرادی دہشت پسندی کا پرچار کر کے اس انارکزم نے پرولتاریہ کو عوامی تنظیم اور جدوجہد کے طریقوں سے الگ ہٹا دیا۔ خیالی آزادی کے نام پر پرولتاریہ کی آمریت کی مخالفت کر کے انارکزم نے پرولتاریہ کو سب سے اہم اور تیز ترین اسلحہ سے محروم کر دیا جب کہ اس کا مخالف بورژوا طبقہ اپنی فوجوں اور تشدد کے تمام تر ہتھیاروں سے اسی طرح مسلح رہا''۔

تنظیم اور فوری مطالبات کے لیے لڑائی کا عوامی دباؤ نراجی تحریک پر نہ صرف خارجی بلکہ داخلی طور پر بھی پڑ رہا تھا۔ نتیجتاً انارکسٹ کانگرس عملی اور نظریاتی سوالات پر مسلسل انتشار میں گرفتار ہوتی جا رہی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ قابل توجہ بحث ومباحثہ ڈے پائپ کی اس تجویز پر تھا جو اس نے بروسلز کانگرس میں 1874 میں پیش کی تھی۔ اس میں دریافت کیا گیا تھا کہ عوامی ریاست کی کیا حقیقت ہے ان تمام باتوں نے تنظیم کو درہم برہم اور مفلوج کر کے رکھ دیا تھا اور نظریاتی دیوالیہ پن کا اظہار شدت کے ساتھ ہونے لگا۔ اس کے بیشتر سرکردہ شخصیتیں، جولیس گواسڈے (فرانس) کارلو کافیرو واٹل، قیصر ڈے پائپ (بلجیم) جی پلیخوف اور پال اکزلراڈ (روس) اور متعدد دیگر لوگ اس سے منہ موڑ کر مارکسی کیمپ میں شامل ہو گئے۔

انارکسٹ انٹرنیشنل کے زوال کا ٹھوس سبب اس کا پرولتاریہ انقلاب کے فوری وقوع پذیر ہونے پر ناقابل اصلاح اعتقاد تھا۔ ان دنوں مارکسی بھی جیسا کہ مارکس اور اینگلز دونوں نے فراخدلی کے ساتھ اعتراف کیا اس معاملہ میں بڑی حد تک غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ اس قسم کی غلطی کا امکان اس انقلابی دور میں فطری تھا جب کہ 1859 اور 1871 کے درمیانی سالوں میں آسٹریا اور فرانس، آسٹریا اور پروشیا، فرانس اور جرمنی کی جنگیں اور بہت سی چھوٹی موٹی لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ سپین میں ایک طویل انقلاب رونما ہوا۔ پیرس کمیون کا واقعہ رونما ہوا۔ روس میں زرعی غلامی کا خاتمہ ہوا اور پورے یورپ میں وسیع مزدور تحریک تیزی کے ساتھ ترقی کرنے لگی۔ مارکسیوں اور انارکسٹوں میں اختلافات یہ تھا کہ مارکسیوں نے

اپنے سائنسی نظریہ کی بدولت اس معاملے میں فوراً اپنی غلطی کا تدراک کر لیا۔ لیکن انارکسٹ بورژوا تصورات کے بوجھ تلے دبے رہنے کی وجہ سے اس قابل نہ تھے کہ اپنی غلطی کی اصلاح کر سکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انارکسٹ تحریک کٹ چھٹ کر ایک علیحدہ گٹھ بندی کی حیثیت سے رہ گئی جب کہ مارکس ازم ترقی پذیر عالمی مزدور طبقہ کا موثر نظریہ بن گیا۔

نراجیت میں انتشار

انیسویں صدی کی ساتویں اور آٹھویں دہائیوں میں انارکسٹ تحریک میں نہ صرف تنظیمی زوال آیا اور اس کے عام اثرات گھٹنے لگے بلکہ اس کی عالمی ناکامیوں کی وجہ سے نظریاتی انتشار بھی پھیلنے لگا۔ سیاسی سرگرمیوں کے تمام راستے مسدود ہو جانے کی وجہ سے تحریک کم وبیش بیشتر باہم متضاد نظریاتی رجحانات اور گروہوں کا انحطاط پذیر گڑھ بن گئی۔ ان داخلی گروہوں میں ایک نام نہاد ''فلسفیانہ'' یا ''انفرادیت پسند'' نراجی گروہ تھا۔ یہ اپنا سیاسی سلسلہ نسب قدیم یونانی زینو (400ق م) سے ملاتے تھے ان کی ''آسمانی کتاب'' اکس سٹرز (کاسپر شمڈ 56-1806) کی انا اور اس کی ماہیت تھی۔ یہ لوگ چھوٹے سرمایہ دارانہ نظریات رکھنے والے ''قہوہ خانہ کے انقلابی'' تھے۔ لاابالی پن ان کا کردار تھا۔ انقلاب کے بارے میں نہایت پرشکوہ الفاظ استعمال کرنے کے شوقین تھے۔ دراصل یہ لوگ انقلاب کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ اس قسم کا رجحان اب بھی پایا جاتا ہے۔

ایک وقت ایسا بھی تھا جب کہ انارکسٹوں میں دہشت پسندی طاقتور رجحانات پائے جاتے تھے۔ دہشت پسند وہ انتہائی مایوس عنصر تھا جس نے عوامی بغاوت سے کوئی نتیجہ برآمد ہوتے نہ دیکھا تو اپنے نظریہ ''عمل کے ذریعہ پروپیگنڈہ'' کا اطلاق کرنے کے لیے ریاستوں کے سربراہوں کے قتل کے درپے ہو گیا تا کہ بے حس و مضمحل عوام کو انفرادی الوالعزمی کے جرأت مندانہ کارناموں کے مظاہرے سے حرکت کرنے کی ترغیب دلائی جائے۔ چنانچہ 1900 میں اور اس سے قبل بم زنی کے جو مختلف واقعات ہوئے اور بعض سرکاری شخصیتیں قتل ہوئیں ان کے لیے غلط یا صحیح طور پر انارکسٹ ہی ملزم گردانے گئے۔ 1878 میں جرمن قیصر پر مسلح حملہ کیا گیا۔ 1876 میں ہئے مارکیٹ (شکاگو) میں بم پھینکا گیا۔ (جو یقیناً پولیس کی چالبازی تھی)۔ 1892 میں ہوم سٹیڈ میں الاد کے مزدوروں کی ہڑتال کی موقعہ پر فرک کو قتل کرنے کی

کوشش کی گئی۔ 1893 میں فرانسیسی ایوان نمائندگان میں بم پھینکا گیا۔ 1881 میں روس کے الگزینڈر ثانی کو قتل کیا گیا۔ 1894 میں فرانس کی صدر کارنوٹ 1848 میں آسٹریا کی ملکہ الزبتھ، 1900 میں اٹلی کا بادشاہ ہمبرٹ اور 1901 میں ریاست ہائے متحدہ کا صدر میکنلے قتل کیے گئے۔ نراجی دہشت پسندی کا رجحان بالآخر اپنی احمقانہ حرکتوں کی وجہ سے ختم ہوگیا۔

ایک اور تیسرا نراجی رجحان بھی پیدا ہوا جو نراجیت کے عام فلسفہ میں سب سے زیادہ اہم تھا یعنی انارکزم کی طرف مائل مزدوروں نے جو انارکسٹ دانشوروں کی بہ نسبت زیادہ باعمل تھے ٹریڈ یونین تحریک میں انارکزم کو اپنایا۔ اس قبولیت نے بڑی حد تک نراجی اصولوں کی شدت میں نرمی پیدا کر دی۔ کیونکہ ٹریڈ یونین ضبط و تنظیم یہاں تک کہ خود مختار انارکوسنڈیکلسٹ یونینیں بھی انفرادیت پسندی کے نراجی تصورات سے متصادم تھیں۔ آئندہ سماج سے متعلق انارکوسنڈیکلیٹو ں کا تصور جو درحقیقت ایک ٹریڈ یونین ریاست کو تسلیم کرنا ہے انارکسٹوں کے مخالف ریاست تصورات سے کسی طرح ہم آہنگ نہ تھا۔ اس طرح مزدوروں نے اہم انارکوسنڈیکلسٹ رجحان کو جنم دیا جس نے بعد میں چل کر بہت سے ملکوں میں معنی خیز کردار ادا کیا۔ اس کا تذکرہ ہم آئندہ صفحات میں کریں گے۔ اس سنڈیکلسٹ رجحان کی ابتدائی صورتیں جو انارکسٹ ٹریڈ یونین ازم ہے ہمیں پہلی انٹرنیشنل کی ابتدائی کانگرسوں میں نظر آتی ہیں جو عالمی مزدور تحریک کی ترقی کے ساتھ ساتھ نمایاں ہوتی گئیں۔ بالآخر انہوں نے انتشار پذیر انارکزم کے اصل دھارے کی صورت اختیار کرلی۔

(11)

انٹرنیشنل ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں

(1872-1876)

ستمبر 1872 میں ہیگ کانگرس کے فیصلہ کے مطابق آئی۔ ڈبلیو، اے کی جنرل کونسل کا صدر دفتر اسی سال اکتوبر میں لندن سے نیویارک منتقل کر دیا گیا۔ ایف، اے، سورج جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ فریڈرک بولٹے فیڈرل کونسل کی شمالی شعبے کی مرکزی کمیٹی کی تنظیمی کا سیکرٹری تھا جو 1870 میں قائم کی گئی

تھی۔جنرل کونسل نے اپنا سرکاری ترجمان ''آربیٹرز ٹیگ'' نکالا۔اس کا پہلا شمارہ 8فروری 1873 کو شائع ہوا۔

امریکہ صورت حال

1872 کے آخر میں امریکہ خانہ جنگی کے بعد پیدا ہونے والی صنعتی گرم بازاری کے آخری مرحلہ میں تھا۔فتح مند سرمایہ دار ملک کے قدرتی وسائل کے چوری کرنے میں مصروف تھے۔فیکٹریوں میں توسیع کی جارہی تھی۔اجارہ داریاں قائم ہورہی تھیں اور مزدوروں کا بے مثال استحصال جاری تھا۔ملک کی جنوبی ریاستوں کے مالکان غلاموں کا زور توڑ کر شمالی صنعت کاروں نے اپنا استحکام کیا اور حکومت پر مکمل طور پر اپنا قبضہ جمالیا۔

سرمایہ داروں کے جبر وتشدد کی وجہ سے مزدور جنگجوئی کے موڈ میں تھے۔ 1873 کے دور رس اقتصادی بحران نے اسے اور بھی تقویت دی۔نیشنل لیبر یونین اس سے قبل بیان کردہ وجوہات کی بنا پر گوشہ گمنامی میں جا چکی تھی۔نائٹس آف لیبر 1869 سے موجود تھی لیکن ابھی چھوٹی اور کمزور تھی، 1881 میں اے، ایف آف ایل (امریکی فیڈریشن آف لیبر) کے قائم ہونے میں ابھی نو سال کا عرصہ تھا لیکن مقامی اور قومی ٹریڈ یونینوں کی تنظیم ہورہی تھی۔متعدد مزدور اور کسانوں جماعتیں معرض وجود میں آچکی تھیں اور ملک میں 1877 کی عظیم ریلوے ہڑتال کی تیاریاں ہورہی تھیں۔یہ ریاست ہائے متحدہ کی تاریخ میں ایک شدید ترین طبقاتی جدوجہد تھی۔

فونر کی 1872 کی رپورٹ کے مطابق ریاست ہائے متحدہ میں پہلی انٹرنیشنل کے تقریباً تیس شعبے اور پانچ ہزار ارکان تھے''۔اس کی مقامی تنظیمیں نیویارک، شکاگو، سان فرانس کو نیوارک، سپرنگ فیلڈ، نیوآرلینز اور وشنگٹن ڈی سی میں تھیں۔جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں امریکہ نے پہلی انٹرنیشنل کی زندگی میں کچھ کم کردار ادا نہیں کیا۔امریکی ڈیلی گیٹوں نے مختلف کانگرسوں میں حصہ لیا۔آئی، ڈبلیو، اے کی سرگرمیوں میں بار ہا امریکی مسائل بھی سامنے آئے۔اس کی مثالیں اُس خط وکتابت کی صورت میں ملتی ہیں جو مختلف موقعوں پر جنرل کونسل اور صدر لنکن وجانسن کے مابین ہوئی۔اس کردار کی ایک اور مثال وہ لڑائی ہے جو مارکس کی قیادت میں یورپی مزدوروں نے اپنے ملکوں کو امریکی خانہ جنگی میں

کانفیڈریسی کی حمایت سے روکنے کے لیےلڑی اور وہ قریبی تعلقات ہیں جو انٹرنیشنل اور نیشنل لیبر یونین کے درمیان قائم تھے۔ درحقیقت پہلی انٹرنیشنل کی تنظیموں میں امریکی شعبہ کچھ کم اہم بھی نہ تھا۔

آئی، ڈبلیو، اے امریکی طبقاتی جنگ میں

اگرچہ نیویارک میں جنزل کونسل کی منتقلی کو امریکہ کے مارکسی رہنماؤں نے شک وشبہ کی نظروں سے دیکھا تاہم اس نے ایک دور میں امریکی مزدور تحریک میں اُبھار پیدا کیا اور اس کے شعبوں اور ارکان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ریاست ہائے متحدہ میں آئی، ڈبلیو، اے کا رہنما ایف، اے سورج (1827-1906) موسیقی کا استاد سیکسونی کا باشندہ تھا۔ اس نے جرمنی میں 1848 کے انقلاب میں حصہ لیا۔ مارکس کا شریک کار رہا۔ سورج درست سوچ کا مالک اور انتھک لڑاکا تھا۔

آئی، ڈبلیو، ایک کی صحیح لائنوں پر چلتے ہوئے امریکی مارکسیوں نے مزدوروں کی روز مرہ کی جدوجہد یونینوں کی تشکیل اور ہڑتالوں کے چلانے میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ جنزل کونسل کے امریکہ میں آنے کے بعد ان کی سرگرمیوں میں اور اضافہ ہوگیا۔ مارکسیوں نے اکتوبر 1871 کو آٹھ گھنٹے اوقات کار کے لیے نیویارک میں عظیم الشان مظاہرہ کی رہنمائی کی۔ ان کی جھنڈوں پر، جیسا کہ گومپرز نے ہمیں بتایا ہے یہ نعرہ لکھا ہوتا تھا ''جہاں تک ہو سکے پر امن طریقہ پر، ورنہ بزور طاقت''۔ کامنس ایک مقامی اخبار کے حوالہ سے لکھتا ہے ''جلوس کے اختتام پر انٹرنیشنل کے زیر قیادت ٹریڈ یونینوں کے پیروکاروں نے خصوصیت کے ساتھ پرتپاک خیر مقدم لیا۔ جلسہ عام میں جب ان کا پرچم (سرخ جھنڈا) سامنے آیا تو تحسین وآفریں کے اتنے پرشور نعرے بلند ہوئے کہ کان پھٹے جا رہے تھے ایک اور اہم بات یہ تھی کہ انگریزی بولنے والی یونینوں کی منظم کردہ رنگ دار (نیگرو) مزدوروں کی تنظیمیں پہلی مرتبہ مظاہرہ میں شریک ہوئیں (جرمن یونینوں نے کئی سال پہلے ان کے ساتھ مساوی سلوک روا رکھنا شروع کر دیا تھا۔)

3 جنوری 1874 کو ٹامپکنز سکوائر نیویارک میں بے روزگاروں کے عظیم الشان مظاہرہ کو ترتیب دینے میں بھی سرگرم مارکسی لیڈر پیش پیش تھے۔ یہ جلسہ بے روزگاروں کی فاقہ کشی کی حالت کے خلاف احتجاج کی غرض سے منعقد ہوا تھا۔ ریاست ہائے متحدہ میں آج تک اس سے بڑا جلسہ منعقد نہیں ہوا۔ پولیس نے سختی کے ساتھ جلسے کو منتشر کر دیا۔ بہت سے مزدور زخمی ہوئے۔ اس قسم کے مظاہرے شکاگو اور

دوسرے شہروں میں بھی ہوئے۔

اس زمانہ میں بہت سی سرکردہ مزدور شخصیتیں آئی، ڈبلیو، اے کی رکن یا ہمدرد تھیں ان میں جے۔ پی۔ میکڈونل اور ''ورکنگ منیز ایڈوکیٹ'' کا ایڈیٹر اڈولف سٹراسر اور پی جے میک گوئر تھے۔ جنہوں نے بعد میں امریکن فیڈریشن آف لیبر کے بانیوں کی حیثیت سے شہرت پائی۔ سیموئیل گومپرز جو کئی سال تک اے، ایف، آف ایل کا صدر رہا، اگر چہ انٹرنیشنل کا رکن نہ تھا مگر اس سے قریبی تعلقات رکھتا تھا۔ اس نے خودنوشت سوانح حیات میں اس وقت کے ایسے متعدد ٹریڈ یونین رہنماؤں کے نام گنائے ہیں جو آئی، ڈبلیو، اے کے رکن تھے۔ وہ کہتا ہے ''بلاشک ساتویں دہائی کے ان ایام میں نیویارک شہر کی مزدور تحریک پر انٹرنیشنل کا اقتدار تھا'' وہ مزید کہتا ہے کہ بالخصوص ''نیویارک شہر امریکی مزدور تحریک کا گہوارہ تھا۔ گومپرز دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے کمیونسٹ مینی فیسٹو اور مارکس کی دوسری تصانیف کا مطالعہ کرنے کے لیے جرمن زبان سیکھی تھی۔

گروہ بندی کے خلاف جدوجہد

یورپ کی طرح ریاست ہائے متحدہ میں بھی انٹرنیشنل کو وسیع ٹریڈ یونین تحریک کے ارتقا میں اندرونی رجحانات کو رکاوٹ بننے سے روکنے کے لیے مسلسل جنگ کرنی پڑی۔ جنرل کونسل کے نیویارک آ جانے کے بعد یہ لڑائی خصوصیت کے ساتھ تیز ہوگئی۔ اس میں شک نہیں کہ ترمیم و تنسیخ کے یہ رجحانات امریکی خصوصیات کے حامل تھے۔ ان میں سب سے زیادہ سخت، دیرپا اور خطرناک غیر ملکی خصوصاً جرمن مزدوروں کا وہ رجحان تھا جو انہیں عوام الناس اور مقامی امریکی مزدوروں کی زندگی اور جدوجہد سے علیحدہ رہنے کی ترغیب دیتا تھا۔ انگریزی زبان سیکھنے، امریکی شہرت قبول کرنے، اور مقامی مزدوروں کی تنظیموں میں شرکت اور لڑائیوں کی رہنمائی میں ان کا پس وپیش کرنا اس بات کا مظہر ہیں۔ یہ خطرناک رجحان جس کی اصلاح کرنے میں جنرل کونسل کو بھی کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی، دو نسلوں تک روبہ زوال حالت میں قائم رہا۔ یہاں تک کہ موجودہ کمیونسٹ پارٹی نے اپنے قیام کے بعد اسے ختم کردیا۔

اس گروہ بندی کے پیدا کردہ مضر اثرات میں سب سے زیادہ تباہ کن نیگرو مسئلہ سے اجتناب تھا۔ بیشتر شمالی شہروں میں آباد مارکسی اس لحاظ سے مشہور تھے کہ وہ نیگرو لوگوں کے دوست، ان کے روزگار کے

حق کے لیے لڑنے والے اور ٹریڈ یونینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ آئی، ڈبلیو، اے نے نیگرو لوگوں کی عہدِ اصلاح کی اس جدوجہد کی طرف کوئی دھیان نہ دیا جو کہ اس وقت وہ اپنے سفید فام ساتھیوں کے دوش بدوش مابعد جنگ جنوب کے انقلاب دشمن جنگ بازوں کے خلاف کر رہے تھے۔

آئی، ڈبلیو، اے کے مارکسیوں نے اس وقت بھی گروہ بندی کا رویہ اختیار کیا جب عورتوں کو حق رائے دہی دلانے کی پُر زور تحریک چل رہی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پہلی انٹرنیشنل کی تمام سرگرمیوں میں یہ کمزوری نمایاں رہی۔ امریکی مارکسی صنعت، قانون اور دوسرے معاملات میں عورتوں کے حقوق کے لیے تو لڑتے رہے مگر ان کے ووٹ کے حق پر کبھی زور نہ دیا۔ اس سوال پر اس وقت جو نقطہ نظر مروج تھا اس کا اظہار ریاست ہائے متحدہ کی ورکنگ مینز پارٹی کے پلیٹ فارم سے 1876 اس طرح ہوا ''عورتوں کا نام نہاد مسئلہ مزدوروں کے مسئلہ کے ساتھ ہی حل ہو سکتا ہے۔'' یہ ایک گروہ بندی کا اصول تھا جس کی وجہ سے مارکسی عورتوں کی اس دور کی طاقتور تحریک سے کٹ گئے۔ اسی طرح کی تنگ نظری نے آئی، ڈبلیو، اے کو اس کسان تحریک سے بھی علیحدہ رکھا جو اس وقت مغربی حصہ کے وسطی علاقوں میں زور پکڑ رہی تھی۔

آئی، ڈبلیو، اے کو ریاست ہائے متحدہ کے بورژوا آزاد خیالوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہونا پڑا جو تنظیم پر چھا جانا چاہتے تھے اور اس کے پروگرام کو اپنے خیالات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے کوشاں تھے۔

اس غیر متعلقہ عنصر کی رہنمائی دو مشہور بہنیں وکٹوریہ وڈہل اور ٹینیسی کلافلن کر رہی تھیں۔ ابتدا میں انہوں نے ایک تنظیم ''جمہوریہ'' کے نام سے بنائی جس کے پروگرام میں عورتوں کے حق رائے دہی، جنسی آزادی، روحانیت اور عالمی زبان کی وکالت کی جاتی تھی۔ انہوں نے اس ''رضا کارانہ سوشلزم'' کی تجویز پیش کی جس کا قیام ان کے نزدیک استصواب رائے کے ذریعہ عمل میں آسکتا تھا۔ 1870 میں انہوں نے اپنی تنظیم توڑ دی اور انٹرنیشنل میں شامل ہو گئیں۔ مسز وڈہل نہایت جنگجو اور پر جوش مقررہ تھی۔ اس نے نیویارک میں شعبہ 9 اور 12 کی تنظیم کی جو بیشتر مقامی امریکیوں پر مشتمل تھے ان کی رہنمائی انہی کے ہاتھ میں تھی۔ ان بہنوں نے اپنا ایک ہفت روزہ بھی جاری کیا۔ جس کا نام ''وڈہل کلافلن'' تھا۔

مزدوروں نے ان چھوٹے سرمایہ دار دانشوروں سے فوراً ٹکر لی۔ معاملہ لندن میں جنرل کونسل کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب ان کے مطالبہ کا جواب ان کے خلاف دیا گیا یعنی شعبہ 1 کی بجائے شعبہ 2 کو

امریکہ میں رہنمایانہ حیثیت دی گئی تو وڈہل کے حامیوں میں انتشار پیدا ہوگیا۔اس کے بعد سے دوفیڈرل کونسلیں کام کرنے لگیں۔

مارچ 1872 میں لندن جنرل کونسل نے شعبہ 12 کو خارج کر کے نئے قومی کنونش کے انعقاد کا حکم دیا مگر دوڈہل گروہ نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور 9 جولائی 1872 کو فلاڈیلفیا میں ایک جلسہ کیا جس میں 13 شعبوں نے شمولیت کی ۔ یہ شعبے تقریباً سب کے سب امریکی نژادلوگوں پر مشتمل تھے۔انہوں نے امریکن کا نفیڈریشن آف انٹرنیشنل کو جوعوماً سپرنگ سڑیٹ کونسل کے نام سے مشہور ہوئی منظم کیا۔آئی،ڈبلیوایک کا باقاعدہ اجلاس کچھ دنوں کے بعد فلاڈیلفیا ہی میں منعقد ہوا جس میں بائیس شعبوں کے نوسوارکان کے پچیس ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی ۔ ہیگ کانزس میں وڈہل گروہ کو دوبارہ شکست ہوئی۔اس نے پھر بھی آئی،ڈبلیو،اے کو فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔جس وقت جنرل کونسل ریاست ہائے متحدہ میں آئی تو اس تحریک میں کوئی جان نہ رہ گئی تھی۔

وکٹوریہ وڈہل اس وقت کی جنگجویانہ حقوق نسواں کی تحریک میں ایک سرکردہ شخصیت تھی مگر مزدوروں کے انٹرنیشنل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ تاہم وہ ایک لڑاکا خاتون تھی اس نے مخصوص انداز میں اعلان کیا ”اگر آئندہ کانگرس نے عورتوں کے تمام جائز شہری حقوق دینے سے انکار کیا تو ہم اس کی جگہ ایک اور کنونشن منعقد کریں گے تاکہ ملک کا ایک نیا دستور مرتب کیا جائے اور نئی حکومت بنائی جائے۔ہم انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ہم اس مصنوعی جمہوریہ کا تختہ الٹ دیں گے۔“

الزابتھ کاڈی سٹانٹن وڈہل کی تقریروں کی تعریف کرتے ہوئے کہتی ہے ”وہ ملک میں عورتوں کے حق رائے دہی کی تحریک کی رہنما تھی۔“ وہ ”مساوی حقوق کی پارٹی“ کے ٹکٹ پر 1872 میں صدارت کے لیے کھڑی ہوئی۔اس نے نیشنل ومنز سفریج ایسوسی ایشن، پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔لیکن جس طرح آئی،ڈبلیو،اے پر چھا جانے میں اسے ناکامی ہوئی اس کوشش میں بھی ناکام رہی۔

مارکسی اور لاسل کے پیروکار

آئی،ڈبلیو،اے میں گروہ بندی کے خلاف مارکسیوں کی ایک بڑی لڑائی لاسل ازم کے خلاف تھی۔ آئی۔ڈبلیو۔اے کے منظر عام پر آنے کے بعد یوٹوپیائی سوشلزم کی تحریک (انیسویں صدی کی نویں دہائی

میں بلامی تحریک کے علاوہ) ختم ہوگئی۔ ریاست ہائے متحدہ کے مزدوروں میں پرودھن ازم اور بلانکی ازم کے پیروکار نہیں تھے۔ کیونکہ یہاں ابھی تک لاطینی اور سلانی تارکین وطن نہیں پہنچے تھے۔ انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی تک باکونن پرستوں کی کوئی قابل ذکر تعداد نہ تھی۔ جس کا اعتقاد لاسل ازم پر تھا۔ اسے یہ لوگ جرمنی سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

کئی سال تک انٹرنیشنل کے امریکی شعبہ میں لاسل ازم بہت بڑا متنازعہ اور صحت باعث تصادم مسئلہ رہا۔ آئی، ڈبلیو، اے کا ایک شعبہ نیویارک کی جنرل جرمن ورکرز ایسوسی ایشن ابتدا لاسل پرستوں کی تنظیم تھی۔ لاسل کے ''اُجرت کے آہنی قانون'' کے پیش نظر یہ گروہ عموماً ٹریڈ یونینوں کی تنظیم کو فضول سمجھتا تھا اور سیاسی عمل پر زور دیتا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مزدوروں کی آزادی کا راستہ حکومت کی امداد سے قائم شدہ پیدا کنندگان کی امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعہ تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ میں مارکسیوں اور لاسل پرستوں کے مابین سخت مناقشہ انہی عناصر کی جرمنی میں ہونے والی کشمکش کا آئینہ دار تھا۔

ریاست ہائے متحدہ میں ان دونوں گروہوں میں لڑائی کی بنیاد اولاً ٹریڈ یونین ازم اور انتخابات کے مسئلہ پر سیاسی عمل کا سوال تھا۔ یہ اتفاق کی بات تھی کہ گو میرز مارکسیوں کے مطالبہ ٹریڈ یونین کا حامی اور لاسل پرستوں کے ٹریڈ یونینوں سے فرار کا مخالف تھا۔ 1874 کی قومی کنونشن میں آئی، ڈبلیو، اے نے مزدور طبقہ کی پرزور حمایت کرتے ہوئے ایک اصولی بیان منظور کیا گیا: ''قابض طبقات کی قائم کردہ تمام سیاسی پارٹیوں سے تعاون وربط کو مسترد کرتے ہوئے'' اور یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ''جب تک فیڈریشن اتنا طاقتور نہیں ہو جاتا کہ وہ کوئی موثر اقدام کے قابل ہو سکے کسی سیاسی مہم اور حکومتی انتخاب میں حصہ نہ لے گا''۔ یہ قرارداد لاسل پرستوں کے موقعہ پرست سیاسی تصورات وسرگرمیوں کی مقصد برآری کرتی تھی۔ 1872 کے بعد جنرل کونسل گھمسان کی لڑائی میں الجھی رہی جو شدید سے شدید تر ہوتی گئی اور جس نے بالآخر تنظیم کو مجموعی طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا۔

داخلی بحران اور سیاسی ارتقاء

1874 میں آئی، دبلیو، اے معرکہ آرائیوں سے پارہ پارہ ہو کر عمیق بحران میں مبتلا ہوگئی۔ بچے

کچھ یورپی شعبوں سے جنرل کونسل کے تمام تعلقات فی الواقع منقطع ہو چکے تھے۔صرف ریاست ہائے متحدہ، جرمنی اور آسٹریا چندہ دے رہے تھے۔امریکی تنظیم گھٹتی ہوئی رکنیت کے ساتھ ساتھ نیویارک اور شکاگو میں منقسم ہوگئی تھی۔اس انتشار نے دونئی تنظیمیں پیدا کردیں۔شکاگو میں جنوری 1874 میں ''لیبر پارٹی آف الائنس'' اور نیویارک میں مئی 1874 میں ''سوشل ڈیموکریٹک ورکنگ منیز پارٹی آف نارتھ امریکہ'' قائم ہوئیں جوزیادہ تر لاسل ازم کے زیر اثر تھیں۔ان میں کوئی بھی زیادہ کامیابی حاصل نہ کرسکی۔

آئی، دبلیو، اے کے امریکی شعبہ کا دوسرا قومی کنونشن فلاڈیلفیا میں'' اپریل 1874 کوشروع ہوا۔ اسے داخلی بحران کوختم کرنے میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔اس نے فیڈرل کونسل کے اختیارات اور کام جنرل کونسل کومنتقل کردیےاور ایک نئی جنرل کونسل کا انتخاب کیا۔اس طرح یہ جماعت حقیقتاً ایک امریکی کمیٹی بن گئی۔اس نے پالیسی کی اسی توضیحات کوقبول کیا۔جس کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے یعنی لاسل پرستوں کے اختیارکردہ پروگرام کی اغلاط کی تصیح کی۔ جنرل کونسل کے ممبر سورج، سپیر، ہینجر ،ہس،نوواک، دوس اور پرسٹاشنز تھے۔سورج جنرل سیکرٹری تھا۔

فلاڈیلفیا کنونشن کے بعد جھگڑے اور بھی تیز ہوگئے۔آربیٹرزیٹنگ پر جھگڑے نے اس قدر تلخی اختیار کی کہ معاملہ عدالتی چارہ جوئی تک پہنچا۔جس کے سبب مارچ 1875 میں اس کی اشاعت ملتوی کر دی گئی۔فلاڈیلفیا کنونشن کے فوراً بعد جنرل کونسل نے نیویارک کے شعبہ کو جوتنظیم میں سب سے زیادہ طاقتور تھا، معطل کردیا۔اس کشمکش میں نیویارک کے 5-6 اور 8 شعبے علیحدہ ہوگئے۔ بولٹے اور کارل کوجنرل کونسل سے خارج کر دیا گیا۔ 12 اگست 1874 کوسورج نے ایک قرارداد پیش کی جس میں جنرل کونسل کوایک سال کے لیے ملتوی کردینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔نتیجتاً یکم جون 1875 تک اس کا اجلاس منعقد نہ ہوسکا۔انعقاد کے بعد داخلی کشمکش پھر شروع ہوگئی۔گروہ بندی کے نہ ختم ہونے والے جھگڑوں سے تھک کر بالآخر سورج نے انٹرنیشنل کے جنرل سیکرٹری عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔اس کی جگہ کارل سپیر منتخب ہوا۔ پہلے انٹرنیشنل کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر حسب ذیل اشخاص فائزہ ہوئے۔ ڈبلیو، آر، کریمر (1864-66) پیٹر فاکس (1866) جے۔ جی۔ اکاریس (1867-70) جان ہیلس (1870-72) ایف،اے سورج (1872-74) کارل سپیر (1875-76)۔

1875 کے دوران آئی، ڈبلیو۔اے میں ایک طرح کی تیزی پیدا ہوگئی۔اس کی رکنیت اور شعبوں

کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوگیا۔ جے، پی میکڈونل کے زیر قیادت ''یونائیٹڈ ورکرز آف امریکہ (جو پولینڈ والوں پر مشتمل تھی) اس لیے جنرل کونسل نے آئندہ جولائی 1876 میں فلاڈیلفیا میں انٹرنیشنل کانگرس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ تا کہ اسے توڑ دیا جائے۔

حالات اتنے زیادہ خراب نہ تھے جتنا کہ انٹرنیشنل کے انتشار پذیر رجحانات سے ظاہر ہو رہا تھا۔ جو بات وقوع پذیر ہو رہی تھی یہ تھی کہ آئی۔ ڈبلیو۔اے کا امریکی شعبہ یورپی شعبوں کی طرح ایک نئی مارکسی پارٹی کو جنم دے رہا تھا۔ اس وقت انٹرنیشنل جن خطوط پر ترقی کر رہا تھا، یہ بات اس کے عین مطابق تھی۔ تحریک رو بہ زوال نہ تھی بلکہ ایک نئے بلند مرحلہ میں داخل ہونے کے لیے مشکلات سے گزر رہی تھی۔ جہاں تک آئی، ڈبلیو،اے کا تعلق تھا بطور عالمی تنظیم کے عملاً ختم ہو چکی تھی۔

ریاست ہائے متحدہ میں انٹرنیشنل تنظیمی طور پر ختم ہو گیا۔ سوشلسٹ اور ممکنہ سوشلسٹ صفوں میں اتحاد کے لیے نئے رجحانات ترقی کرنے لگے۔ مارکسیوں نے دونوں سابقہ منقسم پارٹیوں ''الائنس لیبر پارٹی''، اور'' سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی آف نارتھ امریکہ'' میں دوبارہ بڑی حد تک اپنی قیادت قائم کر لیا اور پٹسبرگ میں (18-1876,17) میں منعقد ہونے والی عام مزدور کانفرنس میں اہم کردار ادا کیا۔ سوشلسٹ صفوں میں اتحاد کا رجحان زور پکڑنے لگا۔ مئی (1875) میں جرمنی میں گوتھا کانگرس کے موقعہ پر مارکس اور لاسل پرستوں کے میل نے اس رجحان کو اور بھی تقویت بخشی۔ اس واقعہ نے ریاست ہائے متحدہ میں جرمن مزدوروں پر خصوصاً نہایت گہرا اثر ڈالا۔ کامنس کہتا ہے کہ شکاگو اور مشرق دونوں مقامات پر انٹرنیشنل کے حقیقی خیالات پہنچنے کے لیے امریکی سوشلسٹوں کو بہت دور تک پیچھے ہٹنا پڑا۔ وقت آ چکا تھا کہ سوشلسٹ تحریک کے مختلف گروہوں میں اتحاد قائم ہوا۔

انٹرنیشنل کا اختتام

جہاں تک ممکن ہو سکا جنرل کونسل نے فلاڈیلفیا کانگرس کی اطلاع یورپی شعبوں کو دی اور انہیں ڈیلی گیٹ بھیجنے کے لیے مدعو کیا۔ لیکن جب آئی، ڈبلیو،اے کا ساتواں اور آخری اجلاس جو مانیا ہال فلاڈیلفیا میں 15 جولائی (1876) کو منعقد ہوا تو صرف سوشل ڈیموکریٹک پارٹی آف جرمنی کا ایک ڈیلی گیٹ شامل ہوا دوسرے دس ڈیلی گیٹ امریکی تھے جن میں سورج اور اوٹو ویڈمیر بھی شامل تھے۔ زیادہ بحث

ومباحثہ میں پڑے بغیر کمیٹی نے انٹرنیشنل کے خاتمہ کا فیصلہ کرلیا۔ تین نکات پر مشتمل قرارداد نے اعلان کیا۔ ''انٹرنیشنل ورکنگ منیز ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل ختم کی جاتی ہے'' اور یہ کہ شمالی امریکی شعبہ کی فیڈرل کونسل کو یہ کام تفویض کیا جاتا ہے کہ وہ موجودہ بین الاقوامی تعلقات کو قائم رکھے اور انہیں بڑھائے اور یہ کہ جب حالات سازگار رہوں تو بین الاقوامی کانگرس منعقد کرنے کی کوشش کرے۔ سورج اور سپیر پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے ذمہ یہ کام سونپا گیا کہ وہ انٹرنیشنل کی دستاویزات کو اپنے تحویل میں رکھے اور آئی۔ڈبلیو۔اے کے اختتام سے متعلق ایک بیان شائع کرے۔

آئی، ڈبلیو، اے کانگرس کی اجتاع میں جولائی 16 تا 19 کو آئی، ڈبلیو، اے کی شمالی امریکی فیڈریشن نے بھی اپنا اجتماع کیا۔ شمالی امریکہ کے شعبوں نے کل تین قومی کنونشن منعقد کیے: 6 جولائی 1872 کو نیویارک میں، 11 اپریل 1874 اور 16 جولائی 1876 کو فلاڈیلفیا میں جس میں 17 شعبوں کے چندہ ادا کرنے والے ارکان کے 13 ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی۔ آئیندہ سوشلسٹ اتحاد کانگرس کے لیے ایک وفد کا انتخاب کر کے شمالی امریکی فیڈریشن کی آئیند سوشلسٹ اتحاد کانگرس کے لیے ایک وفد کا انتخاب کر کے شمالی امریکی فیڈریشن نے بھی اپنے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ اتحاد کانگرس چند دنوں کے بعد منعقد ہونے والی تھی۔

اس کے فوری بعد جولائی 19 تا 23 کو فلاڈیلفیا ہال میں ہی پہلے سے بنائے ہوئے ایک منصوبہ کے تحت مختلف سوشلسٹ گروہوں نے اجتماع کیا۔ اور نئی مارکسی تنظیم امریکہ کے محنت کشوں کی پارٹی کی تشکیل کی۔ مخصوص طور پر اس کی بنیاد اختتام پذیر آئی، ڈبلیو، اے کی ان قوتوں کے مابین تنظیمی اتحاد پر رکھی گئی۔ جن کی قیادت ایک طرف سورج اور اوٹو ویڈمیر اور دوسری طرف لاسل کے پیروکار راڈولف سٹراسر اور پی، جے، میک گوئر کر رہے تھے۔ فلپ وان پیٹن کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اور جے۔ پی میکڈونل کو پارٹی کے انگریزی اخبار لیبر سٹینڈرڈ، کی ادارت کے فرائض سونپے گئے۔ اس اقدام نے واضح طریق پر امریکی مارکسی پارٹی کو منظم کیا۔ یہ پارٹی سوشلسٹ لیبر پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی کی شکل میں موجودہ کمیونسٹ پارٹی کے وجود میں آنے تک موجود رہی۔

اس طرح تینوں مربوط کنونشوں کے تسلسل کے ذریعہ ایک ہفتہ کے اندر اندر عموماً تمام دنیا کی سوشلسٹ صفوں میں تاریخی ارتقا ظہور پذیر ہوا، یعنی پہلی انٹرنیشنل کا اختتام اور قومی بنیادوں پر مارکسی سیاسی

پارٹیوں کی تنظیم۔

پہلے انٹرنیشنل کے اختتام کا تاریخی بیان جسے سورج اور پیپئر نے مرتب کیا تھا درج ذیل ہے:۔

''ساتھی محنت کشو!

''فلاڈیلفیا کی انٹرنیشنل کنونشن نے انٹرنیشنل ورکنگ منیز ایسوسی ایشن کی جنرل کونسل کو توڑ دیا اور اب تنظیم کے خارجی رشتوں کا کوئی وجود باقی نہیں رہا۔''

''انٹرنیشنل کا خاتمہ ہوگیا، تمام ملکوں کا بورژوا طبقہ خوشی کے شادیانے بجائے گا۔تمسخر اور خوشی کے ساتھ اس کنونشن کا کاروائی کو تمام دنیا کی مزدور تحریک کی شکست کا دستاویزی ثبوت بتایا جائے گا۔ہمیں دشمنوں کے شور وغوغا سے متاثر نہ ہونا چاہیے۔

یورپ کے موجودہ سیاسی حالات کچھ ایسے ہو چکے تھے کہ ہمیں مجبوراً انٹرنیشنل کی تنظیم سے دست بردار ہونا پڑا ہے لیکن اس کا ایک اجر بھی ملا، یعنی تمام مہذب دنیا کے ترقی پسند محنت کش عوام نے اس تنظیم کے اصولوں کو تسلیم کر لیا۔ہمیں یورپ کے مزدور ساتھیوں کو کچھ وقت دینا چاہیے تا کہ وہ اپنے قومی معاملات کو مستحکم بنا سکیں۔ہمیں یقین ہے وہ اپنے اور دنیا کے دوسرے حصوں کے محنت کش عوام کے درمیان حائل شدہ رکاوٹوں کو دور کریں گے۔

''ساتھیو! آپ نے انٹرنیشنل کے اصولوں کو دل سے اور محبت کے ساتھ اپنایا ہے آپ کو وہ ذرائع حاصل ہو گئے ہیں۔جنہیں استعمال کر کے آپ کسی تنظیم کے بغیر اس کے پیروکاروں کا حلقہ وسیع کر سکتے ہیں ہماری ایسوسی ایشن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے نئے پرجوش حامی میدان میں آ گئے ہیں۔امریکہ کے ترقی پسند عہد کرتے ہیں کہ انٹرنیشنل سے جو کچھ حاصل ہوا اس ملک میں اُس کی حفاظت اور پرورش کرتے رہیں گے تا آنکہ ایسے سازگار حالات نہ پیدا ہو جائیں جن میں تمام دنیا کے مزدور دوبارہ متحدہ ہو کر مشترکہ جدوجہد کریں اور یہ نعرہ پہلے سے کہیں زیادہ پرزور طریقے پر گونج اُٹھے۔دنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ۔''

(13)

پہلی انٹرنیشنل کا کردار

(1864-1876)

کارل مارکس (اینگلز نے پہلی انٹرنیشنل میں براہ راست عملی حصہ نہ لیا لیکن جب وہ یورپ میں اپنے آخری مرحلہ میں تھی تو اس نے حصہ لینا شروع کر دیا تھا) کے زیر قیادت اور اپنی پیش رو ''کمیونسٹ لیگ'' کے اتباع میں پہلی انٹرنیشنل نے موجودہ مزدور تحریک کی نظریاتی اور تنظیمی دونوں بنیادویں استوار کیں۔(باب 2) اس وسیع سلسلے میں پرولتاری فلسفہ اور عالمی نقطہ نظر یعنی مارکس اور اینگلز کے مرتب کردہ سائنسی سوشلزم کی عام مقبولیت اور عملی اطلاق اس کی بنیادی کامیابی تھی۔ اس نے سرمایہ دار ریاست اور ریاست کی مجموعی حیثیت کے بارے میں مزدور طبقہ کی ٹھوس پالیسی متعین کی۔ٹریڈ یونین تحریک امداد باہمی کی تنظیم، جمہوری حق رائے دہی کی اہمیت واضح کی اور عورتوں کے حقوق کا غائر تجزیہ کیا۔ اس نے مزدوروں کی سیاسی پارٹی کے بنیادی کام کی نشو ونما کی۔کسان جنگ اور قومی مسائل سے متعلق پرولتاریہ کے نقطہ نظر کا تعین کیا۔ مسلح بغاوت کی تکنیک کی قیمت بتائی۔فوری مطالبات اور پرولتاری انقلاب میں رشتہ قائم کیا۔ پرولتاریہ کی آمریت کے امکانات واضح کیے اور مختلف ملکوں میں ترتیت یافتہ مارکسی رہنماؤں کے دست پیدا کیے۔

ان تمام پالیسیوں اور پروگراموں کو مرتب کرنے کے سلسلہ میں پہلی انٹرنیشنل نے تاریخی اہمیت کی غیر فانی مزدور دستاویزات شائع کیں جو بیشتر مارکس کی تحریر کردہ تھیں۔ ان میں افتتاحی خطبہ، اور ایسوسی ایشن کے قوانین، اور کمیون کا بیش قیمت تجزیہ، فرانس میں خانہ جنگی، شامل ہیں۔اسی دوران میں مارکس نے سرمایہ کی پہلی جلد اور دوسری اہم تصانیف شائع کیں۔

نظریاتی کام کے ساتھ ساتھ پہلی انٹرنیشنل نے عالمی مزدوروں کے لیے بین الاقوامی کوششوں اور تحریکات کی عملی اور حقیقی شکل مہیا کی۔ پہلی مرتبہ اور نہایت موثر انداز میں اس نے مزدوروں کو بین الاقوامی سالمیت کا بنیادی سبق دیا۔اس نے اس دور کی بکھری ہوئی نجی اور پارہ پارہ مزدور تحریکوں کو یکجا کیا اور انہیں ایک ایسی منظّم عالمی طاقت میں منسلک کر دیا جس نے تمام دنیا کے استحصال کرنے والوں میں دہشت اور

پیشگی اندیشے پیدا کر دیئے۔ یہ مزدور بین الاقوامیت کی پہلی رہنما تھی۔ دوسری انٹرنیشنل کے قیام کے وقت 1889 میں لائب نخ نے کہا" آئی۔ڈبلیو۔اے مری نہیں۔ مختلف کی طاقت ورمزدور تحریکوں میں اس کا تسلسل قائم رہا اور ان میں زندہ رہی۔ اب یہ ہمارے درمیان زندہ ہے موجودہ کانگرس انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کا ہی کام ہے"۔

آئی،ڈبلیو،اے نے بہت سے ملکوں میں اپنے دور کی کئی اہم ہڑتالوں اور سیاسی تحریکوں کی رہنمائی کی۔ اس نے سرگرمی کے ساتھ بہت سی ٹریڈ یونینوں کی تنظیم کی۔ آئی ڈبلیو۔اے کے عوامی کام میں سب سے بڑھ کر پیرس کمیون کی پشت پر اس کی تخلیقی تحریک تھی۔ اینگلز نے اس عظیم واقعہ کو "پہلی انٹرنیشنل کا پیدا کردہ" قرار دیا۔ جو ایک تاریخی حقیقت ہے علاوہ ازیں آئر لینڈ، پولینڈ اور دوسرے ملکوں کے پسے ہوئے لوگوں کی حمایت کر کے انٹرنیشنل نے مستقبل کی قومی آزادی کی جدوجہد کی بنیاد رکھی۔

گروہوں کی نظریاتی تباہی

پہلی انٹرنیشنل کی مارکسی قیادت نے اُن مروجہ گروہی رجحانات کے خلاف انتھک اور موثر معرکہ آرائی کی جو مزدوروں کی کوششوں کو اُن کے طبقاتی مفاد سے ہٹا کر غلط راستہ پر ڈال دینا چاہتے تھے۔ مارکس نے خصوصاً مازینی کی انتہا پسند جمہوریت، پرودھن کی چھوٹے سرمایہ داروں کی جمہوریت، باکونن کی بائیں بازو کی لفاظی اور سازشی طریق کار اور ووڈ گرز اپیل گارتھ کی خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم کے گرد گھومنے والے مختلف یوٹوپیائی سوشلزم کے طلسمات کو توڑا۔ پہلی انٹرنیشنل کے ختم ہونے تک ان "گروہوں" کی بیشتر تعداد نظریاتی طور پر شکست کھا چکی تھی لیکن موقعہ پرست ٹریڈ یونین ازم، سیاسی ترمیم پسندی اور سنڈیکلز ایسے نئے اور کہیں زیادہ خطرناک قسم کے گروہ پسند رجحانات سر نکالنے لگے جن سے اب ہمیں واسطہ پڑ رہا ہے۔ پہلی انٹرنیشنل نے مارکس ازم، فکر اور تنظیم میں سائنسی سوشلزم اور عالمی مزدور تحریک کے اقتدار کی مضبوط بنیادیں قائم کر دیں۔

مزدور طبقہ کے لیے رہنمایانہ نظریاتی و عملی پالیسیوں کے وضع کرنے میں جن عظیم مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ان کے پیش نظر مارکس اور اینگلز سے بعض غلطیوں کا ارتکاب ایک فطری امر تھا۔ نہ صرف مزدور دشمنوں نے ان غلطیوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی بلکہ دوسری انٹرنیشنل کے بہت سے مصنفین کاؤتسکی،

مہرنگ اور دوسروں کے لیے ان غلطیوں پر اصرار کرنا ایک فیشن بن گیا۔ اس قسم کے حملوں کے متعلق لینن کہتا ہے، ''ہاں مارکس اور اینگلز سے بڑی غلطیاں بھی ہوئیں۔ انہوں نے اکثر اوقات انقلاب کی جلد آمد کے اندازے میں غلطی کھائی، خصوصاً جرمنی اور فرانس کے 1848 کے انقلابات میں''۔ لیکن لینن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے اور یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ''انقلابی نظریات کی ان دیو پیکر شخصیتوں کی غلطیاں جنھوں نے تمام دنیا کے پرولتاریہ کو حقیر، پیش پا افتادہ اور ذلت کی گہرائی سے اٹھا کر سر بلند کر دیا، سرکاری آزاد خیالی کی نکمی دانشمندی کے مقابلے میں ہزاروں گنا عالمی مرتبت، کہیں زیادہ وقیع اور تاریخی اعتبار سے زیادہ صحیح اور بیش قیمت ہیں جو انقلابی نمائش، انقلابی جدوجہد کی لاحاصلی اور انقلاب دشمن، آئینی، نامعقولیت کو دل کش ظاہر کرنے کے لیے گاتی، چیختی، چلاتی، دہائی دیتی اور بڑ ہانکتی ہے''۔

آئی۔ڈبلیو۔اے کے اختتام کے اسباب

پہلی انٹرنیشنل کے میدان سیاست سے علیحدہ ہو جانے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ سرمایہ داری ترقی کے ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے مزدور طبقہ کے سامنے ایک ایسا کام آ پڑا تھا جسے پہلی انٹرنیشنل اس کے مخصوص حالات کے تحت پورا کرنے کے قابل نہ تھی آئی، ڈبلیو، اے کا خاص زمانہ (1864-1872) دو عہدوں کے درمیان خط منقسم تھا۔ ان میں سے پہلے عہد کے اختتام پر جس کا آغاز 1789 میں فرانس میں انقلاب عظیم سے ہوا اور اختتام فرانس اور پروشیا کی جنگ میں 1870 میں ہوا۔ انٹرنیشنل قائم ہوئی جیسا کہ لینن کہتا ہے ''یہ بورژوا کے پھلنے پھولنے اور ان کی مکمل فتح کا دور تھا۔ یہ بورژوا کی ترقی کا موڑ تھا۔ یہ عموماً بورژوا جمہوری تحریک خصوصاً بورژوا قومی تحریک کا عہد تھا۔ اس عہد میں جاگیردارانہ اداروں کی مطلق العنانیت جس کے دن اب پورے ہو چکے تھے تیزی کے ساتھ تباہ ہو رہی تھی۔'' یہ مطلق العنان جاگیرداری کے کھنڈروں پر ترقی پذیر سرمایہ داری کی تعمیر کا دور تھا۔

نیا دور جس کا آغاز ہو رہا تھا سرمایہ داری کے پھیلاؤ اور اس کے سامراجی شکل اختیار کرنے کا دور تھا۔ یہ پیرس کمیون کی بہادرانہ بغاوت سے شروع ہو کر 1917 میں روس میں سوشلسٹ سویٹ انقلاب کی عظیم اکتوبر کی فتح پر ختم ہوا۔ یہ عہد ایک طرف بورژوا کی حکمرانی اور زوال کا اور دوسری طرف ترقی پسند بورژوا کے رجعت پرست اور انتہائی رجعت پرستانہ مالیاتی سرمایہ داری میں داخل ہونے کا تھا نیز یہ وہ عہد

تھا جس میں پرولتاریہ نے آہستہ آہستہ اپنی قوتوں کو مجتمع کیا یہاں تک کہ بالآخر عالمی پرولتاری انقلاب میں فتح مندی حاصل کی۔ اس زوال پذیر دور کی ابتدا میں صنعتی ممالک میں مزدور طبقہ کا خاص کام انقلاب کے لیے کوشش کرنے کے بجائے عوامی ٹریڈ یونینوں کی تنظیم قومی مزدوروں کی سوشلسٹ پارٹیوں کا قیام اور وسیع پیمانے پر مارکسی تعلیمات کو فروغ دینا تھا۔

لینن کہتا ہے ''پہلی انٹرنیشنل نے اپنا تاریخی کردار کیا اور عالمی مزدور تحریک کے دور کے لیے جگہ بنائی، یعنی یہ انفرادی قومی ریاستوں کی بنیاد عام سوشلسٹ پرولتاریہ پارٹیوں کی توسیع کا دور تھا۔

نیا وقت اور نئے کام

جن بنیادوں پر پہلی انٹرنیشنل کی تشکیل ہوئی تھی ان پر نئے دور کے مخصوص کارناموں کا سرانجام پانا مشکل تھا۔ یہ کام اب اُن نوعمر اور ترقی پذیر تحریکوں کا تھا۔ جو مختلف ملکوں میں جنم لے رہی تھیں۔ آئی، ڈبلیو، اے کا تجربہ رہا تھا کہ یہ جن اجزا پر مشتمل تھی وہ ابھی اتنے ترقی یافتہ نہ تھے کہ ایک طاقتور مارکسی عالمی قیادت کی تشکیل کی جا سکتی۔ اگرچہ بہت سے ''گروہوں'' کے مہلک ضرب لگ چکی تھی۔ پھر بھی اتنے مضبوط تھے کہ کافی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ آئی، ڈبلیو، اے کی تعمیر سوشلسٹ پارٹیوں کی بجائے براہ راست عوامی تحریکیں خالصتاً مارکسی اثرات سے بہت دور تھیں۔ انگلستان میں تحریک پر موقعہ پرست ٹریڈ یونینسٹ چھائے ہوئے تھے۔ ریاست ہائے متحدہ بھی اسی راستہ پر گامزن تھا۔ جرمنی اور آسٹریا میں اب بھی لاسل پرستوں کا اس پر اثر تھا۔ لاطینی اور سلانی ممالک میں باکونن، بلانکی اور پرودھن کے پیروکار اب بھی خاصے طاقتور تھے۔ بلاشک جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے یہی وہ مختلف قسم کے گروہی رجحانات تھے جنہوں نے پہلی انٹرنیشنل کو ختم ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

اکثر ملکوں میں تربیت یافتہ مارکسیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ رائزانوف اسی وقت کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ جرمن سوشلسٹ تحریک کے بارے میں کہتا ہے ''ساتویں دہائی کے پہلے نصف میں جرمن سوشلسٹوں کی تصنیفات یہاں تک ولہیم لائب نخ جو مارکسی کا شاگرد تھا کے تحریر کردہ رسالوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مارکسی نظریات کے مطالعہ کی بنیادی وجہ مارکس کی بلند بالا شخصیت تھی جس نے تنظیم کی فیصلہ کن پالیسی کی دستاویزات لکھیں۔

نئے دور میں نوعمر سوشلسٹ تحریک کو جن حالات سے سابقہ تھا ان کا تقاضہ تھا کہ نئے طریقے معلوم کیے جائیں اور نئی تنظیمیں قائم ہوں۔ مختلف ممالک میں تحریکیں مارکسی اور اینگلز کے دانش مندانہ مشورے سے اپنی وضاحت اور تعمیر کرتی ہوئی تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں لیکن بعد میں یہ لوگ پہلی انٹرنیشنل کی طرح عالمی مزدور تحریک کے باضابطہ صدر ہونے کی بجائے اس کے غیر سرکاری مشیروں اور رہنماؤں کی طرح اپنے فرائض انجام دیتے رہے، بایں ہمہ ان کی قیادت کسی طرح کم طاقتور نہ تھی۔ سالہا سال تک جرمنی، انگلستان، فرانس، ریاست ہائے متحدہ اور دوسرے مختلف ممالک کی بڑھتی ہوئی مزدور تحریکوں کے ساتھ ان کا نہایت قریبی تعلق رہا۔ جیسا کہ ان کی خط وکتابت کی ضخیم جلد سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے یہ سب کچھ اس نئی بین الاقوامی تنظیم کی بنیاد بن رہا تھا جو بہت تھوڑے عرصہ میں منصۂ شہود پر آنے والی تھی۔ سوشلزم کے دشمن خواہ وہ سرمایہ دار بحری ڈاکوؤں کے جھنڈے تلے علانیہ جہازوں پر سوار تھے اور یا وہ موقع پرست سوشل ڈیموکریسی کے ناپاک جھنڈوں کے نیچے خفیہ طریق پر جمع تھے یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے تھے کہ پہلی انٹرنیشنل ناکام رہی اور مارکس کے غلط نظریات کی وجہ سے یہ ڈھیر ہوگئی۔ پہلی انٹرنیشنل ایک عظیم الشان تعمیری قوت تھی۔ اس کے پیش کردہ عام پروگرام کی معقولیت کا ناقابل تردید ثبوت وہ حقیقت ہے جسے روس پھر اس کے بعد چین، چیکوسلواکیہ، پولینڈ، بغاریہ، ہنگری، رومانیہ اور البانیہ کے مزدور طبقوں نے اپنے ملکوں میں سوشلزم قائم کرکے واضح طریقے پر پیش کیا۔ انہوں نے مارکس اور پہلی انٹرنیشنل کی تعلیمات کی پیروی کی جنہیں دوسری انٹرنیشنل کے رجعت پرست رہنما ترک کر چکے تھے۔ دنیا کے ایک تہائی حصہ کا سوشلزم اور کمیونزم کی شاہراہ پر گامزن ہونا مارکس اور انٹرنیشنل پر کیچڑ اچھالنے والوں کو منہ توڑ جواب ہے۔

حصہ دوم

دوسری انٹرنیشنل

1889تا1914

(14)

انٹرنیشنلوں کا درمیانی زمانہ

1876تا1889

1876 میں پہلی انٹرنیشنل کے اختتام اور 1889 میں دوسری انٹرنیشنل کے قیام کے درمیانی تیرہ سال کا عرصہ عالمی سرمایہ داری کی تیز رفتار ترقی اور پھیلاؤ کا زمانہ تھا۔سرمایہ دارانہ نظام اپنے مسابقت کے مرحلہ سے ترقی کر کے سامراجیت کے ابتدائی مرحلہ میں داخل ہو رہا تھا۔اس کے باوجود کہ کم وبیش ہر دسویں سال بحران رونما ہونے کا چکر قائم تھا جس کی وجہ سے یہ نظام عارضی طور پر معطل ہو کر رہ جاتا تھا اور لاکھوں مزدور بیروزگاری اور افلاس کا شکار ہو جاتے تھے۔مغربی یورپ اور شمالی امریکہ میں صنعت کاری چھلانگیں لگاتی ہوئی آگے بڑھتی رہی اور ایشیا بھی اس کی زد میں آ گیا۔صنعتی ترقی کی رفتار یکساں نہ تھی بلکہ مختلف ملکوں میں نہایت مختلف تھی۔نہ صرف انگلستان، فرانس، جرمنی، ریاست ہائے متحدہ اور دوسرے روائتی ممالک میں بلکہ کئی اور نئی سرزمینیں بھی صنعتی ترقی کی لپیٹ میں آ گئیں۔جاپان نے قابل دید صنعتی ترقی کا آغاز کر دیا۔روس میں بڑی ملوں فیکٹریوں اور ریلوے میں 1865 میں مزدوروں کی تعداد 706,000 تھی جو 1890 میں بڑھ کر 1,433,000 ہو گئی۔اس سے روسی صنعت کی نشوونما کا ٹھوس اندازہ ہوتا ہے۔یہ زمانہ تھا جب کہ تمام ملکوں میں صنعتی کی نشوونما کا ٹھوس اندازہ ہوتا ہے۔یہ وہ زمانہ تھا جب کہ تمام ملکوں میں صنعتی اور مالیاتی ٹرسٹ کے جنم لینے اور نشوونما کے ساتھ ساتھ اجارہ دار سرمایہ داری اور سامراجیت کا آغاز ہو رہا تھا۔اٹھارہویں باب میں اس کے متعلق تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

یہ بیرونی ملکوں کے ساتھ نسبتاً مستحکم تعلقات کا ایک ایسا طویل اور مکمل ترین دور تھا جو عالمی سرمایہ داری کو کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ بڑی سرمایہ دار طاقتوں کے درمیان 71-1870 کی قومی جنگوں کا تسلسل جس نے گزشتہ دہائی میں سرمایہ داری کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ختم ہو چکا تھا۔اور اب یہ طاقتیں کچھ عرصہ کے لیے اس قابل نہ رہ گئی تھیں کہ کسی اور سامراجی جنگ میں الجھ سکتیں۔انہوں نے طاقت اور تشدد کے ذریعہ اپنی ایسی قومی سرحدیں اور حدود متعین کیں جو یورپ میں کسی بڑی تبدیلی کے بغیر 35 سال تک یعنی 1905 میں روس اور جاپان کی سامراجی جنگ 1912 میں بلقان کی لڑائی اور 1914 میں پہلی جنگ عظیم تک قائم رہیں۔اسی طرح 1905 سے قبل کے دور میں سرمایہ دار طاقتیں نسبتاً داخلی استحکام سے بھی مستفید ہوتی رہیں کیونکہ اس عرصہ میں ایسی تقریباً تمام باغیانہ تحریکوں کا مکمل فقدان رہا جیسی کہ 1789 سے لے کر 1871 کے یورپی وامریکی سرمایہ داری کے قیام کے دور میں دیکھنے میں آئیں،مثلاً فرانس میں 1830 اور 1848 کے انقلاب اور جرمنی،اٹلی،آسٹریا،ہنگری اور دوسرے مقامات کے انقلابات 1861 میں امریکہ خانہ جنگی اور 1871 میں پیرس کمیون۔

مزدور تحریک کا ارتقا

اس زمانہ میں سرمایہ دار ملکوں میں اجرتی مزدوروں میں کثرت کے ساتھ اضافہ ہوا،اس کے ساتھ ہی مزدور طبقہ خصوصاً ماہر مزدوروں کے معیار زندگی میں بھی کچھ اضافہ ہوا۔ بڑی قوموں خصوصاً انگلستان کے بڑے سرمایہ داروں نے مزدور اشرافیہ کو کچھ مراعات دے کر اُن میں بگاڑ پیدا کرنے کی پالیسی اختیار کرنا شروع کر دی۔اس طرح مزدوروں کے جنگجویانہ اتحاد میں پھوٹ اور تعطل پیدا ہونے لگا۔

اگرچہ یہ مزدور طبقہ کی بغاوتوں اور بورژوا انقلابات کا دور نہ تھا۔ بایں ہمہ ایسی ہڑتالیں وقوع پذیر ہوئیں جن کی وسعت،نظم وضبط اعلیٰ تنظیم اور طوالت کی مثال نہیں ملتی۔ یہ بات فرانس جرمنی بلجیم خصوصاً ریاست ہائے متحدہ میں 1877 کی ریلوے کی تشدد آمیز عظیم ہڑتال اور 1886 میں آٹھ گھنٹے اوقات کار کے لیے قومی تاریخی ہڑتال پر بھی صادق آتی ہے۔اسی طرح انگلستان کی بہت سی ہڑتالوں میں 1889 میں گودی کے مزدوروں کی یادگار زمانہ ہڑتال تھی۔ روس میں بھی مزدوروں نے تنظیموں اور ہڑتالوں کا آغاز کر دیا۔ 86-1881 کے دوران میں اسی ملک میں کم وبیش 48 ہڑتالیں ہوئیں جن میں

تقریباً 80,000 مزدوروں نے حصہ لیا۔ یہ سب کی سب نہایت جبر وتشدد کے ساتھ کچلی گئیں۔

پہلی اور دوسری انٹرنیشنلوں کے درمیان کے ہنگامی سالوں میں پوری سرمایہ داری میں ٹریڈ یونین تحریک میں زبردست پھیلاؤ ہوا۔ 1889 میں انگلستان کی ٹریڈ یونینوں کے ارکان کی کل تعداد تقریباً پندرہ لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس سے پہلے جس کی نظیر نہیں ملتی ریاست ہائے متحدہ نائٹس آف لیبر کے ارکان کی تعداد چھ لاکھ ہوگئی یہ یونین ابھی ابھی ختم ہوئی تھی اور آٹھ برس قبل امریکن فیڈریشن آف لیبر وجود میں آ چکی تھی اور تمام صنعتی ممالک میں ٹریڈ یونین تحریک جڑ پکڑتی جا رہی تھی ٹریڈ یونین تحریک کے پورے پھلاؤ کا یہ عہد تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

انٹرنیشنل کے مابین ہنگامی دور میں مختلف ملکوں میں سوشلسٹ پارٹیاں وجود میں آئیں۔ پہلی پارٹی جرمنی کی تھی جو 1869 میں قائم ہوئی۔ اس کے بعد 1870 میں ہالینڈ میں، ڈنمارک 1871، بوہیمیا 1872، ریاست ہائے متحدہ 1876، فرانس 1879، سپین 1879، انگلستان (گروہ) 1880، روس (گروہ) 1883، ناروے 1887، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، ہنگری اور چلّی 1894، ارجنٹائن 1896 جاپان 1901، سربیا 1903، کنیڈا 1904، چیین 1911 اور برازیل میں 1916 میں سوشلسٹ پارٹیاں وجود میں آئیں۔ یہ رہنما سوشلسٹ پارٹیاں پہلی انٹرنیشنل کے پرانے وفاقوں اور گروہوں سے پیدا ہوئیں۔ اس نئی بین الاقوامی تحریک کے توسل سے جتنے ممالک سوشلزم سے روشناس ہوئے اتنے آئی، ڈبلیو، اے کے دور میں نہیں ہوئے تھے۔

ٹریڈ یونینوں کی طرح ان نئی پارٹیوں کو بھی حکومتوں کے مختلف قسم کے جبر وتشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ اس معاملہ میں جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی پر جو کچھ گذری اس کی حیثیت سب میں ممتاز ہے۔ جرمن قیصر پر دو قاتلانہ حملوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے (جن سے سوشلسٹوں کا کوئی تعلق نہ تھا) چانسلر بسمارک نے بدنام زمانہ مخالف سوشلسٹ قوانین کے تحت پارٹی کو غیر قانونی قرار دے کر ختم کرنے کی کوشش کی۔ غیر قانونیت کا یہ دور اکتوبر 1878 سے لے کر 1890 تک رہا جس میں سوشلسٹ تنظیموں اور اجلاسوں کی ممانعت تھی۔ بہت سے رہنما جلاوطن اور قید کر دیے گئے۔ پارٹی کے اخباروں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ دوسری طرف بسمارک نے اپنے پروگرام میں ایک کمزور سماجی بیمہ کے طریقہ کو تسلیم کر کے مزدوروں کو چاشنی دی۔ بسمارک کے جبر وتشدد اور فریب کاری کے باوجود پارٹی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس

کے قومی ووٹوں کی تعداد 1878 میں 493000 سے بڑھ کر 1890 میں 1,427,000 ہوگئی۔ ٹریڈ یونینوں میں پچاس ہزار سے بڑھ کر دو لاکھ اسی ہزار تک اضافہ ہوا۔ ان کامیابیوں کی وجہ سے نہ صرف بسمارک کو مستعفی ہونا پڑا بلکہ سوشلسٹوں پر عائد شدہ پابندی بھی ہٹالی گئی۔ اس عظیم فتح نے پوری عالمی تحریک کو متاثر کیا۔ بسمارک اور اس کے رجعت پرست قانون کے متعلق اینگلز کہتا ہے ''اگر ہم بوڑھے کے ساتھ اچھا سلوک کریں تو بھی وہ اچھا کام نہیں کرسکتا''۔

گوتھا مصالحت

دونوں انٹرنیشنل کے مابین دو (کی ابتدا میں ایک نہایت اہم نظریاتی قدر و قیمت کا واقعہ ہوا۔ 25 مئی 1875 کو جرمنی میں گوتھا کے مقام پر ایک کانگرس میں مارکسی اور لاسل پرست پارٹیاں متحدہ ہوگئیں۔ اس سے پہلے مسلسل کئی سال تک دونوں پارٹیاں اور دوسرے کے خلاف شمشیر بکف رہی تھیں جس کی وجہ سے جرمن مزدور کسی قسم کی ترقی نہ کرسکے۔ اس اتحاد کانگرس میں لاسل پرستوں کی اکثریت تھی۔ ان کے 71 ڈیلی گیٹ تھے۔ جو 1,16,538 ارکان کی نمائندگی کرتے تھے۔ اس کے برعکس مارکسیوں کے 9,121 ارکان کے 56 ڈیلی گیٹ تھے۔ گفت وشنید میں مارکسیوں کے کمزور نقطۂ نظر کے باوجود یہ اتحاد عالمی مزدور تحریک میں لاسل ازم رجحانات کے اختتام کا آغاز تھا۔

پہلی انٹرنیشنل کے خاتمہ کے بعد بھی سیاسی طور پر مارکس اور اینگلز کی قیادت ترقی پذیر مزدور تحریک میں براہ راست برقرار رہی۔ اپنے تجربہ، شعور وتربیت کی بیش بہا دولت اور یورپ کی تمام بڑی بڑی زبانوں (یہاں تک کہ آخر میں ان کے روسی زبان پر بھی عبور پانے) کی غیر معمولی قابلیت کی بدولت ایسی قیادت کے لیے وہ لوگ پوری طری تیار اور موزوں تھے۔ آئندہ سالوں میں نوعمر اور ترقی پذیر پارٹیوں کے نام ان دونوں عظیم رہنماؤں کے خطوط کا سیلاب اس بات کی نشان دہی کرتا ہے اور مختلف ملکوں کے سوشلسٹ رہنماؤں کا مارکس اور اینگلز کے پاس بغرض صلاح ومشورہ آنا اس بات کی واضح علامت ہے۔
مارکس اور اینگلز کا ایک ایسے اہم ارتقا کو جرمنی میں مارکسیوں اور لاسل پرستوں کے اتحاد کی صورت میں رونما ہوا، نظرانداز نہ کرنا ایک فطری امر تھا۔ اگرچہ گوتھا پروگرام جیسا کہ اختیار کیا گیا چند صفحات کا یکسر متضاد پروگرام تھا مگر مارکس نے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک سیر حاصل کتابچہ تحریر کیا۔ یہ مارکس کا سب سے بڑا

تجزیاتی اور منصوبہ بند کارنامہ تھا۔

مارکس نے گوتھا معاہدہ پر نہایت تیز تند تنقید کی۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کا ابتدا میں یہ رجحان ہوا کرتا تھا کہ وہ پارٹی کے نام اصولی سوالات کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔ مارکس نے اس کے ہر فقرہ کو فی الواقع ذبح کر کے رکھ دیا۔ اپنے کتابچہ میں جو ''گوتھا پروگرام کی تنقید'' کے نام سے مشہور ہوا۔ مارکس نے اس کی ناقص اقتصادیات، ریاست کے بارے میں غلط رجحان، لاسل کے (مالتھوسی) تصور ''اُجرتوں کے آہنی قانون'' کے آگے سپراندازی، امداد باہمی کے لیے ریاستی امداد کا لاحاصل نسخہ، آٹھ گھنٹے کے دن کے لیے قطعی مطالبہ سے گریز اور بین الاقوامیت کے لیے گومگو پالیسی وغیرہ کی نہایت سخت مذمت کی۔ اینگلز کہتا ہے ''اس پروگرام کا تقریباً ہر لفظ تنقید کا مستحق ہے۔''

عالمی قیادت کی دوسری روشن مثال اینگلز کا وہ کلاسیکی جواب ہے جو اس نے چند ماہ بعد برلن یونیورسٹی کے نابینا پروفیسر یوجین ڈھورنگ کو دیا تھا۔ پروفیسر مذکور نے حال ہی میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کی تھی اور پارٹی پروگرام کو بورژوا ہدایت کے تحت دوبارہ نئے سرے سے لکھنا چاہتا تھا۔ اینگلز کا جواب فلسفہ اور سائنس میں مارکسی دعویٰ کی بنیادی نمائندگی کرتا تھا۔ یہ مارکسی ادب میں کلاسک حیثیت رکھتا تھا۔

مارکس اور اینگلز کی ان دونوں تاریخی توضیحات و تعلیمات پر جن پارٹی کے رہنماؤں کا جو ردعمل تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پارٹی میں اس وقت کس قدر موقعہ پرستی کے طاقتور رجحانات جڑ پکڑ چکے تھے۔ مارکس نے ''گوتھا پروگرام کی تنقید'' لائب نخ کو بھیجی۔ اس کے متعلق مہرنگ رقم طراز ہے ''اس مقتدر خط سے مکتوب الیہ پر جو اثر ہوا وہ صرف یہ تھا کہ اس نے اپنے مسودہ میں چند مختصر اور نسبتاً غیر اہم اصلاحات کیں۔'' ببیل جو ان دنوں جیل میں تھا اس دستاویز کے بارے میں کئی سال تک کچھ نہ جان سکا۔ اسے تقریباً سولہ برس تک دبائے رکھا گیا یہاں تک کہ یہ 1891 میں جا کر شائع ہوئی۔ ڈھورنگ پر اینگلز کی عمیق تنقید پہلی مرتبہ پارٹی کے مرکزی ترجمان ''واروارٹ'' میں 1877 میں شائع ہوئی۔ اس پر سرکاری حلقوں نے نکتہ چینی کا وہ طوفان بپا کیا کہ اینگلز روائتی پابندی سے بمشکل بچ سکا۔

عالمی رجحانات کا تسلسل

دونوں انٹرنیشنلوں کے درمیانی زمانہ میں مختلف ملکوں کی پارٹیوں اور ٹریڈ یونینوں کی باہمی امداد اور تنظیم کے لیے بڑھتا ہوا دباؤ مسلسل جاری رہا۔ اس جذبہ کا عام اظہار گھنیٹ (بلجیم) کی یونیورسل سوشلسٹ کانگرس منعقدہ ستمبر 1877 کی شکل میں ہوا۔ دے پائپ نے نیویارک کی یوٹوپیائی اوینڈا کمیونٹی کی نمائندگی کی۔ مارکسی اور باکونن پرست گروہوں میں، ریاست، اجتماعیت، سیاسی عمل، بغاوت اور دوسرے بہت سے مسائل پر جھگڑے ہوئے۔ ایک اہم تجویز یہ تھی کہ ایک وسیع عالمی ٹریڈ یونین کانگرس کی بنیاد رکھی جائے۔ انارکسٹ چونکہ اقلیت میں تھے اس لیے مارکسی نقطۂ نظر کو کامیابی ہوئی بہت سے لوگوں کی یہ امید کہ دونوں رجحانات کر دیا جائے بر نہ آئی۔ کانگرس کے دوران میں مقامی مارکسی ڈیلی گیٹوں نے اپنے طور پر اجتماع کر کے بلجیم میں ایک بین الاقوامی بیورو قائم کرنے کا فیصلہ کیا لیکن یہ منصوبہ کبھی بروئے کار نہ آ سکا۔

دوسری سوشلسٹ کانگرس اکتوبر 1881 میں زیورچ کے قریب ایک چھوٹے سے قصبہ چُر میں منعقد ہوئی اس میں انارکسٹوں نے شمولیت نہ کی۔ لائب نخ موجود تھا۔ سوشلسٹ لیبر پارٹی کی طرف سے امریکی ڈیلی گیٹ یونائیٹڈ جوائنرز، کا صدر کوئی ٹھوس نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ حقیقی بین الاقوامی تنظیم کے لیے نوعمر سوشلسٹ پارٹیاں ابھی بہت کمزور تھیں۔

ساتویں دہائی کے اختتام اور آٹھویں دہائی کے آغاز کے دوران میں انٹرنیشنل کے دوبارہ قیام کی تجاویز کا اعادہ ہوتا رہا لیکن مارکس اور اینگلز کے خیال میں یہ ابھی قبل از وقت تھا۔ 1883 اور 1886 کے دوران میں عالمی مزدور کانفرنسیں ہوئیں۔ ایک 1888 میں لندن میں ہوئیں۔ ان اجتماعات کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تمام مغربی یورپ میں سوشلسٹ پارٹیاں اور ٹریڈ یونینیں تیزی کے ساتھ نشوونما پا رہی تھیں اور ریاست ہائے متحدہ میں مزدور تحریک عالمی لڑا کا مزدوروں کے دوش بدوش صف اول میں اپنا مقام بنا رہی تھی۔ مزدوروں کے عالمی اتحادِ عمل کی ضرورت زیادہ سے زیادہ اہم ہوتی جا رہی تھی۔ آخر کار وہ وقت آ گیا کہ نئی بنیادوں پر انٹرنیشنل کی تعمیر نو کی جائے۔ 1889 میں پیرس کی تاریخی کانگرس میں یہ تحریک بالآخر بار آور ہوئی۔

مارکس کی وفات

14 مارچ 1883 کو عالمی پرولتاریہ اپنے عظیم ترین رہنما سے محروم ہو گیا۔ مارکس کا انتقال 65 سال کی عمر میں ہوا۔ 41 مٹلینڈ پارک روڈ ہیورسٹاک ہل لندن میں دوپہر کو کرسی پر عالم غنودگی میں اس نے سکون کے ساتھ جان دے دی۔ اس کی موت کا براہ راست سبب سیلان خون تھا جو بظاہر اس کے ایک پھیپھڑے میں ورم کی وجہ سے رونما ہو گیا تھا۔ کام کی زیادتی اور تنگدستی سالہا سال سے اس کی تندرستی میں تدریجی خرابی کا باعث تھیں۔ دسمبر 1881 میں اس کی وفادار بیوی جینی کی موت کے صدمہ نے اس کی روبہ تنزل قوتوں کو اور بھی زیادہ کمزور کر دیا۔ اس کے بعد اس کی لڑکی جس کا نام بھی جینی تھا جنوری 1883 میں داغ مفارقت دے گئی جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اسی طرح دنیا کا سب سے بڑا مفکر جریدہ عالم میں اپنا غیر فانی نام ثبت کر کے عالمی نظام سرمایہ داری کو اس کی قسمت کا لکھا سنا کر خاموش ہو گیا۔

مارکس اپنے بے تکلف دوستوں میں اپنے سیاہ رنگ کی وجہ سے ''مور'' کے لقب سے مشہور تھا۔ یہ مور جس طرح اپنی زندگی میں سادہ تھا اسی سادگی کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔ صرف اس کے چند قریبی عزیز اور دوست جن میں اینگلز کمیونسٹ لیگ کے زمانہ کے ساتھ فریڈرک لیسنر ولوکنز، دونوں داماد پال لافراگ، چارلس لانگویٹ، جرمنی سے لائب نخ، دو ممتاز سائنس دان مشہور معلم کیمیا کارل شورلیمر اور شہرہ آفاق ماہر علم الحیات سر دے لنکاسٹر اس کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے۔ اسے 17 مارچ کو لندن کے ہائی گیٹ قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں اس کی یادگار پر آج بھی ایک چھوٹا سا پتھر ایستادہ ہے۔ اس کے قدیم یار غار اور رفیق اور سپاہی فریڈرک اینگلز نے انسانی آزادی کے اس غیر فانی مجاہد کی قبر پر قدر شناسی کے حسب ذیل کلمات کہے:۔

''جس طرح ڈارون نے نامیاتی فطرت میں قانون ارتقا کو دریافت کیا، اسی طرح مارکس نے انسانی تاریخ میں قانون ارتقا کا انکشاف کیا۔ اس نے اس سادہ حقیقت کو جسے اب تک تصورات کی بے پایاں روئیدگی نے ڈھک رکھا تھا منکشف کیا کہ انسان کو سب سے پہلے کھانے کو روٹی سر چھپانے کو مکان اور تن ڈھانپنے کو کپڑے کی ضرورت ہے اس کے بعد وہ سیاسی مصلحت اندیشی، سائنس، مذہب، آرٹ وغیرہ کی تلاش کرتا ہے۔ نیز زندگی کے لیے درکار مادی وسائل پیداوار اور کسی خاص قوم یا خاص عہد کی معاشی ترقی کا درجہ ہی طرز حکومت قانون سے متعلق نظریات، فنون لطیفہ بلکہ متعلقہ قوموں کے مذہبی عقائد

تک کی بنیاد بنتا ہے اور اسی بنیاد کی روشنی میں ان مظاہر کی تشریح کی جا سکتی ہے نہ کہ اس کے برعکس جیسے کہ اب تک ہوتا آیا ہے''۔

''یوں تو ایسے دو انکشافات ہی انسان کے لیے زندگی بھر کافی ہوتے ہیں اور اس قسم کی محض ایک دریافت ہی اس انسان کی عظمت اور خوش نصیبی کی دلیل ہے۔لیکن مارکس نے تحقیق کے میدان میں اور بھی متعدد انکشافات کیے ہیں۔ اس کا تجسس ایک ہی قسم کی تحقیق تک محدود نہ تھا۔اس کی تحقیق کسی بھی شعبہ میں سطحی نہ تھی۔اس نے تقریباً ہر شعبہ حتیٰ کہ ریاضی میں بھی منفرد انکشافات کیے ہیں''۔

''لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ مارکس نے اس قانون حرکت کو بھی معلوم کیا جس کے تابع آج کل کا سرمایہ دارانہ طریق پیداوار اور اس سے تخلیق ہونے والا بورژوا سماج ہے۔''قدر زائد'' کی دریافت نے اس مسئلہ کو یکا یک کر کر دیا جسے سلجھانے کے لیے بورژوا ماہرین اقتصادیات اور سوشلسٹ ناقدین دونوں قسم کے تحقیق کنندگان اس سے پہلے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتے رہے۔

''وہ سائنس دان تھا۔لیکن یہ بات نصف سے بھی کم حقیقت کو بیان کرنے کے مترادف ہے۔ مارکس کے لیے سائنس تاریخی طور پر متحرک انقلابی قوت تھی۔کسی نظریاتی سائنس میں ایک نئی دریافت جس کی عملی تطبیق کا سامنے آنا بھی یکسر ناممکن ہو۔اس کے لیے کیسی ہی باعث مسرت کیوں نہ ہو لیکن صنعت میں فوری انقلابی تبدیلیوں اور تاریخ کی عام رفتار ترقی سے متعلق دریافت سے اُسے جو خوشی حاصل ہوئی تھی اس کی نوعیت اس سے قطعی مختلف ہوتی تھی مثلاً برقیات کے میدان میں جو انکشاف ہو رہے تھے ان کا اور مارسل ڈیپریز کے انکشافات کا مطالعہ وہ نہایت انہماک کے ساتھ کرتا تھا۔

''مارکس سب سے پہلے ایک انقلابی تھا۔اس کی زندگی کا حقیقی مقصد سرمایہ دارانہ سماج اور اس کی پیدا کردہ طرز حکومت کو شکست دینے میں ہر طرح امداد بہم پہنچانا، موجودہ پرولتاریہ کی حصول آزادی میں معاونت کرنا، جسے سب سے پہلے مارکس نے اس کی سماجی حیثیت اور ضرورتوں سے آگاہ کیا اور وہ شرائط بنائیں جن کی پابندی کر کے آزادی حاصل کی جا سکتی ہے۔ جہاد اس کے خمیر میں داخل تھا۔ وہ ایسے جذبہ، ثابت قدمی اور کامیابی کے ساتھ لڑا کر اس کی نظیر نہیں ملتی ۔ رہنیش زیٹنگ 1842، پیرس ورورٹ 1844، بروسلز ڈوشے زیٹنگ 1847، نیو رہنیش زیٹنگ 1842، پیرس ورورٹ 1844، بروسلز ڈوشے زٹینگ 1847، نیو رہنیش زیٹنگ 9-1848، نیویارک ٹریبون 61-1852 میں اس کے

مضامین، متعدد آتش بداماں پمفلٹ اور پیرس، بروسلز اور لندن کے انقلابی کلبوں میں اس کی بیش قیمت سرگرمیاں اس کے ناقابل فراموش کارنامے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر انٹرنیشنل ورکنگ منیز ایسوسی ایشن کی تشکیل تھی۔ یہی تنہا ایک ایسی کامیابی تھی کہ اگر مارکس کچھ اور نہ بھی کرتا تو اس کے فخر کے لیے کافی تھی۔

''اور یہ انہی کارناموں نتیجہ تھا کہ مارکس اپنے زمانے کا سب سے زیادہ قابلِ نفرت اور لائقِ اہتمام شخص بنا رہا۔ مطلق العنان اور جمہوریت پسند دونوں طرح کی حکومتوں نے اسے اپنی سرزمینوں سے جلاوطن کیا اور بورژوا چاہے وہ قدامت پرست ہوں یا انتہائی جمہوریت پسند اس پر کیچڑ اچھالنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے۔ اس نے ان تمام باتوں کو مکڑی کے جالے کی طرح جھاڑ کر پھینک دیا۔ اس نے انہیں کبھی درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور جواب اسی وقت دیا جب ضرورت نے اسے مجبور کر دیا اور اب وہ مر چکا ہے۔ آج سائیبیریا کی کانوں سے لے کر کیلیفورنیا تک یورپ اور امریکہ کے تمام حصوں میں لاکھوں انقلابی ساتھی اس کا سوگ منا رہے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس کے بہت سے مخالف موجود ہو سکتے ہیں لیکن اس کا کوئی ذاتی دشمن نہ تھا۔

اس کا نام اور کارنامے صدیوں تک زندہ رہیں گے۔

۱۵

دوسری انٹرنیشنل کا قیام

۱۸۸۹

دوسری انٹرنیشنل کو قائم کرنے والی کانگرس کا افتتاح پیرس میں 14 جولائی 1889 کو ہوا۔ اس روز عظیم انقلاب فرانس میں بستائل کی فتح کی سودیں سالگرہ تھی۔ یہ کانگرس جرمن مارکسیوں کی تحریک پر اور فرانسیسی مارکسیوں کے زیرِ انتظام منعقد ہوئی۔ اس میں 20 ممالک سے 391 ڈیلی گیٹ شریک ہوئے۔ ان میں چار امریکی تھے۔ عالمی مزدور تحریک کی تاریخ میں اب تک ہونے والا یہ سب سے بڑا بین الاقوامی اجتماع تھا۔ کانگرس نہایت جوش وخروش کے ماحول میں منعقد ہوئی۔ تمام ہال جھنڈوں سے سجا تھا اور ان پر

یہ نعرے لکھے تھے ''پیرس کے 1848 اور مارچ، اپریل اور مئی 1871 کے نام پر'' پاس بیوف، بلانکی اور ورلن کے فرانس کے نام پر'' دونوں دنیاؤں کے سوشلسٹ کارکنوں کو مبارکباد۔''

لیکن اسی موقعہ پر پیرس میں ایک اور ''انٹرنیشنل'' مزدور کانگرس منعقد ہوئی۔ یہ پاسی بلسٹ، امکان پرست یا موقع پرست (یعنی بورژوا آئین پرستی کے دائرہ میں رہ کر سوشلزم حاصل کرنے کے حامی) لوگوں کا اجتماع تھا جسے انگریز ٹریڈ یونین رہنماؤں کو فرانس کے پالی بروسے گروہ نے منظم کیا تھا۔ کانگرس سے پہلے اور دوران اجلاس میں دونوں کانگرسوں کو متحد کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن اینگلز نے اس کی مخالفت کی۔ دو سال بعد 1891 میں بروسلز کانگرس میں دونوں گروہوں نے اتحاد کر لیا۔

عالمی سوشلسٹ تحریک کے بہت سے ممتاز مرد اور خواتین مارکسی کانگرس ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آئندہ نسل میں مزدور تحریک کی رہنمائی کی اور دوسری انٹرنیشنل جوں جوں اپنا تاریخی کردار ادا کرتی گئی ان میں سے کئی لوگ نامور اور کئی بدنام ہوتے گئے۔ ان میں کیر ہارڈی انگلستان سے، لائب نخ، ببیل، ایڈورڈ برنسٹین، جارج وان وُلمر اور کلارا زٹیکن جرمنی سے، جولیس گواسڈے، لافراگ ویلانٹ اور لانگویٹ فرانس سے، انسیل اور دانڈر ویلڈے بلجیم سے، انڈریس کوسٹا اور سپریا نو اٹلی سے، وکٹر آڈلو آسٹریا سے ڈومیلا نیودینہاس ہالینڈ سے، پابلو اگلیسیاس سپین سے، جارج پلخنوف روس سے شریک ہوئے۔ ریاست ہوئے متحدہ کرگو میرز کی شرکت کے لیے دعوت نامہ بھیجا گیا۔ اس نے جواب میں مبارکباد کا پیغام بھیجتے ہوئے دونوں کانگرسوں کو متحد ہونے کی درخواست کی۔ ایبے کاہان اور مارکس پینے نیویارک یونائیٹڈ سیبر یوٹریڈز کے نمائندہ تھے۔ دونوں کانگرسوں میں انارکسٹ بھی قلیل تعداد میں موجود تھے۔

پیرس میں مارکسیوں کی کانگرس تمام دنیا کا مرکز توجہ رہی اور تمام ممالک کے مزدوروں میں نئی امنگ پیدا ہو گئی مختلف کشوں کو ایک ایسی تنظیم مل گئی جو سرمایہ داری کے خلاف کامیاب جدوجہد کرنے کے قابل تھی اور جو ایک نہ ایک دن اسے یکسر ختم کر سکتی تھی۔ اگرچہ یہ پہلی انٹرنیشنل کی تعمیر نو تھی لیکن اس کی بنیاد کہیں زیادہ وسیع اور مضبوط تھی۔ خود کانگرس میں نئی عالمی کا انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی درخشاں یادگار کہہ کر استقبال کیا گیا۔ افتتاحی اجلاس میں صدارت فرائض، ویلانٹ نے جو پیرس کمیون کے اراکان میں سے تھا اور ایک آزمودہ کار سوشلسٹ لائب نخ نے سرانجام دیئے۔

کانگرس کا کام

کانگرس کا بہت سا وقت مختلف ممالک کے نمائندوں کی رپورٹیں سننے میں صرف ہوا۔ اس سے ایک نوعمر، طاقت ور، وسعت پذیر امید افزا مزدور تحریک کی تصویر سامنے آئی۔ یورپ اور امریکہ میں ٹریڈ یونینوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہر اہم ملک میں سوشلسٹ پارٹیاں موجود تھیں۔ جرمنی، ڈنمارک اور دوسرے ملکوں میں سوشلسٹ پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیابی حاصل کر رہے تھے۔ ایک نہایت خوش آئندہ صورت حال تھی۔

جداگانہ پارٹیوں کی متعدد رپورٹوں کی وجہ سے بہت سی قراردادوں پر زیادہ بحث ومباحثہ کا وقت نہ مل سکا۔ جو قراردادیں منظور کی گئیں ان میں سے ایک مستقبل فوج کے خاتمہ اور عوام کو مسلح کرنے سے متعلق تھی۔ دوسری آٹھ گھنٹہ کے دن کی واضح تصدیق تھی اس پر سب سے پہلے پہلی انٹرنیشنل کی 1822 کی کانگرس میں عالمی مزدوروں کی توجہ منعطف ہوئی تھی۔ دوسری قرارداد سیاسی عمل سے متعلق تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اسے خفیہ رائے شماری اور دوسری پارٹیوں سے بغیر کسی سمجھوتہ اور اتحاد کے منظور کیا جائے۔ اس قرارداد کی مخالفت انارکسٹوں کے ایک چھوٹے سے گروہ نے کی جو عمومی سیاسی عمل کا ہمیشہ مخالف رہا لہٰذا اسے کانگرس سے خارج کر دیا گیا۔ ایک قرارداد میں سوئٹزرلینڈ کی حکومت کے اس اقدام کی حمایت کی گئی جو اس نے بین الاقوامی مزدور قوانین کے نفاذ کے لیے اٹھایا تھا۔ فرانسیسی وفد کی پیش کردہ ایک تجویز کہ عام ہڑتال کو ''سماجی انقلاب کا آغاز'' تسلیم کیا جائے جرمنوں کی سخت مخالفت کے باعث مسترد کر دی گئی۔

کانگرس کا سب سے اہم فیصلہ یکم مئی کو ''بین الاقوامی مزدور مظاہرہ کا دن'' مقرر کرنا تھا۔ یہ تجویز فرانسیسی ڈیلی گیٹ لاوگنے نے پیش کی تھی جس میں امریکن فیڈریشن آف لیبر کی یکم مئی 1890 کو آٹھ گھنٹہ کے مطالبہ کے حق میں عام ہڑتال کی مجوزہ تحریک کی حمایت کی گئی تھی۔ قرارداد میں لکھا تھا ''کانگرس ایک عظیم بین الاقوامی دن کی تنظیم کا فیصلہ کرتی ہے تاکہ ایک مقررہ دن تمام ممالک اور تمام شہروں میں محنت کش عوام حکومت سے آٹھ گھنٹہ کام کا دن قانونی طور پر تسلیم کرانے اور پیرس کانگرس کے دوسرے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کا مطالبہ کریں۔ امریکن فیڈریشن آف لیبر اپنے کنونشن میں جو سینٹ لوئی میں دسمبر 1888 کو منعقد ہوا تھا اس قسم کے مظاہرے کا پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہے۔ مختلف ملکوں کے مزدوروں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ملکی حالات کے مطابق اس تاریخ کو مظاہرے منظّم کریں'' بعد کی آنے والی

کانگرسوں میں اس فیصلے کو دہرایا گیا اس طرح عالمی مزدوروں کا یہ مجاہدانہ یوم تعطیل عالم وجود میں آیا۔

کانگرس میں مارکسی نقطہ نظر کی بالادستی

پیرس کانگرس نے ثابت کر دیا کہ مارکسزم عالمی مزدور تحریک خصوصاً اس کے سیاسی پر حاوی ہو چکا تھا۔ پہلی انٹرنیشنل کے خاتمہ کے بعد تیرہ سالوں کے دوران میں جو کثیر التعداد مزدور تحریکیں پیدا ہوئیں ان سب نے عموماً پیروان مارکس میں اپنی رہنمائی کی جستجو کی۔ مارکس اور اینگلز کے زیر قیادت مارکسیوں کی تعداد میں معتد د اضافہ ہوا اور ان کے اخبارات میں کثیر توسیع ہوئی۔ یہ بنیادی ترقی تھی جو پہلی انٹرنیشنل کے دور کے بعد ہوئی جب کہ مارکسیوں کی تعداد نسبتاً گنی چنی تھی اور انہیں اپنی سیاسی زندگی کے لیے لڑاکا گروہوں اور ترمیم پسندی کے خلاف مسلسل نبرد آزما رہنا پڑتا تھا۔ مارکسیوں کے حاوی ہونے کے یہ معنی نہ تھے کہ وہ مختلف گروہ جنہوں نے پہلی انٹرنیشنل کی زندگی کو تباہ کر رکھا تھا بالکل ختم ہو چکے تھے پھر بھی ان میں سے بیشتر اس حد تک کم ہو چکے تھے کہ انہیں بآسانی قابو میں رکھا جا سکتا تھا۔ پرودھن پرستوں کی اب صرف یادگار باقی رہ گئی تھی۔ بلانکی پرست فرانس میں ایک مختصر سے گروہ میں محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ لاسل پرست جرمنی اور آسٹریا میں آخری سانس لے رہے تھے۔ انارکسٹ باکونن پرستوں میں سے بیشتر سنڈیکلسٹ بن گئے اور جو باقی بچے وہ ایک نا قابل توجہ گروہ کی شکل میں کٹ کر رہ گئے تھے۔ مارکسیوں کی سب سے بڑی تعداد جرمنی میں تھی۔ دوسری انٹرنیشنل میں اس ملک کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی قیادت کا بول بالا تھا جو اس وقت تک بلا شرکت غیرے قائم رہا جب تک کہ 1919 میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کا قیام عمل میں نہ آ گیا۔ لینن اس پر رائے زنی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جرمن مزدور طبقہ مسلسل نصف صدی تک ''تمام دنیا کے لیے سوشلسٹ تنظیم کا نمونہ تھا۔'' جرمن سرمایہ داری تیزی کے ساتھ پھیل رہی تھی اور پارٹی اور ٹریڈ یونینیں سرعت کے ساتھ بڑھ رہی تھیں۔ پہلی انٹرنیشنل کے زمانہ سے مختلف ملکوں میں مارکسی مصنفین کی تعداد میں متعد بہ اضافہ ہوا۔ (اگرچہ یہ لوگ خطرناک نظریاتی غلطیوں سے پاک نہ تھے) ان مصنفین میں سب سے بڑھ کر جرمنی کا کارل کاؤتسکی تھا (1845-1938) جس کا باپ چیک اور ماں جرمن نژاد تھی آسٹریا میں پیدا ہوا۔ اینگلز کے انتقال کے بعد یہ دوسری انٹرنیشنل کا سرکردہ نظریاتی رہنما تھا۔ 1889 کی پیرس کانگرس کے فوراً بعد جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے لیے کاؤتسکی نے مشہور و معروف ارفرٹ

پروگرام قلم بند کیا۔ جو دوسری سوشلسٹ پارٹیوں کے لیے کئی سال تک مثال بنا رہا۔ اگرچہ اس پروگرام میں جرمن ڈیموکرٹیک ریپبلک کے بنیادی مطالبہ پرولتاریہ کی آمریت ایسے اہم سوال اور سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمہ کے متعلق کچھ کہنے سے گریز کیا گیا تھا تاہم اس نے اسی عام لائن کی پیروی کی تھی جو مارکس اور اینگلز کی عظیم تصنیفات میں اختیار کی گئی تھی۔ چونکہ پہلی انٹرنیشنل زیادہ انقلابی دور سے گزری تھی اس لیے اسے اپنی کانگرسوں میں مسلسل انقلابی سوال سے واسطہ رہا۔ اس کی وجہ یا تو سیاسی نمونہ پذیری تھی یا پھر اس وقت کے انتہا پسند بائیں بازو کے طاقت ور گروہ تھے لیکن 1889 میں دوسری انٹرنیشنل کا دور بہ نسبت سرمایہ داری ارتقا کے دور سے زیادہ پرسکون ماحول میں واقع ہوا تھا اس لیے اسے پرولتاریہ انقلاب کی ''فوری آمد'' کا احساس نہ تھا۔ تاہم بہت سے مارکسی (انگلستان کے گروہ پسند ہنڈ مین کی طرح) یہ سمجھتے تھے کہ انیسویں صدی کے خاتمہ سے پہلے یورپی انقلاب کا وقوع پذیر ہونا مسلمہ حقیقت ہے۔ پہلی انٹرنیشنل کے اختیار کردہ انقلابی امکانات کو تسلیم کرتے ہوئے کانگرس نے بنیادی طور پر طبقاتی جنگ کے موجودہ اہم ہنگامی مسائل سرمایہ داری کے خلاف جہاد، آٹھ گھنٹہ کا دن، مزدوروں کے حق رائے دہی کی توسیع، فیکٹری قوانین کا نفاذ اور ٹریڈ یونینوں، اور امداد باہمی کی انجمنوں اور مزدور سوشلسٹ پارٹیوں کے قیام پر زیادہ توجہ منعطف کی۔

دائیں بازو کا خطرہ

پہلی انٹرنیشنل کی تباہی کی وجہ طاقتور بےصبر نفلی انقلابی گروہ، انتہا پسند بائیں بازو کے لوگ تھے جو مزدوروں کو سرمایہ دار طبقہ کے خلاف زندگی اور موت کی جنگ میں جھونک دینا چاہتے تھے مگر دوسری انٹرنیشنل پر آفت جیسا کہ ظاہر ہوا مخالف سیاسی سمت سے آئی یعنی دائیں بازو کے موقعہ پرست جنہوں نے مزدوروں کی جنگجویانہ پہل قدمی کو معطل کر کے مزدور تحریک کو سرمایہ داری نظام کا چھوٹا سرمایہ دارانہ دم چھلا بنا کر رکھ دیا۔ اس کی تباہی کا باعث بنے انتہا پسند بایاں بازو ایک نا قابل توجہ عنصر تھا۔ دائیں بازو کے رجحانات جو دوسری انٹرنیشنل پر غالب آ کر بالآخر اس کی تباہی کا باعث بنے کانگرس کے آغاز ہی سے کم از کم دو نمایاں پہلوؤں میں سر اُبھارنے لگے تھے۔

دائیں بازو کے ان رجحانات میں ''امکان پرست یعنی فوری قابل عمل اصلاحات پر زور دینے والی

جماعت کا رجحان تھا۔ یہ امکان پرست اس قدر طاقتور تھے کہ انہوں نے عالمی مزدور تحریک میں مارکسی قیادت کو طعنہ زنی کرتے ہوئے اپنی ایک علیحدہ کانگرس منعقد کی۔ پہلی انٹرنیشنل کے دوران دایاں بازو اور بائیں بازو کا طاقت ور گروہ بھی) ابھی ابتدائی مرحلہ میں تھے۔ ان کی نمائندگی موقعہ پرست انگریز ٹریڈ یونین رہنما ووڈ گر کریمر، اپیل گارتھ اور کئی دوسرے اور جرمنی کی غیر ملحقہ لاسلی تحریک کر رہی تھی۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اس نے انٹرنیشنل کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا۔ ''امکان پرستوں'' کی 1889 میں پیرس کانگرس کے جسارت آمیز اقدام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس درمیانی عرصہ میں دائیں بازو کا رجحان کس قدر خطرناک حد تک بڑھ چکا تھا۔ اگرچہ ''امکان پرستوں'' کی کانگرس اپنے فوری مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہی لیکن اس کا وجود ہی آنے والے شدید خطرات کا ایک منحوس شگون تھا۔

دائیں بازو کے رجحان کا دوسرا اظہار خود مارکسیوں کی کانگرس میں ہوا۔ اگرچہ اس وقت اس کا احساس نہ ہو سکا لیکن یہ کسی کم خطرناک نہ تھا۔ کانگرسوں کے درمیانی عرصہ میں کام چلانے کے لیے ایک بین الاقوامی مرکز کا قائم نہ کرنا ڈیلی گیٹوں کی بڑی غلطی تھی جیسا کہ واقعات کی رفتار سے ظاہر ہوا۔ سالہا سال تک نئی انٹرنیشنل کی نہ تو کوئی بین الاقوامی رہنما کمیٹی تھی، نہ عالمی مرکزی دفتر تھا، نہ کوئی بین الاقوامی اخبار تھا، نہ کوئی باقاعدہ دستور تھا۔ نہ کوئی مخصوص سیاسی لائحہ عمل تھا نہ ہی فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کسی قسم کا نظم وضبط تھا اور حتیٰ کہ اس کا کوئی رسمی نام بھی نہ تھا۔

ان تمام باتوں میں پہلی انٹرنیشنل دوسری انٹرنیشنل سے کہیں زیادہ آگے تھی جیسا کہ ہم گزشتہ ابواب میں دیکھ چکے ہیں۔ اول الذکر کی ایک گٹھی ہوئی بین الاقوامی تنظیم تھی، ایک جنرل کونسل تھی۔ اس کا ایک دستور، ایک اخبار اور ایک پروگرام تھا۔ اور اس کا اپنا ایک نام بھی تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ دوسری انٹرنیشنل ایک بین الاقوامی تنظیم سے متعلق انارکسٹوں کے تصور سے بھی کہیں پیچھے تھی۔ پرودھن اور باکونن پرستوں کا بالاصرار یہ مطالبہ رہا کہ انٹرنیشنل مرکز کو خط کتابت اور اعداد وشمار کا دفتر ہونا چاہیے لیکن دوسری انٹرنیشنل اپنی ابتدا اور اس کے بعد بیسوں سال تک کم از کم عالمی تنظیم نہ بن سکی۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ دوسری انٹرنیشنل کے لیے کسی ایسے مضبوط عالمی مرکز کو قائم کرنا بے محل ہوتا جیسا کہ پہلی انٹرنیشنل نے 1872 کو ہیگ کانگرس میں باکونن پرستوں سے زندگی اور موت کی جدوجہد کے ذریعے کیا۔ لیکن سرے سے ہی کسی مرکز کا نہ ہونا گویا بین الاقوامیت کے جذبہ کو کم سے کم کرنا اور قومی

پیمانے پر تنظیم وسرگرمی کو زیادہ سے زیادہ اُبھارنا تھا۔ یہ نہایت خطرناک اقدام تھا جیسا کہ بالآخر 1914 کی جنگ عظیم سے ظاہر ہوا کیونکہ بڑی طاقتوں کے درمیان فوجی تصادم کا امکان پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا اور آنے والے دور میں محنت کش عوام کے لیے مزدور تحریک کو جو مختلف ملکوں میں بورژوا طبقہ کے روز افزوں قومی دباؤ کے سامنے جھکتی جارہی تھی انتہائی خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔

دائیں بازو کی موقعہ پرستی کی ابتدا

دوسری انٹرنیشنل میں دائیں بازو کے موقعہ پرست کے دو خاص منبع تھے جن سے بعد میں مزدوروں پر ایسی خوفناک تباہی آئی۔ ان میں پہلا اور سب سے زیادہ خطرناک رجحان ٹریڈ یونینوں میں ماہر مزدوروں اور مزدور دفتر شاہی میں رونما ہو رہا تھا جنہیں اُجرت میں رعایت دے کر مالکوں نے مزدور طبقہ کی عظیم تعداد کے خلاف استعمال کیا۔ ان کی ہڑتالوں کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ ان کی یونینوں کو کمزور اور منقسم رکھا۔ نیز انہیں طبقاتی شعور اور مزدور طبقہ کے آزادنہ سیاسی عمل کے خلاف لڑایا۔ دائیں بازو کی موقعہ پرستی کا دوسرا منبع وہ کثیر التعداد چھوٹے سرمایہ دانشور تھے جو مزدوروں کی سیاسی تنظیم میں اپنی قیادت کے ذریعہ، شہر، ریاست اور قومی حکومت کے مختلف عہدوں پر مزدور نمائندوں کی حیثیت سے متعین ہو کر اپنی جگہ بنانے کے خواہش مند تھے۔ وہ مزدور پالیسی کو ایسے نرم اصلاحتی پروگرام میں تبدیل کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہتے تھے جو چھوٹے اور بڑے سرمایہ دار کے لیے خاصی قدر و قیمت کا حامل ہوتا تھا۔ عموماً دوسری انٹرنیشنل کی زندگی کے دوران میں موقعہ پرستی کے یہ دو دھارے ایک ساتھ آزادی سے کام کرتے رہے۔ مزدور طبقہ کے موقعہ پرست خاص طور پر ٹریڈ یونینوں میں کام کرتے تھے اور چھوٹے سرمایہ دار دانشوروں کا دائرہ عمل زیادہ تر سیاسی میدان تھا مگر ان دونوں گروہوں کا انحصار مزدور اشرافیہ پر تھا۔ ان دونوں مزدور طبقہ کو بحیثیت مجموعی سرمایہ دار طبقہ کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔

دوسری انٹرنیشنل کے قیام کے موقعہ پر دائیں بازو کی موقعہ پرستی کا سب سے زیادہ آشکار انگریز مزدور تحریک تھی۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس دور میں برطانیہ عظمیٰ سرکردہ سامراجی قوت بن چکا تھا اور وہاں مالکوں نے نوآبادیاتی ملکوں کے عوام سے حاصل کردہ بالائی منافع کے ذریعے مزدور اشرافیہ اور ان کے رہنماؤں کو خراب کرنے کی داخلی سامراجی پالیسی پر وسیع پیمانہ پر عمل شروع کر دیا۔ اس بدعنوانی کا مادی

اور نظریاتی طور پر تباہ کن اثر نہایت گہرا پڑا۔ اس کی طرف مارکس، اینگلز اور دوسروں نے بہت پہلے اشارہ کر دیا تھا۔ اوتھس ٹین کہتا ہے ''گذشتہ صدی کی آٹھویں اور نویں دہائیوں میں انگریز مزدوروں کا طبقاتی شعور انتہائی نچلی سطح پر تھا یہاں تک کہ وہ طرز عمل جو ساتویں دہائی کے وسط میں مزدور امیدوار کے بارے میں اختیار کیا گیا تھا قطعاً ترک کر دیا گیا۔ انفرادی مزدوروں نے یا تو آزاد خیال یا پھر قدامت پرستوں کو ووٹ دیئے۔ لفظ ''انقلاب'' کو اگر براہ راست گالی نہیں دی گئی تو کم از کم اسے سن کر نفرت سے کاندھے جھٹک دینا ان کا عام شیوہ بن گیا تھا۔'' 1879 میں اینگلز نے برنسٹین کو لکھا تھا ''یہ بہر حال تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس وقت انگلستان میں مزدور طبقہ کی تحریک ایسی نہیں ہے جیسی کہ براعظم میں ہے'' اور یہ ہی سر زمین تھی جس نے ایک نسل قبل عظیم چارٹسٹ تحریک کو جنم دیا تھا۔

مالکوں اور ان کے ایجنٹوں، قدامت پرست، مزدور دفتر شاہی پسندوں کی سیاسی لائن یہ تھی کہ مزدور طبقہ کو لیبر پارٹی کی سرپرستی میں رکھا جائے لیکن جب 1880 میں ہنری۔ ایم ہنڈ مین کی سرکردگی میں ایک جماعت کی تشکیل ہوئی جو 1889 میں سوشل ڈیموکریٹک فیڈریشن بنی تو بورژوا طبقہ نے اپنی سیاسی پالیسی میں تھوڑی سی تبدیلی کی۔ اس کا اظہار 1884 میں سڈنی دیب، جارج برنارڈ شا اور دوسرے چھوٹے سرمایہ دار انتہا پسند دانشوروں کی سرگردگی میں فیبیئن سوسائٹی کے قیام سے ہوا۔ اس تنظیم کا مقصد مارکسزم کی قطع برید کرنا اور اسے مزدور طبقہ کے لیے بے ضرر اور الگ تھلگ سیاسی عمل بنانا تھا۔ یہ تمام باتیں سرمایہ داروں کے لیے نہایت ہی سودمند تھیں۔ ارتقائی سوشلزم کی گول مول تبلیغ کر کے فیبیئن دانشوروں نے انقلابی مارکسزم کے اصول پر حملہ کیا۔ انگلستان کے مزدوروں میں غیر مارکسی نظریات پھیلانے کے پیش نظر فیبیئن اعلانیہ مارکسزم کے مخالف تھے۔ فیبیئن تاریخ نویس پیئرس کہتا ہے کہ سوسائٹی کی اولین کامیابی یہ تھی کہ اس نے انگلستان میں مارکسزم کے طلسم کو توڑا۔

سڈنی دیب اور اس کے شریک کاروں نے اپنے ذمہ یہ فرائض لیے کہ ''ایک معزز انگریز جس طرح ایک آزاد خیال یا قدامت پرست بن جاتا ہے اسی طرح وہ آسان اور سہل الحصول طریقہ پر سوشلسٹ بنے۔'' دیب کہتا ہے ''انگلستان میں سوشلزم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ علم الحساب کے چاروں اصول، بائیبل کے دس احکام اور یونین جیک سے مطابقت رکھتا ہو نیز اس کے تحت کسی ضبطی کی ضرورت نہیں۔'' دیب نے یہ بھی کہا ''برٹش سوشلزم کا بانی کارل مارکس نہیں تھا، بلکہ رابرٹ اوون نے ''طبقاتی جنگ'' کی

تبلیغ نہیں کی بلکہ انسانی برادری کا نظریہ پیش کیا۔''فیبیئن ازم اپنے گول مول سوشلسٹ مقاصد کے باوصف ٹٹ پونجیے سرمایہ داروں کی سرمایہ دارانہ اصلاحی تحریک تھی جو سرمایہ داری نظام کے لیے مضرت رساں نہ تھی۔ یہ انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں قدامت پرست ٹریڈ یونین لیڈروں پر سرعت کے ساتھ اثر انداز ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج بھی برٹش لیبر پارٹی کے نظریات پر چھائی ہوئی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ میں بھی موقعہ پرستی مزدور تحریک میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے لگی۔ اس وقت اس کی مخصوص مثالیں رجعت پرست مزدور دفتر شاہی پسند ٹیرانس وی پاؤڈرلی اور ریل روڈ انجنیر کا صدر پی۔ ایم۔ آرتھر تھے، نیز مسلمہ سوشلسٹ مخالف گومپرز۔ اے۔ ایف۔ آف۔ ایل کے رہنما مستقبل قریب کی انتہائی بدعنوان دفتر شاہی کے لیے اپنی بنیادیں استوار کر رہے تھے۔ فرانس میں بروسسٹ ''امکان پرستوں'' کا وجود یہ ثابت کر رہا تھا کہ اس ملک میں بھی دائیں بازو کی موقعہ پرستی سر اُبھار رہی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد فرانس میں سوشلسٹ رہنماؤں میں بدعنوانی پھیلانے کی فرانسیسی بورژوا کی ذلیل کوششوں نے دوسری انٹرنیشنل کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تباہ کر کے رکھ دیا۔

جرمنی میں جو ایک بڑی سرمایہ دار ریاست تھی۔ اب تک موقعہ پرستی کو ترقی کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ وہاں مارکسی ٹریڈ یونین اور سیاست دونوں میدانوں میں مزدور تحریک پر پوری پوری گرفت رکھتے تھے اور پارٹی اپنی تشکیل میں سب سے زیادہ پرولتاری تھی۔ دایاں بازو نسبتاً حقیر اور غیر موثر تھا۔ اس کی مخصوص وجہ یہ تھی کہ جرمنی جہاں مطلق العنان اور نیم جاگیردارانہ حکومت تھی ابھی ایک مضبوط سرمایہ دار قوت کے طور پر ابھر رہا تھا۔ اور وہاں کا حکمراں طبقہ ابھی اتنا ترقی یافتہ نہ تھا کہ مزدور اشرافیہ، ٹریڈ یونین اور سیاسی دفتر شاہی کو بدعنوانی بنانے کی مخصوص پالیسی اپنا سکتا۔

سوشلسٹ دشمن قوانین کے تحت جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی ابھی تک غیر قانونی تھی۔ اس صورت حال کے باعث پارٹی میں جنگجوئی کا جذبہ موجود تھا اور یہ ڈر نہ تھا کہ مختلف قسم کے ٹٹ پونجیے سرمایہ دار اور موقعہ پرست اپنی جگہ بنا سکیں گے۔ علاوہ ازیں ٹریڈ یونین انتہائی دشوار قانونی رکاوٹوں کے تحت کام کر رہی تھیں اگرچہ بعد کے دور میں جرمن سامراج کی ترقی کے ساتھ ساتھ جرمنی کی مزدور تحریک میں سخت بدعنوانی پیدا ہو گئی اور وہ دوسری انٹرنیشنل میں دائیں بازو کی موقعہ پرستی کا زہریلا منبع بن گئی لیکن 1889 تک یہ دنیا میں سب سے زیادہ مضبوط مارکسی مرکز تھا اور پوری انٹرنیشنل رہنمائی کے لیے اس کی طرف دیکھتی تھی۔

16

بروسلز، زیورچ اورلندن

1891تا1896

دوسری انٹرنیشنل کی دوسری، تیسری اور چوتھی کانگرسیں علی الترتیب بروسلز اگست 1891، زیور اگست 1893 اورلندن جولائی 1896 میں منعقد ہوئیں۔ یہ سال عموماً یورپ اور ریاست ہائے متحدہ میں زوررفتار سرمایہ دارانہ ارتقا کا دورتھا۔صنعت کاری تیزی کے ساتھ نشوونما پارہی تھی سرمایہ داری اجارہ اور سامراجیت پہلے ہی سرعت کے ساتھ پھیلتے جارہے تھے اور بڑی طاقتیں افریقہ کوتقسیم کرنے میں مصروف تھیں۔انگلستان بڑے پیمانے پرسرمایہ برآمدکررہاتھا۔یہ وہ دن تھے جب کہ بڑی بڑی ریاستوں میں بین الاقوامی کشیدگی تیز ہورہی تھی اورمختلف ملکوں میں طبقاتی جدوجہد بڑھتی جارہی تھی۔

اس دور میں دوسری انٹرنیشنل اوراس پر مشتمل ٹریڈیونین،امداد باہمی کی انجمنیں اورسیاسی پارٹیاں بسرعت تمام ترقی پذیرتھیں۔پورابین الاقوامی مزدورڈھانچہ اس وقت اوربھی زیادہ مضبوط ہوگیا جب کہ جرمنی میں 25 جنوری 1890 کوریشاغ میں 169 کے مقابلہ میں 98 ووٹوں سے مخالف سوشلسٹ قوانین ختم کردیئے گئے۔اس عہد کی ہڑتالوں میں سب سے زیادہ نمایاں 1893 میں دولاکھ انگریز کان کنوں کی ہڑتال تھی۔ریاست ہائے متحدہ میں طبقاتی جدوجہد خاص طور پرشدید رہی۔1892 میں فولاد کے مزدوروں (ہوم سٹیڈ) کی ہڑتال، 1892 میں نیوآرلینز میں عام ہڑتال، 1893 میں کوئلے کے مزدوروں کی عظیم ہڑتال، 1894 میں نیشنل ریل روڈ (اے۔آر۔یو) ہڑتال اورنویں دہائی کے آغاز میں دھات کی مغربی کانوں کی مختلف ہڑتالیں اس عہد میں ہوئیں۔یہ بڑی امریکی ہڑتالیں حقیقتاً مقامی خانہ جنگیوں کی سی شدت کے درجہ تک پہنچ گئی تھیں۔

دائیں بازو کی روزافزوں موقعہ پرستی

اس دور میں دوسری انٹرنیشنل عموماً مارکسی نقطہ نظر پر قائم رہی لیکن زیرتذکرہ تینوں کانگرسوں کی جس

اہم اور منحوس خصوصیت کا مظاہرہ ہوا وہ مسلسل بڑھتے ہوئے دائیں بازو کے رجحانات تھے۔ یہ رجحان جس سے بالآخر دو دہائیوں کے بعد انٹرنیشنل اور بالعموم تمام دنیا کے لیے تباہ کن نتائج برآمد ہوئے تینوں کانگرسوں کی کاروائیوں میں زیادہ سے زیادہ سرایت کرتا گیا۔ گو ابھی اس کے پروگرام اور تنظیم میں اتنی پختگی نہ آئی تھی تاہم لندن کانگرس کے آخر تک دایاں بازو قطعی طور پر رونما ہو چکا تھا۔ ان کانگرسوں کے سامنے ایسا کوئی بھی اہم مسئلہ نہ آیا جس میں بڑھتے ہوئے دائیں بازو کے میلانات نمایاں طور پر محسوس نہ ہوں۔

بین الاقوامی یوم مئی کے سوال پر جو عالمی مزدوروں کے لیے نہایت اہمیت کا حامل تھا دائیں بازو کا اثر بالخصوص مشاہدہ میں آیا۔ جرمن اور انگریز موقعہ پرستوں نے بروسلز اور زیورچ دونوں کانگرسوں میں یکم مئی کے اس بنیادی تصور کی مخالفت کی جس کا مقصد تھا کہ مزدور اوزار چھوڑ کر اپنی بڑھتی ہوئی عظیم طاقت کا مظاہرہ کریں نیز آٹھ گھنٹے کام کا دن اور دوسرے مطالبات منوانے پر اصرار کریں۔ ان کی لائن یہ تھی کہ یکم مئی کی بجائے مئی میں آنے والے پہلے اتوار کو یہ دن مقرر کیا جائے۔ ایسا کرنا گویا اس تقریب کی مجاہدانہ خصوصیت کو یکسر کم کر دینا تھا۔ لینز کہتا ہے ''جرمنوں کے احاطہ اختیار میں جتنی طاقت تھی، اس مناسبت سے پیرس کانگرس کے یوم مئی کے فیصلہ پر کسی دوسری پارٹی کی بہ نسبت کہیں کم جوش وخروش کے ساتھ عمل درآمد کرتے تھے،'' آخر میں 1893 کو زیورچ کانگرس میں جرمنوں میں یوم مئی منانے کے طریقہ کو پارٹیوں کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا۔ جس کا مطلب تھا کہ آزادی کے ساتھ موقعہ پرستی کی لائن پر عمل کیا جا سکے۔ فرانسیسی اور دوسرے ڈیلی گیٹوں نے یکم مئی کی اس قطع برید کی سختی کے ساتھ مخالف کی۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے مباحثوں میں جرمن رہنماؤں نے یہ بات واضح کر دی کہ وہ پالیسی کے معاملات میں اپنی لیے انٹرنیشنل کو ''احکامات'' جاری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

تینوں کانگرسوں میں دائیں موقعہ پرست طاقت کی دوسری مثال کچھ الجھاؤ کے ساتھ انارکسٹوں کی مخالفت میں دیکھنے میں آئی۔ بروسلز اور زیورچ کانگرسوں میں انارکسٹ متنازعہ فیہہ تھے لیکن لندن 1896 میں مارکسیوں نے اپنا یہ مطالبہ کہ انٹرنیشنل کی رکنیت کے لیے سیاسی عمل تصدیق ایک شرط ہو تسلیم کرا کے بالآخر انہیں نکال باہر کیا۔ انہوں نے اسے منظور نہیں کیا اور ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو گئے۔ قرارداد کے سخت الفاظ جنہیں بیبل نے قلمبند کیا تھا انارکو سنڈیکلسٹ یونینوں کو بھی نکال باہر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن

کانگرس نے 57 کے مقابلہ میں 56 ووٹوں سے انہیں مستثنیٰ کر دیا۔ دوسری انٹرنیشنل نے اگرچہ چھوٹے سرمایہ دار انتہا پسند بائیں بازو کے لیے رکاوٹ کھڑی کر کے ایک صحیح اقدام کیا لیکن دائیں بازو کے لیے دروازے کھلے چھوڑ دینا اس کا مخصوص انداز تھا۔ یہ اسی طرزِ عمل کا اہم نتیجہ تھا کہ 1894 میں فرانس میں جاریس۔ میلیر انڈ گروہ کے 30 بورژوا انتہا پسند پارلیمانی نمائندے (اینگلز کے مشورہ کے خلاف) شامل کر لیے گئے۔ اس رجعت پسندانہ اقدام سے دوسرے سال پوری انٹرنیشنل کو انتہائی دوررس نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔

جنگ کے خطرہ کے خلاف جدوجہد

اس سے قبل پہلی انٹرنیشنل کے تقریباً تمام کانگرسوں میں مزدور تحریک کو جنگ کے سوال سے واسطہ رہا۔ لیکن ان ابتدائی سالوں میں بیشتر قومی جنگوں کا خطرہ تھا، مثلاً 1861 کی امریکی خانہ جنگی میں انگلستان کی شمولیت، 1866 میں پروشیا اور آسٹریا کے مابین جنگ، 1870 میں فرانس اور جرمنی کی لڑائی۔ مگر دوسری انٹرنیشنل کی کانگرسوں کو ابتدا سے ہی اس سے کہیں زیادہ سنگین جنگی خطرے کا سامنا رہا، یعنی عام یورپی سامراجی جنگ کا امکان۔ بڑی یورپی طاقتیں جو اپنی زیادہ سے زیادہ سامراجی بننے کی ہوس میں بڑھ چڑھ کر بے رحم ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ ایک ایسے گٹھ جوڑ میں لگی ہوئی تھیں جو آخرکار 1914 میں پہلی جنگ عظیم کی شکل میں رونما ہوا۔ یہ وہ تصادم تھا جس کی پیشین گوئی اینگلز بہت پہلے کر چکا تھا۔ جرمنی، آسٹریا اور اٹلی نے 1882 میں اتحاد ثلاثہ قائم کیا اور 1894 میں فرانس روس اور انگلستان نے سہ طرفہ معاہدہ کا آغاز کیا جو بالآخر 1907 میں بارآور ہوا۔ بروسلز زیورج اور لندن کی کانگرسوں نے اس بڑھتے ہوئے جنگی خطرہ سے نمٹنے کی بھرپور کوشش کی، ایسے نازک موقعہ پر بھی دوسرے انٹرنیشنل میں ترقی پذیر دائیں بازو کی موقعہ پرستی تیزی کے ساتھ سر اٹھاتی رہی۔

یورپی جنگ کے بڑھتے ہوئے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے بروسلز 1891 کانگرس نے بڑے بڑے انقلابی فقروں سے مزین ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ جنگی خطرہ کے خلاف مزدور پُرزور احتجاج کریں اور اپنی بین الاقوامی تنظیم کو مضبوط بنائیں۔ زیورچ 1893 کانگرس نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ مزدور تخفیف اسلحہ کے لیے لڑیں اور ان کے پارلیمانی نمائندے جنگی مطالبہ زر کے

خلاف ووٹ دیں۔لندن 1896 کانگرس نے یہ مطالبہ کیا کہ مستقل فوج ختم کی جائے،عوام کو مسلح کیا جائے،ثالثی عدالتیں قائم کی جائیں۔جنگ کے لیے عوام میں رائے شماری کرائی جائے وغیرہ۔

ان انسدادی تدابیر کے مقابلہ میں انارکسٹوں اور انارکوسنڈیکلسٹوں نے یہ قرارداد پیش کی کہ اگر جنگ چھڑ جائے تو عام ہڑتال کی جائے۔اس منصوبہ کا خاص ترجمان ہالینڈ کا ڈومیلا نیو ونیہائس (1846-1919)1894 تک پارلیمنٹ کا سوشل ڈیموکریٹک ممبر تھا اس کے بعد وہ انارکسٹوں میں شامل ہوگیا۔عام ہڑتال کی تجویز عموماً پہلے انٹرنیشنل کے بروسلز 1868 کانگرس میں منظور کردہ قرارداد پر (جسے مارکس نے اس وقت کے حالات کے تحت یوٹوپیائی کہا تھا) مبنی تھی۔اس میں کہا گیا تھا کہ جنگ چھڑ جانے پر اپنے اپنے ملکوں میں مزدور کام سے دست بردار ہو جائیں۔

عام ہڑتال کو جنگ کے خلاف بطور اسلحہ استعمال کرنے کی تجویز 1891-1893 اور 1896 کی کانگرسوں میں بھاری کثرت رائے سے مسترد کر دی گئی۔جرمنوں نے خاص طور پر اس کی سخت مخالفت کی۔سوشلسٹ رہنماؤں کو عام ہڑتال کی کھلے بندوں مذمت کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔زیورچ کانگرس میں پلیخانوف نے کمیٹی کی پوزیشن کو اس طرح بیان کیا ''موجودہ سماج میں عام ہڑتال ناممکن ہے کیونکہ پرولتاریہ کے پاس اس پر عمل درآمد کے ذرائع موجود نہیں ہیں۔دوسری طرف عام ہڑتال کرانے کے قابل ہم اس وقت ہوسکیں گے جب پرولتاریہ کے قبضہ میں اقتصادی طاقت آجائے گی لیکن پھر عام ہڑتال ایک نری حماقت ہوگی۔''

جیسا کہ مارکس کا دعویٰ تھا اور جسے آنے والے سالوں میں لینن نے صاف طور پر بتایا کہ انارکسٹ اور سنڈیکلسٹ اس فریب میں مبتلا تھے کہ وہ آنے والی جنگ کو محض ہڑتال سے روک سکتے تھے۔بایں ہمہ دوسری انٹرنیشنل کا عام ہڑتال کو اصولی طور پر مسترد کر دینا جو کہ سوشل ڈیموکریٹوں کی عام لائن بن گئی تھی، انتہائی موقعہ پرستی تھی۔لیکن مزدور طبقہ اس طاقت ور ہتھیار سے دست بردار ہونے کے لیے کسی طرح تیار نہ تھا۔انگلستان میں 1842 میں چارٹر کے لئے لڑائی، 1886 میں آٹھ گھنٹے کے دن کے لیے امریکی مزدوروں کی عام ہڑتال، 1892 میں ووٹ کا حق حاصل کرنے کے لیے بلجیم کے مزدوروں کی ہڑتال، اسی طرح بعد کے سالوں میں دنیا کے بہت سے حصوں میں کی جانے والی ہڑتالیں اس بات کا ثبوت ہیں۔

ان مخالف جنگ بحث ومباحثوں میں ''مادر وطن کی مدافعت'' کا خیال بھی ابھرنے لگا۔وہ تصور جو

1914 میں عظیم غداری کی نظریاتی بنیاد بنا۔ یہ تھا کہ انتہائی رجعت پرست روس غالباً فرانس کی ہمنوائی میں جرمنی پر حملہ آور ہوتو اسے اپنی مدافعت ضروری ہے۔ 1893 میں اینگلز نے روسی زار کے حملہ کے خلاف جرمنی کی قومی مدافعت کی تائید کی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ایسی ہی جنگ کے متعلق بیبل نے کہا تھا کہ وہ خود تلوار نیام سے باہر کرے گا۔ اور پلیخنوف نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ روسی عوام جرمن فوجوں کی نجات دہندہ سمجھ کر استقبال کریں گے۔ لیکن جیسا کہ سٹالن نے بعد میں بتایا کہ اینگلز کا نقطہ فریب نظر تھا۔ نویں دہائی میں لڑائی ایک عظیم سامراجی جنگ کی شکل اختیار کر رہی تھی اور جرمن سوشل ڈیموکریٹ کا دایاں بازو جس تیاری کے ساتھ جنگ میں شامل ہو رہا تھا، اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ روس کو آزاد کرانے والی انقلابی جنگ نہ تھی بلکہ جرمن بورژوا طبقہ کی جارحانہ وطن پرستی کی حمایت تھی۔

اصلاح پسندی کے مقابلہ میں انقلابی نظریہ

انیسویں صدی کی نویں دہائی میں جب کہ سرمایہ داری سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی اور مزدور تنظیموں کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور سیاسی افق پر پرولتاری انقلاب کے کوئی آثار نہیں تھے، اس وقت لازماً فوری مطالبات کے لئے روزمرہ کی جدوجہد ہی خاص کام تھا۔ دوسری انٹرنیشنل نے ان جزوی مطالبات پر زیادہ سے زیادہ زور دے کر فی الواقع دائیں بازو کی موقع پرستی کو ابھارا اور ایک تکمیل پذیر مارکسی تصور کے ارتقا پر کم سے کم زور دیا۔ دوسرے انٹرنیشنل کے رہنماؤں نے انقلابی تصور کو قربان کر کے فوری مطالبات کی زیادہ سے زیادہ حمایت کی۔

اس دور میں انٹرنیشنل کانگرسوں میں عام سیاسی پروگراموں پر بحث خصوصاً ''طریق کار'' کے زیر عنوان ہوتی رہی۔ جرمن وفد مکمل بحث سے اس لیے گریز کرتا تھا کہ اس کا خیال تھا کہ ایسے معاملات کے ''طریق کار'' پر غور کرنا اپنے اپنے ملکوں کی قومی پارٹیوں کی ذمہ داری ہے۔ اس اہم معاملہ میں انٹرنیشنل کے رویہ کی بخوبی وضاحت اس قرارداد سے ہوتی ہے جو زیورچ 1893 کانگرس میں ''طریق کار'' کے سوال پر پیش کی گئی تھی۔ اپنا تمام زور فوری مطالبات کے لیے جدوجہد پر صرف کرتے ہوئے قرارداد نے تقریباً مکمل طور پر سوشلزم کے انقلابی مقاصد سے گریز کیا۔ لینن بجا طور پر اس کا خلاصہ اس طرح بیان کرتا ہے ''قرارداد نے ناہنجار سمجھوتے بازی کے خلاف متنبہ کیا اور مزدوروں سے سفارش کی کہ وہ اپنے انقلابی

منزل مقصود کو کبھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ بایں ہمہ اس نے ریاست کے بارے میں مکمل طور پر اصلاح پسندانہ تصور پیش کیا۔ بورژوا مملکت کو تباہ کر کے پرولتاری ریاست قائم کی بجائے سرمایہ داری حکومت کے عوامل کو تبدیل کرنے کا مشورہ دیا یعنی بورژوا ریاست کو مع اس کی دفتر شاہی اور مسلح فوج کے ایسے ذرائع میں ڈھالا جائے جس سے پرولتاریہ کو آزاد کرایا جا سکتے۔''

جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں جو کہ دوسری انٹرنیشنل کی سرکردہ پارٹی تھی انٹرنیشنل کانگرسوں کے مقابلہ میں دائیں موقعہ پرستی اور اصلاح پسندی کے رجحانات کہیں زیادہ نمایاں تھے۔ کمیونسٹ مینی فیسٹو ایسی دستاویزات کو زیادہ سے زیادہ پس پشت ڈالا جا رہا تھا اور نہیں عجائب گھر کی زینت تصور کر لیا گیا۔ اس کا اظہار بہت سی باتوں سے ہوتا ہے پہلی تو یہ کہ ارفرٹ پروگرام جسے 1891 میں کاؤٹسکی نے مرتب کیا تھا، تمام دنیا کی سوشلسٹ پارٹیوں کے لیے نمونہ بن گیا۔ یہ پروگرام یوں تو انقلابی تجزیات سے بھرا پڑا ہے مگر اس میں انقلاب کے بنیادی سوال اور پرولتاریہ کی آمریت کو بدنام کیا گیا یا پھر نظر انداز کر دیا گیا۔ اس نے جرمنی میں جمہوریت کے قیام کے مطالبہ سے بھی گریز کیا۔ خطرے کی ایک اور گھنٹی وہ پروگرام تھا جسے اس وقت جارج فان دولمر نے پیش کیا۔ انٹرنیشنل کے سرکردہ اصلاح پسند فان دولمر نے جزوی مطالبات کی تدریجی کامیابی کو سوشلزم کا راستہ قرار دیا۔ پارٹی اور دولت مند کسان میں اتحاد کی تجویز پیش کی۔ اتحاد ثلاثہ کو امن کی ضمانت سمجھتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا اور بورژوا پارٹیوں کے ساتھ تعاون کی پالیسی کی حمایت کی۔ جرمن پارٹی نے چھوٹے سرمایہ دار اصلاح پسندوں کی ممبرشپ کو جائز قرار دیا۔

جرمن تحریک میں بڑھتی ہوئی اصلاح پسندی کے رجحان کا ایک مخصوص اور نمایاں اظہار وہ سلوک تھا جو پارٹی کے رہنما نے مارکس کی کتاب ''فرانس میں طبقاتی جدوجہد'' کے دیباچہ کے ساتھ روا رکھا جو اینگلز نے 1895 میں تحریک کیا تھا۔ یہ مواد لائب نخ کے زیر ادارت شائع ہونے والے اخبار فارورڈ میں چھپا لیکن اس میں سے کچھ کلیدی عبارتیں قطع کر دی گئیں۔ جس سے بالواسطہ یہ ظاہر ہوتا ہے گویا اینگلز نے (دائیں بازو کی مطابقت میں) انقلاب میں مسلح جدوجہد کے امکانات کو ترک کر دیا ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جرمن پارٹی کی قیادت نے 1875 کے گوتھا پروگرام پر مارکس کی تنقید کو دبائے رکھا اسی طرح 1891 کے ارفرٹ پروگرام پر اینگلز کی تنقید دس برس تک شائع نہیں کی گئی۔

اینگلز کے دیباچہ سے جو کلیدی حصہ قلم زد کر دیا گیا۔ وہ یہ تھا ''کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ مستقبل میں

سڑک کی لڑائی کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی۔ ہرگز نہیں اس کا مطلب محض یہ ہے کہ 1848 کے بعد شہری لڑائیوں کے لیے حالات اتنے موافق نہیں رہے ہیں اور فوج کے لیے کہیں زیادہ سازگار ہو گئے ہیں۔ مستقبل میں سڑک کی لڑائی میں اسی وقت کامیابی ہوسکتی ہے جب اس ناموافق حالت کی تلافی کسی اور طرح سے ہو۔ چنانچہ ایک عظیم انقلاب کی ابتدا میں اس کی مزید ترقی کے دور کے مقابلہ میں یہ کہیں کم وقوع پذیر ہوگی۔ اور اسے زیادہ قوت کے ساتھ بروئے کار لانا ہوگا۔ اور پھر بلا مزاحمت مورچہ بندی کے طریق کار پر کھلے حملہ کو ترجیح دی جائے گی جس طرح انقلاب عظیم کے وقت ستمبر 4 اور اکتوبر 31 کو پیرس میں ہوا۔''

اس کے بعد کئی سال اینگلز کے دیباچہ میں اس ترمیم و تنسیخ کو اصلاح پسندوں نے بائیں بازو کے خلاف موثر طریقہ پر استعمال کیا۔ لیکن آئندہ ہونے والے بہت سے انقلابات سے سوشل ڈیموکریٹ اصلاح پسندوں کے برعکس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بورژوا کی ترقی پذیر فوجی تکنیک مشتعل انقلابی عوام سے آخر کار مدافعت کرنے میں غیر موثر ثابت ہوئی کیونکہ انہوں نے تقریباً ہمیشہ فوج کے ایک بڑے حصہ کو متاثر کر کے اپنے ساتھ کر لیا۔

بائیں بازو کی لڑائی

انٹرنیشنل میں دائیں بازو کے بڑھتے ہوئے رجحانات پروگرام اور تنظیم کے مقابلہ میں بائیں بازو کی لڑائی کا اثر جزوی رہ گیا تھا۔ اس وقت بایاں بازو جو مارکس اور پہلی انٹرنیشنل کی ٹھوس تعلیمات کو نظر انداز یا فراموش کو دینا چاہتا تھا اپنا کوئی خاص لائحہ عمل نہیں رکھتا تھا۔ اس کے رجحانات اور اعتدال پسند رجحانات میں کوئی واضح فرق نہ تھا انقلابی بایاں بازو اور متذبذب اعتدال پسند۔ ایک نئی نشو ونما جسے اعلیٰ ترین سطح کی سیاسی سوجھ بوجھ چاہیے تھی کی باہمی تفریق اس وقت تک مکمل طور پر وقوع پذیر نہیں ہوسکی اور نہ ہوئی جب تک کہ طبقاتی جدوجہد اپنے اس زمانہ کے مرحلہ سے کہیں اعلیٰ جانب ترقی نہ کر جاتی۔ ایسا پہلی جنگ عظیم اور روسی انقلاب کے رونما ہونے پر ہوا۔

اسی زمانہ میں بیبل، کاؤتسکی، پلیخنوف اور دوسرے لوگ جنہیں آخر کار اعتدال پسند رویہ اختیار کرنا تھا، دائیں بازو کے رجحانات کا مظاہرہ کرنے لگے تھے لیکن وہ ابھی تک مارکس ازم کے بعض بنیادی

اصولوں سے وابستہ تھے۔ بلاشک وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ ''راسخ العقیدہ'' مارکسی ہیں۔انہیں ابھی ایسے سخت انقلابی کام اور جدوجہد سے واسطہ نہیں پڑا تھا جس سے ان کی اعتدال پسندی معین شکل اختیار کرتی۔اور بالآخر یہ رجحان دائیں بازو سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوتا۔لیکن اس میں شک نہیں کہ ان ابتدائی تاریخوں میں ''راسخ العقیدہ'' مارکسیوں___ کاؤٹسکی کے رجحانات کے رہنماؤں___ کا روز افزوں تذبذب ایک حد تک دائیں بازو کے رجحانات کی پردہ پوشی اور حفاظت کرتا تھا۔

اس عہد کا بین الاقوامی ''بایاں'' بازو ایک ایسا بے ڈھنگا گروہ تھا جس میں بہت سے نیم موقع پرست اور احتمالی اصلاح پسندوں کے علاوہ روزالکسمبرگ، کلارازٹیکن اور فرانز مہرنگ ایسے ثابت قدم مجاہد شریک تھے لیکن اس وقت کے دوسری انٹرنیشنل کے ممتاز ''راسخ العقیدہ'' رہنما کاؤٹسکی، گواسڈے اور پلیخوف کبھی بھی کمیونسٹ نہ بن سکے اس وسیع گروہ کا میلان اس بڑے خطرے کے خلاف شدید اعتراضات کرنے کی طرف تھا جو دائیں بازو کی صورت میں انگلستان میں فیبیئن اور جرمنی میں فان وولمر کے پیروکاروں کی طرح الجھ رہا تھا مگر خود اس کے اپنے وسیع حدود کے اندر بہت سی دائیں بازو کی غلطیاں اور ترامیم کا اظہار کیا جاتا اور اس سے رواداری برتی جاتی تھی۔

اینگلز جو اب بہت بوڑھا ہو چکا تھا عموماً بائیں بازو کی رہنمائی کرتا رہا۔لیکن خصوصاً جرمنی کے ''راسخ العقیدہ'' مارکسی رہنماؤں کی طرف سے جو امداد اسے بہم پہنچائی جاتی تھی وہ اکثر مشکوک ہوتی تھی۔ کاؤٹسکی ارفرٹ پروگرام میں اپنے قابل اعتراض اصولوں کو لیے ہوئے اور ببیل ولائب نخ جرمن پارٹی کی غیر اصولی مدافعت میں اپنی مجاہدانہ خصوصیات کے ساتھ جرمنی اور بحیثیت مجموعی پوری انٹرنیشنل میں بڑھتے ہوئے دائیں بازو کے خلاف لڑائی سے اکثر کتراتے تھے۔

اکتوبر 1877 میں سورج کے نام ایک خط میں مارکس نے جرمن سوشل ڈیموکریسی میں اُبھرتی ہوئی موقعہ پرستی پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ''ہماری پارٹی میں جرمنی میں ایک انحطاط پذیر جذبہ پیدا ہو رہا ہے جو عوام میں اتنا نہیں ہے جتنا کہ اعلیٰ طبقہ اور مزدور رہنماؤں میں ہے۔'' اس کے بعد اس نے پارٹی میں خطرناک رجحانات کے پورے تسلسل کا خاکہ کھینچا ہے۔ مارچ 1883 میں برنسٹین کو ایک خط میں اینگلز نے بیان کیا ''ابتدا ہی سے ہم اپنے مقدور بھر پارٹی کے اندر چھٹ بھیئے سرمایہ دارانہ اور غیر شائستہ رجحانات کے خلاف لڑتے رہے۔'' گوتھا پروگرام پر مارکس کی جامع تنقید،اس کے بعد ارفرٹ پروگرام پر

اینگلز کی تیز وتند نکتہ چینی، یہ وہ ایسے واقعات تھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں عظیم رہنما دو وسیع محاذوں پر بیک وقت نبرو آزما تھے۔ ایک تو دایاں بازو، انگریز موقع پرست اور چھوٹے سرمایہ دار سوشلسٹوں کے خلاف، دوسری طرف باکونن پرست انتہائی بائیں بازو کے خلاف بھی۔ ترقی پذیر دائیں بازو کے خلاف اپنی تمام طویل جنگ آزمائی کے باوجود اس مضبوط گرفت کا اینگلز بخوبی احساس نہ کرسکا جو جرمن پارٹی پر موقع پرستوں کو حاصل ہوتی جا رہی تھی۔ جون 1885 میں اس نے بیکر کو لکھا ''جرمنی ایسے چھوٹے سرمایہ دار ملک کی پارٹی میں چھوٹے سرمایہ دار، تعلیم یافتہ، دائیں بازو کا وجود لازمی ہے جس سے وہ فیصلہ کن موقعہ پر اپنا پیچھا چھڑا سکتی ہے''۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ اگرچہ بعد میں پارٹی نے بہت سی اندرونی جدوجہد میں دائیں بازو کے رجحانات کو روکا یا شکست دی لیکن 1914 میں جب انتہائی بحران کا آخری وقت آن پہنچا اور مصمم انقلابی عمل کے لیے نہایت اہم ضرورت پیش آئی تو وہ بدعنوان دائیں بازو سے چھٹکارا نہ پاسکی۔

فریڈرک اینگلز کی وفات

5 اگست 1895 انگلستان میں فریڈرک اینگلز کی وفات نے عالمی مزدوروں کو زبردست صدمہ پہنچا۔ 75 برس کی عمر میں گلے کے سرطان کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش جلا دی گئی اور راکھ سمندر میں بہا دی گئی۔ اس عظیم مارکسی رہنما کی وفات نے دنیا کے مزدوروں کو ایک ممتاز مفکر اور مارکس کے بہادر سپاہی ساتھی سے جدا کر دیا۔

تقریباً زندگی کے آخری دن تک اینگلز کی سیاسی سرگرمیاں جاری رہیں۔ 1883 میں مارکس کی وفات کے بعد اینگلز نے اپنی مجوزہ سائنسی تصانیف کو ایک طرف رکھ دیا اور اپنی زندگی کے گیارہ سال خاص طور پر ''سرمایہ'' کی دوسری اور تیسری جلدوں کو آخری شکل دینے میں صرف کر دیے۔ مارکس اپنے عظیم کام کا صرف ایک باب یعنی پہلی جلد کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا تھا۔ بقایا اس نے کثیر التعداد یادداشتوں کی شکل میں چھوڑا جو جزوی طور پر مرتب تھیں۔ اینگلز نے اس تمام مواد کو آخری دینے کا اہم فرض سرانجام دیا۔ اپنی موت کے وقت اینگلز پہلی انٹرنیشنل کی تاریخ لکھنے کی تیاری کر رہا تھا مگر بدقسمتی سے اس کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کا سلسلہ حیات منقطع ہو گیا۔

اینگلز عالمی مزدوروں تحریک میں روزمرہ کی عملی سیاسی رہنمائی میں بھی بے حد مصروف رہا۔ دونوں انٹرنیشنلوں کے درمیان عارضی دور میں وہ اور مارکس موخرالذکر کی وفات تک عموماً آئی، ڈبلیو، اے کی جنرل کونسل میں رہنمایانہ کردارادا کرتے رہے۔ دوسری انٹرنیشنل کے قیام کے بعد اینگلز نے اسی طرح اپنا کام جاری رکھا جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ نئی انٹرنیشنل دس برس سے زیادہ عرصہ تک بغیر کسی رسمی عالمی تنظیم، اخبار یا مرکزی دفتر کے کام کرتی رہی۔ حقیقتاً اینگلز کو عالمی سوشلسٹ رہنما تصور کیا جاتا تھا۔ سالہا سال تک تمام دینا کی سوشلسٹ پارٹیوں کے ساتھ اس کا قریبی تعلق رہا۔ اس نے ریاست ہائے متحدہ کا سفر کیا۔ اور کئی سال تک امریکی سوشلسٹ تحریک کا قریب ترین دوست اور مشیر رہا۔ مارکسی کلاسیکی تحریروں میں اس کے وہ لاتعداد خطوط بھی شامل ہیں جو اس نے فرانس، جرمنی، پولینڈ، سپین روس، ریاست ہائے متحدہ اور دوسرے بہت سے ملکوں کی پارٹیوں کے نام لکھے۔

ذہین، منکسر المزاج اور ان تھک فریڈرک اینگلز نے عالمی مزدوروں کے فکر اور جہاد میں بیش بہا امداد بہم پہنچائی۔ بین الاقوامی پرولتاریہ کے دلوں میں اس کی یاد ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی اور وہ اپنے عظیم شریک کار کارل مارکس کی طرح زندہ جاوید رہے گا۔ بلاشبہ اینگلز سوشلزم کا ایک ماہر معمار تھا۔

17

بین الاقوامی ٹریڈ یونین ازم

ٹریڈ یونینیں مزدور طبقہ کی بنیادی عوامی جتھ بندی ہیں کیونکہ یہ صرف مزدوروں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ ان کی تنظیم ورکشاپوں میں اس مقام پر ہوتی ہے جہاں براہ راست پیداوار اور استحصال کیا جاتا ہے۔ ان میں مزدوروں کی ایک کثیر تعداد شامل ہوتی ہے ان کا بیشتر تعلق بالعموم محنت کش عوام کی اہم ترین ضروریات، اُجرت، اوقات کار اور کام کے حالات سے ہوتا ہے۔ ٹریڈ یونین کسی ملک میں مزدوروں کی قائم کردہ اکثر اوقات (ہمیشہ نہیں) اولین قسم کی تنظیم ہوتی ہے۔ ان کی شکل یا تو مکمل مزدور تنظیم کی ہوتی ہے یا پھر وہ ابتدائی ''دوستوں کی انجمن'' کے طور پر وجود میں آتی ہے۔

جب ٹریڈ یونینیں کسی سیاسی عمل کی طرف مائل ہوتی ہیں تو وہ پارلیمنٹری کمیٹیوں لیبر پارٹیوں یا مارکسی پارٹیوں کی شکل میں مخصوص سیاسی تنظیمیں وجود میں لاتی ہیں یا پھر ان کی مدد کرتی ہیں وہ بجائے خود اتنی مسلح نہیں ہوتیں کہ کسی سیاسی مہم کو کامیابی کے ساتھ چلا سکیں۔ 1900 تک مستحکم طور پر بڑھتی ہوئی ٹریڈ یونینوں نے بیسیوں سال کی جدوجہد کے بعد وسطی مغربی یورپ اور ریاست ہائے متحدہ میں اپنی تنظیم کرنے کا باقاعدہ قانونی حق حاصل کرلیا تھا۔ روس اور بالعموم مشرقی یورپ میں اس وقت یونینیں نہایت خوف وتشدد کے تحت کام کررہی تھیں۔ انہیں کوئی قانونی حق حاصل نہ تھا اگرچہ مزدور ایسی تنظیمیں بنانے کی مسلسل بہادرانہ کوششیں کرتے رہے۔

انگلستان جہاں سرمایہ داری نے سب سے پہلے اگلی جست لگائی، ٹریڈ یونین ازم کی جنم بھومی تھا۔ اٹھارہویں صدی کے وسط ہی سے وہاں ٹریڈ یونینوں کا وجود پایا جانے لگا تھا۔ دوسرے تمام ممالک کے مزدوروں نے اپنی مزدور تنظیمیں قائم کرنے میں انگریز مزدور طبقہ سے بہت کچھ سیکھا لیکن ان کی اپنی یونینوں پر ان کے مخصوص قومی حالات نے گہرا اثر ڈالا۔ لہٰذا بیسویں صدی کے آغاز تک ٹریڈ یونینیں تین وسیع درجوں میں منقسم ہو گئی تھیں۔ سادہ اور خالص ٹریڈ یونینیں، سوشل ڈیموکریٹک یونینیں اور انارکوسنڈیکلسٹ یونینیں۔ بہت سے ملکوں میں کچھ کیتھولک یونینیں بھی قائم ہوئیں جو تیرھویں پوپ لوئی کے ایک فرمان پر مبنی تھیں جو 1891 کو جاری کیا گیا تھا۔

خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم

خالص اور سادہ ٹریڈ یونینیں جنہیں لینن نے اکنا مک ازم کہا ہے اگرچہ اپنی ٹکسالی شکل میں اب فی الواقع ختم ہو چکی ہیں سرمایہ داری کو اعلانیہ یا خاموشی کے ساتھ قبول کر لینا ان کی خصوصیت تھی۔ طبقاتی شعور کی کمی اور بین الاقوامیت کا کمزور جذبہ اس کی علامتیں ہیں۔ یہ اس اصول پر کام کرتی تھیں کہ وسیع محنت کش عوام کو قربان کر کے ماہر مزدوروں کی حفاظت کی جائے۔ یہ ایک ایسا رویہ تھا جو مزدور اشرافیہ اور ٹریڈ یونین دفتر شاہی کو بدعنوان بنانے کی مالکوں کی پالیسی سے عین مطابقت رکھتا تھا۔ خالص اور سادہ ٹریڈ یونینیں حسب معمول ماہر مزدوروں پر مشتمل دستکاری کی بنیاد پر قائم ہوتی تھیں۔ ان میں اتحاد عمل کی سطح پست ہوتی تھی۔ ہڑتالوں میں عموماً ان کا یہ اصول ہوتا تھا کہ ان کو اپنا حصہ مل جائے باقی جہنم میں

جائیں۔ان کی سرگرمیاں بیشتر ابتدائی معاشیاتی سوالوں تک محدود ہوتی تھیں۔ سیاسی معاملات میں وہ بورژوا کے آزاد خیال حصہ کا دم چھلا بنے رہتے تھے۔ان کے رہنماؤں کا نعرہ تھا ’’یونینوں میں سیاست کی ضرورت نہیں۔‘‘یعنی مزدور طبقہ کی کوئی سیاست نہیں۔

خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم روزمرہ کے کام میں بورژوا اقتصادی نظریات کو تسلیم کرتی تھی۔ اسے مارکسی نظریات سے نفرت تھی اور اس کے سامنے کوئی ٹھوس لائحہ عمل نہ تھا۔ایک عرصہ قبل 1883 میں ریاست ہائے متحدہ کے سینیٹ کمیشن کے روبرو ایک سابقہ سوشلسٹ سموئیل گومیرز کے قریبی شریک کار سٹراسر نے اس ابتدائی مزدور نقطہ کو اس طرح بیان کیا۔’’ہمارا کوئی آخری مقصد نہیں ہے ہم روز بروز کے حساب سے چلتے ہیں۔ ہم ایسے فوری مقاصد کے لیے لڑتے ہیں جن کا پھل ہمیں چند سالوں میں مل جائے۔ ہم اچھا پہننا چاہتے ہیں، اچھا رہنا چاہتے ہیں اور بالعموم اچھے شہری کی حیثیت سے اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔‘‘

برطانیہ عظمیٰ اور سفید فام اقوام کے زیر تسلط ممالک کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ نیز ریاست ہائے متحدہ خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم کا ’’گھر‘‘ تھا۔ نقابلی سرمایہ داری دور کا عروج اور سامراجیت کے ابتدائی مراحل اس قسم کے ٹریڈ یونین ازم کی خصوصیت تھی۔ اس دور میں خصوصاً ماہر مزدوروں کی حقیقی اجرتوں میں کچھ اضافہ ہوا۔ حالانکہ برطانیہ عظمیٰ اور ریاست ہائے متحدہ میں سرمایہ داری کے ان ابتدائی مراحل میں جب کہ مزدور طبقہ وجود میں آرہا تھا ٹریڈ یونینیں گو انقلابی نہ تھیں۔مگر انتہا پسند ضرور تھیں جیسا کہ انیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں علی الترتیب امریکی ٹریڈ یونینوں کے لڑاکا پن اور انگریز چارٹر تحریک سے ظاہر ہوتا ہے۔ 1900 میں انگریز ٹریڈ یونینوں کی کل ممبر شپ 1,972,000 تھی اور امریکی یونینوں میں تقریباً 800,000 ارکان تھے جن میں 580,000 اے ایف۔آف ایل میں تھے۔

1900 تک برطانیہ عظمیٰ کا مزدور طبقہ خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم سے قوت کے ساتھ اپنا پیچھا چھڑا چکا تھا۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ قومی سرمایہ دار رقیبوں کی دنیا میں انگریز سامراج کے لیے اقتصادی مشکلات میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔انگریز مزدور تحریک کی ترقی اس کی روز افزوں سیاسیات کو ظاہر کرتی ہے۔ 1881 میں سوشل ڈیموکریٹک فیڈریشن (ہنڈمین) کی تشکیل ہوئی۔ 1882 میں سوشلسٹ لیگ

بنی (یہ دونوں مارکسی تھیں)۔ 1893 (ترمیم پسند سوشل ڈیموکریٹک) انڈ یپنڈنٹ لیبر پارٹی (کیر ہارڈی) کی بنیاد رکھی گئی۔ 1899 میں ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ سے، مزدور نمائندہ کمیٹی وجود میں آئی جو پانچ سال بعد لیبر پارٹی میں تبدیل ہوگئی۔ اس پر لازماً موقع پرست رہنما چھائے ہوئے تھے۔ ان میں میکڈونلڈ، ہارڈی، برنس، نسوڈن وغیرہ شامل تھے۔ عموماً خالص اور سادہ ٹریڈ یونینیں مارکسی پارٹیوں سے بہت پہلے وجود میں آئیں کیونکہ بعض ملکوں میں مزدوروں کو اپنے گھریلو حقوق حاصل کرنے میں اتنے شدید مسائل سے واسطہ نہ رہا۔ انہیں جب طبقاتی سیاسی عمل کی ضرورت پیش آئی تو مخصوص سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں قائم کرنے کی بجائے انہیں وسیع لیبر پارٹیاں بنائیں۔

ریاست ہائے متحدہ میں خالص اور سادہ ٹریڈ یونین ازم میں بڑی سست رفتاری کے ساتھ ترقی ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عالمی سرمایہ دار اقتصادیات میں امریکی سامراج کی پوزیشن زیادہ مضبوط تھی۔ کسی اور ملک میں اتنی موثر ٹریڈ یونین قدامت پرستی کی لعنت نہ تھی جتنی کہ ریاست ہائے متحدہ میں تھی۔ 1900 میں سیموئیل گومپرز 1850-1924 جو سوشلزم کا ایک کھلا دشمن تھا امریکن فیڈریشن آف لیبر کی قیادت کر رہا تھا۔ ٹریڈ یونین کے بہت سے رہنما جن کا ڈیموکریٹک اور ریپبلکن پارٹیوں سے اعلانیہ الحاق تھا ذاتی بدعنوانیوں کے ایک ایسے گہرے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے کہ عالمی مزدور حلقوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی یونینوں کا روپیہ خرد برد کرتے تھے۔ مالکوں کے ہاتھ ''ہڑتالوں کا بیمہ'' فروخت کرتے تھے۔ حبشیوں اور عورتوں کی یونینوں اور صنعت میں شامل ہونے سے روکتے تھے۔ کارپوریشنوں سے غیر ماہر مزدوروں کو غیر منظم رکھنے کا سمجھوتہ کرتے تھے۔ بندوق کے زور سے اپنی یونینوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ طبقاتی مفاہمت ان کا اصول تھا۔ سوشلزم کو ایک بڑا دشمن سمجھتے تھے یونین کے معاہدوں کا تقدس ان کا متبرک نعرہ تھا۔ انہوں نے غیر ہڑتالی صنعتی یونینوں کے ذریعہ لاتعداد ہڑتالیں تڑوائیں اور ارادتاً مزدور تحریک کو سیاسی طور پر کمزور رکھنے کی کوشش کی۔ ان میں بہت سے لوگ مختلف قسم کے جوڑ توڑ اور بدعنوانیوں کی بدولت دولت مند بن گئے۔

1900-01 میں امریکی سوشلسٹوں نے ڈے لیون کی گروہی سوشلسٹ لیبر پارٹی سے علیحدگی اختیار کر کے سوشلسٹ پارٹی قائم کی۔ اس کے سربراہ ڈیلس اور ہلکٹ تھے لیکن سوشلسٹوں کے مقدر میں نہ تھا کہ وہ گومپرز جتھے کے ہاتھوں سے ٹریڈ یونینوں کی سیاسی قیادت چھین لیتے۔ آج امریکی ٹریڈ یونینوں کی

اکثریت کو جس کے پاس کم از کم فوری سیاسی مطالبات کا ابتدائی سیاسی پروگرام ہے اور جو بیشتر سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، انہیں خالص اور سادہ ٹریڈ یونین کے زمرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان کے سرکردہ رہنما مارکسزم کے سخت مخالف اور مزدور طبقہ کے آزاد سیاسی عمل کے دشمن ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو امریکی سرمایہ داری کی اعلانیہ اور پرجوش حمایت کرتے ہیں۔

مارکسی ٹریڈ یونین ازم

1900 کے دور میں سوشل ڈیموکریٹک ٹریڈ یونین ازم میں لاطینی ممالک کو چھوڑ کر رود بار انگلستان سے روس تک براعظم یورپ کی تقریباً تمام قوموں میں چند قومی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ اس معاملہ میں روس کی یونینوں کی مثال نمایاں ہے۔ یہ مغربی یورپ کی تمام سوشل ڈیموکریٹک مزدور تنظیموں میں سب سے زیادہ انقلابی تھیں لیکن ان کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

یورپی سوشل ڈیموکریٹک یونینیں، عموماً ریاست ہائے متحدہ کی یونینوں سے مختلف طور پر سوشلزم کی کامیابی کا امکانات کی تصدیق کرتی تھیں اور سرکاری یا غیر سرکاری طور پر سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کی سیاسی قیادت کو تسلیم کرتی تھیں۔ ان کی ہیئت صنعتی تھی اور اقتدار میں مرکزیت تھی اس لیے ان کا نقطۂ نظر قطعی طور پر سیاسی تھا۔ ان کے زیادہ سیاسی ہونے کی کچھ وجہ تو مارکسی پارٹیوں کا اثر تھا اور کچھ یہ وجہ تھی کہ ان ممالک میں بچے کھچے جاگیرداری کے اثرات زیادہ طاقتور تھے اور انگلستان یا ریاست ہائے متحدہ کی نسبت مزدوروں کو ابتدائی سیاسی حقوق، ووٹ، تنظیم، ہڑتال وغیرہ کا حق حاصل کرنے پر زیادہ توجہ دینی پڑتی تھی۔ عموماً ان یونینوں کی تعمیر سوشلسٹ پارٹیوں کے زیر قیادت ہوئی تھی۔

جرمن مزدور تنظیمیں اس قسم کے ٹریڈ یونین ازم کی عالمی مثالیں تھیں اور آسٹروی ٹریڈ یونینیں ان کی پیروکار تھیں۔ جرمنی میں اعلیٰ کردار کی یونینیں اکثر وبیشتر دستکار تنظیمیں تھیں۔ ان کی تشکیل 1848 کے انقلاب میں ہوئی تھی۔ شکست انقلاب کے بعد ردعمل نے انہیں ختم کر دیا تھا۔ انیسویں صدی کی چھٹی دہائی کے وسط میں یہ پھر اُبھرنے لگیں لیکن آہستگی کے ساتھ یہاں تک کہ 1878 کے مخالف سوشلسٹ قانون نے ان پر ضرب لگائی اور بیشتر کو ختم کر دیا۔ مزدور تحریک کے تقریباً تمام اخبارات کو کچل دیا گیا۔

بایں ہمہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی طرح پہلے دھچکے کے بعد ٹریڈ یونینیں بتدریج نشوونما پانے لگیں یہاں تک کہ 1890 میں جب جبری قانون اُٹھایا گیا تو یہ پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ طاقت ور ہو چکی تھیں۔58 قومی یونینوں میں منظم ممبر شپ کی کل تعداد دو لاکھ اسی ہزار تھی۔ 1900 تک جرمن یونینوں میں یہ تعداد چھ لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گئی اور وہ تیز رفتار ترقی کے دور میں داخل ہو چکی تھیں۔ 1890 میں جب جنرل فیڈریشن آف ٹریڈ یونینز کی تشکیل ہوئی تو کارل لیجین 1861-1920 اس کا جنرل سیکرٹری مقرر ہوا اور آخری دم تک مسلسل تیس سال جرمن مزدور تحریک کا سربراہ رہا۔

لیکن جرمن ٹریڈ یونین کی اعلیٰ قیادت موقعہ پرستی کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ (نظریاتی طور پر نہ سہی مگر تنظیمی طور پر) پوری جرمن مزدور تحریک سیاسی اور اقتصادی دونوں طرح ترمیم پسندی کا سب سے مضبوط گڑھ تھی۔ رہنماؤں نے نہایت سخت مرکزی اقتدار قائم کر رکھا تھا۔ ٹریڈ یونین کی جمہوریت کو کم سے کم کر دیا گیا اور باقاعدگی کے ساتھ عوام کے جنگجویانہ جذبہ کے اظہار کو ختم کر دیا گیا۔ یکم مئی کے مظاہرہ کی کاٹ چھانٹ ان کی پالیسی کی ایک مثال تھی۔ سوشل ڈیموکریٹک ٹریڈ یونین کے رہنما ایک طرف تو پارٹی سے وفاداری کا دم بھرتے تھے دوسری طرف ٹریڈ یونینوں کی ''غیر جانب داری'' کے اصول کی تلقین کرتے تھے اور اپنے دفتر شاہی اقتدار کے تحت تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ ہم دیکھیں گے یہی رجحان تھا جس نے جرمن مزدور تحریک کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ بائیں بازو نے علیحدگی پسندی کے اس رجحان کے خلاف جنگ کی اور پارٹی کے ساتھ مشترک تعلقات قائم کرنے پر زور دیا۔

انارکوسنڈیکلزم

انارکوسنڈیکلسٹ یونینیں بھی جو 1900 تک مزدور طبقہ کے نہایت واضح رجحان رکھنے لگیں تھیں عموماً پرودھن ازم اور باکونن ازم کے جلو میں پیدا ہوئی تھیں۔ اس قسم کے ٹریڈ یونین ازم کا زور فرانس، اٹلی، سپین اور پرتگال میں تھا۔ تاہم ان تمام ممالک میں مارکسی ٹریڈ یونینیں بھی کافی طاقت ور تھیں۔ لاطینی امریکہ۔ چلی، ارجنٹائن، میکسیکو وغیرہ میں ٹریڈ یونین تحریک پر سنڈیکلسٹیوں نے بالآخر کافی اثر ڈالا۔ ریاست ہائے متحدہ، انگلستان آسٹریلیا اور کینڈا دنیا بھر کے صنعتی مزدوروں میں 1905 کے بعد خصوصیت

سے سنڈیکلسٹ رجحانات ابھرنے لگے طاقتور سنڈیکلسٹ یونینوں کو پیدا کرنے کے اہم اسباب وہی تھے جنھوں نے عموماً انارکزم کو ترقی دی یعنی صنعتی پسماندگی، چھوٹی دستکار صنعتیں، محدود حق رائے دہی، حکومتوں میں انتہائی سیاسی بدعنوائیاں سوشل ڈیموکرٹیوں کی موقعہ پرستی اور کیتھولک حاکمیت۔

انارکوسنڈیکلسٹ یونینوں کے دور کی خصوصیت ایک انقلابی رجحان تھی۔ ان کے پیش نظر مستقبل کے ایک ایسے سماج کا خاکہ تھا جس پر ٹریڈ یونینوں کا عمل دخل ہوگا۔ عام ہڑتال جو انقلابی شکل اختیار کرے ان کا انقلابی ہتھیار تھا۔ وہ شدت سے ''راست اقدام'' کے قائل اور غیر سیاسی تھے۔ انتخابی اور منظّم پارلیمانی سرگرمیوں میں شمولیت سے اجتناب ان کا شیوہ تھا۔ تنظیمی طور پر سنڈیکلسٹ یونینیں لامرکزیت اور انتہائی خودمختار تھیں۔ عمل کے لیے ان کا انحصار عموماً عوام کی خود روی اور ''جنگجو اقلیت'' کی منظّم سرگرمیوں پر تھا۔ طبقاتی جدوجہد کے وسیع مارکسی اصولوں سے اتفاق رکھتے ہوئے بھی ان کی تصورات میں انارکسٹ اور نیم انارکسٹ تخیلات رچ بس گئے تھے۔ لینن انارکوسنڈیکلزم پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''چھوٹے کاموں'' سے انہیں نفرت ہے اور یہ ''عظیم دنوں کی منتظر ہیں'' ان میں ان قوتوں کو مجتمع کرنے کی قابلیت نہیں ہے جو عظیم واقعات کی تخلیق کرتی ہیں۔''

فرانس انارکوسنڈیکلزم کا خاص گڑھ تھا۔ وہاں کی ٹریڈ یونینوں نے پرودھن ازم بلانکی اور باکونن کے نظریات کی روائیتوں میں جنم لیا اور ان کے پس منظر میں انقلابی جدوجہد کا ایک طویل تسلسل تھا۔ فرانس میں پہلی ٹھوس ٹریڈ یونینیں 1871 کے پیرس کمیون کے فوراً بعد وجود میں آئیں۔ 1884 کے قانون نے مزدوروں کو ٹریڈ یونینیں منظّم کرنے کا ایک محدود قانونی حق دیا۔ لیکن لیفراگ کہتا ہے یہ ''فقط حقیقت کو قانونی طور پر تسلیم کرنا تھا'' کیونکہ مزدور بغیر قانونی حق کے یونینیں بنانے میں مصروف تھے۔ 1884 سے پہلے پیرس میں پانچ قومی وفاق موجود تھے۔ فرانسیسی ٹریڈ یونین تحریک دو ممتاز قومی شعبوں مقامی ٹریڈ یونین کونسلیں اور صنعتی اور اہل حرفہ کی قومی فیڈریشنوں میں ترقی کر رہی تھی یعنی جو 1895 میں تحریک جنرل کانفیڈریشن آف لیبر (سی۔جی۔ٹی) میں متحد ہوگئی۔

فرانسیسی سنڈیکلسٹ یا انقلابی ٹریڈ یونین تحریک کا مسلمہ بانی ایک کمیونسٹ انارکسٹ فرنینڈ پیلوٹیر تھا جس نے اس کے عام اصولوں کو وضع کیا۔ جارجز سوزیل ایک فرانسیسی دانشور نے انارکوسنڈیکلزم کے نظریات قائم کرنے کے فرائض سرانجام دیئے۔ تشدد کو لائق ستائش ٹھہرانا اور عام ہڑتال کے مابعد

الطبیعیاتی تصور کو سماجی افسانہ ثابت کرنا اس کے خاص کارنامے تھے۔ بعد کے سالوں میں سوریل کے خیالات نے اطالوی فاشسٹوں کی نظریاتی ساخت میں ایک اہم حصہ لیا۔ فرانسیسی سنڈیکلسٹ تحریک نے انیس دسمبر 1906 میں اپنی کانگرس میں اپنے پروگرام کو آخری شکل دی۔ یہ امینس کے چارٹر کے نام سے مشہور ہوا۔ اس دستاویز میں کہا گیا کہ سی۔ جی۔ ٹی ''عام ہڑتال کو بطور ذریعہ عمل اختیار کر کے مکمل آزادی کی راہ ہموار کرتی ہے اور خیال کرتی ہے کہ ٹریڈ یونین (سنڈیکلسٹ) جس کی شکل آج مزاحمت کرنے والے گروہ کی سی ہے مستقبل میں سماجی تنظیم کی بنیاد پر پیدا کنندہ اور تقسیم کنندہ گروہ بن جائے گی۔'' اٹلی اور سپین مین سنڈیکلسٹ میلانات نے بیشتر فرانسیسی نمونہ کی پیروی کی۔

بین الاقوامی ٹریڈ یونین کی راہ پر

مختلف ملکوں کی ٹریڈ یونینیں اپنے آغاز ہی سے مضبوط بین الاقوامی رجحانات کا اظہار کرنے لگی تھیں۔ یہ فرانس اور انگلستان کی ٹریڈ یونینیں تھیں جنہوں نے 1864 میں پہلے انٹرنیشنل کی بنیاد رکھی اور یہ اس تنظیم کی کانگرسوں اور دوسری میں ہمیشہ نمایاں حصہ لیتی رہیں۔ پہلے انٹرنیشنل نے اپنا بہت زیادہ تعلق ٹریڈ یونین جدوجہد کے سوالات سے رکھا اور اس کے کام کا یہی وہ پہلو تھا جس سے ریاست ہائے متحدہ کی نیشنل لیبر یونین کو دلچسپی رہی۔ بعد کے سالوں میں جب ٹریڈ یونینوں میں پھیلاؤ ہوا اور ان کی تعداد بڑھی اور پہلی انٹرنیشنل کا زیادہ سے زیادہ سیاسی مسائل سے تعلق پیدا ہونے لگا تو ایک اور ایسی انٹرنیشنل کے قیام کا احساس ہونے لگا جو صرف ٹریڈ یونینوں پر مشتمل ہو۔

آئی، ڈبلیو۔ اے کنونشنوں میں معاملہ زیر بحث آیا۔ 1877 میں گھینٹ مین یونیورسل سوشلسٹ کانگرس نے اس کے عمومی تصور کی تصدیق کی (باب 14) مگر اس سے کوئی ٹھوس بر آمد نہ ہوا۔ پہلے انٹرنیشنل نے اپنی پوری تاریخ میں ٹریڈ یونینوں کے الحاق کو تسلیم کیا۔ دوسرے انٹرنیشنل نے ٹریڈ یونینوں کو شامل کرنے کا طریقہ رائج رکھا۔ لیکن ایک علیحدہ ٹریڈ یونین انٹرنیشنل کے معاملہ کے متعلق دوسری انٹرنیشنل کی زیورچ اور لندن کانگرسوں میں 1893 اور 1894 میں بحث ہوئی۔ دریں اثنا بین الاقوامی ٹریڈ یونین تنظیم کے قوی محرک نے عالمی ٹریڈ یونین کانفرنس اور سکریٹریٹ کی تشکیل کر کے ٹھوس شکل اختیار کر لی۔ 1871 میں سگار بنانے والوں نے، 1889 میں چھاپہ خانہ میں کام کرنے والوں نے اور

1890 میں کوئلہ کے کان کنوں نے اس طرف قدم بڑھا کر پہل کی۔ ان تحریکوں نے کچھ حد تک یونینوں میں بین الملکی تعاون پیدا کیا جس کی مزدوروں کو ضرورت تھی۔

ایک ہمہ گیر ٹریڈ یونین انٹرنیشنل کے قیام کا تقاضہ جاری رہا اور طاقت پکڑتا گیا۔ لوروِن کہتا ہے کہ ''فرانسیسی اور انگریز ٹریڈ یونینیں دوسری انٹرنیشنل پر سوشلسٹوں کے اقتدار کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔'' امریکن فیڈریشن آف لیبر نے بھی جو یورپین سوشل ڈیموکریسی کی رہنمائی کو قبول نہیں کرتی تھی قریبی بین الاقوامی ٹریڈ یونین تعاون کی خواہش مند تھی۔ اس سلسلے میں شکاگو میں 1893 میں عالمی میلہ منعقد ہوا تو ٹریڈ یونینوں کی عالمی کانگرس کے انعقاد کی تجویز پیش کی لیکن یہ منصوبہ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ دوسری انٹرنیشنل کی 1891 کی بروسلز کانگرس نے اس کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔

ٹریڈ یونین انٹرنیشنل کی راہ میں بڑی رکاوٹ قدامت پرست سوشل ڈیموکریٹ، ترقی پذیر لیہن مشین تھی جو جرمن مزدور تحریک پر چھائی ہوئی تھی۔ انگریز، فرانسیسی اور امریکی ٹریڈ یونین تحریک کے مخالف سوشل ڈیموکریٹی رجحانات کو دیکھ کر ڈرتے تھے کہ خود مختار بین الاقوامی تحریک کے اقتدار سے باہر نکل جائے گی۔ اگرچہ بین الاقوامی مزدور تعاون کی تحریک انہیں آگے دھکیلتی رہی پھر بھی انہوں نے کم از کم کچھ عرصے کے لئے علیحدہ ٹریڈ یونین انٹرنیشنل کی خواہش کو برسرِ کار آنے سے روکے رکھا۔

21 اگست 1894 کو کوپن ہیگن میں ایک وسیع ٹریڈ یونین کانفرنس اس مقصد سے بلوائی گئی کہ اس دور کی عالمی ٹریڈ یونین کانگرس منعقد کرنے کے بارے میں غور کیا جائے۔ جرمن رہنماؤں نے ٹریڈ یونین انٹرنیشنل کے قیام کی مخالفت کی۔ لوروِن کہتا ہے کہ ''لیجین اور وہاں پر موجود دیگر بیشتر نمائندوں کا کہنا تھا کہ دوسری انٹرنیشنل ہی وہ موزوں مقام ہے جہاں محنت سے متعلقہ تمام بڑے مسائل سے بحث کی جا سکتی ہے کہ بین الاقوامی ٹریڈ یونین کانگریسیں غیر ضروری ہیں۔'' 1902 میں ڈبلن کانفرنس میں ٹریڈ یونین انٹرنیشنل کے بڑھتے ہوئے مطالبہ کے پیش نظر نیشنل ٹریڈ یونین سنٹرز کے انٹرنیشنل سیکرٹیریٹ کی شکل میں ایک مصالحتی منصوبہ اختیار کیا گیا۔ آئندہ سال اس تنظیم سے 14 نیشنل سنٹروں نے اپنا الحاق کیا جن کے ارکان کی تعداد 23 لاکھ 78 ہزار نو سو پچپن تھی۔

اس سیکرٹریٹ میں ہر قوم کر کز سے دو نمائندے لئے گئے تھے جو ہر دوسرے سال اپنا اجتماع کرتے تھے۔ یہ سیکرٹیریٹ پہلی جنگ عظیم کے بعد تک ایک وسیع بین الاقوامی تنظیم کی تشکیل میں رکاوٹ بنا رہا۔

انٹرنیشنل سیکرٹریٹ کا جنرل سیکرٹری کارل لیجن منتخب ہوا جو گوسپرز کی طرح جرمن ٹریڈ یونین تحریک کا سربراہ رہا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو انٹرنیشنل فیڈریشن آف ٹریڈ یونین کا بھی جنرل سیکرٹری بن گیا۔ یہ تنظیم فرانس، برطانیہ اور امریکہ کے مزدوروں کے مسلسل دباؤ کے تحت بالآخر 1913 میں ایک ڈھانچے کی شکل میں قائم ہوئی لیکن 1919 تک کوئی وسیع رہنمانہ بین الاقوامی تحریک نہ بن سکی۔ آئی۔ ایف ٹی یو کے ساتھ تقریباً بیس قومی مرکزوں کا الحاق تھا جن کے ارکان کی تعداد 75 لاکھ تھی۔ بعض اہم مزدور تحریکیں جن کا الحاق اس کے ساتھ نہ تھا جاپان، ارجنٹائن، بلغاریہ اور آسٹریلیا سے تعلق رکھتی تھیں۔

۱۸

سامراج اور میلرانڈ۔ پیرس

1900

دوسری انٹرنیشنل کی پانچویں کانگرس کا اجلاس ستمبر 1900 میں پیرس میں منعقد ہوا۔ اس وقت تک سرمایہ داری کا سامراجی دور بخوبی شروع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ مارکس نے ایک عرصہ قبل بتایا تھا۔ عالمی سرمایہ داری مقابلہ کے ابتدائی مرحلہ سے نکل کر روز افزوں اجارہ داری بن گئی تھی۔ اور اس طرح اس نے سامراجی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ (موجودہ سامراج کو جس کی بنیاد اجارہ سرمایہ داری پر ہے روم، ایتھنز وغیرہ کے قدیم سامراج سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے)۔ کیونکہ موخرالذکر کا انحصار غلامی کے نظام پر تھا)۔ 1870 تا 1900 کا زمانہ سامراج میں تبدیلی کا عہد تھا۔ لینن کہتا ہے کہ ''یورپ کے لیے وہ وقت جب کہ نئی سرمایہ داری نے قطعی طور پر پرانی کی جگہ لی ہے ٹھیک ٹھیک متعین کیا جا سکتا ہے۔ یہ بیسویں صدی کا آغاز تھا''۔ اپنی عظیم کتاب ''سامراجیت سرمایہ داری کی آخری منزل ہے'' میں جو 1916 میں لکھی گئی تھی لینن سامراجی کو ''سرمایہ داری کا دور اجارہ داری'' ''مالیاتی سرمایہ کے عہد'' کا نام دیتا ہے۔ اس نے اپنے تجزیہ میں اس کی حسب ذیل پانچ بنیادی خصوصیات بتائی ہیں:۔ (1) پیداوار اور سرمایہ کا ارتکاز بڑھ کر اپنے ارتقا کی اس قدر اونچی منزل پر پہنچ چکا ہے کہ اب اس نے اجارہ داریوں کو جنم دیا ہے جو معاشی زندگی میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہیں (2) بینک کا سرمایہ اور صنعتی سرمایہ ایک دوسرے میں ضم ہو گئے ہیں اور اس ''مالیاتی سرمایہ'' کی بنیاد پر زرداروں کی حکومت وجود میں آئی ہے (3) سرمائے کی برآمد جو اجناس

کی برآمد سے مختلف چیز ہے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لیتی ہے(4) بین الاقوامی سرمایہ دارانہ اجارہ دار دھڑوں کی تشکیل ہوتی ہے جو آپس میں دنیا کے حصے بخرے کر لیتے ہیں (5) سب سے بڑی سرمایہ دار طاقتوں کے درمیان دنیا کی علاقائی تقسیم مکمل ہو چکی ہے۔

اجارہ دارانہ سرمایہ داری کی نشو ونما یا سامراجیت انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں تمام سرکردہ سرمایہ دار ملکوں میں بہت سے عظیم اور مالیاتی کارٹل سنڈیکیٹ اور ٹرسٹوں کو وجود میں لانے کا باعث بنی۔ ریاست ہائے متحدہ میں جو 1900 تک صنعتی ترقی میں انگلستان کو کہیں پیچھے چھوڑ گیا تھا صنعتی اور حمل ونقل کے 440 ٹرسٹ قائم ہو چکے تھے جن کا سرمایہ دوسو کھرب ڈالر تھا۔ اور آئندہ سالوں میں اس میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ جرمنی میں 1896 میں 250 اجارہ دار کارٹل موجود تھے۔ 1905 تک یہ تعداد 385 تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد بھی اس مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ 1870 میں فرانس کے تین سب سے بڑے بینکوں کی 64 شاخیں تھیں جن میں جمع شدہ سرمایہ کی کل رقم بیالیس کروڑ ستر لاکھ فرانک تھی جبکہ 1909 میں ان کی شاخوں کی تعداد بڑھ کر 1229 ہوگئی اور سرمایہ چار ارب چھتیس کروڑ تیس لاکھ فرانک تک پہنچ گیا۔ انگلستان میں ترقی کی رفتار اگرچہ ریاست ہائے متحدہ اور جرمنی کے مقابلہ میں کہیں کم تھی تاہم صنعت کا پھیلاؤ اور استحکام بھی برابر جاری رہا۔ 1900 تک بڑے بڑے بینکر صنعت کار نہ صرف صنعتوں کے حقیقی مالک بن گئے۔ بلکہ اپنے اپنے ملکوں کی عظیم سرمایہ دار طاقتوں کی حکومتوں پر بھی چھا گئے۔

سامراجی دور جس کی بنیاد کی بنیاد بڑے سرمایہ دار ملکوں میں شدید نشو ونما اور صنعتی اجارہ داری نیز زر داروں کی حکومت پر تھی مختلف ذریعوں سے بڑی قوتوں کا پسماندہ ممالک میں منظّم اقتصادی وسیاسی نفوذ اور بالادستی اپنے ساتھ لایا۔ سرمایہ کی برآمد میں روزافزوں اضافہ ہونے لگا۔ اسی چیز نے برآمد کرنے والی قوت کو درآمد میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ اسی چیز نے برآمد کرنے والی قوت کو درآمد کرنے والے ملک پر مسلط کر دیا۔ اس معاملہ میں برطانیہ عظمیٰ کو قیادت حاصل تھی۔ بیرونی ممالک میں اس کا لگا ہوا سرمایہ 1850 میں تقریباً 20 کروڑ پونڈ تھا جو 1905 میں دو ارب پونڈ تک پہنچ گیا اور 1913 میں بڑھ کر چار ارب پونڈ تک ہو گیا۔ بہت سے پسماندہ ممالک میں کارٹل معاہدوں کا جال بچھ گیا جس نے ان کی منڈیوں اور قدرتی ذرائع کو اجارہ دار سامراجیوں کے درمیان تقسیم کر کے رکھ دیا۔

اہم ترین بات یہ وقوع پذیر ہوئی کہ سامراجی طاقتوں نے دنیا کے مختلف پسماندہ علاقوں کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ ان علاقوں کے لوگوں میں یہ سکت نہ تھی کہ اپنی آزادی کی حفاظت کر سکتے۔ انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں تقریباً پورے افریقہ اور پولی نیشیا کو سامراجی لٹیروں نے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ ہوبسن کے تخمینے کے مطابق 1884 سے 1900 تک کے زمانہ میں 37 لاکھ مربع میل کے رقبے کا علاقہ انگلستان کے قبضہ میں آیا جس کی مجموعی آبادی کروڑ 70 لاکھ تھی۔ فرانس نے 36 لاکھ مربع میل پر قبضہ کیا جس کی مجموعی آبادی 3 کروڑ 65 لاکھ تھی۔ جرمنی 10 لاکھ مربع میل اور ایک کروڑ 47 لاکھ آبادی کو اپنے تحت لایا۔ 9 لاکھ مربع میل اور 3 کروڑ انسانون کی آبادی بلجیم کے ہاتھ لگی۔ 8 لاکھ مربع میل اور 90 لاکھ انسانوں کی آبادی پرتگال کے قبضہ میں آئی۔

سرمایہ دارانہ نشوونما اور ارتقا کا ایک سب سے زیادہ موثر پہلو یہ تھا جیسا کہ سرمایہ داری کی خاصیت ہے کہ مختلف ملکوں میں اس کی ترقی کی رفتار بہت ہی مختلف رہی۔ یہ تفاوت سرمایہ داری کی غیر مساوی ترقی کے قانون کے مطابق تھا جس کا انکشاف 1915 میں لینن نے کیا ''وہ بہت سے ممالک جنہیں پہلے اولیت کا درجہ حاصل تھا اب اپنی صنعتی ترقی نسبتاً سست رفتاری کر کے ساتھ کر رہے ہیں اور وہ ممالک جو پہلے پسماندہ تھے چھلانگ لگاتے ہوئے ان سے آگے نکل گئے ہیں''۔

اٹین کہتا ہے ''1880 میں انگلستان میں خام لوہے کی پیداوار 77 لاکھ ٹن تھی جب کہ جرمنی کی 25 لاکھ ٹن اور ریاست ہائے متحدہ کی 38 لاکھ ٹن تھی۔ 1913 میں انگلستان میں اس کی پیداوار ایک کروڑ تین لاکھ ٹن ہوگئی لیکن جرمنی میں یہ بڑھ کر ایک کروڑ 93 لاکھ ٹن اور ریاست ہائے متحدہ میں 3 کروڑ 10 لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔ لینن کہتا ہے ''عالمی معیشت کے مختلف حصوں کی نشوونما کی رفتار میں جو تفاوت ہوتا ہے اسے مالیاتی سرمایہ اور ٹرسٹ کم نہیں کرتے بلکہ الٹا اور بڑھاتے ہیں۔'' سرمایہ دارانہ ترقی کی یہ نابرابری سرمایہ دار قوتوں کے درمیان مناقشہ کو تیز سے تیز تر کرتی ہے اور یہی عہد جدید کی سامراجی جنگ کا بنیادی سبب ہے۔ لینن کہتا ہے ''ایک دفعہ قوتوں کا توازن بدل جائے تو پھر سرمایہ نظام کے تحت تضادوں کو حل کرنے کا طریقہ زور اور طاقت کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟'' اس وسیع دور میں اولین مسلح آویزشیں جو عموماً عظیم سفا کانہ سامراجی جناب کی آمد آمد کی نقیب تھیں۔ 1898 میں ہسپینی امریکی جنگ، 1899 میں اینگلو بور جنگ، 1900 میں چین میں بڑی طاقتوں کی مداخلت اور 1904 میں روس اور جاپان کی جنگیں

تھیں۔

اہم سرمایہ دار ملکوں میں ماہر اور غیر ماہر مزدوروں کی اُجرتوں میں تفاوت کا فروغ، سامراج کے عروج کے دوران میں عالمی مزدور تحریک کے لیے خاص اہمیت کا حامل تھا۔ انیسویں صدی کے آخری ربع میں جو تیز سے تیز تر صنعتی پھیلاؤ اور روز افزوں مزدور استحصال کا دور تھا، بڑے سرمایہ دار ممالک میں حقیقی اُجرتوں میں آہستگی اضافہ ہوا۔ عموماً انگریز مالکوں کی مثال کو سامنے رکھ کر سرمایہ داروں نے نوآبادیات سے حاصل کیا ہوا زائد منافع کا کچھ حصہ مقامی ماہر مزدوروں کو بطور مہربانی دینا شروع کیا۔ اس سے ان کا مقصد بحیثیت مجموعی مزدور طبقہ کے جنگجوئی اور جدوجہد کے جذبہ کو کمزور کرنا تھا۔ اس کے باوجود مختلف جگہوں پر مزدوروں کی بڑی تعداد افلاس اور فاقہ کشی کا شکار تھی۔ چنانچہ جرمنی میں جب کہ مزدور طبقہ کی حقیقی اُجرتیں (عموماً افلاس کی سطح سے) 1887 میں 100 سے بڑھ کر 1909 میں 105 تک پہنچیں، اس دوران میں مزدور اشرافیہ کی اُجرتوں میں 113 کا اضافہ ہوا۔ یہی کچھ حالت دوسرے سرمایہ دار ملکوں میں تھی انہوں نے مزدور پالیسی پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ دائیں بازو کے موقعہ پرست سوشل ڈیموکریٹوں نے اپنے ترمیم پسند نظریات اور طبقاتی مفاہمت کی پالیسی کی بنیاد پر وسیع مزدور تحریک کے مفاد کو قربان کر کے نسبتاً زیادہ خوش حال مزدور اشرافیہ پر رکھی۔ تاہم اجرت کا یہ رجحان بعد کے سالوں میں پلٹ گیا۔

میلیر انڈ کا معاملہ

سرمایہ داری کے عروج اور سامراج کی نشوونما کے اس دور میں دوسری انٹرنیشنل کی پوری مدت میں اہم سرمایہ دار ملکوں کی سوشلسٹ پارٹیوں میں دائیں بازو کی موقعہ پرستی نے فروغ پایا۔ یہ مضر رجحان پیرس کی 1900 کی کانگرس میں فرانس کے الیگزنڈر میلیر انڈ اور جرمنی کے ایڈورڈ برنسٹین کے مشہور معاملات میں نکتہ عروج کے پہنچا۔ ان دونوں موقع پرستوں کی لڑائیوں نے جو دوسری انٹرنیشنل میں دائیں اور بائیں بازو کے درمیان پہلی حقیقی عالمی جدوجہد تھی، تنظیم کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک متزلزل کر کے رکھ دیا اور تحریک میں پھوٹ کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔

ابتداً فرانس میں مارکسی ازم کو پرودھن پرستوں، بلانکیوں، باکونینوں، بروسینوں، سنڈیکلسٹوں اور دوسرے مخالف رجحانات کے مقابلہ میں اپنے قدم جمانے میں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ 1898

میں فرانس میں کم از کم پانچ سوشلسٹ پارٹیاں تھیں جو مختلف گروہوں کی نمائندگی کرتی تھیں۔ ان میں پارٹیوں کی رہنمائی گواسڈے، ویلانٹ الیمانے، بروس اور جاریس ایسی شخصیتیں کر رہی تھی۔ 1905 میں ان مختلف گروہوں نے اتحاد کر کے یونائیٹڈ سوشلسٹ پارٹی آف فرانس کی تشکیل کی۔

میلیر انڈ پرستی کے سوال پر جو جھگڑا کھڑے ہوا اس میں حصہ لینے والے دوسر کردہ پارٹی رہنما جولیس گواسڈے اور ژاں جاریس تھے۔ گواسڈے 1922-1845 جس نے کمیون کی حمایت کی تھی انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی کے آغاز میں مارکسزم کو قبول کر کے اس کے رہنماؤں میں شامل ہو گیا۔ وہ ایک نظریہ ساز اور گروہ پسند ''متعصب'' مارکسی تھا۔ جاریس 1914-1859 ٹولوس یونیورسٹی میں ایک پروفیسر تھا، اس نے 1890 میں سوشلزم اختیار کیا۔ بعد میں وہ پارٹی کے ترجمان ''لاہیومنائٹ'' کے بانیوں میں شمار ہوا۔ اس کا شمار پارٹی کے انتہائی دائیں بازو کے لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کے سوشلزم میں ٹٹ پونجیئے بورژوا جمہوریت پسندی کی جھلک تھی۔

میلیر انڈ کے مقدمہ کا پس منظر ڈریفس کا مشہور واقعہ تھا۔ الفرڈ ڈریفس فرانسیسی فوج میں ایک یہودی نژاد افسر تھا۔ اس پر فوجی رجعت پرستوں نے غداری کا الزام لگایا اور بطور سزا ڈیول کے جزیرہ میں بھیج دیا۔ مخالف صیہونیت کی بنا پر اس مقدمہ سے فرانس اور تمام دنیا میں گہرا ردعمل ہوا۔ اس ظالمانہ سلوک کی وجہ سے قومی اور بین الاقوامی پیمانے پر بڑا ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ بالآخر ڈریفس کر رہا کر دیا گیا اور 1906 میں اسے تمام الزامات سے بری قرار دیا گیا۔

پہلے تو گواسدے اپنے بائیں بازو کے گروہ پسند تصورات کی بنا پر ڈریفس کے معاملہ سے الگ تھلگ رہا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ اس معاملہ کا پرولتاریہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جاریس اور اس دائیں بازو کے گروہ ''خودمختار سوشلسٹ پارٹی'' نے اس کے قطعی برعکس یہ کہنا شروع کیا کہ فرانسیسی جمہوریت خطرہ میں ہے۔ 1899 میں ان کے ایک فرد میلیر انڈ نے پارٹی سے مشورہ کیے بغیر ریڈلاک روسو کی کابینہ میں وزیر تجارت کا عہدہ سنبھال لیا۔ اس کابینہ میں کمیونارڈوں کا قاتل گالفے بھی شامل تھا۔ میلیر انڈ کی شمولیت کے فوراً بعد حکومت نے مارٹی نیک اور شالون کے ہڑتالیوں پر اپنی پولیس کے ذریعہ گولی چلوا کر رجعت پرستی کا مظاہرہ کیا۔

پیرس کانگرس میں بائیں بازو کی شکست!

دوسری انٹرنیشنل کی 1900 کی کانگرس میں میلیرانڈ کا معاملہ توجہ کا مرکز رہا۔ کچھ عرصہ قبل کانگرس نے ایک قرارداد منظور کی تھی جس کے مطابق بورژوا پارٹیوں کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت کے قیام کے امکانات محدود ہو گئے تھے۔ میلیرانڈ کے معاملہ میں بحث و مباحثہ کے دوران تین واضح رجحانات سامنے آئے۔ پہلا رجحان وہ تھا جس کا اظہار گواسڈے کی پیش کردہ قرارداد میں ہوا۔ اس میں میلیرانڈ کی حرکت کی اصولی طور پر مذمت کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ کانگرس ''پرولتاریہ کو بورژوا حکومتوں میں شامل ہونے کی اسی وقت اجازت دے سکتی ہے جب کہ اس نے اپنے بل بوتے پر نشستیں جیتی ہوں اور اس کی بنیاد طبقاتی جدوجہد پر ہو اور یہ ہر طرح کے سوشلسٹوں کو بورژوا حکومتوں میں شامل ہونے سے قطعاً منع کرتی ہے۔ ان حکومتوں کے بارے میں سوشلسٹوں کے رویہ میں کوئی لچک نہ ہونی چاہیے۔ گواسڈے کی اس تحریک کی ویلانٹ اور روز الکسمبرگ نے پُر زور حمایت کی۔ موخرالذکر نے کہا ''بورژوا سماج میں سوشل ڈیموکریسی کو اپنی فطرت کی بنا پر مخالف پارٹی کا کردار ادا کرنا ہے اور اسی وقت مقتدر پارٹی بن سکتی ہے جب بورژوا ریاست کا خاتمہ ہو جائے''۔

دوسرا نقطۂ انتہائی دائیں بازو کا تھا اسے جارلیس نے اپنے مخصوص خطیبانہ انداز میں پیش کیا۔ گواسڈے کی طرح جارلیس نے بھی اسے ایک اصولی مسئلہ قرار دیا تھا۔ لیکن مخالف سمت سے اسے نے سوشلسٹ پارٹی کے بورژوا پارٹیوں کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت بنانے کی پُر زور حمایت کی اور فرانسیسی کا بینہمین میلیرانڈ کے شامل ہونے کی انفرادی حرکت کی خصوصیت کے ساتھ تائید و تصدیق کی۔ جارلیس نے اعلان کیا کہ اس عمل سے انہوں نے فرانس کی جمہوریت کو بچا لیا۔ سرمایہ دارانہ حکومت میں اس قسم کی شمولیت کو اس نے سوشلسٹ انقلاب کا آغاز قرار دیا۔

تیسرا نقطۂ نظر جو اعتدال پسندوں کا تھا کاوتسکی نے پیش کیا۔ اس نے ایک قرارداد لکھی (جو ربڑ قرارداد کے نام سے مشہور ہے) جس میں کہا گیا تھا کہ یہ کوئی اصولی مسئلہ نہیں بلکہ طریق کار کا سوال ہے۔ اس نے کہا ''کانگرس کو اس بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں کرنا چاہیے۔'' اسی طرح میلیرانڈ ایسے موقع پرستوں کے لیے دروازہ کھلا چھوڑتے ہوئے کاوتسکی کی قرارداد نے ہر ایسے سوشلسٹ پر تنقید کی جو ''پارٹی کی اجازت کے بغیر اپنے طور پر وزیر بن جاتا ہے یا جب وہ اس پارٹی کا مندوب نہیں رہ جاتا تو ایسی

صورت میں اُسے مستعفی ہو جانا چاہیے''۔

کاؤتسکی کی قرارداد پر بائیں بازو نے شدید حملے کیے۔لیکن دائیں بازو نے بشمولیت جاریس اس کی حمایت کی۔ یہ قرارداد بالآخر 9 کے مقابلہ میں 29 ووٹوں سے کامیاب ہوگئی۔ ہر ملک کو دو ووٹ دینے کا حق تھا۔ بلغاریہ اور آئرلینڈ نے قرارداد کی مخالفت میں دو دو ووٹ دیئے۔اور فرانس، پولینڈ، روس، اٹلی اور ریاست ہائے متحدہ نے مخالفت میں ایک ایک ووٹ دیا۔

بائیں بازو کے لیے یہ بڑی اذیت ناک شکست تھی۔اس شکست نے میلیر انڈ قسم کے موقع پرست غداروں کے لیے راستہ صاف کر دیا۔جس طرح لینز کہتا ہے''انٹرنیشنل کے انقلابی بازو کی یہ پہلی بڑی شکست تھی''۔اس تاریخی کشمکش سے حاصل ہونے والا ایک نہایت اہم سبق بڑھتی ہوئی اعتدال پسندی اور دائیں بازو کی موقع پرستی کا اظہار تھا۔کاؤتسکی جس نے عموماً دائیں بازو کی موقع پرستی کے مقابلہ میں بائیں بازو کی حمایت کی تھی اصولی طور پر دائیں بازو کے سامنے ہتھیار ڈال کر بائیں بازو کی شکست کا براہ راست سبب بنا۔ یہ پیشین گوئی تھی بعد کے آنے والے سالوں میں اس کی اعتدال پسندی کے منحوس کردار کی۔ جہاں تک میلیر انڈ کا تعلق تھا اس نے کابینہ سے مستعفی ہونے سے انکار کر دیا۔اسے پارٹی سے خارج کر دیا گیا اور وہ کئی سال تک بحیثیت ایک غدار مزدور کے ان کے طبقاتی دشمنوں کے ہاتھوں میں سرمایہ داروں کی خدمت سرانجام دیتا رہا۔ 1943 میں اس کا انتقال ہوا۔سرمایہ دار طبقہ نے اس کی عزت افزائی کی لیکن عالمی مزدور طبقہ میں وہ اپنا نام مزدور تحریک کے غدار کی حیثیت سے چھوڑ گیا۔

عسکریت پسندی اور جنگ کے خلاف کشمکش

پہلی اور دوسری انٹرنیشنل کی تمام دیگر کانگرسوں کی طرح 1900 کی کانگرس کو بھی بڑھتی ہوئی عسکریت پسندی اور جنگ سے واسطہ رہا۔ یہ بڑھتا ہوا خطرہ سامراجی دور کی ابتدا کا خصوصی مظہر تھا۔روزا لکسمبرگ نے اس سوال پر اپنی خاص قرارداد پیش کی۔اس نے جنگ کا تجزیہ کرتے ہوئے سرمایہ داری میں اس کی ابتدا کا سراغ لگایا اور اس سے نمٹنے کے لیے تین بڑے اقدامات تجویز کیے۔ یہ تھے نوجوانوں کی تعلیم و تنظیم، جنگ کے مطالبہ زر کے خلاف ایوان نمائندگان میں سوشلسٹ ممبروں کے ووٹ، عالمی بحران کے دوران میں جنگ کے خلاف مشترکہ مظاہروں کی تشکیل۔قرارداد اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔

حسب معمول اقلیتی مندوبین نے جن میں اکثریت لاطینی ممالک کی تھی جنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے عام ہڑتال کو بطور مخصوص حربہ استعمال کرنے کی تجویز پیش کی لیکن اسے مسترد کر دیا گیا۔ جرمن موقع پرست ٹریڈ یونین رہنما کارل لیجن نے اس کے خلاف تقریر کرتے ہوئے اصولی طور پر عام ہڑتال کی مخالفت کی، اسی طرح فرانس کے ارسٹائڈ یانڈ نے (جو ایک بڑ بولا الفاظ تھا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد بھگوڑا ثابت ہوا) جنگ کے خلاف عام ہڑات کی پالیسی کی سخت مخالفت کی۔

میلیر انڈ پرستی کے سوال پر کاؤتسکی کی غداری کی وجہ سے ابتدائی شکست کے باوجود کانگرس میں بائیں بازو کے جذبات کا غلبہ رہا۔ اس کا اظہار اس وقت ہوا جب عسکریت پسندی اور نوآبادیات کے سوالات سامنے آئے۔ موخرالذکر کے بارے میں کانگرس نے مزدوروں سے سفارش کی کہ وہ سامراجی ریاستوں کی نوآبادیاتی پالیسی کے خلاف سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں اور کہا کہ نوآبادیاتی ممالک میں سوشلسٹ پارٹیاں قائم کی جائیں۔ اب تک دوسرے انٹرنیشنل نے نوآبادیاتی اقوام کی طرف سے سخت اغماض برتا تھا۔ درحقیقت یہ تنظیم لٹنے والے نوآبادیاتی عوام کے لیے اوران سے مل کر جدوجہد کے لیے کسی موثر پروگرام کو ترقی دینے میں ناکام رہی تھی۔

بین الاقوامی سوشلسٹ بیورو

1900 کی کانگرس میں ایک اہم قدم جو اٹھایا گیا وہ ''بین الاقوامی سوشلسٹ بیوریو (آئی۔ ایس۔ بی) کا قیام تھا۔ 1889 میں اپنے قیام کے ایک عشرہ کے بعد تک دوسری انٹرنیشنل بغیر کسی منظم عالمی مرکز کے کام کرتی رہی۔ یہ ایک بنیادی کمزوری تھی اس بات کا مسلسل مطالبہ کیا جارہا تھا کہ اس کھٹکنے والی سیاسی اور تنظیمی غلطی کا ازالہ کیا جائے چنانچہ بین الاقوامی سوشلسٹ بیورو کا قیام عمل میں آیا۔

ایک تنخواہ دار سیکرٹری اور دس ہزار فرانک سالانہ بجٹ کے ساتھ بین الاقوامی سوشلسٹ بیورو بروسلز میں قائم کیا گیا۔ بیورو ہر قومی وفد کے دو منتخب نمائندوں یا تقریباً 50 سے لے 70 تک افراد پر مشتمل تھا۔ اس کا اجلاس سال میں چار مرتبہ منعقد ہونا طے پایا۔ اجلاسوں کے انعقاد کے درمیانی عرصہ میں نگرانی کا کام بلجیم مزدور پارٹی کی مجلس عاملہ کو تفویض کیا گیا۔ ونڈر ولڈے چیئر مین اور کیمائیل ہوز مین سیکرٹری منتخب ہوئے۔ یہ دونوں بلجیجی تھے۔ بین الاقوامی سوشلسٹ بیورو کے قیام کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ صرف

وہی تنظیمیں، پارٹیاں، ٹریڈ یونینیں، امداد باہمی کی انجمنیں، وغیرہ جو سوشلزم کے عام اصولوں کو تسلیم کرتی ہیں انٹرنیشنل کے ساتھ اپنا الحاق کر سکتی ہیں۔ یہ بھی طے پایا کہ آئندہ ماضی کی مختلف کانگرسوں کو انٹرنیشنل سوشلسٹ کانگرسوں کے نام سے پکارا جائے۔

آئی۔ایس۔بی کی تشکیل اگرچہ ایک اگلا قدم تھا لیکن پھر بھی پہلی انٹرنیشنل کی جنرل کونسل سے یہ کہیں پیچھے تھا۔ موخرالذکر حقیقی معنوں میں ایک رہنما تنظیم تھی جس نے صحیح بین الاقوامی جذبہ اور عمل کی آبیاری کی۔ مگر نیا بیورو ابھی تک خط وکتابت اور اعداد وشمار مہیا کرنے والے مرکز سے آگے نہ بڑھا تھا۔ بعد کے سالوں میں اگرچہ اس میں کچھ توسیع ہوئی اور ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما قومی پارٹیوں کے مابین اس کی حیثیت ایک ثالث کی سی بن گئی، پھر بھی اس کا کام بہت محدود پیمانے پر تھا۔ سیکرٹری کا کام کانگرس کے اجلاس طلب کرنا، قرار دادیں، رپورٹیں اور روئدادیں شائع کرنا، خبریں جمع کرنا وغیرہ وغیرہ تھا۔ بیورہ کا کام کانگرسوں کے فیصلے منوانا یا ان کی تشریح کرنا نہ تھا۔ یہ کام قومی پارٹیوں اور ملحق جماعتوں کے رضا کارانہ عمل پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

بالآخر دوسری انٹرنیشنل کا بیڑا جس چٹان سے ٹکرا کر غرق ہوا وہ قومی جارحانہ وطن پرستی کا جذبہ تھا۔ ابتدا ہی سے بین الاقوامیت کا جذبہ اپنی زندگی کی نچلی سطح پر رہا۔ جرمن اور دوسری اہم پارٹیاں اپنے معاملات میں قطعاً خود مختاری پر مصر تھیں۔ گیارہ سال تک کسی عالمی مرکز کے قائم کرنے میں انٹرنیشنل کی ناکامی کا یہ انجام تھا۔ بالآخر جب بیورو کا قیام عمل میں آیا تو اس تنظیم کو قیادت کا اختیار نہ دینا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ملحقہ پارٹیوں میں بورژوا قوم پرستی کا خطرہ پرورش پا رہا تھا۔ یہ اسی رجحان کا نتیجہ تھا جو بالآخر 1914 میں اس کی تباہی پر منتج ہوا۔

19

برنسٹین ترمیم پسندی، ایمسٹرڈم

1904

دوسری انٹرنیشنل کی چھٹی کانگرس منعقدہ ایمسٹرڈم 1904 کے سامنے مرکزی سوال ''برنسٹین ترمیم پسندی تھی۔'' موقع پرستی کا یہ نظام جو بنیادی طور پر میلیر انڈ ہی کی ایک شاخ ہے عموماً سامراج کے عروج اور خصوصاً جرمن سامراج کی بلا واسطہ پیداوار ہے۔ ساتھ ہی یہ نتیجہ تھا دائیں بازو کے ان میلانات کا جو دوسری انٹرنیشنل کے قیام کے وقت سے عروج پا رہے تھے۔

ایڈورڈ برنسٹین 1932-1805 ایک سابقہ بینک کلرک اور ریلوے انجینیر کا لڑکا تھا۔ اس کی ولادت جرمنی میں ہوئی۔ جن دنوں مخالف سوشلسٹ قوانین کا دور دورہ تھا اس نے اپنی زندگی کے ایام انگلستان میں جلاوطنی میں گذارے۔ وہ اینگلز کا شریک کار اور اخبار ''سوز یالڈے موکراٹ'' کا مدیر تھا۔ ابتدائی سامراجی دور کی خصوصیت کی بنیاد پر برنسٹین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مارکس یکسر غلط ہے۔ ان خصوصیات میں جن کی طرف برنسٹین نے اشارہ کیا تھا ان میں سرمایہ داری نظام کا پھیلاؤ اور نسبتاً استحکام، جا بجا بڑے بڑے ٹرسٹوں کا قیام، مزدوروں خصوصاً ماہر مزدوروں کی حقیقی اُجرتوں میں قدرے اضافہ، مزدور طبقہ کی اقتصادی اور سیاسی تنظیموں کی عظیم توسیع، کچھ جمہوری حقوق خصوصاً حق رائے دہندگی کے حصول میں محنت کشوں کی کامیابی اور ''نئے متوسط طبقہ'' (دانشوروں، ماہروں وغیرہ) کی نشوونما شامل تھے۔ ان ترقیات کی بنا پر برنسٹین نے جو لندن میں انگریز فیبیز کے زیر اثر رہا تھا اس عام تصور کو ترقی دی کہ سرمایہ داری سالخوردہ اور رجعت پرست ہونے کی بجائے بتدریج سوشلزم کی طرف جا رہی ہے۔

برنسٹین نے وولمر کی پیش کردہ ابتدائی موقع پرستی سے کہیں آگے بڑھ کر اور جرمن مزدور طبقہ میں مارکس ازم کی ہمہ گیر مقبولیت کی وجہ سے ابھی مارکسی ہونے کا دم بھرتے ہوئے اس نے نظریہ اور عمل دونوں طرح سے مارکس ازم کی ''بیخ کنی'' (یعنی اکھاڑ پھینکنے) کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے اپنے خیالات کا اظہار پہلی مرتبہ باضابطہ طریقہ پر اکتوبر 1898 میں ہنودر میں جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے کنونشن میں کیا۔ اس نے اپنے ترمیم پسند خیالات کو ایک کتابی صورت میں قلمبند کیا۔ جس کے انگریزی ترجمہ کا نام ''ارتقائی

سوشلزم‘‘ تھا۔

برنسٹین نے مارکسی نظریہ ’’قدر زائد‘‘ کو چیلنج کیا۔اس نے طبقاتی جدوجہد کے نظریات اور تاریخ کے مادی تصور کی تردید کی، سرمایہ کے ارتکاز کے قانون سے انکار کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ متوسط طبقہ تنزلی کی بجائے ترقی کی طرف گامزن ہے۔اس نے بورژوا وطن پرستی کی حمایت کی۔ ملیرانڈازم کی تصدیق کی اور سامراج ونوآبادیات کو سراہا۔اس نے خصوصیات کے ساتھ مارکس ازم کے نظریہ ’’مزدور طبقہ کے اضافی اور مطلق افلاس‘‘ پر حملے کیے اور جرمن سامراج کے گرم بازاری کے دوران میں ہونے والے حقیقی اجرتوں میں عارضی حقیر اضافہ کی تعبیر مثبت اور ترقی پذیر جلب زر کے طور پر کی ۔اصطلاح ’’پرولتاریہ کی آمریت‘‘ کا مذاق اڑاتے ہوئے برنسٹین نے اعلان کیا کہ انقلاب غیر ضروری اور ناممکن ہے۔اس نے خاص طور پر اینگلز کے مضمون کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جس میں آنے والے ایام میں مورچہ بند لڑائیوں کی مشکلات پر زور دیا گیا تھا۔اس نے اس مضمون کو اس طرح پیش کیا گویا اینگلز آخری انقلاب کے تصور سے دست کش ہو گیا ہو۔

برنسٹین نے سوشلزم تک ’’تدریجی رسائی‘‘ کا نظریہ پیش کیا جو بنیادی طور پر برطانیہ عظمیٰ کے فیبینیوں کے پیش کردہ نظریات سے مماثل تھا۔اس نے کہا ’’دیرپا کامیابی کی بیشتر سلامتی کسی بڑے حادثہ کی بجائے مستحکم ترقی میں مضمر ہے۔‘‘ اس نے اعلان کیا کہ سوشلزم کا آخری مقصد اس کے نزدیک بے معنی ہے اور روز مرہ کی تحریک سب کچھ ہے (گومپرز نے بھی بنیادی طور پر یہی کچھ کہا)۔ جاگیرداری کے سخت گیر اداروں کو بذریعہ تشدد ختم کرنا ضروری ہے لیکن سرمایہ داری کے ’’لچک دار اداروں‘‘ کو ’’صرف آگے بڑھنے‘‘ کا موقع دینا چاہیئے۔طبقاتی جدوجہد کی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے برنسٹین نے اپنے پروگرام کی بنیاد طبقاتی مفاہمت پر رکھی۔ اس نے کہا ’’جمہوریت میں ووٹ دینے کا حق اس کے فرد کو بالآخر برادری میں شریک کر دیتا ہے یہ شرکت (رائے دہندی) لازمی طور پر آخر میں حقیقی شرکت کی طرف رہنمائی کرے گی‘‘۔

روز الکسمبرگ جس نے برنسٹین پر شدید حملے کیے اس نظام کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کرتی ہے ’’پارٹی کے موجودہ تصور کے مطابق ٹریڈ یونین اور پارلیمانی سرگرمی سوشلسٹ تحریک کے لیے اہم ہیں کیونکہ ایسی سرگرمی پرولتاریہ کو تیار کرتی ہے یعنی سوشلزم کے کام کو بروئے کار لانے کے لیے سوشلسٹ

قلب ماہیت کے داخلی اسباب پیدا کرتی ہے۔لیکن برنسٹین کے مطابق ٹریڈ یونینیں اور پارلیمانی سرگرمیاں سرمایہ داری استحصال کو بجائے خود تدریجی طور پر گھٹاتی ہیں اس طرح وہ سرمایہ داری نظام سے سرمایہ داریت کو ختم کرتی اور خارجی طور پر مطلوبہ سماجی تبدیلی لاثانی ہے۔

اس طرح برنسٹین دائیں بازو کی سوشل ڈیموکریسی کا ایک مخالف مارکس ازم پرگرام پیش کرتا ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ سرمایہ داری کو قبول کرلیا جائے اور اس نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کا پروگرام آج بھی موقع پرست سوشلزم میں موجود ہے۔اس میں جو ضروری اضافہ کیا گیا وہ رابرٹ نوسکے کا مخالف انقلاب نظریہ اور ہٹلر کا سویٹ دشمن جنون اور صنعت میں سرکاری امداد کے ذریعہ ''ترقی پسند سرمایہ داری'' کا لینسی تصور تھا۔

جرمن پارٹی میں تنازعہ

برنسٹین کا ایک سنسنی خیز خط 1898 میں جرمن پارٹی قومی کنونشن منعقدہ سٹٹگارٹ کے ایجنڈا میں رکھا گیا اور تین دن کی گرم بحث کے بعد مسترد کر دیا گیا۔ 1899 میں ہنوور کنونشن میں بھی برنسٹین کے نظریہ کو شکست ہوئی لیکن اسے سب سے بڑی شکست کا سامنا 1903 میں ڈریسڈن میں پارٹی کی قومی کنونشن میں کرنا پڑا جہاں اسے 288 کے مقابلہ میں 11 ووٹ ملے۔کاؤتسکی اور خاص کر بیبل نے بڑی سرگرمی کے ساتھ برنسٹین کی مخالفت کی۔اگرچہ وہ خود رفتہ رفتہ اعتدال پسندی کی طرف جھک رہے تھے لیکن وہ مکمل طور پر سوشلزم کی شکست قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے جو برنسٹین کے پروگرام میں مضمر تھی۔ کاؤتسکی نے یہ کہتے ہوئے برنسٹین ترمیم پسندی کی مذمت کی کہ یہ ''بنیادی اصولوں اور سائنٹفک سوشلزم سے دست برداری کے مترادف ہے'' اس بنیاد پر لڑائی لڑی گئی۔

برنسٹین کی مخالفت میں روزالکسمبرگ 1870-1919 خاص طور پر پیش پیش تھی۔ یہ جرمن بائیں بازو کی نوعمر رہنما تھی۔اس کی ولادت پولینڈ میں ہوئی اور 1883 سے اس ملک کی سوشلسٹ پارٹی میں سرگرم عمل رہی۔ 1897 کے بعد وہ تمام تر جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف متوجہ ہوگئی۔اس نے اعلان کیا کہ برنسٹین کے نظریہ کا مطلب ''سوشل ڈیموکریسی کے آخری مطمح نظر سوشل قلب ماہیت سے انکار کرنا اور اس کے برعکس سماجی اصلاحات کو طبقاتی جدوجہد کی بجائے مقصد قرار دینا ہے۔ برنسٹین نے

جو سوال اٹھایا ہے وہ سرمایہ داری ارتقا کی تیزی کی بجائے اس ارتقا سے متعلق ہے جس سے سرمایہ داری خود بخود سوشلزم میں منقلب ہو جائے گی۔ اس لیے یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ موقع پرستی سے مارکس ازم کا بنیادی تضاد ہے بڑی شدت اور قابلیت سے برنسٹین کی لائن کی دھجیاں بکھیر دیں۔

برنسٹین کی ترمیم پسندی 1903 کے ڈریسڈن کنونشن نقطۂ عروج کو پہنچی کیوں کہ اس سال جرمن سوشل ڈیموکریسی کو انتخابات میں اہم کامیابی حاصل ہوئی۔ 1898 کے مقابلہ میں اس کے ووٹوں کی تعداد 21 لاکھ سے بڑھ کر 30 لاکھ ہو گئی۔ اس کے رائے دینے والوں کا تناسب 1864 سے بڑھ کر 24 ہو گیا اور اسے حاصل ہونے والی نشستوں کی تعداد 32 سے بڑھ کر 55 ہو گئی۔ اس بڑھی ہوئی طاقت کی بنیاد پر دائیں بازو نے محسوس کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حکومت میں حصہ لینے پر اصرار کیا جائے۔ میلیر انڈ کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ریشاغ میں وائس پریذیڈنٹ کا عہدہ حاصل کیا جائے۔ وولمر اور ریشاغ کے ایک بڑے گروہ نے اس کے لیے برنسٹین کے مطالبہ کی حمایت کی۔

اس اقدام کے لیے ضروری تھا کہ اس وقت کے حالات کے تحت پارٹی بورژوا طبقہ اور اس کی حکومت سے مفاہمت کرے۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے ترمیم پسند خواہش مند تھے چنانچہ کنونشن نے برنسٹین کی تحریک کو بھاری اکثریت سے مسترد کر دیا اور ایک سخت قرارداد میں مزدور طبقہ کی سرمایہ دار حکومتوں میں شمولیت کی مذمت کی۔ مباحثہ کے دوران کاؤتسکی نے نیم دلی کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ 1900 کی انٹرنیشنل کانگرس میں میلیر انڈ کی غداری کے ساتھ نرمی کا سلوک کر کے غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ کنونشن میں شکست کے باوجود برنسٹین ٹریڈ یونین رہنماؤں میں موقع پرستی کا بیج بونے میں کامیاب ہو گیا۔ ان دونوں میلانات کی آمیزش نے جرمن پارٹی اور پوری انٹرنیشنل کو تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔

ترمیم پسندی کے خلاف بین الاقوامی جدوجہد

برنسٹین کی ترمیم پسندی کے خلاف جھگڑا پوری انٹرنیشنل میں پھیل گیا۔ عملاً ہر اہم پارٹی اس میں کم و بیش الجھ گئی۔ خصوصاً سرمایہ دار حکومتوں میں سوشلسٹوں کی شمولیت کا مخصوص سوال فوری طور پر حل طلب بن گیا۔ بلاشک جب یورپی مالکوں نے سوشلسٹ تحریک کو عروج پکڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس کے رہنماؤں کو کھوکھلا اور کمزور کرنے کے لیے انہیں اپنی اپنی حکومتی کابینہ میں شامل کرنے کی ضرورت

محسوس کی تا کہ ان پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ انہیں بدعنوان بنایا جا سکے۔

غداروں کے پورے جتھے میں میلیر انڈ پہلا شخص تھا جس نے اس معاملہ میں پیش قدمی کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برنسٹین کی اس کوشش کے پیچھے کہ جرمن سوشل ڈیموکریسی کو قیصر کی حکومت کا دم چھلا بنایا جائے تنخواہ دار سرکاری گرُ گے تھے۔ یہ 06-1905 کا زمانہ تھا جب کہ جان برنس جو ایک سرکردہ مزدور رہنما ور انگلستان میں سوشل ڈیموکریٹک فیڈریشن کا سابقہ ممبر تھا سو ہنری کیمبل بنیر مین کی کابینہ کا رکن بنا اور دو فرانسیسی سوشلسٹ ارسٹائڈ بریانڈ اور دینے دیوانی سیریان اور کلیمنیشو کی حکومتوں میں کابینہ کے رکن لیے گئے۔ حکومتوں میں شامل ہونے والے ان تینوں بھگوڑوں نے ایمان داری کے ساتھ آجروں کی خدمت کی اور مزدوروں میں غلط فہمی پھیلانے کا سبب بنے۔ بریانڈ اور دیوانی فرانس میں وزات عظمٰی کے عہدے تک پہنچے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کے دیکھا دیکھی مزدور طبقہ کے دوسرے بہت سے غداروں نے سرمایہ دار حکومتوں میں شمولیت اختیار کی۔

برنسٹین پرستی کے خلاف بائیں بازو کے وسیع محاذ نے عالمی پیمانے پر جدوجہد کی۔ اس میں بہت سے اعتدال پسند رجحانات رکھنے والوں نے بھی شرکت کی۔ اس لڑائی میں حصہ لینے والوں میں مختلف ملکوں کی مندرجہ ذیل شخصیتیں شامل تھیں۔ جرمنی میں برنسٹین، لیجین اور دولمر کے خلاف بیبل، کاؤتسکی اور روزا لکسمبرگ تھے۔ فرانس میں جاریس کے خلاف گواسڈے تھا۔ روس میں مارتوف کے خلاف پلیخنوف اور لینن تھے۔ انگلستان میں بلنڈرسن اور میکڈونلڈ کے خلاف ہنڈمین تھا۔ ریاست ہائے متحدہ میں برجر، انٹرمین اور گومپرز کے خلاف ڈے لیون، ہل کٹ اور ڈیر تھے۔ ان تمام ملکوں میں جہاں جہاں موثر سوشلسٹ اور ٹریڈ یونین تحریکیں تھیں یہ لڑائی لڑی گئی۔

بائیں بازو کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ اس کے طرف دار ہر قیمت پر پارٹی اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے کوشاں تھے۔ انہیں اس بات کا احساس نہ تھا کہ برنسٹین کے پیروکاروں کے ساتھ اتحاد پارٹیوں کو طاقتور بنانے کی بجائے انہیں کمزور کرنے کا سبب ہے۔ سب سے زیادہ لینن نے اسی خطرے کا احساس کیا۔ 1903 میں عام جدوجہد کا ایسا دور تھا جب کہ بالشویکوں نے منشویکوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ روزا لکسمبرگ نے بھی اس خطرے کو محسوس کیا اور ڈریسڈن کانگرس کے پارٹی کنونشن میں اس نے مطالبہ کیا کہ ان تمام لوگوں کو جنہوں نے برنسٹین کی تحریک کی حمایت کی تھی پارٹی سے خارج کر دیا جائے لیکن بیبل

اور کاؤتسکی نے اس کی حمایت نہ کی۔ پلیخنوف نے بھی جو ہنوز ایک مارکسی تھا برنسٹین کو خارج کر دینے کی حمایت کی۔

عموماً دائیں بازو نے خاص طور پر جرمن اور آسٹریا کی کلیدی پارٹیوں کے لوگوں نے پھوٹ کے خلاف مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے خلاف پیش ہونے والی مذمت کی بھی حمایت کی اور طاقتور بائیں بازو سے براہ راست ٹکر لینے سے انتہائی بے اصولی کے ساتھ گریز کیا۔ وہ ہر قیمت پر عوامی پارٹیوں کے اندر رہنا چاہتے تھے۔ ریاست ہائے متحدہ میں 1901 میں ڈبز، ہل کٹ اور برجر نے اپنی سرکردگی میں گروہ پسند سوشلسٹ لیبر پارٹی سے مل کر جس کا سربراہ ڈے لیون تھا سوشلسٹ پارٹی کو منظم کیا۔ سوشلسٹ پارٹی میں بایاں بازو ہنوز اتنا پختہ نہ تھا کہ برنسٹین پرستوں کے خلاف خلاف جن کا اعلیٰ ترجمان برجر تھا مورچہ لے سکتا۔

امریکی سوشلسٹ پارٹی میں سفید فام جارحانہ وطن پرستی

دوسری انٹرنیشنل میں موقع پرستی کی سب سے گھناؤنی شکل وہ تھی جس کا اظہار امریکی سوشلسٹ پارٹی نے حبشی عوام کے ساتھ سلوک روا رکھ کر کیا۔ سال ہا سال سے حبشی عوام کو 65-1861 کی خانہ جنگی میں زرعی غلامی سے نجات کے بعد مسلسل انتہائی بربریت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ انہیں تعلیم حاصل کرنے، صنعتوں میں کام کرنے، بحیثیت شہری ووٹ دینے اور مسلح افواج میں ملازمت کرنے کے حقوق حاصل نہ تھے۔ سفر میں، ہوٹلوں میں، ریلوں کے ڈبوں وغیرہ میں عام حقوق کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔ انہیں وحشیانہ طریقہ پر قتل کر دیا جاتا تھا۔ کوڑے لگائے جاتے تھے، گولی ماری جاتی تھی، پھانسی پر چڑھایا جاتا اور زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا تھا جب کہ دنیا اس قسم کے مظالم کی خبروں سے بھونچکی نہ رہ جاتی ہو۔

مگر سوشلسٹ پارٹی اس خوفناک حالت کو خاموشی کے ساتھ نظر انداز کر رہی تھی، اس نے لینچنگ (امریکہ کا وہ دستور جس کے تحت سفید فام لوگ حبشی اور مقامی باشندوں کو انتہائی اذیت ناک اور وحشیانہ طریقہ سے خود ہی سزائے موت دے سکتے تھے) اور جم کرد طریقوں کو ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس

مجرمانہ غفلت پرتبصرہ کرتے ہوئے کپنس کہتا ہے''ایسی کوئی دستاویز موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ 1901 سے لے کر 1912 تک کے دور میں پارٹی نے حبشیوں سے امتیازی سلوک کے خلاف کسی قسم کی سرگرمی دکھائی ہو۔'' (یہ اس کے مطالعہ کا دور ہے)۔اس میں شک نہیں کہ پارٹی کے اخبار حبشی عوام کے برخلاف سفید جارحانہ وطن پرستی کی بہتان طرازی سے متنفر تھے اس کام میں برجر اور انٹرمین ایسے سرکردہ بد نام زمانہ برانسٹین پرست مجرمین کا ہاتھ تھا۔حبشی عوام کی اندوہناک حالت ہے سے اعتنائی پر پردہ ڈالنے کے لیے پارٹی نے یہ نظریہ گھڑ کر بار بار اعلان کیا کہ چونکہ پارٹی کا تعلق کل مزدوروں سے ہے اس لیے آبادی کے کسی ایک گردہ کے خصوصی مطالبات کے لیے آواز بلند نہیں کی جا سکتی۔مظلوم حبشیوں کو ظلم، غارت گری اور قتل سے چھٹکارا پانے کے لیے وہ تسلی دیا کرتی تھی کہ جب کبھی سوشلزم کا قیام عمل میں آئے گا۔اس وقت انہیں اس سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

1903 میں ایمسٹرڈم کانگرس سے پہلے انٹرنیشنل بیورو نے ریاست ہائے متحدہ میں حبشیوں پر ڈھائے جانے ظلم وستم کی دل ہلانے والی کہانیوں سے متاثر ہو کر امریکی سوشلسٹ پارٹی لنچنگ کے بارے میں اس کا موقف دریافت کیا۔جس کا پارٹی نے مندرجہ ذیل جواب دیا جو بے شرم سفید فام جارحانہ وطن پرستی کے خیالات سے بھرا ہوا تھا: ''سوشلسٹ پارٹی یہ حقیقت واضح کرتی ہے کہ جب تک نظام سرمایہ داری ختم ہو کر اس کی جگہ سوشلسٹ نظام نہیں آ جاتا اس وقت تک بھوک کا جنون، سرقہ کا جنون، جنسی جنون اور دوسرے تمام جرائم یہاں تک کہ لنچنگ کی سی ذلیل انسانی حرکت کا وقوع پذیر ہونا نہ تو بند ہو سکتا ہے اور نہ اسے روکا جا سکتا ہے'' معلوم ہوتا ہے کہ اس بے شرم عذر سے انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچا کیونکہ اس کے اس بارے میں پھر کبھی سننے میں نہیں آیا۔

ایمسٹرڈم کانگرس میں بائیں بازو کا کامیابی

روس اور جاپان کا مسئلہ ایک اہم سوال بن کر سامنے آیا۔ان دونوں ممالک میں جنگ کا آغاز حال ہی میں ہوا تھا۔وسیع پیمانے پر ہونے والی یہ پہلی جنگ تھی جو سامراجی دور میں لڑی گئی اور جاپان کی دو سوشلسٹ پارٹیاں ایسی جماعتیں تھیں جن کا اس سے سب سے زیادہ تعلق تھا۔ان دونوں نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور اس طرح ایک مضبوط انقلابی قدم اُٹھایا۔وہ منظر بھی قابل دید تھا جب روس کے

پلیخنوف نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ جاپان کے سین کاٹایاما سے ہاتھ ملایا۔ ان دونوں نے جنگ کے خلاف عام جدوجہد میں اپنی اپنی پارٹیوں کی سالمیت کا عہد استوار کیا۔ بایں ہمہ بدستور سابق جنگ کی صورت میں عام ہڑتال کی قرارداد کو کانگرس نے نامنظور کر دیا۔ بلجیم اور سوئیڈن میں 1902 کی اور ہالینڈ کی تازہ عام ہڑتالوں نے پوری انٹرنیشنل میں اس سوال کو تیزی کے ساتھ اُٹھایا۔

ایمسٹرڈم کانگرس کی بیشتر توجہ برنسٹین پرستی کے ہنگامہ خیز سوال کی طرف مبذول رہی۔ اس مسئلہ پر تیز و تند بحث نے اجلاس کا زیادہ وقت لیا۔ نزاع کی رہنمائی جرمن پارٹی نے کی۔ بقول لینن ''ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایمسٹرڈم کانگرس میں یہ پارٹی ترمیم پسندی کے خلاف مارکسی نقطۂ نظر کی محافظ تھی''، ترمیم پسندی کے خلاف لڑنے والوں میں بیبل، کاؤتسکی، پلیخنوف، لینن، لکسمبرگ، گواسڈے اور ڈے لیون شامل تھے، جاریس، وانڈرولڈے، آڈلر اور کئی دیگر لوگ دائیں بازو کی طرف سے نبرد آزما تھے۔

لڑائی نے آخری شکل اس وقت اختیار کی جب گواسڈے کے ماننے والوں کی طرف سے وہ قرارداد دوبارہ پیش کی گئی جو 1903 کی ڈریسڈن کانگرس میں جرمن سوشل ڈیموکریسی کی طرف سے پہلے پیش کی جا چکی تھی۔ اس قرارداد میں ترمیم پسندی اور وزارت پرستی کی پُر زور الفاظ میں مذمت کے ساتھ طبقاتی جدوجہد کی جنگجویانہ انداز میں تصدیق کی گئی تھی۔ جاریس کے پیروؤں کے لیے کاؤتسکی کی قرارداد جو اس نے 1900 میں پیش کی تھی تسلی بخش ثابت ہو سکتی تھی۔ اڈلر اور وانڈرولڈے پُرفریب الفاظ میں ترتیب دی ہوئی ایک نئی قرارداد کے ساتھ ترمیم پسندوں کی مدد کو آئے۔ اس میں الفاظ کے ہیر پھیر کے ذریعے طبقاتی جدوجہد کو بازیچہ اطفال بنا دیا گیا اور خاص طور پر ترمیم پسندوں کی مذمت سے اجتناب کیا گیا تھا۔ ڈے لیون نے بھی ایک قرارداد پیش کی جس میں چار برس پہلے پیش کردہ کاؤتسکی کی قرارداد کو یکسر مسترد کر دیا گیا تھا۔

رائے شماری پر ڈے لیون کی قرارداد کو صرف اس کا اپنا ووٹ ملا۔ اڈلر، وانڈرولڈے کی قرارداد کو 21 کے مقابلہ میں 21 ووٹ ملے لیکن امتیازی ووٹ کے ضابطہ کی وجہ سے یہ قرارداد مسترد ہو گئی ڈریسڈن۔ ایمسٹرڈم قرارداد 5 کے مقابلہ میں 25 ووٹوں سے کامیاب ہو گئی۔ 6 پارٹیاں جن کے 12 ووٹ تھے رائے شماری میں حصہ لینے سے باز آئیں۔ جن ملکوں نے مخالفت میں رائے دی اُن میں آسٹریا (2) انگلستان (1) فرانس (1) ناروے (1) تھے۔ جنہوں نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا ان میں

ارجنٹائن (2) ڈنمارک (2) ہالینڈ (2) سوئٹزرلینڈ (2) سوئیڈن (2) تھے قرارداد کا متعین حسب ذیل ہے۔

ڈریسڈن۔ ایمسٹرڈم قرارداد

''کانگرس حتی الامکان اُن ترمیم پسندوں کی کوششوں کی مذمت کرتی ہے جن کا مقصد ہماری آزمودہ اور فتح مند پالیسی میں جس کی بنیاد طبقاتی جنگ پر ہے تغیر وتبدل کرنا ہے اور سیاسی اقتدار کے حصول کی خاطر بورژوا طبقہ پر مسلسل حملوں کی بجائے ایسی پالیسی اختیار کرنا ہے جس میں سماج کے مروجہ درجات کو مراعات دی گئی ہوں۔

''اس طرح کے ترمیم پسندانہ طریقہ کار کا یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ پارٹی جو بورژوا سماج کو سوشلسٹ سماج میں جلد از جلد تبدیل کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے اور جو صحیح ترین معنوں میں انقلابی پارٹی ہے ایک ایسی پارٹی میں منتقل ہوجائے گی جو بورژوا سماج میں صرف اصلاح پر قناعت کرنا چاہتی ہے۔

''اس بنا پر، ترمیم پسند میلانات کے برعکس اس بات کو باور کرتے ہوئے کہ طبقاتی مخاصمت تلخیاں کم کرنے کی بجائے اس مسلسل ہوا دیتی ہے پارٹی اعلان کرتی ہے۔

''(1) کہ سرمایہ دارانہ طریق پیداوار پر مبنی سیاسی و معاشی حالات کے تحت پارٹی ہر طرح کی ذمہ داری کو مسترد کرتی ہے اس لیے وہ کسی ایسی کاروائی کی ہرگز حمایت نہیں کرسکتی جو مخالف طبقہ کو برسر اقتدار رہنے دے۔

''(2) کہ سوشل ڈیموکریسی بورژوا سماج کے تحت حکومت میں حصہ لینے کی کوشش نہیں کرسکتی۔ یہ فیصلہ کاؤتسکی کی اس قرارداد کی مطابقت میں ہے جسے پیرس کی انٹرنیشنل کانگرس نے 1900 میں تسلیم کیا تھا۔

''مزید یہ کہ کانگرس طبقاتی مخاصمت کو کم کرنے کی ہر کوشش کو لائق مذمت سمجھتی ہے اس غرض سے بورژوا پارٹیوں سے سمجھوتہ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں سمجھتی۔

''کانگرس کو سوشلسٹ پارلیمانی گروپ پر اعتماد ہے کہ وہ اس وسیع طاقت کو استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا جو اس کے ارکان کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ نیز اسے اپنے حامی رائے دہندگان تک رسائی حاصل کرنے کے مواقع میں جو اضافہ ہوا ہے اس سے فائدہ اُٹھائے گا۔

سوشلزم کے آخری مقصد تک پہنچنے کے لیے اپنا پروپیگنڈہ جاری رکھے گا۔اور ہمارے پروگرام کے مطابق مزدور طبقہ کے مفادات کی شدت کے ساتھ مدافعت کرے گا۔اور ہر ایک کے ساتھ مساوی حقوق کے سیاسی آزادی کی توسیع وسلامتی کی کوشش کرتا رہے گا۔عسکریت پسندی کے خلاف،نوآبادیاتی نظام اور سامراج کے خلاف بے انصافی،ظلم اور ہر طرح کے استحصال کے خلاف پہلے سے زیادہ مستعدی کے ساتھ لڑے گا۔اور آخر کار مکمل سماجی قانون سازی کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کرے گا تا کہ مزدور طبقہ کے سیاسی اور تمدنی مقاصد حاصل ہوسکیں''۔

بائیں بازو اور اعتدال پسندوں کے اشتراک کی وجہ سے کانگرس کامیابی سے ہمکنار تو ہوئی مگر پھر بھی دائیں بازو کو فیصلہ کن شکست نہ مل سکی۔ترمیم پسندوں کی طاقت کا اندازہ دائیں بازو کے اڈلر۔وانڈ رولڈے قرارداد پر رائے شماری سے لگایا جاسکتا تھا جو کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔خاص قرارداد پر رائے نہ دینے والوں کی بڑی تعداد بھی موقع پرست رجحانات کا مظہر تھی۔انٹرنیشنل کو برنسٹین ترمیم پسندوں کے ہاتھوں آخری تباہی کا منہ دیکھنا ابھی باقی تھا۔

20

لینن۔ایک نئی قسم کی پارٹی

موجودہ صدی کے آغاز تک دوسری انٹرنیشنل کا تاریخی رجحان قطعی طور پر مارکس ازم سے ہٹ کر دائیں بازو کی موقع پرستی کی طرف ہوگیا تھا۔انٹرنیشنل میں شامل بڑی پارٹیاں اپنے اپنے ملکوں کے سامراجی دورعروج کی پیدا کردہ ''خوشحالی'' کی پیٹی بورژوا (ٹٹ پونجیا طبقہ) کے فریب کا زیادہ سے زیادہ شکار ہوتی جارہی تھیں۔یہ صحیح ہے کہ 1904 کی ایمسٹرڈم کانگرس میں شکست ہوئی تھی اور آنے والے کئی سالوں تک اسے ایسی کئی شکستوں کا منہ (خصوصاً جرمن پارٹی میں جو موقع پرستی کا آخری گڑھ تھی) دیکھنا پڑا، پھر بھی دایاں بازو طاقتور ہوتا چلا گیا اور بہت سی سوشلسٹ پارٹیوں کی قیادت میں موقع پرست پروگرام بیش از بیش داخل ہوتا چلا گیا۔علاوہ ازیں ترقی پذیر اور متزلزل اعتدال پسندوں کا گروہ بڑھتے

ہوئے دائیں بازو کا مستحکم طور پر مقابلہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہا تھا اور مسلسل اس کے سامنے ہتھیار ڈالے چلا جا رہا تھا۔ جہاں تک بائیں بازو کا تعلق تھا یورپ کے بیشتر ممالک میں وہ عموماً الجھا ہوا، کمزور اور سیاسی تنزل کے عمل کو جو روز بروز انٹرنیشنل کو ذلت میں دھکیلتا جا رہا تھا، روکنے کے ناقابل تھا۔

بہ ایں ہمہ دوسری انٹرنیشنل کی گلا گھونٹنے والی ترمیم پسندی کے خلاف بائیں بازو کی جانب سے طاقت ور مخالفت روبہ ترقی تھی۔ 1904 تک اس میں خاصہ اضافہ ہو چکا تھا۔ اس کا مرکز روس تھا جو صنعتی طور پر ایک پسماندہ ملک تھا اور اب تک انٹرنیشنل میں اس کا کردار بہت مختصر تھا۔ اس کا قائد لینن تھا جسے اس وقت تک مزدور حلقوں میں شہرت نہ ملی تھی۔ روسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی دوسری انٹرنیشنل میں ایک مارکسی اور ترمیم پسندی کے خلاف رہنما طاقت کی حیثیت سے ابھر رہی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مغربی سرمایہ دار ملکوں میں جب کہ سوشلسٹ انقلاب ابھی غیر واضح اور دور از کار تھا مگر روس میں یہ سر پر منڈلاتے ہوئے بورژوا انقلاب کے ناگزیر نتیجہ کے طور پر دستک دے رہا تھا۔ بدیں وجہ اس کی طرف بنیادی توجہ کا منعطف ہونا لازمی تھا۔ نیا انقلابی پروگرام جسے وضع کرنے کا خاص سہرا لینن کے سر تھا بالشویزم یا مارکسزم تھا جو بعد میں لینن ازم کے نام سے مشہور ہوا۔

اسٹالن کہتا ہے ''لینن ازم سامراجی دور اور پرولتاریہ انقلاب کا مارکس ازم ہے''۔ مارکس ازم لینن ازم ترقی پذیر عالمی سامراج اور روسی انقلاب کی پیداوار تھا۔ اس کا فطری نکتۂ آغاز زارشاہی روس تھا جہاں سامراج کا تضاد سب سے زیادہ تیز تھا اور جہاں پرولتاریہ انقلاب سرعت کے ساتھ پروان چڑھ رہا تھا۔ لینن کی بڑی اہمیت یہ ہے کہ وہ اپنے طبع رسا اور ناقابل تسخیر انقلابی جذبہ کے ساتھ سامراجی دور کے اقتصادی و سیاسی مسائل کی نظریاتی تعبیر کرنے اور انہیں کامیاب انقلابی عمل میں ڈھالنے کی گرانقدر قابلیت رکھتا تھا۔

لینن اور اس کا کام

لینن 1924-1870 اپریل 1870 کو سمبرسک (روس) میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ آبائی اعتبار سے کسان تھا جس نے سکول ماسٹری کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ اس کی ماں بھی ایک اوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کا بڑا بھائی الیگزنڈر ''عوام کا عزم'' نامی ایک دہشت پسند تنظیم کا سب سے زیادہ سرگرم بانی

تھا۔ اسے زار کی حکومت نے 1887 میں پھانسی دے دی۔ اسی سال لینن نے کازان یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ پھانسی پانے والے ایک انقلابی کا بھائی ہونے کی وجہ سے سینٹ پیٹرز برگ اور ماسکو یونیورسٹیوں میں اس کا داخلہ ممنوع تھا۔ داخلہ کے فوراً بعد وہ طالب علموں کی انقلابی تحریک میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے لگا چنانچہ داخلہ کے ایک ماہ بعد ہی اسے خارج کر دیا گیا۔ آخر کار وہ اپنے ذاتی مطالعہ سے کسی نہ کسی طرح سینٹ پیٹرز برگ سے قانون کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن اس نے وکالت کو کبھی بطور پیشہ اختیار نہیں کیا۔ وہ نہایت تندہی کے ساتھ مزدوروں کی انقلابی تحریک میں حصہ لینے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1897 میں اسے تین سال کے لیے سائبیریا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ 1905 کے دوران انقلاب کے زمانہ میں بہت مختصر عرصہ کے لیے روس میں رہ سکا۔ وگرنہ 1917 تک اس نے اپنی زندگی کے ایام غیر ممالک میں گذارے۔

مارکس اور اینگلز کی طرح لینن بھی نظریہ اور عمل دونوں کا مرد میدان تھا۔ اس نے نہ صرف مارکس کے اُن نظریات کو پھر سے زندہ کیا۔ جنہیں ترمیم پسندوں نے سمجھ رکھا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے بحفاظت تمام مدفون ہو چکے ہیں بلکہ مارکس ازم میں ایسے اضافے بھی کیے جن کی وجہ سے وہ تمام ممالک کے سامراجی دور کے بہت سے مسائل کو حل کرنے کے قابل ہوگیا۔ اپنی نوجوانی کے پورے ایام میں لینن مزدوروں کی ٹھوس جدوجہد میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتا رہا۔ نومبر 1917 کے عظیم روسی انقلاب میں مزدوروں اور کسانوں کی فاتحانہ قیادت اس کے بے پایاں فطری اور عمل کام کے امتزاج کا ٹھوس ثبوت ہے۔

لینن جس نے ترمیم پسندوں کے ہر بڑے نقطۂ خیال سے ٹکر لی خاص طور پر ان کے سامراج سے متعلق بنیادی غلط تجزیہ پر حملہ آور ہوا۔ ترمیم پسندوں نے وسعت پذیر سامراج میں جن مظاہرات کو دیکھا وہ طبقاتی مخاصمت کا نرم پڑنا، طبقاتی مفاہمت کی ضرورت، ریاست کی ہیئت اجتماعی میں طبقات سے بالا تبدیلی، سرمایہ داری کے استحکام میں اضافہ ''منظم سرمایہ داری'' میں ترقی اور بالعموم انقلابی دور کا خاتمہ اور مزدوروں کے لیے سوشلزم کی طرف تدریجی و پُر امن ترقی کی موقع پرست راہ کا ہموار ہونا تھے۔ انہوں نے مارکس اور اینگلز کی تصانیف کو ایسا متروک الاستعمال کارنامہ تصور کیا جس کا اطلاق صرف ابتدائی مقابلہ کی حالت والی سرمایہ داری پر ہوسکتا تھا۔ دوسری طرف لینن نے جن چیزوں کا مشاہدہ کیا وہ طبقاتی اور قومی

مخاصمت کی زیادہ سے زیادہ شدت، سرمایہ داری کا انحطاط، عظیم جنگوں اور انقلابی ادوار کا آغاز تھے۔ اس نے مارکس اور اینگلز کی تحریروں کی حمائت کی۔ انہیں اس دور میں ہر لحاظ سے قابل عمل پایا اور اپنے تمام مزید تجربات اور انقلابی سرگرمیوں کی بنیاد ان پر رکھی۔

انقلابی پروگرام کی تعمیر

اس بنیاد پر لینن نے بذریعہ عمل اور اپنی متعدد تصانیف میں مارکسی نظریات کے پورے ڈھانچہ کی جسے دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں نے متروک قرار دیدیا تھا از سرے نو تعمیر کا فرض سنبھالا۔ ترمیم پسندوں کے برعکس بورژوا جمہوریت اور بورژوا ریاست کو تسلیم کرنے کی بجائے لینن نے تباہ کن طاقت کے ساتھ اس بات کا مظاہرہ کیا کہ سرمایہ دارر یاست سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مزدور طبقہ کو کچلنے کا ایک ادارہ ہے اور یہ کہ اپنی گلو خلاصی کے لئے مزدوروں کو اسے تباہ کر کے اس کی جگہ ایک نئی تنظیم کی تعمیر کرنا لازمی ہے۔ اس نے نظریاتی طور پر، ساتھ ہی پیرس کمیون کے عملی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اور آخر میں خود روسی انقلاب کے ذریعہ اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچایا کہ سماجی تنظیم کو وہ شکل جسے سرمایہ داری کے خاتمہ کے بعد محنت کش عوام منصہ شہود پر لائیں گے پرولتاریہ کی آمریت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی جس کی نسبت مارکس اور اینگلز نے اس قدر ذہانت کے ساتھ پیشین گوئی کی تھی۔

مارکسی اصولوں کی ٹھوس بنیاد پر لینن نے سامراجی دور کے لیے پرولتاریہ انقلابی حکمت عملی اور طریق کار کی بھی تشکیل کی اور بہت سے ملکوں میں مارکسی قوتوں کی براہ راست آبیاری کی۔ اس نے حسب نویل متعدد بنیادی قضیوں کو حل کیا۔ عہد جدید کے بورژوا یا سوشلسٹ انقلابات میں پرولتاریہ کا رہنمایانہ کردار، مزدوروں اور کسانوں کے مابین اتحاد اور سامراجی ملکوں کے مزدوروں اور نو آبادیاتی ممالک کے درمیان اشتراک، دیہی علاقوں میں طبقاتی اختلافات، مظلوم عوام کے حق خود ارادیت کا مسئلہ، فوری مطالبات اور سوشلزم کے لیے لڑائی کے درمیان تعلق، ٹریڈ یونینوں کا کردار اور پارٹی کے ساتھ ان کا تعلق، پرولتاری بغاوت کا قانون اور تدبیر دہ عام ڈھانچہ جس پر سوشلزم کی تعمیر ممکن ہے، ایک ملک میں سوشلزم کے قیام کا امکان، بورژوا انقلاب کی پرولتاریہ انقلاب میں تبدیلی، اس طرح کی اور بہت سی باتیں۔ یہ تمام امور مزدور طبقہ کا دم چھلا بنانے والی دائیں بازو کی مروجہ پالیسی سے بنیادی طور پر مختلف تھے

جو کسانوں کو رجعت پسند عوام سمجھتی تھی، جسے حق خودارادیت اور نوآبادیاتی عوام کی جدوجہد سے نفرت تھی، جس کی تمام تر توجہ فوری مطالبات پر مرکوز تھی۔ اور جو بالعموم سوشلزم کے متعلق سوچنے اور اس کے لیے لڑنے سے قاصر تھی۔

لینن کی ایک عظیم ترین کامیابی خود کمیونسٹ پارٹی سے متعلق نظریہ سازی اور اس کی تخلیق تھی جس کے بغیر مزدور طبقہ کی آزادی اور سوشلزم کی گفتگو بے معنی ہوتی۔ بنا کسی پروگرام کے ایک بے ہنگم پارٹی، جس میں ہر طرح کے ابن الوقت، موقع پرست اور نظم وضبط سے مبرّا لوگ شامل ہوں جیسا کہ دائیں بازو کا بورژوا تصور تھا۔ اس کے برعکس لینن نے مارکس اور اینگلز کے اصولوں پر مبنی ایک پارٹی کی تشکیل کی یعنی پرولتاریہ کا ہراول دستہ بنایا۔ لینن کی پارٹی انقلابیوں کی پارٹی تھی۔ مزدور طبقہ اور اس کے اتحادیوں پر مبنی یہ پارٹی، مزدور تحریک عوامی جتھے بندیوں، امداد باہمی کی انجمنوں وغیرہ میں بہترین جنگجو اور وفا شعار مزدوروں سے تشکیل پائی ہوئی۔ خود تنقیدی اور انتہائی ترقی یافتہ مارکسی تصورات کی حامل ایک ایسی پارٹی تھی جو جنگ کے میدانوں میں، ورکشاپوں میں، کھیتوں کالجوں اور قانون سازی کے ایوانوں میں ہر لحاظ سے مزدور طبقہ اور پوری قوم کی رہنمائی صحیح معنوں میں کر سکتی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی جیسا کہ لینن کا تصور تھا اور جس کے مطابق اس نے اس کی تشکیل کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ سیاسی تنظیم ہے، اس کی ہمسر آج تک نوع انسانی پیدا نہ کر سکی۔ یہی ایک ایسی پارٹی ہے جو سوشلزم تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔

اپنے عظیم سیاسی و تنظیمی پروگرام کے ساتھ لینن نے سامراجی دور کے لیے انقلابی جدوجہد کی سائنسی بنیاد رکھی۔ اور اس کے ذریعہ اس نے بعد میں وقوع پذیر روس، چین چیکوسلواکیہ، پولینڈ، ہنگری، بلغاریہ، مشرقی جرمنی، رومانیہ، البانیہ، لٹویا، لتھونیا، اسٹونیا، ہند چینی، کوریا اور مستقبل کے بہت سے ممالک کے انقلاب کے لیے نظریاتی اساس مہیا کی۔ 1905 کے روسی انقلاب تک لینن اپنے پروگرام کے اہم لازمی اجزا کی تشکیل کر چکا تھا۔ یہ ترمیم پسندوں کے لیے جو دوسری انٹرنیشنل میں زیادہ سے زیادہ غلبہ حاصل کرتے جا رہے تھے بنیادی چیلنج تھے۔

روس میں پارٹی کا ابتدائی ارتقاء

روس میں پہلی منظّم مارکسی قوت ''ایمنسی پیشن آف لیبر گروپ'' (آزادی مزدور گروپ) نام کی

تنظیم تھی جسے 1883 میں جے۔ دی۔ پلیخنوف نے مارتوف، پال ایکسلراڈ ویرازسولچ اور لیوڈیوش کی معیت میں قائم کیا تھا۔ پلیخنوف 1918-1856 نرودی یا پولسٹ تھا لیکن اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں اس نے مارکس ازم کو قبول کرلیا۔ دوسری انٹرنیشنل میں سب سے زیادہ ذہین مارکسی نظریہ ساز تھا۔ آگے چل کر وہ بالعموم مارکس ازم سے دور ہٹتا گیا اور اعتدال پسندی کے ذریعہ ترمیم پسندی کی طرف جھک گیا۔ لینن 1893 میں سینٹ پیٹرز برگ پہنچا اور وہاں مارکسی حلقوں میں سرگرمی کے ساتھ برسرِعمل ہوگیا۔ اس نے ''مزدور طبقہ کی آزادی کے لیے جدوجہد کی لیگ'' نامی تنظیم قائم کی۔ لینن کی جماعت بڑھتی ہوئی ہڑتال کی تحریک میں جنگجویانہ حصہ لینے کے ساتھ ساتھ روسی مارکسیوں کے نقطۂ نظر کی مزید وضاحت کرنے لگی۔ اس طرح اس نے ملکی مارکسی سیاسی تنظیم کے لیے راہ ہموار کی۔

جیسا کہ ایک مارکسی پارٹی کے لیے لازمی ہے پارٹی نے زارشاہی روس میں نہ صرف آجروں اور رجعت پرست جاگیرداروں کے خلاف کو بڑھایا بلکہ مزدور طبقہ اور اس کے اتحادیوں میں رونما ہونے والے مختلف بیگانہ رجحانات کے خلاف بھی مورچہ لیا۔ اسے سب سے پہلے جس نظریاتی دشمن سے سابقہ پڑا سے نرودوازم (پاپولزم) کہا جاتا ہے۔ نرودی اگرچہ مبہم طریقہ پر سوشلسٹ امکانات کو ترقی دے رہے تھے لیکن وہ ''اس غلط نظریہ کے حامل تھے کہ اصل انقلابی طاقت مزدور طبقہ نہیں بلکہ کسان ہے اور صرف کسان انقلاب ہی زار کی حکومت اور جاگیرداروں کا تختہ الٹ سکتا ہے۔'' نرودی مستقبل کے سرمایہ دارانہ ارتقا اور پرولتاریہ کی اہمیت کو نظرانداز کرتے تھے۔

پلیخنوف اور اس کے بعد لینن نے پیٹی بورژوا نرودیوں کے خلاف بڑی ذہانت کے ساتھ مناظرہ کیا۔ انہوں نے بسرعت ترقی پذیر سرمایہ داری کی نشان دہی کی جس کی ابتدا روس میں ہوچکی تھی اور اسے مسلسل نشوونما دینے والے عناصر کا انکشاف کیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ پرولتاریہ ہی وہ طبقہ ہے جو انقلاب کی قیادت کرسکتا ہے اور مزدور طبقہ کی بنیادی پر منظّم سیاسی عمل کے پروگرام کی تشکیل کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے مزدوروں کو انفرادی دہشت پسندی پر اکسانے والوں کی مذمت کی۔ اس تاریخی نظریاتی مناقشہ کا عام مقصد مزدور طبقہ کی صفوں میں مارکس ازم کی سیادت قائم کرنا تھا۔ تاہم نرودیوں نے کسانوں میں اپنی طاقت بحال رکھی اور بعد میں سوشلسٹ انقلابیوں کے روپ میں انہوں نے آئندہ انقلاب میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

لینن کی گرفتاری کے بعد بڑھتی ہوئی ٹریڈ یونین جدوجہد میں خصوصاً 1899 کے دوران روسی محنت کش عوام کی صفوں میں انحراف پسندوں کا ایک نیا گروہ سر اُٹھانے لگا۔ انہیں نام نہاد ''معاشیات پسند'' کہا جاتا تھا۔ ان کا مشورہ تھا کہ ''مزدوروں کو اپنے آجروں کے خلاف صرف معاشی جدوجہد کرنے کی ترغیب دینا چاہیے۔ جہاں تک سیاسی جدوجہد کا تعلق ہے یہ کام آزاد خیال بورژوا طبقہ کا ہے وہی سیاسی جدوجہد کی قیادت کے لیے موزوں ہیں۔'' روسی مارکسی صفوں میں ترمیم پسندوں کا یہ پہلا گروہ تھا۔ لینن نے ترمیم پسندوں کے اس گروہ کو برنسٹین پرستوں سے مماثلت دی ہے۔ 1900 میں سائبیریا سے واپس آنے کے بعد لینن نے اس گروہ پر اس قدر شدید ضرب لگائی کہ اس کا نام ونشان مٹ گیا۔ اس تاریخی مناقشہ کے دوران اس نے اپنی کتاب ''اب کیا کرنا چاہیے'' میں ٹریڈ یونین ازم کا ایسا تجزیہ کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ان نازک اور ترکیبی سالوں میں (جن میں تحریک کے بننے اور ڈھلنے کا کام ہو رہا تھا۔ مترجم) روسی مارکسی صفوں میں ایک اور بڑی انحراف پسندی نے جنم لیا جس کا نام ''آئینی مارکس ازم'' تھا۔ اس کی رہنمائی پیٹر سٹروا اور دوسرے لوگ کر رہے تھے۔ یہ گروہ ''مارکس ازم کے اصل مقصد پرولتاریہ انقلاب کے نظریہ اور پرولتاریہ کی آمریت کا سرے سے مخالف تھا'' اس کی کوشش تھی کہ مزدور طبقہ کی تحریک کو بورژوا سماج کے مفادات کے تحت اور اس کی منشاء کے مطابق ڈھالا جائے۔ لینن نے بڑی بیدردی کے ساتھ اس پیٹی بورژوا رجحان کی دھجیاں اُڑائیں اور اس کے پیروکاروں کو مزدور طبقہ کی صفوں سے نکال باہر کیا۔ آئینی مارکسیوں کا بچا کھچا عنصر آخر کار ''اکتوبریوں'' اور ''دستوری ڈیموکریٹوں'' میں شامل ہو گیا جو 1917 کے انقلاب میں سرمایہ داروں کی خاص پارٹیاں تھیں۔

اس شدید اور عمیق نظریاتی کشمکش کے دوران میں لینن تیزی کے ساتھ روسی مارکسیوں کے خاص ترجمان کی حیثیت سے اس کے ابتدائی رہنما پلیخنوف کو پیچھے چھوڑتا ہوا منظر عام پر آیا۔ اس عرصہ میں لینن نے اپنی بہت سی مشہور کتابیں اور پمفلٹ شائع کیے جنہوں نے روس میں مارکس ازم کی بنیادیں استوار کیں۔ ان میں ''روس میں سرمایہ داری کی ترقی'' ''عوام کے دوست کون ہیں اور'' سوشل ڈیموکریٹوں کے خلاف کیوں کرلڑتے ہیں؟'' ''اب کیا کرنا چاہیے'' اور ''روسی سوشل ڈیموکریٹوں کا کام'' شامل ہیں۔

قومی پیمانے پر پارٹی کے قیام کی کوشش 1898 میں عمل میں آئی جب کہ لینن سائبیریا میں

جلاوطن تھا۔ اس سال مارچ میں نو مارکسی منسک میں اکٹھے ہوئے اور ایک خفیہ کنونشن میں روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا سنگ بنیاد رکھا لیکن زارشاہی کی دہشت پسندی کی وجہ سے یہ کوشش پروان نہ چڑھ سکی۔ کنونشن کے فوراً بعد مرکزی کمیٹی کے سارے ارکان گرفتار کر لیے گئے۔ یہ نئی تنظیم جس کے پاس کوئی ٹھوس پروگرام اور دستور نہ تھا اور جس کے ارکان کی تعداد صفر کے برابر تھی دور دور تک پھیلے ہوئے مارکسی گروہوں کو منسلک کرنے میں ناکام ثابت ہوئی۔ درحقیقت آنے والے پانچ سال تک پارٹی کا قیام عمل میں نہ آ سکا۔

بالشوزم کا ظہور۔ لندن 1903

لندن کنونشن جس نے پارٹی کی بنیاد رکھی اس وقت منعقد ہوئی جب روس میں عوامی جدوجہد کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ صنعتی بحران کا دور دورہ تھا جس نے 3-1901 کے درمیانی عرصہ میں بیشتر صنعتوں کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا اور ملک کے بہت سے حصوں میں بڑی ہڑتالیں ہو رہی تھیں۔ یہ ہڑتالیں جو وسیع سے وسیع تر اور طرزِ عمل میں زیادہ سے زیادہ انقلابی ہوتی جا رہی تھیں زارشاہی کے وحشیانہ تشدد کا شکار تھیں۔ 1902 میں تحریک کسانوں میں بھی پھیل گئی۔ انہوں نے جاگیرداروں کی حویلیوں کی نذرِ آتش کر دیا اور ان سے زمینیں چھین لیں۔ طلبا بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ انہوں نے متعدد یونیورسٹیوں میں جنگجویانہ مظاہرے کیے۔ روس 1905 کے انقلاب کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

لینن نے لندن میں پارٹی کی تعمیر کے لیے ٹھوس تیاریاں مکمل کیں۔ اخباراً سکراً کا اجرا کیا۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''اب کیا کرنا چاہیئے'' شائع کی اور مختلف مارکسی گروہوں میں وسیع تعلیمی مہم کا آغاز کیا۔ لینن اپنی ابتدائی تحریروں میں پہلے ہی ایک ایسی منضبط ہراول پارٹی کی تصویر کھینچ چکا تھا جسے ابھی قائم ہونا تھا۔

30 جولائی 1903 کو بروسلز میں کانگرس کا آغاز ہوا لیکن پولیس کے تشدد کی وجہ سے اسے لندن منتقل ہونا پڑا۔ اس میں 26 تنظیموں کی نمائندگی کرنے والے 43 ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی۔ ''پیروان اسکراً کے 24 ٹھوس حمایتی تھے۔ لینن، پلیخوف، مارتوف ایکسلراڈ، زاسولچ اور ٹراٹسکی بھی موجود تھے۔ سٹالن چونکہ سائبیریا میں جلاوطن تھا اس لیے شریک نہ ہو سکا۔ مخالف گروہ نے پرولتاریہ کی آمریت کے

پروگرام کو شامل کرنے کی مزاحمت کی۔ دوسری انٹرنیشنل کی کسی بھی پارٹی نے بصراحت اس کی تصدیق نہیں کی تھی۔ انہوں نے حق خودارادیت اور کسانوں کے مطالبات کے ضابطوں کو بھی شامل کرنے کی مخالفت کی۔ پروگرام میں کم سے کم (فوری) اور زیادہ سے زیادہ (آخری) دونوں طرح کے مطالبات تھے۔ لینن نے پلیخنوف کی معیت میں مخالفوں کی پسپا کر دیا اور اسکرا کا انقلابی پروگرام تسلیم کر لیا گیا۔

اصل لڑائی پارٹی کے آئین پر ہوئی۔ اس تنظیمی سوال پر کنونشن میں دو مخالف سیاسی رجحانات سامنے آئے۔ لینن کے منصوبہ میں (جسے پلیخنوف کی حمایت حاصل تھی) کہا گیا تھا کہ وہی شخص ''پارٹی کا رکن بن سکتا ہے جس نے اس کے پروگرام کو تسلیم کیا ہو، مالی طور پر اس کی مدد کی ہوا اور اس کی کسی ایک بنیادی تنظیم سے منسلک ہو۔'' اس کے برعکس مارتوف جسے علاوہ اوروں کے ٹراٹسکی کی حمایت حاصل تھی ایک وسیع اور بے ہنگم تنظیم چاہتا تھا۔ اس کے نزدیک رکن بننے کے لیے صرف یہی کافی تھا کہ پروگرام کو تسلیم کیا جائے اور مالی امداد دی جائے، حقیقی ممبر شپ اور عملی کام ضروری نہیں ہے۔ فرق یہ تھا کہ لینن ایک جنگجو انقلابی پارٹی چاہتا تھا جو ایک مضبوط ہراول دستہ کا کام دے جب کہ مخالفین ایسی تنظیم وجود میں لانے کے لیے کوشاں تھے جو مغرب کے موقع پرست سوشل ڈیموکریٹوں کے نمونہ پر ڈھیلی اور غیر منضبط ہو۔

لینن کانگرس کو اپنے خیالات سے پوری طرح متفق نہ کر سکا لیکن جب مرکزی کمیٹی کے انتخاب اور اسکرا کی ادارت کا سوال آیا تو لینن کا گروپ کامیاب ہو گیا۔ انتخابات میں رائے شماری کا یہی مشہور واقعہ تھا جس میں دونوں گروہوں نے بالشویک (اکثریت) اور منشویک (اقلیت) کا تاریخی نام پایا۔ کنونشن کے گروہی نزاع میں بڑی شدت پیدا ہو گئی اور جنوری 1905 تک پارٹی منقسم ہو گئی۔ ہر گروہ کی اپنی علیحدہ مرکزی تنظیم اور اخبار تھا۔ اس کشمکش کے دوران میں لینن نے پارٹی پروگرام اور تنظیم پر اپنی مشہور کتاب ''ایک قدم آگے دو قدم پیچھے'' شائع کی۔ لینن بالشویک پارٹی کا رہنما تھا اور مارتوف، پلیخنوف اور ٹراٹسکی کی روز افزوں امداد کے ساتھ منشویک پارٹی کی قیادت کر رہا تھا۔

انٹرنیشنل کی مداخلت

دوسری انٹرنیشنل نے 1904 میں ایمسٹرڈم میں فیصلہ کیا تھا کہ ہر ملک سے صرف ایک ہی پارٹی کا الحاق کیا جائے گا لہٰذا انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو نے روسی پارٹی کے اختلاف میں مداخلت کی تاکہ اتحاد کا

مسلمہ اصول قائم رہے۔ فروری 1905 میں بیورو نے روسی حالات پر غور کرنے کے لیے ببیل کی سرکردگی میں ایک ثالثی کمیٹی مقرر کرنے کی تحریک منظور کی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ روسی گروہی نزاع میں جرمن پارٹی کو فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے۔ منشویکوں نے قرارداد کو تسلیم کرتے ہوئے کاؤتسکی اور کلارا زٹکین کو اپنا نمائندہ مقرر کیا لیکن لینن رضامند نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ متنازعہ فیہ مسئلہ ایک اصولی معاملہ ہے لہٰذا اسے نمٹانے کا حق کسی ''ثالثی کمیٹی'' سے زیادہ پارٹی کانگرس کو ہے۔

اس پورے سانحہ کی اہمیت خصوصیت کے ساتھ اس لیے ہے کہ اس وقت انٹرنیشنل میں ''بائیں بازو'' کے لوگ ببیل، کاؤتسکی وغیرہ لینن کی پوزیشن کی کس قدر کم سمجھتے یا تسلیم کرتے تھے۔ جرمن سوشل ڈیموکریسی کے خاص ہفت روزہ ترجمان ڈی نیوزیٹ میں روزالکسمبرگ نے لینن کی جماعت کے بارے میں غیر ہمدردانہ رویہ اختیار کیا اور اخبار کے مدیر کاؤتسکی نے لینن کی موافقت میں کچھ شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ لینن نے روزالکسمبرگ کے مضمون کو ''بدنظمی اور غداری کا ستائش گر'' قرار دیا اور کہا۔ ایسے انوکھے، غیر مہذب اور میکانکی طریق سے پمفلٹ کے مقاطعہ کے ذریعہ جرمن سوشل ڈیموکریٹ پریس میں ہماری آواز کو دبانے کی کوشش'' کاؤتسکی کا قابل مذمت فعل تھا۔ کاؤتسکی نے کہا کہ اگر وہ دوسری کانگرس (لندن 1903) مین موجود ہوتا تو لینن کے خلاف مارتوف کی حمایت میں ووٹ دیتا۔ روس میں انقلاب کے ارتقاء نے جماعتی اتحاد کی بے سود بات چیت کا خاتمہ کر دیا۔

دوسری انٹرنیشنل کو روس میں بالشویک تحریک کی معین شکل کی عظیم الشان سیاسی اہمیت کا ذرہ برابر احساس بھی نہ تھا۔ لینن کی اس نئی قسم کی پارٹی کا مقصد مغربی کی موقع پرستی سے متاثر پارٹیوں سے جو روز بروز مارکسی اصولوں اور امکانات کو فراموش کرتی جارہی تھیں جداگانہ ایک طاقتور موڑ قطع کرنا اور کمیونسٹ مینی فیسٹو کے وضع کردہ ابتدائی اصولوں کی مضبوط اساس پر ایک صحیح انقلابی پارٹی کی ابتدا کرنا تھا۔ درحقیقت یہ ایک نئی اور بہتر انٹرنیشنل کے لیے بویا جانے والا محفوظ بیج تھا جسے بالآخر حالات کی انقلابی رفتار نے بارآور کیا۔ وقت کے ساتھ کے ساتھ روسی مارکسی حلقوں میں لینن کی جماعت کی کامیابی نے نہ صرف دوسری انٹرنیشنل بلکہ پوری دنیا پر گہرے اثرات منقش کیے۔

1905 کا روسی انقلاب

روس، جاپان کی جنگ 05-1904 دو عظیم طاقتوں کے مابین ایک سامراجی تصادم تھا جو چین کے شمالی علاقہ (منچوریا) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس پر قابض ہونا چاہتی تھیں۔ پرل ہاربر کی طرح جاپان نے اعلان جنگ کیے بغیر پہلے حملہ کر دیا جس کی وجہ سے 8 فروری 1904 کو پورٹ آرتھر کے مقام پر روسی بحری بیڑے کی کمر ٹوٹ گئی۔ یہ پہلی بحری اور فوجی تباہی تھی جس کا سامنا زار نکولاس ثانی کی حکومت کو کرنا پڑا۔ نااہل، بدعنوان اور مغرور روسی اعلیٰ کمان نے پے در پے شکست کھائی۔

دسمبر 1904 میں پورٹ آرتھر روس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ فروری 1905 میں بمقام مکڈین شکست فاش اُٹھانی پڑی جہاں 300,000 روسی فوجیوں میں سے 120,000 قتل، زخمی یا گم ہو گئے۔ مئی 1905 میں سوشیما کی جنگ میں روسی بحری بیڑہ تباہ ہو گیا۔ اور 23 اگست 1905 کو بمقام پورٹس ماؤتھ صدر تھیوڈر روز ویلیٹ کی صدارت میں صلح نامہ پر دستخط ہوئے۔ روس کو پورٹ آرتھر اور جنوبی سکھالن سے ہاتھ دھونا پڑا۔ کوریا اور پورا جنوبی منچوریا اس کے حلقہ اثر سے نکل گیا۔ یہ روسی سامراج کے لیے ایک تباہ کن شکست تھی۔

بڑھتی ہوئی انقلابی لہر

روسی محنت کشوں کو شروع ہی سے اس رجعت پرست سامراجی جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ پہلے ہی انقلابی موڈ سے بھرے بیٹھے تھے۔ جب لڑائی میں وہ بے دریغ قتل ہونے لگے اور زار کی حکومت اور فوجی افسروں نے بے دردی کے ساتھ فاقہ مست نیم مسلح افواج کو جنگ کی بھٹی میں جھونکنا شروع کر دیا تو محنت کشوں کے انقلابی جوش میں اور شدت پیدا ہو گئی۔ جنگ کے تلخ المیہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور مظلوم عوام کے ظلم و ستم کا پیمانہ چھلک اٹھا تو انہوں نے 1905 کے عظیم انقلاب سے اس کا جواب دیا۔ جنگ ابھی جاری ہی تھی کہ انقلاب پھوٹ پڑا۔ سامراجی جنگ کو عوامی انقلاب میں تبدیل کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی۔

اس تاریخی تحریک کا آغاز مسلسل ہڑتالوں سے ہوا۔ اس کی رہنمائی کا سہرا بہ استثنا چند خاص طور پر پارٹی کے بالشویک بازو کے سر تھا۔ دسمبر 1904 میں بالشویکوں کی سرکردگی میں باکو میں تیل کے مزدوروں کی ایک بڑی ہڑتال ہوئی۔ اس میں مزدوروں کی جیت ہوئی اور ان کے لیے ایک ایسا اجتماعی سمجھوتہ کیا گیا جس کی مثال اس سے پہلے روس میں نہیں ملتی۔ سٹالن کہتا ہے ''باکو کی ہڑتال پورے روس میں جنوری اور فروری میں رونما ہونے والے شان دار کارناموں کا اشارہ تھی۔'' اور بھی بہت سی ہڑتالیں شروع ہوگئیں۔ ان میں سینٹ پیٹرز برگ کے سب سے بڑے دھات سازی کے کارخانہ کے مزدوروں کی جنوری کی ہڑتال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ کارخانہ پٹلوف شاپس پارٹی کا گڑھ تھا۔ ہڑتال فوراً شہر بھر میں پھیل گئی۔

روسی مزدور تحریک میں ایک انتہائی المناک سانحہ رونما ہوا۔ یہ تھا ''خونی اتوار'' کا قتل عام جو 9 جنوری 1905 کو سینٹ پیٹرز برگ میں سرمائی محل کے سامنے ہوا۔ 140,000 اشخاص نے پادری گاپون کی رہنمائی میں جس کا تعلق خفیہ پولیس سے تھا پرامن مظاہرہ کیا۔ اس سے قبل بالشویکوں نے مزدوروں کو خبردار کر دیا تھا کہ زارشاہی کے افسر فوج کو گولی چلانے کا حکم دینے سے دریغ نہ کریں گے۔ لیکن پھر بھی مظاہرین آگے بڑھتے گئے عوام کی درخواست میں مطالبہ کیا گیا تھا ''عام معافی دی جائے، شہری آزادیاں دی جائیں، معقول اُجرتیں دی جائیں۔ زمین بتدریج لوگوں کو منتقل کی جائے۔ عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر آئین ساز اسمبلی کا جلسہ طلب کیا جائے۔'' پارٹی کے انتباہ کے عین مطابق زارشاہی کی بندوقوں نے نہتے عوام پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی، اس ہولناک قتل عام کے نتیجہ میں ایک ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے اور 2,000 کے قریب زخمی ہوئے۔

زار کو امید تھی کہ اس بھیانک اقدام سے سینٹ پیٹرز برگ کی عام ہڑتال کچل دی جائے گی اور پورے روس میں مزدوروں میں خوف وہراس پھیل جائے گا۔ لیکن بات بالکل الٹ ہوئی۔ نہ صرف روسی عوام نے بلکہ دنیا بھر کے مزدوروں نے اس شرمناک ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ انقلابی تحریک مدھم پڑنے کی بجائے اور زیادہ تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھی۔ ملک کے بیشتر حصوں میں ہڑتالیں پھوٹ پڑیں۔ جنوری کے دوران میں 44,000 مزدوروں نے ہڑتال میں حصہ لیا۔ پچھلے دس برسوں میں مجموعی طور پر اتنی بڑی تعداد نے ہڑتالیوں میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اب انقلاب کا آغاز ہو چکا تھا۔

آنے والے کئی مہینوں میں جب کہ جاپان سے جنگ ابھی جاری تھی ہڑتال کی تحریک تمام صنعتی مرکزوں میں پھیل گئی۔لینن کا کہنا ہے کہ اس انقلابی سال میں تقریباً 28لاکھ مزدوروں نے ہڑتالوں میں حصہ لیا۔ یہ تعداد کل مزدوروں کی تعداد سے دوگنی تھی۔لوز پولینڈ میں مزدوروں نے سڑکوں پر مورچہ بند ہو کر فوج سے ٹکر لی۔ پارچہ بافی کے ایک اہم مرکز ایوانوف وزنیسنسک میں مزدوروں نے ایک طویل اور پر جوش ہڑتال لڑ کر ایک کونسل نمائندگان قائم کر لی۔''درحقیقت روس میں مزدور نمائندوں کی یہ پہلی سویٹ تھی''۔

انقلابی تحریک کسانوں میں بھی پھیل گئی۔لینن کہتا ہے کہ 1905 کے موسم خزاں میں''کسانوں نے امرا کی دو ہزار سے زیادہ جائدادوں کو نذر آتش کر دیا اور اشیائے خورد ونوش کے اُن ذخیروں کو آپس میں تقسیم کر لیا جو خونی امرا نے عوام سے ہتھیا کر اپنے قبضہ میں رکھے تھے۔''بہت سی مظلوم قومیتوں میں ابھی انقلابی جذبات بھڑک اُٹھے۔طلبا نے زار کی تصویریں اور روسی درسی کتابیں پھاڑ پھینکیں اور سرکاری افسروں کے خلاف''روس واپس جاؤ''کے نعرے لگائے۔ پولستانی طلبا نے سویٹ کے قیام کا مطالبہ کیا۔جون میں بحر اسود میں جنگی جہاز'پرنس پوٹیمکن' کی بغاوت نے سنسنی پھیلا دی۔دوسرے جنگی جہازوں نے باغی ملاحوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔سامان خورد ونوش اور کوئلہ ختم ہو جانے پر بالآخر پوٹیمکن رومانیہ چلا گیا اور وہاں جا کر ہتھیار ڈال دیئے۔

انقلاب کی بڑھتی ہوئی لہر سے خوف زدہ ہو کر زار نے 19 اگست کو روسی عوام کا مطالبہ''سلطنت کی ڈوما''منعقد کرنا منظور کر لیا۔ یہ ایک طرح کی''مشاورتی پارلیمنٹ''تھی جس کی بنیاد طبقاتی رائے دہندگی کے ایک بھونڈے نا منصفانہ طریق پر رکھی گئی تھی۔اس کا سیاسی مقصد یہ تھا کہ بڑھتی ہوئی انقلابی لہر کو بے ضرر پالیمانی رو میں تبدیل کر دیا جائے۔ یہ ان حکمران طبقوں کی قدیم مقدس بسمار کی تدبیر تھی جو تن تنہا بذریعہ تشدد حکمرانی کرنے میں خود کا ناکام پاتے تو مصنوعی سیاسی رعایتوں کا طریقہ استعمال کرتے تھے۔

منشویک اور بالشویک طریقہ کار

روسی سوشل ڈیموکرٹیک لیبر پارٹی عظیم عوامی ہلچل میں تیزی کے ساتھ ابھرنے لگی۔لینن کہتا ہے ''انقلابیوں کی تعداد یکا یک سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئی''لیکن پارٹی بالشویک اور منشویک دو

گروہوں میں رسماً نہیں بلکہ حقیقتاً بٹی ہوئی تھیں۔ اتحادِ عمل پیدا کرنے کی غرض سے بالشویکوں نے اپریل 1905 میں لندن میں پارٹی کنونشن میں منشویکوں کو لانے کی کوشش کی لیکن موخر الذکر نے انکار کر دیا اور اس کی بجائے جنیوا میں اپنا کنونشن منعقد کیا۔ نتیجتاً دو متصادم سیاسی نقطہ ہائے نظر بڑھنے لگے۔ دونوں فریقوں میں تنظیمی سوال پر جھگڑا تھا۔ دونوں کے سیاسی لائحہ عمل نہایت متضاد تھے جس سے لینن بخوبی واقف تھا۔

منشویکوں کا خیال تھا کہ روس میں اس زمانہ کی جدوجہد محض قدیم نوعیت کا بورژوا انقلاب ہے۔ اس لئے ان کے خیال کے مطابق ''اس کی رہنمائی بورژوا طبقہ کو کرنی چاہیے اور مزدور طبقہ کا کردار یہ ہے کہ وہ زار کی مطلق العنانیت کو ختم کرنے میں بورژوا کی مدد کریں لیکن ایسا کرتے ہوئے بھی انہیں اپنے طور پر کسی انقلابی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ بورژوا طبقہ خوف زدہ ہو کر انتہائی رجعت پرست جاگیردار کی گود میں چلا جائے گا۔'' کسانوں کو وہ غیر انقلابی سمجھتے تھے۔ ٹراٹسکی بھی اس نقطۂ نظر کا حامل تھا۔ پلیخنوف کا کہنا تھا ''ہمیں روس میں بورژوا طبقہ اور پرولتاریہ کے علاوہ ایسی کوئی دوسری سماجی قوت نظر نہیں آتی جو مخالف یا انقلابی جتھوں کی مددگار ثابت ہو سکے۔'' منشویکوں کے امکانات کے مطابق فتح کے بعد روسی سرمایہ داری کا ایک طویل عہد ارتقا وجود میں آتا جس میں سوشلزم کی توقعات مستقبل بعید کے دھندلکے میں دھکیل دی جاتیں اور شاید کبھی ایسا دور آ جاتا کہ مزدور سکون کے ساتھ بذریعہ ووٹ اقتدار کی مسند سنبھالنے کے قابل ہو جاتے۔

بالشویکوں کا بھی خیال تھا کہ بڑھتا ہوا انقلاب بورژوا خصوصیت کا حامل ہے صرف اسی ایک نقطۂ پر ان کا منشویکوں کے ساتھ اتفاق تھا۔ پارٹی کے لندن کنونشن کی روئداد اور لینن کی عظیم کتاب ''جمہوری انقلاب میں سوشل ڈیموکریسی کے دو طریقہ کار'' نے کنونشن کے فوراً بعد لکھی گئی تھی منشویکوں کے موقف کے ہر اہم نقطۂ پر حملے کیے اور بنیادی طور پر مختلف تجزیہ اور پروگرام پیش کیا۔ لیکن نے واضح طور پر بتایا کہ بورژوا طبقہ مستقل مزاجی کے ساتھ نہ انقلاب لا سکتا ہے اور نہ لائے گا۔ مزدور طبقہ کے خوف سے وہ زار سے سمجھوتہ کرے گا۔ بالآخر یہی ہو کر رہا۔ اس لیے مزدور طبقہ کو رہنمائی کرنا لازمی ہے۔ لینن نے بتایا کہ کسان مزدور طبقہ کا طاقتور انقلابی حلیف ہے جو پرولتاریہ کی رہنمائی میں سرگرم عمل ہو گا۔

ابتداً سوشل ڈیموکریٹوں میں یہ تصور عام تھا کہ سوشلزم کے قیام سے پہلے ٹکسالی قسم کی بورژوا

حکومت قائم ہوگی پھر سال ہا سال کا غیر معینہ دور آئے گا۔ اس کے برعکس لینن نے بنیادی طور پر ایک مختلف انقلابی امکان کا مشاہدہ کیا یعنی پرولتاریہ اور کسانوں کی جمہوری آمریت کا فوری قیام۔ یہ عمل اگرچہ اس وقت بھی سرمایہ داری ڈھانچہ کے اندر وقوع پذیر ہوگا لیکن اس کا مقصد نسبتاً زیادہ تیزی کے ساتھ سوشلسٹ تبدیلی لانا ہوگا۔ لینن نے کہا ہے ''جمہوری انقلاب کے بعد ہم فوراً، اپنی طاقت کی مناسبت، طبقاتی شعور اور پرولتاریہ تنظیم کے استحکام کے مطابق سوشلسٹ انقلاب کی طرف بڑھیں گے۔ مسلسل انقلاب ہمارا مطمحِ نظر ہے۔ ہم درمیان میں رک نہیں جائیں گے۔''

منشویکوں کے برعکس لینن پر یہ حقیقت بالکل عیاں تھی کہ مسلح جدوجہد کے ذریعہ ہی انقلاب میں کامیابی ممکن ہے۔ صرف یہی ایک موثر طریقہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح مزدوروں اور کسانوں کو فرعون مزاج اور سفاک زار نے اُن کے پرامن مطالبات کا جواب ''خونی تلوار'' کی صورت میں دیا تھا اسی طرح زار کو اسی کی زبان میں جواب دینے کا یہی ایک موثر طریقہ ہوسکتا۔ ہے منشویکوں کی اس امن پسندی کا کھلا فریب پلیخنوف کا وہ انکشاف اور غدارنہ قول ہے جس کا اظہار اس نے دسمبر کی شورش کے کچلے جانے کے بعد کیا۔ اس نے کہا تھا ''انہیں (یعنی مزدوروں کو) ہتھیار نہیں اُٹھانا چاہیے تھا۔''

لینن کا عام انقلابی طرزِ عمل بنیادی طور پر ان اصولوں پر مبنی تھا جنہیں بہت عرصہ پہلے مارکس منضبط کر چکا تھا۔ یہ اس زمانہ کے سامراجی حالات پر نئے پروگرام کی نمائندگی کرتا تھا اور ان تمام نظریوں اور پالیسیوں سے بنیادی طور پر مختلف تھا۔ جو دوسری انٹرنیشنل پر محیط تھیں اور روسی منشویکوں کا پروگرام ان نظریات اور پالیسیوں کی مخصوص مثال تھا۔ لینن کے سامنے ایک وسیع انقلابی راستہ تھا جس پر چل کر روسی کسانوں اور مزدوروں نے نومبر 1917 میں زار شاہی اور سرمایہ داری پر فتح حاصل کی اور جس نے پوری دنیا کے مزدوروں کے لیے نئے امکانات کا دروازہ کھول دیا۔

انقلاب اور ردعمل کا عہد

1905 کے سقوط کے دوران انقلاب نے بڑا زور پکڑا۔ اکتوبر میں ریلوے مزدوروں کی عام ہڑتال نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دوسری صنعتوں کے بیشتر مزدور سرکاری ملازمین، طلبا اور

دانشور بھی ہڑتال میں شامل ہو گئے۔ اس ہڑتال میں تقریباً پندرہ لاکھ مزدوروں نے حصہ لیا۔ ہڑتالیوں کا مطالبہ آٹھ گھنٹے کے کام کا دن تھا۔ ملک کے بیشتر حصوں میں کسان بھی بھڑ اُٹھے۔ محنت کشوں کی شورشیں قومی بغاوتوں کے روپ میں ڈھلنے لگیں۔ فوج اور بحریہ میں بھی اِکا دُکا بغاوتیں رونما ہونے لگیں۔ سیاسی عام ہڑتال کا بالشویکی نعرہ حقیقت میں تبدیلی ہو چکا تھا۔ کروک کہتا ہے کہ ''ایسی عظیم ترین عوامی ہڑتال دنیا میں کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔'' ماسکو، سینٹ پیٹرز، برگ اور دوسرے بہت سے شہروں اور قصبوں میں مزدوروں کے نمائندوں کی سوویٹ پنچائتی کمیٹیاں قائم ہونا شروع ہو گئیں۔

17 اکتوبر کو زار نے عوام کو دوسرا منشور دیا۔ اس مرتبہ منشور میں سیاسی اصلاحات اور ایک ''قانون ساز'' ڈوما (پارلیمنٹ) کا وعدہ کیا گیا۔ بالشویک جنہوں نے اس سے قبل زار کی ''مشاورتی'' ڈوما قائم کرنے کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔ انہوں نے دوسری پیش کش کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ (لینن نے دوسرے مقاطع کو غلطی سے تعبیر کیا۔ کیونکہ ان دنوں انقلاب انحطاط پذیر تھا۔ لیکن پہلا مقاطع درست تھا۔ کیونکہ اس وقت انقلابی رویہ عروج تھا)۔ دوسری طرف منشویک جو مسلح جدوجہد کے ذریعہ زارشاہی کا تختہ الٹنے کی بجائے اس میں ''اصلاح اور سدھار'' کرنا چاہتے تھے، زار کے منشور سے پوری طرح متفق تھے۔ اس طرح منشویک سمجھوتے بازی کی دلدل میں دھنس کر مزدور طبقہ میں سرمایہ داری کے اثرات پھیلانے کا آلہ بن کر رہ گئے اور مزدوروں میں بورژوا طبقہ کی صحیح معنوں میں ایجنٹی کرنے لگے۔

ماسکو میں دسمبر 1905 کی شورش بھرپور سوشلسٹ انقلاب کا نقطہ عروج تھی۔ لینن نومبر میں روس آ چکا تھا اور زارشاہی کی پولیس کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر سرگرم عمل تھا۔ پارٹی نے مسلح بغاوت برپا کا نعرہ دے دیا اور سیاسی ہڑتال نے بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ مظلوم عوام نے اس نعرہ کا پرجوش خیر مقدم کیا لیکن منشویکوں اور دیگر پرستوں نے اس کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ ٹراٹسکی، پروس (یہ شخص پہلی جنگ عظیم میں جرمنوں کا ایجنٹ بن گیا تھا) اور بعض دیگر افراد نے جو سینٹ پیٹرز برگ سوویت کی رہنمائی کر رہے تھے۔ اس سب سے زیادہ طاقتور شاخ کو مسلح جدوجہد میں حصہ لینے سے روکے رکھا۔ 20 دسمبر کو ماسکو میں بغاوت کا آغاز ہوا اور پورے شہر میں مورچہ بند لڑائی چھڑ گئی۔ فوج اور مظلوم عوام کے درمیان مسلسل نو روز تک زبردست مقابلہ ہوتا رہا مگر زار کی زبردست مسلح فوج کے سامنے بالآخر شکست اٹھانی پڑی۔ اس طرح، کونسو پارسک پرم، نوودروسک، سورموف، سیواسٹوپول اور کرونس ڈاٹ میں بھی بغاوتیں ہوئیں

لیکن سب کی سب کچل دی گئیں۔

1906 اور 1907 کے دوران ہڑتال کی لہریں اُٹھتی رہیں لیکن اب ان کا زور کم ہو چکا تھا۔ انقلاب کا شباب گذر چکا تھا۔ 3 جون 1907 کو زار نے ڈوما کو برخاست کر دیا۔ اور وزیر اعظم سٹولپین کے تحت ردِعمل کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ 1905 میں جو تھوڑی بہت آزادی حاصل ہوئی تھی اُسے سختی کے ساتھ کچل دیا گیا۔ انتہائی دہشت انگیزی اور جبر و تشدد کے باوجود 1912 کے آغاز تک وسیع ہڑتالوں اور سیاسی جدوجہد کے ذریعہ مزدوروں نے پھر سے جدوجہد شروع کر دی اور اس مرتبہ ایک ایسی اجتماعی قوت بن کر ابھرے جس نے انہیں آخر کار مکمل فتح کی منزل تک پہنچا دیا۔

1905 کے انقلاب کی ناکامی کی متعدد بنیادی وجوہات تھیں۔ ان میں مزدوروں اور کسانوں کے درمیان مستقل اتحاد کا فقدان، کسانوں کے ایک بڑے حصہ کا زار کی حکومت کا تختہ الٹنے پر آمادہ نہ ہونا اور مغرب کی سامراجی طاقتوں کی طرف سے زار کو سیاسی اور مالی امداد (بیس کھرب روبل) کی پیش کش شامل ہیں۔ لیکن شکست کا سب سے بڑا سبب خود پارٹی کا داخلی اختلاف تھا۔ جس میں منشویکوں نے جدوجہد کے ہر پہلو کو اندرون خانہ نقصان پہنچایا۔ لینن نے 1905 کے انقلاب کو نومبر 1917 کے عظیم انقلاب کے لیے ''آزمائشی مشق'' کا نام دیا۔ اس آزمائشی مشق کا ایک پہلو یہ تھا کہ دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹیوں نے بھی انقلاب دشمنی سبق سیکھ لیا۔

انٹرنیشنل اور انقلاب

1905 کے انقلاب نے پوری عالمی مزدور تحریک پر دوررس اثرات مرتب کیے مشرق وسطی و بعید کے مظلوم عوام پر بھی اس کے گہرے اثرات نمایاں ہوئے جس کا اظہار اس کے بعد چین، ایران اور ترکی میں قومی آزادی کے انقلابات سے ہوا۔ اس بڑی ہلچل سے تمام دنیا کے سرمایہ دار حلقے بری طرح دہل گئے۔ پیرس کمیون کے بعد یہ پہلا واقعہ تھا کہ انہیں سوشلزم کی قوتوں نے ایسی غضب ناک نظروں اور ایسے چبھتے ہوئے ہیبت ناک انداز سے گھورا تھا کہ پورے سرمایہ دارانہ نظام نے اس زبردست بھونچال کا جھٹکا محسوس کیا۔

انقلاب کا ایک حتمی اثر یہ ہوا کہ مزدور تحریک میں نظریاتی اختلاف شدید ہو گیا۔ روسی محنت کش عوام نے زار کی مطلق العنانیت کا تختہ الٹنے کی جو پر زور کوشش کی اس کی روشنی میں مختلف گروہوں کے نظریاتی جھگڑوں نے حقیقی شکل اختیار کر لی۔ اس دور کے بعد داخلی رجحانات اور اختلافات قطعی طور پر نمایاں ہو گئے۔ دائیں بازو کے عناصر پوری طرح باخبر اور انتہائی جارح ہو گئے۔ اعتدال پسند گروہ زیادہ ٹھوس شکل اختیار کرتے ہوئے دائیں جانب جھکنے لگا اور بایاں بازو ایک قطعی پروگرام اور تنظیم کی طرف مائل ہو گیا۔

انقلاب نے بین الاقوامی تحریک کے لیے متعدد ضروری اسباق مہیا کیے۔ اس نے بہت سی اہم گتھیاں سلجھائیں۔ مثلاً اس زمانہ کے حالات میں مسلح بغاوت پر کیوں کر عمل درآمد ہو سکتا تھا۔ عام سیاسی ہڑتالوں کے طریقے اور نتائج کیا ہو سکتے تھے۔ بورژوا طبقے اور سوشلسٹ انقلاب کے درمیان کیا رشتہ ہونا چاہیے، سوویت کا کردار کیوں کر مستقبل کے سماج کی بنیاد بن سکتا ہے، ایک ٹھوس اور منضبط مارکسی پارٹی کی ضرورت کیوں پیدا ہوئی، منشویک، انارکسٹ اور سوشلسٹ انقلابی کس طرح غداری پر آمادہ ہو جاتے ہیں، ان ابتدائی اسباق کو دنیا بھر کے مزدوروں کو ذہن نشین کرانا بنیادی کام تھا۔

بائیں بازو اور کسی حد تک اعتدال پسندوں نے یہ کام سرانجام دیا۔ لینن نے متعدد کتابوں میں بڑی ذہانت کے ساتھ انقلاب پر لکھا۔ روز الکسمبرگ نے کہا کہ ”اس عظیم جدوجہد نے جو بنیادی سبق دیا وہ مزدور تحریک کے لیے ایک عرصہ تک کافی ہے“ دوسری طرف دائیں بازو کے موقع پرستوں کی شروع ہی سے یہ کوشش رہی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مزدوروں کو انقلاب کے حقیقی پیغام سے دور رکھا جائے۔

اس لیے اکثر و بیشتر تقریروں میں ان کی بحث روسی مزدوروں کے بہادرانہ کارناموں کی پُر جوش تعریف تک محدود رہی۔ 1905 کا انقلاب دوسری انٹرنیشنل کے مقابلے میں اور تیسری انٹرنیشنل کی رعایات کا حامل تھا۔

دائیں بازو کے موقع پرست خصوصیات کے ساتھ روسی مزدوروں کی مسلح جدوجہد کی عظیم الشان اہمیت کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے اینگلز کے مضمون کو (دیکھیے باب 14) جس طرح مسخ کر کے پیش کیا تھا اس کے ذریعے اس بے حد پریشان کن مسئلہ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا ہے۔ پلیخنوف کی غدارانہ تنقید کہ ”انہیں ہتھیار نہ اُٹھانا چاہیے تھا“، ان کے لیے جائے پناہ ثابت ہوئی

انہوں نے اس پورے معاملہ پر یہ کہہ کر پردہ ڈالنے کی کوشش کی کہ مسلح جدوجہد کی طرف رجوع کرنا روسی جاگیرداری نظام کے اوگھڑ پن کی نشانی ہے لہٰذا مغربی سرمایہ دار ملکوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہاں عموماً مزدوروں کو رائے دہی کا حق حاصل ہے۔ دائیں بازو کے موقع پرستوں کو اس کوشش میں کافی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ اس طرح ترمیم پسند مزدوروں کے روایتی انقلاب ہتھیار ''بغاوت'' کے جواز کو دھندلا کرنے میں کوشاں تھا جسے متعدد ملکوں کے انقلابات میں مزدوروں نے پیٹی بورژوا کے شانہ بشانہ جدوجہد میں سیکھا تھا۔ بایں ہمہ ان کے لیے دور جدید کے اس عظیم ہتھیار کی اہمیت کو یک دم نظرانداز کردینا ممکن نہ تھا جس کی مزدوروں نے عام ہڑتال کے ذریعہ نشوونما کی تھی۔

سیاسی عوامی ہڑتال کا سوال

پہلی اور دوسری انٹرنیشنل کی پوری زندگی میں بالاصرار یہ مطالبہ کیا گیا اور اسے تقریباً ہر کانگرس میں پیش کیا گیا کہ عام ہڑتال کے استعمال کی تصدیق کی جائے تاکہ اس کے ذریعے جنگ کے خلاف لڑا جا سکے یا انقلاب کے لیے راہ ہموار کی جا سکے۔ بیشتر اوقات ووٹ کا حق حاصل کرنے کے لیے ہڑتال کی اجازت مانگی گئی لیکن یہ مطالبہ عموماً مسترد کردیا گیا تھا۔ بعد کے سالوں میں دائیں بازو کے موقع پرستوں اور ترمیم پسندوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ عام ہڑتال ہر حالت میں کیوں اور کیسے ناممکن ہے۔ وہ ہڑتال کو اصولی طور پر ہی غلط قرار دادیتے تھے لیکن 1900 کے بعد مختلف یورپی ملکوں خصوصاً روس میں 1905 کے انقلاب نے ان کے اس دعویٰ کی قلعی کھول دی۔ روسی بالشویکوں نے اپنی عظیم الشان عوامی سیاسی ہڑتالوں کا مظاہرہ کر کے اس حقیقت کا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاثبوت فراہم کردیا کہ اس ابتدائی ہتھیار کی عظیم طاقت مزدوروں کی جدوجہد کی ایک سب سے بڑی شکل ہے۔

چنانچہ عوامی ہڑتال کے جذبات تیزی کے ساتھ بہت سے ملکوں میں پھیل گئے۔ روز الکسمبرگ نے خاص طور پر دوسری انٹرنیشنل میں نقطۂ نظر کی قیادت کی۔ اکتوبر 1905 میں جب وی آنا میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے اجلاس میں عظیم روسی ہڑتالوں کی خبر پہنچی تو پارٹی نے اپنا اجلاس ملتوی کر کے فوراً عام ہڑتال کی تیاریاں شروع کردیں اور عوامی مظاہروں کا آغاز ہوگیا۔ 28 نومبر کو آسٹریا کے تمام صنعتی

اداروں کے مزدور کام چھوڑ کر باہر نکل آئے اور سارا کاروبار مفلوج ہو کر رہ گیا۔ پراگ میں مورچے قائم کر لیے گئے۔ ان کا مرکزی مطالبہ یہ تھا کہ بالغ حق رائے دہی کو تسلیم کیا جائے۔ حکومت ہر ممکن لیت ولعل کرتی رہی لیکن جب عام ہڑتال کے اور زیادہ پھیل جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا تو وہ نومبر 1907 میں ووٹ کا حق تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی۔ چنانچہ اس سال جب موسم بہار میں انتخابات ہوئی تو آسٹروی پارٹی کو دس لاکھ سے زیادہ ووٹ ملے۔ پارلیمنٹ میں اس کے نمائندوں کی تعداد 11 سے بڑھ کر 87 ہو گئی۔

عام ہڑتال کا معاملہ دوسری انٹرنیشنل کی بنیادی تنظیم جرمن سوشل ڈیموکریسی کے سامنے آیا تو زیر بحث سوال یہ تھا کہ طبقاتی نظام پر مبنی ووٹ کا طریقہ ختم کیا جائے اور اس کی جگہ عام، براہ راست، خفیہ اور مساوی حق رائے دہی کا طریقہ رائج کیا جائے۔ پروشیا میں 1903 کے انتخابات میں سوشلسٹوں نے 314,149 ووٹ حاصل کیے اور قدامت پرستوں نے 324,137 مگر قدامت پرستوں کے 134 نمائندے پارلیمنٹ میں پہنچ گئے لیکن سوشلسٹوں کو ایک بھی نشست نہ ملی۔ ترمیم پسندوں نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا جو سیاسی عوامی ہڑتال کی وجہ سے ان کے طبقاتی مفاہمت کے مکمل پروگرام کے لیے پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے اسے بہر صورت ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ 1905 میں منظم مزدوروں کے لیجن رہنماؤں نے کولون کے یونین کنونشن میں عام ہڑتال کی سخت مذمت کی۔ وہ جانتے تھے کہ بعد میں پارٹی کنونشن میں اس کے متعلق سوال اُٹھایا جائے گا لہٰذا انہوں نے بطور پیش بندی پہلے سے ہی اس کی مخالفت شروع کر دی۔ ان کی تحریک جو بھاری اکثریت سے منظور کی گئی یہ تھی ''کانگرس کا خیال ہے کہ اقتصادی جدوجہد کے بارے میں کسی قسم کا سوچ بچار کیے بغیر عام ہڑتال کو جس طرح انارکسٹ اور دوسرے لوگ پیش کرتے ہیں اختیار کرنا درخور اعتنا نہیں لہٰذا یہ کانگرس مزدور کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کام کو نظر انداز کر کے اس قسم کے خیالات کو قبول کرنے یا ان کی ترویج سے باز رہیں''۔

ستمبر 1905 میں بمقام جینا سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ بیبل نے سیاسی عوامی ہڑتال پر رپورٹ پیش کی۔ روزا لکسمبرگ، کلارا زٹیکن اور بائیں بازو کے دوسرے لوگوں نے سیاسی ہڑتال پر مارکسی نقطۂ نظر سے تقریریں کیں۔ اعتدال پسند گومگو کی حالت میں مبتلا رہے لیکن دائیں بازو کے لوگوں نے اس کے خلاف ہر طرف سے حملے کیے۔ ڈیوڈ اور دوسرے موقع پرستوں نے عام ہڑتال کی ''عام حماقت'' کہہ کر مذمت کی۔ انہوں نے ہڑتال کے امکان کو بعید از قیاس قرار دیا اور کہا یہ تو بجائے خود

انقلاب پر مشتمل ہے۔ بایں ہمہ کنونشن نے ببیل کی رپورٹ کے مفہوم پر مبنی حسب ذیل قرارداد جس میں ایک محدود نوعیت کی عوامی ہڑتال کی تصدیق تھی بھاری اکثریت کے ساتھ منظور کر لی: ''عام، مساوی براہ راست اور خفیہ حق رائے دہی یا اجتماع کے حق پر حملہ کیے جانے کی صورت میں مزدور طبقہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس حملے سے بچنے کے لیے ہر مناسب ذریعہ استعمال کرے۔ پارٹی کانگرس سمجھتی ہے کہ مزدور طبقہ کے خلاف اس قسم کے سیاسی جرم کے ارتکاب کو روکنے یا ان کی آزادی کے لیے ضروری اپنے حق کے حصول کے لئے ایک موثر ترین حربہ یہ ہے کہ انتہائی وسیع پیمانے پر سارا کام ٹھپ کر دیا جائے''۔

نیشنل ٹریڈ یونین اور پارٹی کنونشن کے متضاد طرز عمل یعنی ایک کا عام ہڑتال کی مذمت اور دوسری کا اس کی حمایت کرنا، ایک ایسی حقیقت تھی جس نے جرمن مزدور تحریک میں بحرانی کیفیت، پیدا کر دی۔ یہ رسہ کشی کا نقطۂ عروج تھا جو ٹریڈ یونین عہدہ داروں اور پارٹی کے درمیان کئی سال سے نشو ونما پا رہا تھا۔ یا زیادہ ٹھوس طریقہ پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ رجعت پرست افسر شاہی گروہ جس کی طاقت ٹریڈ یونینوں پر مسلم تھی اور پیٹی بورژوا دانشور جس کا رجحان انتہا پسندی کی طرف تھا ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے۔ اس سخت پیچیدگی کو سلجھانے کا یہ طریقہ تلاش کیا گیا کہ فروری 1906 میں بمقام مین ہیم پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور ٹریڈ یونین کے جنرل کمیشن کے مابین ایک خفیہ کانفرنس طے پائی اس میں پارٹی کے رہنما اپنا عام سیاسی ہڑتال کا منصوبہ ترک کر دینے پر راضی ہو گئے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ شرط بھی تسلیم کر لی کہ اس معاملہ پر مزدور یونین کی صفوں میں بحث کرنے سے بھی گریز کیا جائے گا۔ اس شکست کو قبول کرنے کی ذمہ داری ببیل پر عائد ہوتی ہے۔

ببیل اور کاؤتسکی پر مشتمل پارٹی قیادت کا موقع پرست ٹریڈ یونین افسر شاہی کے آگے یوں ہتھیار ڈال دینا جرمن سوشل ڈیموکریسی کی تاریخ کا ایک المناک باب ہے۔ اس نے دائیں بازو کی پوزیشن کی بہت زیادہ مضبوط بنا دیا۔ نیز اعتدال پسندوں اور بائیں بازو کو کمزور کر کے رکھ دیا۔ موقع پرست ٹریڈ یونین رہنماؤں کا پارٹی پر غلبہ ہو گیا۔ اس وقت پارٹی کی قیادت جس قسم کی تھی اس کی تشریح اس طرح ہو سکتی ہے کہ 1903 سے لے کر 1906 تک ریشتاغ (جرمن پارلیمنٹ) جن نمائندوں پر مشتمل تھی۔ ان میں 13 بورژوا اور نام نہاد دانشور طبقات سے تھے۔ 15 پیٹی بورژوا (ٹٹ پونجیے سرمایہ دار) اور 54 مزدور طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے جن میں زیادہ تر ٹریڈ یونینوں کے اعلیٰ عہدیدار تھے۔ مختصراً، جرمن

سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے 1904 المناک حالات نے ہی وہ بنیاد مہیا کی جس پر ترمیم پسندوں نے اپنی قیادت منظم کرلی، جنہوں نے جرمنی کے مزدور طبقہ کو گمراہ کر کے اسے دس برس کے بعد پہلی جنگ عظیم کی ہولناک تباہی میں دھکیل دیا۔

(۲۲)

نوآبادیاتی نظام اور جنگ سٹٹگارٹ (1907)

دوسری انٹرنیشنل کی ساتویں کانگرس 1907 میں بمقام سٹٹگارٹ منعقد ہوئی۔ جرمنی میں اپنی قسم کی یہ پہلی عالمی مزدور کانگرس تھی اس میں ایک ہزار ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی۔ ایک نسل قبل پہلی انٹرنیشنل کی ننھی منی کانگرسوں میں شریک ہونے والے ارکان کی بہ نسبت اس تعداد میں حیرت انگیز تفاوت تھا۔ کانگرس میں پیش کردہ رپورٹوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس وقت بیشتر ملکوں میں مزدوروں کی تنظیمیں، پارٹیاں، ٹریڈ یونینیں، امداد باہمی کی انجمنیں، مسلسل اور تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی تھیں۔ ہر طرف جوش اور ولولہ کا عالم تھا۔ کانگرس کا افتتاح پچاس ہزار مزدوروں کے زبردست مظاہرے سے کیا گیا۔ یہ اہم بین الاقوامی اجتماع پوری دنیا کے مزدوروں کی توجہ کا مرکز تھا۔

1904 میں ایمسٹرڈم میں دوسری انٹرنیشنل کے اجلاس کے بعد روسی انقلاب کا وقوع پذیر ہونا نہایت اہم سیاسی واقعہ تھا۔ لیکن انٹرنیشنل کے موقع پرست رہنما، بقول لینن اس عظیم واقعہ پر زیادہ توجہ دینے کے خواہش مند نہیں تھے کیونکہ اس سے جو سبق حاصل ہوتا تھا وہ بم کی طرح دھماکہ خیز تھا، لہٰذا ان کی تقریریں روسی مزدوروں کی بہادری کی صرف شاندار تعریف تک محدود رہیں اور انہوں نے محض زبانی جمع خرچ سے روسی مزدوروں سے تعاون کا عہد کیا۔

سٹٹگارٹ کانگرس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں لینن نے روسی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس وقت لینن کا مرتبہ اُن مشہور و معروف عالمی شخصیتوں کے سامنے زیادہ بلند نہیں سمجھا جاتا تھا جو ان دنوں کانگرس کی رہنمائی کر رہی تھیں۔ وہ لینن کو روس کے مخصوص حالات کی پیداوار اور

بائیں بازو کا ایک انتہا پسند سمجھتے تھے۔

نوآبادیاتی مسئلہ

ایک بنیادی مسئلہ جو کانگرس کے زیرِ بحث آیا نوآبادیات کا تھا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں گذشتہ تیس برس کے دوران میں تمام بڑی طاقتیں وسیع علاقوں پر قابض ہو گئیں اور انہوں نے مقامی باشندوں کو کچلنے اور لوٹنے کھسوٹنے کے لیے ایک انتہائی ظالمانہ نظام قائم کر رکھا تھا۔ اب یہ طاقتیں نوآبادیات کے لیے ناپاک لڑائیوں میں مصروف تھیں اور استعماریت ایک اہم سیاسی سوال بن گئی تھی۔

تمام ممالک کے سوشل ڈیموکریٹوں نے اعلانیہ یا پوشیدہ طور پر انتہائی بے غیرتی کے ساتھ اپنے سامراجیت پسند سرمایہ دار طبقہ کی نوآبادیاتی پالیسی کی حمایت کی یا اس کے متعلق مصالحتی رویہ اختیار کیا۔ ٹریڈ یونین افسر شاہی نے فوراً بھانپ لیا کہ سرمایہ دار اس بات کا مخالف نہیں کہ نوآبادیاتی عوام سے نچوڑے ہوئے بھاری منافع کے کچھ حصہ میں ماہر مزدور اشرافیہ کو بھی چند ٹکڑے دے کر شریک کر لیا جائے تاکہ منظّم مزدوروں کی حمایت حاصل کی جا سکے۔ چھٹ بھیا بورژوا بھی مقبوضات کی لوٹ کھسوٹ سے حاصل کردہ ''فارغ البالی'' میں حصہ دار تھا۔ اس حقیقت کے آئینہ دار سوشل ڈیموکریٹک دانشور تھے۔

مارکسیوں کے وقتاً فوقتاً احتجاج کرنے کے باوجود انگلستان کی مزدور تحریک نے انیسویں صدی کے آخری نصف میں برطانیہ عظمیٰ کے ایک عظیم الشان سامراجی سلطنت بننے میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ عظیم طاقتیں پسماندہ مفتوح ممالک کو جس طرح تحت و تاراج کر رہی تھیں اس کے خلاف ان ملکوں کے کسی بھی سرکردہ ٹریڈ یونین رہنما نے کوئی آواز بلند نہیں کی۔ انگلستان کے فیبئنز کے بارے میں کول اور پوسٹ گیٹ کا کہنا ہے کہ ''بہت سے فیبئین خصوصاً برنارڈ شا کے اندر سامراجی روح بول رہی تھی۔ مثلاً شا چھوٹی قوموں اور پسماندہ عوام کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ وہ انہیں ترقی پذیر تہذیب کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا تھا۔ انگریزی سامراج کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ یہ ایک ایسی قوت ہے جس میں تہذیبی آثار مضمر ہیں۔'' جرمنی فرانس، بلجیم، ہالینڈ اور دوسرے سامراجی ممالک کے ترمیم پسند سوشل ڈیموکریٹ شا کے ہم خیال تھے گو وہ اس قدر بیباکی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے معذور تھے۔ بائیں بازو میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو اس قسم کے فریب میں مبتلا تھے۔

ریاست ہائے متحدہ مزدور صفوں میں بھی سامراجی رجحانات کا بھونڈا پن کچھ کم نہ تھا۔ پہلے پہل گومپرز کی ''چندسری'' ٹریڈ یونین نے کیوبا، پیٹرو ریکو اور 1898 میں ہسپانوی امریکی جنگ میں اور فلیپائن پر امریکی تصرف کے خلاف کچھ احتجاج کیا لیکن بہت جلد خاموشی اختیار کر لی اور دیدہ دلیرا جارہ داروں کی سامراجی مہم بازی سے سمجھوتہ کر لیا۔ اس وقت سامراج کے بارے میں امریکی سوشلسٹوں نے جو پالیسی اختیار کر رکھی تھی اسے کپنس اس طرح اجمالاً پیش کرتا ہے ''دونوں سوشل ڈیموکریٹ پارٹیوں (ایس پی اور ایس۔ ایل۔ پی) کے لیے سامراج قطعاً کوئی مسئلہ نہ تھا۔ ان کے نزدیک یہ چھوٹے اور بڑے سرمایہ داروں کا تنازعہ تھا اور اس سے مزدور طبقہ کو کوئی واسطہ نہیں تھا چونکہ مزدور جو کچھ پیدا کرتے ہیں اس کا صرف نصف خود خرید سکتے ہیں اور سرمایہ دار بقایا نصف کی کھپت نہیں کر سکتا۔ اس لیے بڑے ٹرسٹ بیرونی منڈیاں تلاش کرنے پر مجبور ہیں۔'' چانس ڈیپیو کے اس بیان پر کہ امریکہ کے پاس مشرقی منڈیوں کا صرف پانچ فیصد حصہ ہے اور اسے مزید پچاس فیصد کی ضرورت ہے بائیں بازو کا ایک رہنما یوجین وی ڈیبز (29 ستمبر 1900 کو اپنی ایک تقریر میں) تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے ''اس 45 فی صد کا حاصل کرنا اس زمانہ میں گوری نسل کی ذمہ داری ہے۔'' ریاست ہائے متحدہ میں حبشی عوام پر طویل بہیمانہ تشدد کو قطعاً نظرانداز کر دینا امریکی سوشلسٹ تحریک کی ایک امتیازی خصوصیت تھی۔

جرمنی کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے حالیہ تجربات کے پیش نظر کانگرس میں نوآبادیاتی سوال پر بحث کو فوراً الٹ دیا گیا۔ ریشتاغ میں پارٹی کے ارکان 1904 میں جرمن فوج کی جنوب مغرب افریقہ میں ہیروں کے لیے اور پھر روس میں قتل و غارت گری کے خلاف احتجاجاً جنگ کے مطالبہ زر پر ووٹ دینے سے باز رہے تھے۔ (بعد میں اس کے خلاف ووٹ دیا) 1906 کے قومی انتخابات میں پیٹی بورژوا کی غداری کی وجہ سے پارٹی نے اگرچہ گنتی کے حساب سے پہلے کی نسبت اڑھائی لاکھ ووٹ زیادہ حاصل کیے مگر 38 نشستیں اس کے ہاتھ سے نکل گئیں لہٰذا دائیں بازو کے رہنماؤں نے سمجھا کہ اب ''سوشلسٹ'' نوآبادیاتی پالیسی وضع کرنے کا وقت آ گیا ہے تاکہ نوآبادیات کے سوال پر مستقبل میں سامراجیوں کے ساتھ کوئی ناخوشگوار تصادم واقع نہ ہونے پائے۔ اس مقصد سے سٹٹگارٹ کانگرس کے ایجنڈا میں یہ مسئلہ رکھا گیا۔

چنانچہ سٹٹگارٹ کانگرس کمیشن نے جس کا سربراہ رسوائے عالم ولندیزی ترمیم پسند وان کھول تھا

ایک قرار داد منظور کی جس میں یہ عبارت درج تھی ''کانگرس اعلان کرتی ہے کہ بالعموم نوآبادیات کی افادیت یا ضرورت کوخصوصاً مزدور طبقہ کے لیے بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے باوجود اس کے یہ کانگریس نوآبادیاتی پالیسی کو ہمیشہ کے لیےمسترد نہیں کرتی کیونکہ سوشلسٹ دور میں اس کے ذریعہ تہذیب کے مفاد کے لیے کام لیا جا سکتا ہے۔''اس میں شک نہیں کہ اس تصور سے جو اثرات مرتب ہوئے ان کے معنی رسمی طور پر سامراج کو تسلیم کر لینا تھا دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیاں استعمار کے خلاف لڑنے کے معاملہ پر بالکل بے عمل تھیں اور نہ ہی خود نوآبادیات میں اس کے لیے کوئی قدم اُٹھایا جا رہا تھا۔اس قرارداد سے حالات اور بھی زیادہ ابتر ہونے کا اندیشہ تھا۔

کانگرس کے بائیں بازو کے عناصر اور اعتدال پسندوں کے کمیشن کی اس بھونڈی موقع پرستی کو حریت پسندی کے انداز میں مسترد کر دیا اور ''سوشلسٹ'' استعماریت کا توہین آمیز پیرا حذف کرا دیا۔ گینکن اور فشر کہتے ہیں ''جس پیرا میں یہ بیان تھا اس پر جب رائے شماری ہوئی تو یہ دلچسپ حقیقت سامنے آئی کہ ان بڑے ملکوں کے وفود کی اکثریت جن کے قبضہ میں نوآبادیاں تھیں اور تمام چھوٹی استعماری طاقتوں کے وفود اس پیراگراف کو برقرار رکھنے کے حق میں تھے۔ بایں ہمہ کانگرس نے 108 کے مقابلہ میں 128 ووٹوں سے ترمیم شدہ قرارداد کو جس میں 1900 اور 1904 کی قراردادوں کی تصدیق کی گئی تھی منظور کر لیا۔سرمایہ داروں کی نوآبادیاتی پالیسی کی قطعی طور پر مذمت تو کی گئی لیکن صنعتی اور سیاسی لحاظ سے پسماندہ عوام و آزادانہ ترقی کے لئے کوئی واضح امکان پیش نہیں کیا گیا۔اگرچہ یہ ترمیم پسندوں کی شکست تھی تاہم انہوں نے اپنا موقع پرست طرز عمل ترک نہیں کیا۔

عسکریت پسندی اور جنگ کی مخالفت

سٹٹگارٹ کانگرس کا ایک بڑا کارنامہ جنگ کے بڑھتے ہوئے خطرہ کے خلاف اقدام تھا ایک عظیم یورپی جنگ کے خطرے کی گھنٹی پیشگی سنائی دے رہی تھی اور ہر طرف مزدوروں کو گہری تشویک لاحق تھی بیشتر بڑی طاقتوں نے ہتھیاروں کے انبار لگانا شروع کر دیے تھے اور ان میں روز بروز تصادم بڑھ رہے تھے۔1899 میں ہیگ کی عدالت امن (انجمن اقوام کی پیش رو) قائم کی گئی۔لیکن یہ سامراجی حکومتوں

کے شدید اختلافات رفع کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ 1906 میں الجزیرہ کانفرنس بھی مراکش کے سوال پر جرمنی اور فرانس میں کوئی قطعی مصالحت نہ کراسکی۔

کانفرنس میں جنگ کے خلاف چار قراردادیں پیش کی گئیں ان میں سے تین فرانسیسی وفد کی طرف سے تھیں۔ ان میں بیبل اور گستا دہروے کی پیش کردہ قراردادیں سب سے زیادہ اہم تھیں۔ بیبل کی قرارداد میں ابہام تھا۔ اس میں زیر بحث مسئلہ پر دوسری انٹرنیشنل کے روایتی مسلک کی پیروی کی گئی تھی۔ اس کی اصطلاحات میں اس قدر عمومیت تھی کہ دائیں بازو نے بھی اس کی پرجوش حمایت کی۔ اس سے خود بیبل کو بڑی پریشانی ہوئی۔ دوسری قرارداد ہروے نے فرانسیسی وفد کے ایک عنصر کی طرف سے پیش کی۔ ہروے ایک ایسا دانشور تھا جو سنڈیکلزم کو بطور شغل اختیار کیے ہوئے تھا اور ہر طرح کی وطن پرستی کی مخالفت کے لیے مشہور تھا، اگرچہ آخر کار اس نے پہلی جنگ عظیم کی حمایت کی۔ اس کی قرارداد کا مطالبہ تھا ''سفارتی جوڑ توڑ کی وجہ سے یورپ کے امن کی ہر طرف سے جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے پیش نظر کانگرس اپنے ساتھیوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ اعلان جنگ کا چاہے وہ کسی طرف سے بھی کیا جائے، جواب فوجی ہڑتال اور بغاوت کے ذریعہ دیا جائے۔''

مختلف قراردادوں پر بحث سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ انٹرنیشنل میں جنگ کے خلاف عام جدوجہد کے سوال پر سخت قسم کی الجھن تھی اور موقع پرستی بری طرح چھائی ہوئی تھی۔ بیبل کا یہ خیال غلط تھا کہ جارحیت کا تعین اس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ جو ملک پہلے گولی چلائے اسے جارح تصور کیا جائے۔ اس نے کہا ''حالات کی اب وہ شکل نہیں رہ گئی کہ تعلیم یافتہ اور سیاست کا مطالعہ کرنے والے مبصرین کی آنکھوں سے اوجھل جنگ کی تباہ کاریوں کا تانا بانا بنا جاسکے۔ خفیہ سفارتی جوڑ توڑ کا دور ختم ہو گیا۔'' ہروے نے جائز اور ناجائز جنگوں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا بلکہ سب کی یکساں طور پر مذمت کی۔ جاریس اور ویلانٹ نے جو نقطۂ نظر پیش کیا اس میں بورژوا مادر وطن کی ''وطن دوست'' مدافعت کا عنصر تھا۔ جرمنی، آسٹریا اور دوسرے ملکوں کے بدنام ترمیم پسند بھی اسی خیال کے حامی تھے۔

لینن نے اس مسئلہ میں مداخلت کی۔ مارکس کی طرح لینن بھی یہ سمجھتا تھا کہ جنگ کے خلاف لڑنے کے لیے صرف عام ہڑتال کافی نہیں ہے۔ اس نے اعلان کیا کہ سامراجی جنگ کا کامیاب مقابلہ صرف پرولتاریہ انقلاب سے ہی کیا جاسکتا ہے چنانچہ اس نے اور روز الکسمبرگ نے بیبل کی قرارداد میں انہی

مفہوم کی ایک ترمیم پیش کی جسے روز الکسمبرگ نے روسی اور پولستانی وفود کے نام پر سب کمیٹی کے سامنے رکھا۔ مارتوف نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کیے۔ ببیل نے اصرار کیا کہ قرارداد کے لہجہ کو انتہائی نرم بنایا جائے ورنہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت جرمن سوشل ڈیموکریٹک تنظیم کو توڑ دے گی۔ لیکن قرارداد کی روح برقرار رہی۔ لینن اور الکسمبرگ کی ترمیم نے وہی پالیسی اختیار کی جس کی پیروی بالشویکوں نے روس اور جاپان کی جنگ میں کی تھی۔ اسی لائن نے مستقبل میں سامراج کے خلاف انقلابی جدوجہد کا تعین کیا۔ جیسا کہ لینن کہتا ہے کہ اس نے ''ببیل کی مبہم قرارداد کو ایک واضح انقلابی خصوصیت بخشی'' اس ترمیم کا لب لباب یہ تھا۔ کہ سر پر منڈلاتی ہوئی سامراجی جنگ کی مدافعت سوشلزم کے لیے لڑائی کے ذریعہ ہی کی جا سکتی ہے۔ یہ مشہور قرارداد پوری کی پوری ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

یہ قرارداد خاص بحث وتمحیص کے بعد پر جوش تائید سے منظور کی گئی۔ دائیں بازو والوں نے بھی اس کی حمایت کی یہ ان کی بے ضابطگی کی دوسری مثال تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ ان موقع پرستوں کو لینن کی انقلابی تجویز سے کوئی سروکار نہ تھا جیسا کہ بہت جلد اس کا مظاہرہ ہو گیا۔ بایں ہمہ انہوں نے اس کی حمایت میں ووٹ دیا۔ ہروے نے تلخی کے ساتھ اس حقیقت کا انکشاف کیا۔ ''کمیشن میں ببیل اور ولمر کی تقریریں سیاہ تھیں جب کہ قرارداد سفید تھی۔'' اس نے کہا کہ اس عمیق تضاد کے پیش نظر جرمن وفد کے لیے مناسب ہے کہ وہ کانگرس کو یقین دلائے کہ قرارداد پر واقعی عمل درآمد ہو گا۔

کانگرس میں قرارداد پیش کرتے ہوئے روز الکسمبرگ نے دعویٰ کیا کہ جارلیس اور ویلانٹ کے خیالات سے کہیں زیادہ ترمیم کا یہ مطالبہ ہے کہ ''جنگ کی صورت میں ایجی ٹیشن کا رخ نہ صرف جنگ کے خاتمہ کی طرف ہونا چاہئے بلکہ مجموعی طور پر اس کا استعمال طبقاتی اقتدار کا تختہ جلد از جلد الٹ دینے کے لیے بھی ہونا چاہیے۔'' اس نے بتایا کہ ''روسی انقلاب جنگ کے نتیجہ کے طور پر وقوع پذیر نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے جنگ کو ختم کرنے کا بھی کام کیا۔'' بعد میں لینن نے مخالف جنگ قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے ہروے کی ''عام جنگوں'' تک میکانکی طریق سے رسائی پر تنقید کی۔ انقلابی جنگ میں امتیاز کرنے کی ضرورت کو واضح کرتے ہوئے اس نے کہا ''اس جدوجہد لازمی مقصد نہ صرف جنگ کی جگہ امن بلکہ سرمایہ داری کی جگہ سوشلزم ہونا چاہیے۔ معاملہ صرف جنگ کو روکنے تک محدود نہیں بلکہ معاملہ جنگ سے پیدا ہونے والے بحران کا بعجلت تمام بورژوا طبقہ کا تختہ الٹنے کے لیے استعمال کرنے کا ہے۔'' اس نے ببیل کی

قرارداد کی خامیوں پر سخت تنقید کی۔

سٹٹگارٹ قرارداد

''کانگرس عسکریت اور سامراجیت کے خلاف اُن قراردادوں کی توثیق کرتی ہے جنہیں گذشتہ انٹرنیشنل کی کانگرسوں نے منظور کیا ہے اور ایک بار پھر یہ اعلان کرتی ہے کہ بالعموم سوشلسٹ طبقاتی جدوجہد کو عسکریت کے خلاف جدوجہد سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

''عموماً سرمایہ دار ریاستوں کے مابین جنگ عالمی منڈیوں کے لیے مقابلہ کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتی ہے ہر ریاست یہ کوشش کرتی ہے کہ نہ صرف اس کی مقبوضہ منڈیاں محفوظ رہیں بلکہ نئی منڈیاں بھی حاصل ہوں اس معاملہ میں غیر ملکی عوام اور ملکوں کی محکومی ایک رہنمایانہ کردار ادا کرتی ہے، مزید برآں ہتھیاروں کی مسلسل دوڑ جو عسکریت کی خصوصیت ہے لڑائیوں کا سبب ہوتی ہے۔ عسکریت بورژوا کے طبقاتی اقتدار اور مزدور طبقہ کی اقتصادی وسیاسی محکومی کا خاص ہتھیار ہے۔

''جنگیں قومی تعصّبات کو ہوا دیتی ہیں حکمران طبقہ اپنے مفاد کی خاطر متمدن اقوام میں ان تعصّبات کی نہایت باقاعدگی کے ساتھ آبیاری کرتا ہے تاکہ پرولتاری عوام کا دھیان اپنے طبقاتی مسائل نیز بین الاقوامی طبقاتی اتحاد کے فرائض سے ہٹ جائے۔

''چنانچہ جنگیں سرمایہ داری کی فطرت میں داخل ہیں۔ ان کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام مٹا نہیں دیا جاتا یا جب تک کہ ترقی پذیر فوجی تکنیک کی وجہ سے جان اور مال کی قربانیوں کی تعداد اور جنگی تیاریوں کی وجہ سے بھڑکنے والا غصہ عوام کو اس نظام کے ختم کرنے کی طرف راغب نہیں کرتا۔

''بدیں اسباب مزدور طبقہ جو کہ فوج کی سب سے بڑی تعداد مہیا کرتا ہے اور سب سے زیادہ مادی قربانی دیتا ہے جنگ کا فطری مخالف ہے کیونکہ جنگ اس کے ان مقاصد کے راستے میں رکاوٹ ہے جو سوشلسٹ بنیادوں پر اقتصادی تنظیم کا ڈھانچہ تیار کرنا چاہتے ہیں تاکہ کل عوام کی سیادت قائم کی جاسکے۔

''اس لیے کانگرس سمجھتی ہے کہ مزدور طبقہ اور خصوصاً پارلیمنٹ میں اس کے نمائندوں کا فرض ہے کہ بری اور بحری فوجی تیاریوں کی پوری قوت کے ساتھ مخالفت کریں اور بورژوا سماج کی طبقاتی فطرت کو بے نقاب کرے فوجی تیاریوں کے ذرائع مہیا کرنے سے انکار کریں اور بتائیں کہ طبقاتی مخاصمت برقرار رکھنے سے اس کا کیا مقصد ہے۔ یہ بھی ان کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ پرولتاری نوجوان عوامی بھائی چارہ کے جذبات اور سوشلزم کی تعلیم حاصل کریں اور طبقاتی شعور سے سرشار ہوں۔

''کانگرس مستقل فوج کی بجائے ملیشیا قائم کر کے فوج کو جمہوری تنظیم بنانا چاہتی ہے یہی چیز تمام جارحانہ جنگوں کو ناممکن بنانے کی ضروری ضمانت دے سکتی ہے اور اس کے ذریعہ طبقاتی مخاصمت کے فروغ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

''مزدور طبقہ کی مخالف جنگ سرگرمیوں کو ایک ٹھوس شکل دینے کی اہلیت انٹرنیشنل میں نہیں ہے کیونکہ یہ سرگرمیاں قومی حالات، وقت اور مقام کے اختلاف کی وجہ سے ناگزیر طور پر مختلف ہیں لیکن یہ اس کا فرض ہے کہ جنگ کو روکنے کے لیے حتی امکان مزدور طبقہ کی کوششوں کو مربوط اور مستحکم کرے۔

''یہ حقیقت ہے کہ بروسلزم کی انٹرنیشنل کانگرس کے بعد پرولتاریہ نے بری اور بحری اسلحہ بندی کی تمام تیاریوں میں رکاوٹ بن کر اور فوج کو جمہوری تنظیم بنانے کی کوشش سے عسکریت پسندی کے خلاف انتہائی مختلف اشکال میں روز افزوں روزعمل اور کامیابی کے ساتھ جدوجہد کی تاکہ جنگیں برپا ہونے کا امکان ختم کیا جاسکے یا پھر چھڑی ہوئی جنگوں کو روکا جاسکے۔ اس کے ساتھ ہی سماج میں جنگ کے باعث پیدا شدہ اضطراب کو مزدوروں کی نجات کے لیے استعمال کیا جاسکے۔

''اس کا ثبوت ہے وہ سمجھوتہ ہے جو فاشوڈہ سانحہ کے بعد انگریز اور فرانسیسی ٹریڈ یونینوں میں قیام امن اور دونوں ملکوں کے درمیان رشتہ اخوت بحال رکھنے کے لیے تکمیل پایا۔ مراکشی بحران کے دوران میں جرمن اور فرانسیسی پارلیمنٹ میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کا کا رویہ، اس مقصد کے پیش نظر فرانسیسی اور جرمن سوشلسٹوں کا

مظاہرہ، آسٹریا اور اٹلی کے سوشلسٹوں کا متحدہ عمل کرنے کا فیصلہ جو انہوں نے دونوں ملکوں کی لڑائی میں مزاحمت کی غرض سے ٹرلسیٹ میں کیا۔ مزید برآن سویڈن کے سوشلسٹ مزدوروں کی پرجوش مداخلت جو ناروے پر حملہ روکنے کی غرض سے کی گئی اور آخر میں روس اور پولینڈ کے سوشلسٹ مزدوروں اور کسانوں کی قربانیاں اور ایثار ہے جو انہوں نے زار کی چھیڑی ہوئی جنگ کے خلاف اور پھر اس کے فوری خاتمہ کے لیے پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی مزدور طبقہ کی آزادی کے لیے ان کی قومی بحران سے فائدہ اُٹھانے کی کوششیں ہیں۔

''یہ تمام کوششیں مضبوط مداخلت کے ذریعہ قیام امن کو پائیدار بنانے کے لیے پرولتاریہ کی بڑھتی ہوئی طاقت اور بیش از بیش قوت کے شاہد ہیں۔ مزدور طبقہ کے اس طرز عمل کو اور بھی زیادہ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس قسم کی سرگرمیوں سے اس کی روح کو چاق وچوبند رکھا جائے اور انٹرنیشنل مختلف ملکوں کی مزدور پارٹیوں کو متحرک اور مضبوط کرے۔

''کانگرس کو اطمینان ہے کہ حکومت کے اختیار کردہ حقیر اقدامات کی بجائے پرولتاریہ کے دباؤ اور ثالثی عدالتوں کے سنجیدہ استعمال سے تخفیف اسلحہ سے حاصل ہونے والے فوائد تمام ملکوں کے لیے یقینی ہوسکتے ہیں۔ دولت اور توانائی کے عظیم مصارف ثقافتی مقاصد کے لیے استعمال کے قابل بنائے جاسکتے ہیں جنہیں اب فوجی اسلحہ بندی اور جنگ ہضم کرجاتی ہے

''اس صورت میں کہ جنگ کے پھوٹ پڑنے کا خطرہ بڑھ جائے تو متعلقہ ممالک کے مزدور طبقہ اور اس کے پارلیمانی نمائندوں کا فرض ہے کہ وہ انٹرنیشنل (سوشلسٹ) بیورو کی استحکام بخشنے والی سرگرمیوں کی حمایت کے ساتھ جنگ کی ابتدا کو ہر اس ممکن ذریعہ سے جسے وہ موثر ترین سمجھتے ہوں روکنے کی کوشش کریں فطرتاً اس میں طبقاتی جدوجہد کی شدت اور عام سیاسی حالت کے مطابق اختلاف ہوگا۔

''تاہم اگر لڑائی شروع ہوجاتی ہے تو یہ ان کا فرض ہے کہ اسے جلد از جلد ختم کرنے

کے لیے مداخلت کریں اور جنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والے اقتصادی اور سیاسی بحران کو حتی المقدور لوگوں کو ابھارنے کے لیے استعمال کریں تاکہ اس طرح سرمایہ دار طبقاتی اقتدار جلد از جلد ختم ہو۔"

امریکہ کی قومی جارحانہ وطن پرستی

ایسی بہت سی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں تھیں جن میں جارحانہ وطن پرستی سرایت کیے ہوئے تھی ریاست ہائے متحدہ کی سوشلسٹ پارٹی اس کی بھونڈی مثال تھی۔ اس کا اظہار جس طرح سے ہو رہا تھا اس میں تبدیلی وطن کا بھی ایک مسئلہ تھا۔ سٹٹگارٹ اور آمسٹرڈم دونوں کانگرسوں میں بیشتر امریکی وفد کی ایما پر یہ سوال زیر بحث آیا۔ کئی سال سے ریاست ہائے متحدہ کے ٹریڈ یونین حلقوں میں تبدیل وطن کر کے آنے والوں کو روکنے کے لیے بڑا ایجی ٹیشن ہو رہا تھا۔ ہنرمند مزدور اجارہ داری قائم کر کے اپنے مخصوص پیشوں کے اردگرد دیوار کھڑی کر دینا چاہتے تھے۔ یہ تحریک ان کے ان میلانات سے مطابقت رکھتی تھے۔ ان کے خیالات کا بدترین مظہر ساحل بحرالکاہل پر ان کا نعرہ "چینی چلے جائیں" تھا۔ یہ نعرہ نہ صرف چینیوں کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا بلکہ یورپ سے ریاست ہائے متحدہ میں داخل ہونے والے مزدوروں کے خلاف بھی استعمال ہوتا تھا۔

سوشلسٹ پارٹی بورژوا دانشوروں اور ٹریڈ یونین افسر شاہی کے زیر اثر تھی اس لیے اس نے اس رجعت پرست رجحان کے خلاف مورچہ نہیں لیا بلکہ اس کے گڑھ امریکی فیڈریشن آف لیبر کی گومپرز افسر شاہی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کر پارٹی کی ہدایات پر 1904 میں بمقام آمسٹرڈم ہلکیٹ اور دوسرے امریکی گیٹوں نے ہالینڈ کے ورڈ دراٹ اور دان کول اور آسٹریلیا کے تھامپسن کی معیت میں ایک قرارداد پیش کی جس کا مقصد مجموعی طور پر پسماندہ نسلوں (چینی، حبشی وغیرہ) کو مستثنیٰ رکھنا تھا۔ ڈے لیون نے اسے پروان نہ چڑھنے دیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ڈیلی گیٹ اس کی حمایت میں نہیں ہیں تو واپس لے لی گئی۔

تاہم وہ باز نہ آئے۔ تین سال بعد امریکی وفد دوبارہ ہلکیٹ کی سربراہی میں سٹٹگارٹ پہنچا اور اسی

قسم کی قرارداد پیش کی۔ اس تجویز میں پھر تارکان وطن کو مستثنیٰ رکھنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ ''ان لوگوں میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ اپنے اختیار کردہ ملک کے مزدوروں میں جذب ہوسکیں''۔ دریں اثنا وکٹر برجر اور ارنسٹ انٹرمین جیسے جارحانہ وطن پرست رہنما علانیہ طور پر اخراج کی مہم چلاتے رہے۔ سٹٹگارٹ کانگرس نے امریکی تجویز مسترد کر دی اور ترک وطن کے بارے میں ایک زیادہ معقول قرارداد منظور کی۔ ٹھیکہ پر مزدوروں کی برآمدگی کی مذمت کرتے ہوئے قرارداد نے ان تمام کاروائیوں کو قابل مذمت ٹھہرایا جو نسلی یا قومی بنیادوں پر ترک وطن کی آزادی پر پابندی عائد کرتی ہیں۔ اس نے تجویز کی کہ تارکان وطن کو منظم کر کے مزدوروں کا قومی معیار زندگی بلند کیا جائے اور ان کے سارے اقتصادی وسیاسی حقوق کی نگرانی کی جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاست ہائے متحدہ میں حقیقتاً بنیادی صنعتوں میں کام کرنے والے 30 سے لے کر 75 فی صد تک غیر ملکی ہمیشہ ان مزدوروں کے صف اول میں رہے جو اضافہ اجرت، کام کے حالات کو بہتر بنانے، ٹریڈ یونین کی تعمیر اور ایک مضبوط مارکسی سیاسی پارٹی کے قیام کے لیے لڑتے رہے۔ نصف صدی تک ریاست ہائے متحدہ میں مارکسی تحریک غیر ملکی مزدوروں کے کاندھوں پر قائم رہی۔

سٹٹگارٹ کانگرس نے تارکان وطن کے استثنا کی تجویز کو مسترد کر کے امریکی سوشلسٹ پارٹی کے رہنماؤں میں جارحانہ وطن پرستی کے موقع پرست جذبات کو اور بھی زیادہ مشتعل کر دیا۔ کینس ان کے عام طرز عمل کو اس طرح بیان کرتا ہے ''کُل کا کُل دایاں بازو اور اعتدال پسند وبایاں بازو کا کچھ حصہ سٹٹگارٹ قرارداد سے برافروختہ ہوگیا۔ وکٹر برجر نے کانگرس میں شامل ہونے والے امریکی نمائندوں، ہلکیٹ، الجرنان اور اے ایم، سائمنز پر فوراً کھلم کھلا الزامات عائد کیے اور کہا کہ'' دانشوروں کے اس حلقہ نے قرارداد کو تسلیم کر کے امریکی پرولتاریہ سے غداری کی ہے۔ اس کی وجہ سے جاپانی اور چینی قلیوں کو ریاست ہائے متحدہ میں داخل ہونے کی کھلی چھٹی مل گئی ہے۔'' برجر نے کہا کہ اگر ہم امریکہ اور کناڈا میں سوشلزم لانا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے لازمی ہے کہ ہم ملکوں کو سفید فام لوگوں کے لیے محفوظ رکھیں۔ پارٹی کا یہ رویہ قطعاً آئینہ دار تھا اس کی اس سے بھی زیادہ شرمناک رواداری کا جس کا ثبوت اس نے وجم کر، لنچنگ اور دوسرے مظالم کو ریاست ہائے متحدہ میں حبشی عوام کے لیے جائز رکھ کر دیا تھا۔ ڈیبز نے پارٹی کے اس استثنیٰ پسند رویہ کے خلاف سخت احتجاج کیا۔

کوپن ہیگن کانگرس 1910

دوسرے انٹرنیشنل کی آٹھویں کانگرس بمقام کوپن ہیگن 28 اگست 1910 کو شروع ہوئی۔ ڈیلی گیٹوں کے اجتماع کا یہ وہ وقت تھا جب کہ اسلحہ کی دوڑ روز بروز زیادہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ سٹٹگارٹ کانگرس کے بعد ان تین سالوں میں جنگ کا خطرہ زیادہ شدت کے ساتھ درپیش تھا، لہٰذا ایک مرتبہ پھر اس سوشلسٹ پارلیمنٹ کا دھیان ان اہم مسائل کی طرف مرکوز رہا کہ لڑائی چھڑ جانے پر کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے اور اس اثنا میں بڑھتی ہوئی عسکریت پسندی کے خلاف کیونکر محاذ قائم کیا جائے۔

اس غیر یقینی صورت حال کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ نو آبادیاتی و نیم نو آبادیاتی عوام کی جدوجہد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہندوستانی اور چینی عوام میں ہیجان برپا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ترکی اور ایران ابھی ابھی انقلاب سے دوچار ہو چکے تھے۔ موخرالذ ملک زار کے روسی سامراج کا جوا تار پھینکنا چاہتا تھا۔ دوسری انٹرنیشنل کے دائیں بازو کے رہنماؤں کے لیے اس قسم کی تحریکوں کی حمایت بعید از قیاس بات تھی لہٰذا انہوں نے ترکی اور ایران کے مجاہدین کو صرف مبارک باد کا رسمی تار بھیجنے پر ہی اکتفا کی۔

مخالف جنگ قرارداد

عام ہڑتال کے مبلغین نے جو ہڑتال کو جنگ کے روکنے کا تریاق سمجھتے تھے حسب دستور پھر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔ البتہ اس مرتبہ ان کی خاصی قوت تھی۔ انگلستان کے کیر ہارڈی نے فرانس کے ویلانٹ کی ہم نوائی کرتے ہوئے مجوزہ قرارداد میں ایک قرارداد میں ایک ترمیم پیش کی۔ قرارداد کا متن یہ تھا" کانگرس سمجھتی ہے کہ خاص کر ان صنعتوں میں جو سامان جنگ (اسلحہ، گولہ بارود، حمل ونقل کے ذرائع وغیرہ) فراہم کرتی ہیں مزدوروں کی ہمہ گیر ہڑتال اور انتہائی شدید عوامی ایجی ٹیشن موثر ترین حربہ ہے جسے جنگ کو روکنے کے لیے کام میں لانا چاہیئے۔

جنگ کے خلاف عام ہڑتال کی تحریک کو سپین کے حالیہ واقعات نے تقویت بخشی۔ 26 جولائی 1909 کو بارسیلونا کے مزدوروں نے اپنے اقتصادی مطالبات کی اہمیت ظاہر کرنے اور مراکش میں سپین

کی رجعت پسندانہ جنگ کے خلاف بطور احتجاج عام ہڑتال کی۔ یہ ہڑتال انتہائی مجاہدانہ طریقہ پر لڑی گئی اور دور دور تک پھیل گئی اس میں تقریباً تین لاکھ مزدوروں نے حصہ لیا۔ ہڑتال 31 جولائی تک چلتی رہی اس کے بعد قومی پیمانے پر ایک اور ہڑتال 2 اگست کو ہوئی مگر پولیس کے تشدد سوشلسٹ اور انارکو سنڈیکلسٹ ٹریڈ یونین رہنماؤں کی گرفتاری کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکی۔

عام ہڑتال کی ترمیم کے خلاف اصل لڑائی جرمنی کے لیڈے بورے کی۔ اگرچہ وہ خود اعتدال پسند کی حیثیت سے مشہور تھا لیکن مزدوروں کی مجاہدانہ جدوجہد کہ ہر شکل کی مخالفت کرنے کے لیے اس نے ترمیم پسندوں کی اس دلیل کو بطور آر استعمال کیا کہ ایسا کرنے سے پولیس سوشل ڈیموکریٹک تنظیموں کو توڑ دے گی جس کے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ لائب نخ کچھ ہی عرصہ بیشتر جنگ کے خلاف تقریر کرنے کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا تھا۔ اس لئے لیڈے بورنے اس مرتبہ دوگنی سرگرمی دکھائی۔ کمیشن میں عام ہڑتال کی ترمیم 58 کے مقابلہ میں 119 ووٹوں سے گر گئی اور تمام معاملہ مزید غور وخوض کے لئے انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کے سپرد کر دیا گیا۔

مخالف جنگ قرارداد جسے بالآخر تسلیم کیا گیا سٹٹگارٹ قرارداد کے بنیادی خطوط پر مرتب کی گئی تھی:
''سوشلسٹ پارلیمانی نمائندوں کو لازم ہے کہ وہ اُن فرائض سے وابستہ رہیں جنہیں بار بار دہرایا جا چکا ہے یعنی اسلحہ بندی کے خلاف حتی الامکان جدوجہد جاری رکھیں اور جنگ کی خاطر سرمایہ کی فراہمی سے انکار کریں۔ نیز کانگرس امید کرتی ہے کہ یہ نمائندے (الف) ریاستوں کے مابین تمام جھگڑوں کے تصفیہ کے لیے جبری بین الاقوامی ثالثی کی عدالت قائم کرنے کا مطالبہ مسلسل دہراتے رہیں گے۔ (ب) اس مطالبہ کی مسلسل تجدید کرتے رہیں گے جس کا مقصد عام تخفیف اسلحہ اور سب سے بڑھ کر ایک ایسی کانفرنس کا انعقاد ہے جو بحری اسلحہ بندی کو محدود کرے اور سمندروں پر زبردستی قبضہ کے حق کو ختم کرے (ج) خفیہ سفارتی جوڑ توڑ کے خاتمہ اور تمام موجودہ یا مستقبل کی حکومتوں کے مابین معاہدات کو شائع کرنے کا مطالبہ کریں گے (د) قوموں کے حق خود ارادیت کی حمایت میں آواز بلند کریں گے اور اُن پر فوج کشی اور انہیں طاقت سے کچلنے کی مخالفت کریں گے'' اس کے بعد لینن اور الکسمبرگ کے مرتب کردہ سٹٹگارٹ قرارداد کے دو مشہور پیرے دیئے گئے جن میں کہا گیا تھا کہ اگر کوئی عظیم جنگ چھڑ جائے تو اس وقت سوشلزم کے قیام کے لیے لڑائی کی جائے۔ (دیکھئے باب 22)

قرارداد بالاتفاق منظور کی گئی۔ پولینڈ کے ریڈک نے بائیں بازو کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے قرارداد کی اس تجویز کی مخالفت کی جس میں تخفیف اسلحہ اور بین الاقوامی ثالثی عدالت کا مطالبہ تھا۔اس نے انہیں فضول قرار دیا لیکن اس نے قرارداد سے اس کے لینن ولکسمبرگ کے انقلابی پیراگرافوں کی بنیاد پر اتفاق کیا۔حسب دستور دائیں بازو والوں نے دکھاوے کے طور پر قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔ان کا مقصد یقیناً اس پر عمل کرنا نہ تھا یعنی وہ سامراجی جنگ کا سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے مقابلہ کرنے کے خواہش مند نہ تھے۔

نیشنل ٹریڈ یونین ازم

دوسری انٹرنیشنل کی کشتی بالآخر جس چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوئی وہ سرمایہ دارانہ قوم پرستی تھی یعنی ترمیم پسند رہنما جو مختلف پارٹیوں کے نگران تھے اپنے قومی تعصّبات اور مصلحت کوشیوں کو مزدوروں کے طبقاتی مفاد پر حاوی کرتے رہے، یہاں تک کہ پہلی جنگ عظیم نے تحریک کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا۔ سرمایہ دارانہ قوم پرستی کا یہ پرایار، جان پوری انٹرنیشنل کی سرگرمیوں اور اس کی مختلف کانگرسوں میں کارفرما رہا۔ یہ تباہ کن کمزوری کوپن ہیگن میں ٹریڈ یونین مسئلہ پر بحث کے دوران نہایت تیزی کے ساتھ منظر عام پر آئی۔خصوصاً اس نے ٹھوس شکل اس وقت اختیار کی جب آسٹریا کی ٹریڈ تحریک میں قومی اختلاف کا مسئلہ سامنے آیا۔

اُسی زمانے میں لینن نے سٹالن کی قریبی رفاقت میں پیچیدہ قومی مسئلہ کے متعلق مضبوط پرولتاریہ پالیسی وضع کی جو اس کی بہت بڑی کامیابی تھی۔روس میں متعدد مختلف قومیں بستی تھیں لہٰذا یہ مسئلہ وہاں کی پارٹی اور مزدور طبقہ کے لئے بنیادی اہمیت رکھتا تھا۔لینن نے اس مسئلہ کا جو حل پیش کیا وہ دو بنیادی دعوؤں پر مبنی تھا۔ پہلا یہ کہ روس کے تمام سوشلسٹ بین الاقوامیت کا صحیح جذبہ رکھتے ہوئے ایک سوشل ڈیموکریٹک پارٹی سے منسلک رہیں۔دوسرا یہ کہ یہ پارٹی اور اس کے اپنے ملکی عوام دیگر مظلوم قوموں کے لیے حق خودارادیت کا مطالبہ کریں۔اس میں علیحدگی کا حق بھی شامل ہونا چاہیے۔سوویٹ یونین، عوامی چین نیز سوشلزم اور کمیونزم کے راستہ پر چلنے والے دیگر ملکوں نے یہی پالیسی اختیار کر رکھی ہے جو آج

انتہائی کامیاب ثابت ہورہی ہے۔

سوشل ڈیموکریٹک ترمیم پسند جو دوسری انٹرنیشنل کی تقریباً تمام پارٹیوں کے سربراہ تھے چونکہ خود وہ قوم پرست اور سامراج کے حامی تھے اس لیے انہیں قومی مسئلہ کا یہ انقلابی بین الاقوامی حل قبول نہ تھا۔ وہ قومیت کے مسئلہ کے مروجہ سرمایہ دارانہ سامراجی حل کو درہم برہم کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بعض اعتدال پسندوں نے بھی موقع پرستوں کا وہ منصوبہ اپنا لیا جو مظلوم عوام کے لیے موجودہ سامراجی ڈھانچہ کے اندر ''قومی ثقافتی خودمختاری'' کے نام سے گھڑا گیا تھا۔ اس ناقص سامراجی نقطہ نظر کے خاص نظریہ ساز آسٹروی رہنما وکٹر ایڈلر، اوٹو بائر اور کارل رینر تھے۔ متعدد قوموں پر مشتمل ریاست ہونے کی وجہ سے آسٹریا اس نظریہ کے اطلاق کی مخصوص سرزمین تھی۔ اس کا عام طور پر یہ اثر ہوا کہ مزدور تحریک میں پھوٹ پڑ گئی اور مزدوروں میں بدترین قومی تعصّبات سر اُٹھانے لگے اور پارٹی سرمایہ دارانہ قومی پارٹیوں کے نظریات کا شکار ہوگئی۔

اس نظریہ نے کس طرح عملی صورت اختیار کی، سٹالن اسے بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ''1896 تک آسٹریا میں ایک متحدہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی تھی۔ اسی سال چیک لوگوں نے لندن کی انٹرنیشنل کانگرس میں پہلی مرتبہ جداگانہ نمائندگی کا مطالبہ کیا جو منظور کرلیا گیا۔ 1897 میں وی آنا (ویمبرگ) کی پارٹی کانگرس میں متحدہ پارٹی توڑ دی گئی۔ اور اس کی جگہ چھ قومی ''سوشل ڈیموکریٹک گروپوں'' کی ایک وفاقی لیگ وجود میں آئی۔ آخرکار یہ گروپ خودمختار پارٹیوں میں تبدیل ہوگئے۔ ان پارٹیوں نے بتدریج ایک دوسرے سے اپنا تعلق منقطع کرلیا۔ ان پارٹیوں کی پارلیمانی مجلسیں بنیں پھر یہ بھی ٹوٹ گئیں اور ان کی جگہ قومی ''بزم'' (کلبیں) قائم کی گئیں۔ اس کے بعد ٹریڈ یونینوں کی باری آئی۔ یہ بھی قومی خطوط پر منقسم ہوگئیں۔ یہاں تک کہ امداد باہمی کی انجمنیں بھی اسی انجام کو پہنچیں۔'' روس میں یہودیوں کی جماعت جس پر موقع پرست چھائے ہوئے تھے ''قومی ثقافتی خودمختاری'' کے اصول کا اطلاق چاہتی تھی کیونکہ اس کا دعویٰ تھا کہ روس کے تمام یہودی اس کے حلقہ اثر میں ہیں لیکن پارٹی نے سختی کے ساتھ اس انتشار انگیز پالیسی کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔

کوپن ہیگن کانگرس نے زور دیا کہ ٹریڈ یونینیں بین الاقوامی پر اتحاد قائم کریں، خصوصاً آسٹریا کی صورت حال سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے اس نے اس ملک اور دوسرے تمام ملکوں کی ٹریڈ یونین تحریک میں

اتحاد کا علان کیا۔لیکن ایسے اعلان نامے بے سود تھے۔ پھوٹ کا اصل روگ سرمایہ دارانہ قوم پرستی کی صورت میں جڑ پکڑے ہوئے تھا جس سے تمام پارٹیوں کی قیادت متاثر تھی۔ پرولتاری بین الاقوامیت کا جذبہ بہت نچلی سطح پر تھا۔موقع پرست رہنما اس سلسلہ میں کوئی موثر قدم اُٹھانے کے لیے قطعاً تیار نہ تھے لٰہذا مرض مسلسل بڑھتا گیا۔

امداد باہمی کا موقع پرستانہ تصور!

ایک اورسوال جس پر کوپن ہیگن کانگرس میں زیادہ توجہ دی گئی امداد باہمی سے متعلق تھا۔اس مسئلہ نے ایک بار پھراس گہری موقع پرستی کی روکو بے نقاب کردیا جو دوسری انٹرنیشنل میں چل رہی تھی۔ جیسے کہ ہم گذشتہ ابواب میں دیکھ چکے ہیں امداد باہمی کا الجھا ہوا کردار پہلی اور دوسری انٹرنیشنل کی تاریخ میں متعدد انحراف پسند اور تفرقہ پرواز تحریکوں کو وجود میں لانے کا باعث تھا۔ یاد ہوگا کہ پہلی انٹرنیشنل کے افتتاحی خطبہ میں بھی امداد باہمی کے کردار کی غلطیوں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ امداد باہمی کی انحراف پسندی ہمیشہ ایک ہی تصور کی پیداوار تھی جس کا اظہار کسی نہ کسی شکل میں ہوتا رہا۔یعنی امداد باہمی اگر اصل نہیں تو کم از کم ایسی شاہراہ ضرور ہے جس پر گامزن ہوکر مزدور طبقہ آزادی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔امداد باہمی کے قدیم حامی بڑے عجیب وغریب خواب دیکھا کرتے تھے جو اکثر اوقات مضحکہ خیز حد تک انوکھے ہوتے تھے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے آخر وہ کیوں اس طرح کے خیالی پلاؤ پکایا کرتے تھے؟ اس لئے کہ وہ قدیم معاونین استحصال کنندگان کے اقتدار کو شکست دینے کے لیے مزدور طبقہ کی سیاسی جدوجہد کی بنیادی اور اصل اہمیت سے ناواقف تھے۔انحراف پسندی کی جڑیں امداد باہمی میں دور دور تک پیوست تھیں۔امداد باہمی کی تحریک کا یہی وہ تاریخی پیکر موہوم تھا جو کوپن ہیگن میں ایک مرتبہ پھر اُٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

لینن نے مزدور تحریک پر بحیثیت مجموعی حیرت انگیز گرفت رکھتے ہوئے نظریہ اور عمل دونوں طرح سے مزدوروں کی تنظیم وجدوجہد پر نہایت گہری توجہ دی۔ وہ نہ صرف پارٹی اور اس کے نظریہ اور پروگرام میں بلکہ ٹریڈ یونین ازم، امداد باہمی عورتوں کے کام، نوجوانوں کی سیاسی سرگرمیوں اور مزدور تحریک غرضیکہ ہر شعبہ میں ایک مسلمہ استاد کی حیثیت رکھتا تھا چنانچہ اسی خصوصیت کی بناد پر روسی وفد نے کوپن ہیگن میں

مارکسی اصولوں پر مبنی ایک قرارداد پیش کی لیکن اسے تسلیم نہیں کیا گیا۔

لینن کا ہدف تنقید خاص طور پر وہ فقرہ تھا جسے جارلیس نے کانگرس میں پیش کردہ خاص قرارداد میں شامل کیا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ امداد باہمی کو ''پیداوار اور تقسیم کے عمل کو جمہوری اور اشترا کی بنانے کے لیے مزدوروں کی مدد کرنی چاہیئے۔'' لینن نے بھانپ لیا تھا کہ اس اصول کے پیچھے برنسٹین کا مخصوص انحراف پسندانہ تصور ''سوشلزم کی طرف نشوونما'' کام کر رہا تھا۔ اس سے بچنے کے لیے لینن اور گواسڈے نے قرارداد کے الفاظ میں حسب ذیل ترمیم کرنے کی تجویز پیش کی ''سرمایہ دار طبقہ کے خاتمہ کے بعد امداد باہمی کی انجمنیں کسی حد تک پیداوار اور تقسیم کے فرائض منصبی کو پورا کرنے میں مدد دیں''۔ یہ ترمیم بھی حسب سابق مسترد کر دی گئی۔ لینن نے کمیشن میں اس قرارداد کے خلاف ووٹ دیا مگر کھلے اجلاس میں اس کی تائید میں رائے دی اس نے بعد میں بتایا کہ خامیوں کے باوجود قرارداد ''پرولتاریہ کے امداد باہمی کے کام کی صحیح تعریف تھی''۔

کاؤتسکی اور لیجن

1910-09 کے دوران کوپن ہیگن کانگرس کے دور میں کارل کاؤتسکی اور کارل لیجن کے درمیان ایک مشہور مناظرہ ہوا۔ کاؤتسکی ڈی نیوزیٹ کا مدیر اور اینگلز کے انتقال کے بعد دوسری انٹرنیشنل کا سرکردہ نظریہ ساز تھا اور لیجن جرمن ٹریڈ یونین تحریک کا سربراہ اور نیشنل ٹریڈ یونین سنٹر کے بین الاقوامی سیکریٹریٹ کا سیکریٹریٹ تھا۔ زیر بحث فوری مسئلہ یہ تھا کہ مارکس کا پیش کردہ مزدوروں کا مطلق افلاس کا نظریہ آیا صحیح ہے یا نہیں۔ کاؤتسکی اس کی صحت کا قائل تھا مگر لیجن اس کی نفی کرتا تھا۔ کاؤتسکی نے اپنے خیالات کا اظہار ایک کتابچہ (اقتدار کا راستہ) میں اور لیجن نے اپنے کتابچہ (کٹھن اور نہ ختم ہونے والی محنت یا حقیقی کامیابی) میں کیا۔

اس نظریاتی چپقلش کے پیچھے جرمن پارٹی میں ترمیم پسندوں کا سب سے زیادہ طاقتور گروہ کام کر رہا تھا۔ یہ ٹریڈ یونین افسر شاہی تھی جو بائیں بازو کے پیٹی بورژوا دانشوروں کا وقار ختم کر کے خود کو اس قدر طاقتور بنا لینا چاہتی تھی کہ پوری سوشل ڈیموکریٹک تحریک کی حقیقی قیادت اس کے ہاتھ آ جائے۔ اس سے پارٹی دشمن ''غیر جانبداری'' کا بھی اظہار ہوتا تھا جو سوشل ڈیموکریٹک مزدور افسر شاہی میں عام طور پر

پائی جاتی تھی۔ یہ تشدد آمیز پارٹی تشدد آمیز پارٹی دشمن رجحان گومپرز ایسے لوگوں میں عالمی پیمانے پر اپنی نشو ونما کی انتہائی بلندی پر پہنچا ہوا تھا۔ جرمن مباحثہ اس لحاظ سے سبق آموز تھا کہ اس سے دوسری انٹرنیشنل کے روبہ تنزل رجحانات پر روشنی پڑتی ہے۔

کاؤتسکی جو اس وقت تک قطعی طور پر اعتدال پسندانہ رویہ اختیار کر چکا تھا اور اس طرح دائیں بازو کے موقع پرستوں کی مخالفت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا، مارکسی اصولوں کے آخری راگ الاپ رہا تھا۔اعتدال پسندوں کی طرح جن کے بارے میں لینن کا قول ہے کہ ''ان کے لیے انقلابی الفاظ سب کچھ ہیں اور انقلابی عمل کچھ نہیں،'' کاؤتسکی نے مارکسی اصولوں کو گول مول الفاظ میں پیش کیا۔ اس نے موقع پرستی کی نامعقولیت ظاہر کی اور پیشین گوئی کی کہ ایک زمانہ آئے گا جب کہ شدید جدوجہد ہوگی اور پرولتاریہ انقلاب آئے گا۔لیکن جب عملی اقدامات کا موقع آیا تو اس کے دلائل نے قطعی طور پر دائیں بازو کا رخ اختیار کر لیا۔

وہ قومی مرض جو جرمن سوشل ڈیموکریسی کی طرح کھائے جا رہا تھا اور اپنے ساتھ پوری انٹرنیشنل کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا، موقع پرستی کا طاعون تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ پارٹی میں جنگجویانہ جذبہ ختم ہو کر رہ گیا تھا لیکن جب کاؤتسکی نے پارٹی کو پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کیا تو اس نے دائیں بازو سے خبردار رہنے کے متعلق ایک لفظ تک نہیں کہا۔ وہ اس بات سے ڈرتا تھا کہیں پارٹی بائیں بازو کی بے صبری کی وجہ سے جرمنی کی رجعت پرست طاقتوں سے قبل از وقت تباہ کن لڑائی مول نہ لے بیٹھے۔ وہ دوبار بلکہ سہ بار اس موضوع کو دہراتا رہا۔اس نے بڑے عجیب انداز میں کہا ''پہلے سے کہیں زیادہ آج پرولتاریہ کے مفاد کا تقاضہ ہے کہ ہر ایسی چیز سے گریز کیا جائے جو حکمران طبقہ کو بلاوجہ تشدد انگیز پالیسی اختیار کرنے پر ابھارے۔'' اس نے پارٹی کو متنبہ کیا کہ وہ کسی ''احمقانہ بغاوت'' کا ارتکاب نہ کرے اور نہ ہی حکمران طبقہ کو کسی فضول اشتعال انگیزی کا موقع دے کہ اس کے سیاست دان سوشلسٹوں کے خلاف تشدد پر اتر آئیں۔''

اس کا یہ نشانہ قطعاً غلط سمت کی طرف تھا۔ جرمن پارٹی میں اس بات کا خطرہ ہی نہ تھا کہ بایاں بازو اسے ''احمقانہ بغاوت'' پر اکسا سکے گا۔ اصل خطرہ تو یہ تھا کہ دائیں بازو کے زیر اثر ٹریڈ یونینیں اور پیٹی بورژوا ترمیم پسند پارٹی کے مجاہدانہ اور جنگجوئی کے جذبہ کو قتل کر رہے تھے۔ کاؤتسکی کے نظریات موخرالذ

اشخاص کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے۔ پارٹی کو سیاسی جارحیت کی سخت ضرورت تھی لیکن وہ اسے مزید سرد اور کمزور بنا رہے تھے۔ اس کی یہی کمزوری تھی جو مستقبل قریب میں عظیم جنگ کے خلاف ضروری اقدامات اور پرولتاریہ انقلاب کی طرف رہنمائی کرنے سے قاصر رہی۔

لیجن نے اپنے کتابچہ میں ان الفاظ کے ذریعے موقع پرست برنسٹینی نظریہ کی برملا نمائندگی کی کہ سرمایہ داری کے تحت بنیادی طور پر محنت کش عوام کی حالت میں بہتری ہو رہی ہے اور ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ٹریڈ یونینوں نے ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔ لیجن کا خیال تھا کہ سرمایہ داری کی شکست کا آخری مقصد سوشلزم کا قیام ہے۔ جنگ سے پہلے اس نے امریکہ کا سفر کیا۔ وہاں اس نے سوشلسٹ طرز گفتگو اور کانگرس میں کی گئی تقریر کے ذریعے گومپرز کے خیالات کی ترجمانی کی جس پر لینن نے سخت تنقید کی۔ اس کا زور پھر اسی بات پر تھا کہ بائیں بازو کے لوگ خصوصاً انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ میں لیجن اور لے پارٹ جیسے پیشہ ور ٹریڈ یونین رہنماؤں اور ہیولاک ولسن اور سیموئیل گومپرز جیسے سرمایہ داری کے مسلمہ حمائیتیوں کے درمیان ایک واضح خط امتیاز کھینچنے پر مائل تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ مزدوروں میں ایک ہی کردار ادا کر رہے تھے یعنی ایک ہی قسم کی شراب مختلف رنگوں کی بوتلوں میں بھری جا رہی تھی۔ یہ موقع پرست سوشل ڈیموکریٹک اپنے زیر اثر مزدوروں کے طبقاتی شعور کی نوعیت کو بھانپ کر اسی کے مطابق اپنی لیڈری کا راگ الاپتے تھے۔

اس تمام شور وغل کے باوجود کاؤتسکی اور لیجن کا مناظرہ یقیناً نورا کشتی کی حیثیت رکھتا تھا یعنی وہ دائیں بازو کی طرف جا رہے تھے۔ امریکہ میں یہی بات گومپرز اور موقع پرست سوشلسٹ رہنماؤں پر بھی صادق آتی تھی۔ یہ لوگ میں بھی ایک دوسرے کے خلاف شدید کھینچا تانی میں مصروف تھے۔

24

جنگ کے سیاہ بادل۔ باسیل 1912

کوپن ہیگن کانگرس نے آئندہ سوشلسٹ مزدور اجتماع اگست 1914 میں وی آنا میں منعقد کرنا

طے کیا تھا۔ یہ نویں کانگرس جسے دوسری انٹرنیشنل کے قیام کی پچیسویں سالگرہ پر ہونا تھا۔ بیحد مخصوص امور کی حامل ہوتی لیکن اس وقت کے خطرناک بین الاقوامی حالات نے منصوبہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کو نومبر 1912 میں باسیل میں خاص اجلاس طلب کرنا پڑا۔ اس کا مقصد شاید مزدور مفادات اور عالمی امن کی حفاظت کے لیے اقدامات اختیار کرنا تھا۔

بڑے سامراجی ممالک اور ان کے طفیلیوں میں تیزی کے ساتھ کشیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ یورپ ایک کے بعد دوسرے بحران دوچار تھا۔ جولائی 1911 میں جرمنی اور فرانس میں مراکش کے معاملہ پر تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔ قیصر نے جرمن سامراجی مفادات کی حفاظت کے لیے اگادیر میں ایک جنگی جہاز بھیج دیا۔ یہ واقع ''سانحہ اگادیر'' کے نام سے مشہور ہے لیکن ایک عارضی سمجھوتہ کے ذریعے معاملہ رفع دفع کر دیا گیا۔ اس کے بعد تریپولی میں اٹلی اور ترکی کی جنگ چھڑ گئی مگر وہ مخصوص بحران جس نے دوسری انٹرنیشنل کی طاقتوں کو یکجا ہونے کا موقع فراہم کیا، اکتوبر 1912 میں بلقانی ریاستوں کے درمیان جنگ کی ابتدا تھی۔ اس میں ترکی، یونان، سربیا، بلغاریہ اور مانٹی نیگرو الجھے ہوئے تھے۔ چھ ماہ کے اندر ترکی کو شکست ہوگئی لیکن جون 1913 میں دوسری جنگ بلقان چھڑ گئی۔ یہ بلقانی طاقتوں کے درمیان ہمہ گیر کشمکش تھی جو اس سال اگست تک جاری رہی۔

پہلے پہل ان جنگوں کا آغاز ان خطوں میں بسنے والے محکوم عیسائی عوام نے کیا جو اپنے مسلمان آقاؤں سے آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت ان جنگوں کی حیثیت قومی آزادی کی جدوجہد کی مانند تھی لیکن فوراً ہی اس کا رخ یورپ کی بڑی طاقتوں کی باہمی کھینچا تانی کی طرف مڑ گیا جو ان خطوں کو اپنا طفیلی بنائے ہوئے تھیں۔ ''اتحاد ثلاثہ'' اور ''معاہدہ ثلاثہ'' یہ دونوں عظیم سامراجی جتھہ بندیاں ایک دوسرے کی گردن کاٹنے پر تل گئیں۔

باسیل منشور

باسیل کانفرنس نے ایک منشور شائع کیا جس کا مقصد جنگ بلقان کو پھیلنے سے روکنا اور ہمہ گیر یورپی جنگ کے خطرہ کو ٹالنا تھا۔ یہ منشور سٹٹگارٹ قرارداد کے مشہور لینن، لکسمبرگ پیراگرافوں پر مبنی تھا۔ اس میں انتباہ کیا گیا کہ جنگ بلقان ایک ایسا سنگین خطرہ ہے جو آگ کی طرح پھیل کر ہر ایک کو اپنی لپیٹ

میں لے لے گا۔اس کے باوجود کانگرس کو اطمینان تھا کہ ''جنگ کے خلاف جدوجہد کرنے پر تمام ملکوں کی ٹریڈ یونینوں اور سوشلسٹ پارٹیوں میں مکمل ہم آہنگی ہے'' چنانچہ اس نے ضرورت سے زیادہ رجائیت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اعلان کیا ''حکمران طبقہ کو یہ خوف ہے کہ عالمی جنگ مزدور انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی چنانچہ یہی خوف امن کی لازمی ضمانت ہے۔'' کانگرس میں حسب سابق جنگ کے خلاف عام ہڑتال کو اصل حربہ قرار دلانے کی کوشش کی گئی لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

کانگرس نے روسی مزدوروں کو ان کی بڑھتی ہوئی انقلابی جدوجہد پر مبارک باد دی اور بلقائی پارٹیوں پر محدود قسم کی بعض فرائض عائد کیے جو ان کے اپنے عوام کے حق خود ارادیت کے اصول پر مبنی تھے۔منشور میں اعلان کیا گیا ''لیکن انٹرنیشنل کی سرگرمیوں کے اہم ترین فرائض کی ذمہ داری جرمنی، فرانس اور انگلستان کے مزدور طبقہ کے کاندھوں پر ہے۔اس وقت ان ملکوں کے مزدوروں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملکوں کی حکومتوں سے مطالبہ کریں کہ وہ دونوں ملکوں یعنی ایک طرف آسٹریا، ہنگری اور دوسری طرف روس دونوں کو مدد دینے سے باز رہیں۔ نیز بلقان کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں اور مکمل غیر جانبداری برقرار رکھیں۔ایک بندرگاہ کے لیے سربیا اور آسٹریا کے درمیان جھگڑے کے باعث تین عظیم متمدن اقوام کے مابین جنگ مجرمانہ پاگل پن ہے۔ جرمن اور فرانس کے مزدور یہ تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے کہ ان حکومتوں کے بعض خفیہ معاہدوں کی وجہ سے بلقان میں مداخلت کی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔''

منشور میں کہا گیا ''تمام ملکوں کے مزدوروں پر لازم ہے کہ وہ پرولتاریہ کے بین الاقوامی اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے سرمایہ دارانہ سامراجیت کی مخالفت کریں۔حکومتوں کو یہ حقیقت سمجھ لینا چاہیے کہ یورپ کے حالات اور مزدور طبقہ کے تیور کچھ ایسے ہیں کہ وہ کوئی جنگ نہیں چھیڑ سکتیں اور اگر انہوں نے جنگ چھیڑ تو خود تباہ ہو جائیں گی۔انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ فرانس اور جرمنی کی جنگ کے بعد پیرس کمیون کا انقلابی طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ روس اور جاپان کی جنگ کے بعد روسی سامراج کے عوام کی انقلاب انگیز قوتیں حرکت میں آ گئیں۔ انگلستان میں بری اور بحری اسلحہ بندی کے مقابلہ نے طبقاتی غیض وغضب کی بے مثال آگ بھڑکا دی اور براعظم یورپ میں ہڑتالوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔لہٰذا اگر حکومتیں اس حقیقت کا احساس نہ کریں تو یہ ان کا پاگل پن ہوگا کیونکہ عالمی جنگ کی انسانیت سوز حرکت لازمی طور پر

مزدور طبقہ کے غصہ اور انقلابی جوش کو بھڑکانے کا موجب بن جائے گی۔ پرولتاریہ اسے مجرمانہ فعل سمجھتا ہے کہ سرمایہ دار کی نفع اندوزی بادشاہوں کی نخوت اور خفیہ سفارتی معاہدوں کی توقیر کی خاطر ایک دوسرے کے حلق پر چھری پھیری جائے۔'' آخر میں منشور نے دنیا بھر کے مزدوروں سے ہر اس کارروائی مجاہدانہ طریقہ پر مخالفت کرنے کی اپیل کی جو انسانوں کو جنگ کی طرف لے جاتی ہو۔

باتوں کے مقابلہ میں عمل

باسیل قرارداد میں محض اصطلاحات کے ذریعے انسانیت کے سر پر منڈلاتی ہوئی سامراجی جنگ کے خلاف انقلابی اقدامات کی دعوت دی گئی تھی۔ اگر ان صطلاحات کو محض الفاظ سے بڑھ کر عمل جامہ پہنانے کا بندوبست کیا جاتا تو نتیجہ کچھ اور نکلتا یعنی انسانیت سوز پہلی جنگ عظیم کی سازش کے خلاف پورے یورپ میں ہمہ گیر اور زبردست جوابی کارروائی کا آغاز ہو جاتا۔ دائیں بازو نے نہ صرف ٹھوس طریقہ پر بلکہ پُر جوش انداز میں اس کے حق میں ووٹ دیا اور کانفرنس نے اتفاق رائے سے تالیوں کی گونج میں اسے منظور کیا۔ ترمیم پسندوں نے جن کی ڈیلی گیٹوں میں کثیر تعداد تھی نہ صرف کانفرنس میں بلکہ کمیشن کے روبرو بھی اس کے خلاف ایک لفظ تک منہ سے نہ نکالا۔

اس شرمناک بے ضابطگی کی ایک وجہ یہ تھی کہ دنیائے سرمایہ داری میں اس وقت مزدوروں میں زبردست مجاہدانہ خروش تھا۔ نیز ان میں جنگ کے خلاف بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا۔ روس میں امنڈتی ہوئی انقلابی لہریں (نوٹ:۔ 1912 میں لینا کی سونے کی کان میں زار کی فوج نے پانچ سو مزدوروں کو ہلاک اور زخمی کیا) جرمن سوشل ڈیموکریسی کی صفوں میں بحران، انگلستان میں حمل ونقل ریلوے کے ملازمین اور کان کنوں کا ''اتحاد ثلاثہ''، اطالوی مزدوروں میں روز بروز بڑھتا ہوا لڑائی کا جذبہ جس کے نتیجہ میں جون 1914 کی عام ہڑتال ہوئی، فرانس میں سی جی، ٹی کی سرکردگی میں مجاہدانہ ہڑتالیں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عظیم آئی، ڈبلیو ڈبلیو اور دیگر ہڑتالیں، لارنس، پیٹرسن، مغربی ورجنیا، کالا میٹ اور ہاری مین کے ریل مزدوروں کی ہڑتالیں، دیگر مظاہروں کے علاوہ مزدوروں کے مجاہدانہ جوش وعمل کی نمایاں مثالیں تھیں۔

بیشتر چھوٹی چھوٹی سوشلسٹ پارٹیوں نے گذشتہ بیسیوں سال سے دہرائے جانے والے جنگی نعرے کو اچھی طرح اپنا لیا تھا۔ دائیں بازو اور اعتدال پسندوں میں یہ عام احساس پایا جاتا تھا کہ اگر سامراجی طاقتوں نے کوئی عالمی جنگ چھیڑنے کی ہمت کی تو یہ جذبہ نہ صرف جاری رہے گا بلکہ اس میں اضافہ ہو جائے گا۔ 05-1904 کی روس اور جاپان کی جنگ میں روسی اور جاپانی پارٹیوں نے جنگ کی مخالفت کر کے ایک اچھی مثال قائم کی۔ سپینی پارٹی کی سنڈیکلسٹ مزدور انجمنوں نے 1909 میں جنگ مراکش کی مخالفت کر کے بین الاقوامی پرولتاریہ نقطۂ نظر کا ثبوت دیا۔ اٹلی اور بلقان کی پارٹیوں نے موجودہ طبقاتی جنگوں کی مخالفت کر کے مارکسی اصولوں پر کار بند رہنے کا ثبوت دیا۔ 1912 میں فرانس کی سوشلسٹ پارٹی نے مزدوروں سے مطالبہ کیا کہ ''پارلیمانی طریقہ سے مداخلت، کھلے بندوں ایجی ٹیشن، احتجاجی مراسلوں، عام ہڑتال یا پھر بغاوت، غرضیکہ جس طرح بھی ہو جنگ کو روکا جائے۔'' یہ سب کچھ اس شاندار روایت کی پیروی تھی جو 1870 میں فرانس اور جرمنی کی جنگ کے دوران ان دونوں ملکوں کے مزدوروں نے قائم کی تھی۔

جنگ کے خلاف اس طاقت ور اور روز افزوں عوامی جذبہ کو دیکھتے ہوئے باسیل کانفرنس میں دائیں بازو نے منقار زیر پر رہنے میں دانش مندی خیال کی اور اپنی پالیسیوں کے اطلاق کے لیے زیادہ مناسب موقع کا انتظار کرنا مناسب سمجھا۔ لیکن لینن اس نمائشی اتحاد سے دھوکہ کھانے والا نہ تھا۔ اس نے منشور کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا ''انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں درشنی ہنڈی تھما دی ہے اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کیونکر بھنائی جاتی ہے۔''

دریں اثنا عظیم یورپی جنگ کے بحران جوں جوں قریب آتا جا رہا تھا دوسری انٹرنیشنل کی بانی جرمن سوشل ڈیموکریسی میں متعدد ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جن سے برے میلانات کا اظہار ہو رہا تھا۔ ستمبر 1912 میں چمینز کی پارٹی کانگرس میں سامراجیت کے معاملہ پر اعتدال پسند اور دائیں بازو دونوں نے متحدہ طور پر موقع پرست تصورات کی واضح حمایت کی۔ اس کانگرس میں ٹریڈ یونین اور پارٹی افسر کا بول بالا تھا۔ انہوں نے نو آبادیات کے سوال پر بھاری اکثریت سے بائیں بازو کو شکست دی۔ 1913 میں ریشتاغ میں پارٹی کے نمائندوں نے گول مول طریقہ پر فوجی مطالبہ زر کو منظور کر لیا۔ اور ریشتاغ کے اجلاس مئی 1914 میں جب کہ قیصر کی حمایت میں تعریفی تقریریں ہو رہی تھیں سوشل ڈیموکریٹ کے

پارلیمانی نمائندوں نے بجائے مقاطع کے صرف 47 کے مقابلہ میں 51 ووٹوں سے اجلاس میں موجود رہنے کا فیصلہ کیا۔ بظاہر حالات نہایت سازگار معلوم ہو رہے تھے۔ 1912 میں پارٹی کو ملنے والے ووٹوں کی تعداد 32 لاکھ نوے ہزار سے بڑھ کر 42 لاکھ پچاس ہزار تک پہنچ گئی اور ریشتاغ میں ان کے نمائندوں کی تعداد 43 سے بڑھ کر 110 تک پہنچ گئی۔

اگست 1913 میں بیبل کا انتقال ہو گیا۔ وہ ایک مزدور تھا جو 42 برس تک جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا سربراہ رہا۔ اپنے ابتدائی انقلابی سالوں میں بیبل نے بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔ 1869 میں اس نے خود مختار بنیادوں پر پارٹی کی تشکیل کی فرانس اور پروشیا کی جنگ کی مخالفت میں پیش پیش رہا۔ 1872 میں قید ہوا۔ مخالف سوشلسٹ قوانین کے دور میں بارہ سال تک پارٹی کی رہنمائی کرتا رہا۔ اس کی ساری عمر سوشلزم کی جدوجہد میں گذری لیکن جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے اپنی عمر کی آخری منزلوں میں پہنچ کر اس نے اعتدال پسندانہ رویہ اختیار کر لیا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد پارٹی زیادہ مضبوطی کے ساتھ دائیں بازو کی گود میں چلی گئی۔

دوسری انٹرنیشنل کی طاقتیں

پہلی جنگ عظیم کے وقت 22 ملکوں کی 27 سوشلسٹ پارٹیاں دوسری انٹرنیشنل سے ملحق تھیں ان کے رائے دہندوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ تھی۔ لورون ان کی طاقت کو اس طرح بیان کرتا ہے "جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ارکان کی تعداد 1,085,000 تھی۔ 1912 کے انتخابات میں اسے 4,250,000 ووٹ ملے۔ آسٹروی سوشلسٹ پارٹی کے 145,000 ارکان تھے اور 1907 کے انتخابات میں اسے 1,041,000 ووٹ ملے۔ چیکوسلواکیہ کے سوشلسٹ ارکان کی تعداد 144,000 تھی۔ ہنگری میں 21,000 فرانس کی متحدہ سوشلسٹ پارٹی کے 80,300 ممبر تھے، 1914 کے انتخابات میں اس نے 1,400,000 ووٹ حاصل کیے۔ اطالوی سوشلسٹ پارٹی کے ممبروں کی تعداد 50,000 تھی اور 1913 کے انتخابات میں اسے 960,000 ووٹ ملے۔ ریاست ہائے متحدہ کی سوشلسٹ پارٹی کے 125,500 ممبر تھے اور 1912 کے انتخابات میں

901,000 رائے دہندگان نے اسے ووٹ دیئے۔ بلجیم، سویڈن اور ارجنٹینا کی سوشلسٹ پارٹیوں نے اور آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی لیبر پارٹیوں نے بھی کثیر تعداد میں ووٹ حاصل کیے۔'' اس وقت برطانیہ عظمیٰ میں الحاق شدہ ممبروں کی تعداد 1,612,000 تھی۔ لینن کہتا ہے کہ روس کے سات اضلاع میں جنہوں نے 1913 میں ڈوما میں موقع پرست سوشل ڈیموکریٹوں (منشویکوں) کو بھیجا 214,000 مزدور تھے لیکن جن مزدوروں نے چھ بالشویکوں کو منتخب کیا، ان کی تعداد 1,008,000 تھی۔

1914 میں اہم سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کے پارلیمانی نمائندوں کی تعداد حسب ذیل تھی: جرمن 110، فرانس 103، فن لینڈ 90، آسٹریا ہنگری 82، اٹلی 80، سویڈن 73 ناروے 23، برطانیہ عظمیٰ 42، بلجیم 39، ڈنمارک 32، روس 13 اور ہالینڈ 16۔ اُس وقت آسٹریلیا کی لیبر پارٹی فیڈرل پارلیمنٹ کے ماتحت تھی۔ چونکہ جرمنی، روس اور کئی دوسرے ملکوں میں ووٹ ''طبقاتی اصول'' پر لیے جاتے تھے اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ تعداد کہیں زیادہ تھی۔ دوسرے نچلے ریاستی اداروں میں نمائندوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔

''ٹریڈ یونین ممبر شپ کی ایک تعداد ایسی تھی جو دوسری انٹرنیشنل کے عام اثر اور قیادت میں تھی۔ 1912 میں انٹرنیشنل ٹریڈ یونین سیکریٹریٹ سے جس کا مرکزی دفتر برلن اور کارل لیجن جنرل سیکریٹری تھا، 19 قومی ٹریڈ مراکز ملحق تھے۔ ان کے ممبروں کی مجموعی تعداد 7,394,461 تھی۔ ان میں جرمنی کے 2,553,162 ریاست ہائے متحدہ کے 2,54,526 برطانیہ عظمیٰ کے 874,281 اور فرانس کے 387,000 ممبر تھے۔

یورپ میں امداد باہمی کی تحریک بھی بیشتر سوشل ڈیموکریٹوں کی قیادت میں تھی۔ 1914 میں یورپ میں تقریباً تیس ہزار امداد باہمی کے تقسیم کرنے والے ادارے تھے جن کے ممبروں کی تعداد 9,000,000 تھی۔ برطانیہ عظمیٰ میں تقریباً 3,000,000 تھی، جرمنی میں 2,000,000 روس میں 1,500,000 وغیرہ وغیرہ۔ پورے یورپ میں 24 تھوک فروش امداد باہمی کے ادارے تھے۔ ان میں سے پانچ ایسے تھے جنہوں نے سالانہ 40,000,000 ڈالر یا اس سے زیادہ کا کاروبار کیا۔ اس میں متعدد عمارتوں کی لاگت، قرضہ، زراعت اور تقسیم پر خرچ کی جانے والی رقمیں شامل نہیں ہیں۔ امدادِ باہمی کے ان اداروں سے عموماً سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کو بھاری امدادی رقم فراہم ہوتی تھی۔

سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں عورتوں اور نوجوانوں کی تنظیموں میں بھی مخصوص سرگرمیوں کی ذمے دار تھیں۔ ان کا عورتوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا سا کمیشن تھا۔ کلارا زٹیکن بیس سال تک اس کی سربراہ رہی۔ اس نے اپنا پہلا عالمی اجلاس 1907 میں سٹٹگارٹ میں کیا۔ اسی سال اور اسی جگہ پر نوجوانوں کا عالمی گروپ قائم کیا گیا جس کے ارکان کی تعداد 1914 تک مختلف یورپی ملکوں میں 100000 تک پہنچ گئی تھی۔ یہ ایک طرح کا رابطہ دفتر تھا۔ ان دونوں جماعتوں نے بھی کوپن ہیگن میں اپنی کانفرنسیں کیں۔

ان مربوط شدہ یونینوں، امدادِ باہمی کی انجمنوں اور عورتوں کی تحریکوں کی عظیم الشان اہمیت کے باوجود یہ ادارے سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کی بے توجہی کا شکار رہے۔ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی قیادت نے شرمناک طریقہ پر یہ گوارا نہ کیا کہ عورتیں اور نوجوان آزادانہ طور پر کسی مضبوط تحریک کی تعمیر کریں۔ امدادِ باہمی کے حلقوں کو بھی یہ عام شکایت تھی کہ سیاسی رہنما ان سے انتہائی تغافل برتتے ہیں۔ زیونگ جولیجن کا ترجمان تھا، آخر کار یہ شکایت کرنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ پارٹی کے رہنما ابتدا ہی سے ٹریڈ یونینوں کو انتہائی کم قیمت سمجھتے، یہاں تک کہ اسے رشک و رقابت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس کی کچھ تو وجہ لاسیل کے وقتوں سے آیا ہوا ورثہ تھا اور کچھ ٹریڈ یونیوں کے چھا جانے کا خوف تھا۔ وہ ٹریڈ یونیوں کے جنرل کمیشن کے انعقاد کی سختی کے ساتھ مخالفت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسی مخالفت نے 1895 میں ٹریڈ یونین کانگرس کو منعقد ہونے سے روکا تھا۔

(اس زمانے میں انگلستان میں ٹریڈ یونینوں کی مجموعی تعداد 4145000 تھی)

جنگ سے قبل دایاں اور بایاں بازو

آغازِ جنگ کے وقت دوسری انٹرنیشنل کی اہم ترین سیاسی پارٹیوں کی اکثریت قطعی طور پر دائیں بازو کے زیرِ تسلط تھی۔ ان میں جرمنی، آسٹیا، انگلستان، فرانس، بلجیم اور سکنڈے نیویا کی پارٹیاں شامل تھے۔ باقی دوسری پارٹیوں کی اکثریت پر بشمولیت ریاست ہائے متحدہ امریکہ اعدال پسند اور ترمیم پسند چھائے ہوئے تھے۔ اس وقت اعتدال پسند گروہ کی یہ خصوصیت تھی کہ دائیں بازو کے زیادہ سے زیادہ قریب ہوتا جا رہا تھا۔ لینن کہتا ہے، ''اعتدال پسندی پیٹی بورژوا فقروں سے بھی عیاں تھی۔ وہ الفاظ میں تو بین الاقوامیت کے مدعی تھے لیکن عملاً بزدل، موقع پرست، خوشامدی، جارحانہ وطن پرست تھے۔'' اس نے اعتدال پسندوں کی نسبت کہا کہ وہ ''ایک ہی دھڑے

کی پجاری متعفن ضابطہ پرستی کے غلام ہیں جنہیں پارلیمانی ماحول نے بد اطوار بنا دیا ہے۔'' جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے کلیدی حلقوں میں عام ممبروں کی بھاری کاؤتسکی، ہابس، لیڈے بور اعتدال پسند رجحانات کی حمایتی تھی۔

انٹرنیشنل کے پورے دور میں عہدیداروں اور افسروں کی بھاری اکثریت دائیں بازو کے موقع پرست جتھے کی حقیقی طور پر طرف دار تھی۔ ان میں تقریباً ایک ہزار ممبر قومی مجالس مقننہ اور کئی ہزار ممبر مقامی اور صوبائی قانون ساز اداروں کے تھے۔ اس کے بعد ہزار دو ہزار ایسے لوگ تھے جو بہت سی پارٹیوں، ٹریڈ یونینوں، امدادِ باہمی کی انجمنوں، کھیل کی جماعتوں اور دوسری تنظیموں میں بطور تنخواہ دار کارکن مامور تھے۔ ان کی طبقاتی بنیاد ہنر مند مزدور اشرافیہ پر تھی۔ بیشتر دائیں بازو کے عناصر سے اخذ کی گئی یہ افسر شاہی فوج ایک ایسی قوت تھی جو ہر طرح کی تبدیلی کو روکنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتی تھی، جو آنے والے سالوں میں سوشل ڈیموکریسی کا المناک راستہ ہموار کرنے میں یہ فیصلہ کن طاقت ثابت ہوئی جس سے وہ وسطی اور مغربی یورپ کے محنت کش عوام کے انقلابی عزائم کو ناکام اور شکست خوردہ بنانے میں کامیاب ہوئی۔

دوسری جنگِ عظیم کی ابتدا کے وقت بایاں بازو نسبتاً کمزور اور ناپختہ کار تھا۔ دوسری انٹرنیشنل کا پچیس سالہ دور چونکہ سرمایہ داری کی 'خوشحالی' کا دور تھا، اس لئے عموماً بائیں بازو کے تنظیمی یا سیاسی طور پر پھلنے پھولنے کے لئے حالات سازگار نہ تھے۔

بالعموم اس دور کا بایاں بازو خواہ وہ دوسری انٹرنیشنل سے متعلق تھا یا اس سے باہر تھا تین زمروں میں منقسم تھا۔ پہلا وہ تھا جو سنڈیکلسٹ ٹریڈ یونینوں اور انارکسٹوں کی صورت میں لاطینی ممالک کے ساتھ ساتھ ریاست ہائے متحدہ امریکہ، انگلستان، جرمنی، سکنڈ نیویائی ممالک اور لاطینی امریکہ میں بکھرا ہوا تھا۔ یہ عناصر سیاسی اور دوسری نوعیت سے بھی گروہ بن بائیں بازو کے ترمیم پسند تھے۔ ان میں یہ قابلیت نہ تھی کہ ایک وسیع سیاسی قیادت کے فرائض انجام دے سکتے جس کی گمراہ کردہ مزدور طبقہ کو سخت ضرورت تھی۔

دوسرا بائیں بازو کی طاقتوں پر مشتمل وہ اسی قسم کا گروہ تھا۔ جس میں بائیں جانب مائل مزدور اور رہنما مختلف ملکوں میں منتشر حالت میں تھے مثلاً لکسمبرگ، لائب نخ، مہرنگ، لینش، اور پائیک جرمنی میں، راڈیک اور مارش لیوسکی پولینڈ میں، لینڈ مین انگلستان میں، بران آسٹریا میں گواسڈے فرانس میں، گارٹر اور پانے کوئیک ہالینڈ میں، ہوگ لنڈ سویڈن میں ڈپنر، ہے دوڈ اور ڈے لیون (جس کا انتقال 11 مئی

1914 کو ہو گیا۔ ریاست ہائے متحدہ میں نسبتاً بائیں بازو کے ان عناصر میں نہ تو ہم آہنگی تھی اور نہ ان کا کوئی مخصوص پروگرام تھا۔

ان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ، جرمن سوشل ''ڈیموکریٹک پارٹی کے کمزور بائیں بازو کی رہنما روز الکسمبرگ تھی لیکن عظیم انقلابی رہنما لینن کی پالیسیوں کے مقابلہ میں اس نے بہت سی نظریاتی اور عملی خامیوں کا مظاہرہ کیا۔ گذشتہ ابواب میں ان میں سے کچھ ہمارے سامنے آئی ہیں اس دور میں اس سے جو سب سے بڑی غلطیاں سرزد ہوئیں وہ قومی سوال، کسانوں کا مسئلہ، نئی قسم کی پارٹی جس میں ضبط ونظم اور مرکزیت ہو اور عوامی خودروی اور مسلح بغاوت سے متعلق تھیں۔ علاوہ ازیں جنگ اور روسی انقلاب کے بڑھتے ہوئے دور میں اس نے دوسری سنگین غلطیاں بھی کیں۔ بایں ہمہ روز الکسمبرگ ایک حقیقی انقلابی اور مجاہد خاتون تھی۔ لینن نے اسے ''عقاب'' کا نام دے رکھا تھا۔

اس دور کے بائیں بازو کی تیسری قسم روسی بالشویک تھے جو پوری انٹرنیشنل کے بایں بازو کا دل و دماغ تھے۔ ان کے پاس بائیں بازو کا وسیع تر ضروری پروگرام اور قیادت دونوں چیزیں موجود تھیں۔ جنوری 1912 میں پراگ میں روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی نے منشویکوں کو خارج کر کے دوسری انٹرنیشنل کے لیے سیاسی امن قائم کیا۔ اس کے بعد سے بالشویکوں نے ایک خودمختار پارٹی کی حیثیت اختیار کر لی جسے روسی مزدوروں کے پانچ چوتھائی کی حمایت حاصل تھی۔ جنگ کے آغاز کے وقت تک انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو ٹراٹسکی اور دوسرے منشویکوں کی مدد سے روس پارٹی میں اتحاد پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا۔ مگر بقول لینن، خوش قسمتی سے اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب جنگ کا آغاز ہو گیا تو کم از کم ایک پارٹی ایسی تھی جس میں ''یہ قابلیت تھی کہ پرولتاری بین الاقوامیت کے اصولوں کو عملی جامہ پہنا سکے''۔

بالشویکوں اور سب سے بڑھ کر لینن نے دوسری انٹرنیشنل کے منتشر اور ناپختہ کار بائیں بازو کو سرگرمی کے ساتھ منظم کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ انہوں نے روس میں خود اپنی پارٹی کے کام میں انقلابی پروگرام اور عمل پیش کر کے شاندار مثال قائم کی۔ علاوہ ازیں 1909 میں لینن نے اپنی کتاب ''مادیت اور تجرباتی تنقید'' Materialism and Emperio Criticism پیش کر کے مارکسی نظریات میں معرکہ آرا اضافہ کیا۔ بالشویکوں نے ٹھوس طریقہ پر اس بات کی کوشش کی کہ تمام ملکوں کا بایاں بازو ایک موثر تنظیم

میں منسلک ہو جائے، اس عام مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے لینن نے سٹٹگارٹ کانگرس میں 1907 بائیں عناصر کی ایک کانفرنس منعقد کی۔ اس کے بعد ہی سے وہ انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کا ممبر منتخب ہو گیا جہاں تقریباً ایک ہی ڈھنگ سے ایک کی تجاویز مسترد کی جاتی رہیں۔ کوپن ہیگن میں (1910) لینن نے بائیں بازو کی اس قسم کی ایک میٹنگ بلوائی اس میں جولیس، گواسڈے، چارلس رپاپورٹ، روزا لکسمبرگ، جے مارش لیوسکی، اے بران، لینن، پلیخوف، ریازنوف، ڈے بروکرے۔ اور گلیسیاس نے شرکت کی مگر مشورے میں جھگڑا پڑ گیا۔ لینن نے بین الاقوامی میدان میں ابھی زیادہ شہرت نہ پائی تھی۔ اس کے علاوہ اس پر روسی پارٹی میں پھوٹ ڈالنے کا الزام بھی تھا۔ چنانچہ ان دونوں اجتماعات سے کوئی عملی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ لینن جن پالیسیوں کو روس میں نشو و نما دے رہا تھا، انہیں مغرب کے مارکسی نہیں سمجھ سکتے تھے، مثلاً امریکہ میں اس سے قطعاً کوئی واقف نہ تھا۔

دوسری انٹرنیشنل میں لینن نے جو کام سرانجام دیئے ان میں ایک یہ کوشش بھی تھی کہ بایاں بازو اور جہاں تک ممکن ہو سکے اعتدال پسندوں کو ترمیم پسند دائیں بازو کے خلاف منظم کیا جائے۔ لینن کے خلاف جو کیچڑ اچھالا گیا اس میں ٹراٹسکی کے حامیوں کی یہ کوشش بھی تھی کہ اس کی اس دانش مندانہ پالیسی کو اس بات سے تعبیر کیا جائے کہ یہ اعتدال پسندوں کے خطرہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ موقع پرستی کا خطرہ چاہے وہ جس بھیس میں ہو لینن کی نظروں سے پوشیدہ نہ تھا۔ اس نے جتنی اچھی طرح اسے سمجھا اتنا کسی اور نے نہ سمجھا۔ اس نے نہ صرف دائیں بازو کے ترمیم پسندوں پر بیدردی کے ساتھ حملے کیے بلکہ بائیں بازو اور اعتدال پسند دونوں کی غلطیوں اور خامیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ اعتدال پسند ببیل، کاؤتسکی، لیڈے بور اور ان جیسے دوسرے لوگ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا دائیں جانب جھکتے جاتے تھے۔ لینن نے اُن عناصر پر سخت تنقید کی۔ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ان کے متعدد پیروکاروں کو موقع پرست دایاں بازو کی قیادت سے زیادہ سے زیادہ علیحدہ کیا جائے لیکن اپنی تمام تر حیرت انگیز لچک دانشمندی، نظریہ، مناظرہ اور طریقہ کار کی توانائی کے باوجود لینن اس قابل نہ ہو سکا کہ جنگ سے قبل کے دور میں دوسری انٹرنیشنل کے اندر ایک ہمہ گیر بایاں بازو پیدا کر سکے۔ بہرطور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں وہ مختلف کانگرسوں میں بائیں بازو کے عارضی اتحاد کے ذریعے ہی موقع پرستوں پر گاہے بگاہے کامیابی حاصل کرتا رہا۔

بڑی غداری: پہلی جنگ عظیم

پہلی جنگ عظیم وہ آگ تھی جسے بڑی سرمایہ دار طاقتیں اپنی سرمراجی رقابتوں کے ذریعے گذشتہ ایک نسل سے متواتر ہوا دیتی آرہی تھیں۔ سرمایہ داری کی فطرت میں جنگ بھی اسی طرح شامل ہے جس طرح نفع خوری اور دیگر مظاہر اس نظام کا خاصہ ہیں۔ 28 جون 1914 کو آسٹریا کے آرچ ڈیوک فرانس فرڈینڈ کو سربیا کے ایک کٹڑ قوم پرست نے سراجیو میں قتل کر دیا۔ بس پھر کیا تھا لبلبی دب گئی سامراجیوں کے درمیان کشیدگی اتنی شدید ہو چکی تھی کہ ذرا سا سیاسی تصادم بھی جنگ کی آگ بھڑکا دینے کے لیے کافی تھا۔ یہ وہی جنگ عظیم تھی جس کے متعلق اینگلز نے ایک نسل قبل پیشین گوئی کی تھی کہ ''ڈیڑھ یا دو کروڑ مسلح افواج ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کے لیے میدان میں اتر آئیں گی۔'' یہ وہی جنگ تھی جس کے متعلق دوسری انٹرنیشنل سال ہا سال سے پریشان اور تشویش زدہ تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں الجھنے والی تمام حکومتوں نے اپنے لیے عیارانہ اخلاقی جواز ڈھونڈ نکالا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ اپنے قومی تحفظ کی غرض سے لڑ رہی ہیں لیکن اٹل حقیقت یہ تھی کہ یہ جنگ بڑی طاقتوں کے درمیان نوآبادیات منڈیاں خام مال اور جنگی اہمیت کے مقامات چھیننے کی ذلت آمیز سامراجی کشمکش کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ یہ حقیقی کہ اس جنگ میں ایک کروڑ سپاہی مارے گئے دو کروڑ اپاہج ہو گئے اور کروڑوں اشخاص محتاجی اور مفلسی کا شکار ہو گئے، (پچاس لاکھ عورتوں کے سہاگ لُٹ گئے، ایک کروڑ بچے یتیم ہو گئے اور 380 کھرب ڈالر کی جائیدادیں تباہ ہوگئیں)۔ نوع انسان کی یہ مہیب تباہی و بربادی ان جلاد صفت سرمایہ داروں کے نزدیک محض اعداد و شمار کی حیثیت رکھتی تھی۔ انہوں نے انسانی خون کی جو ہولناک ہولی کھیلی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر تھی۔

یہ سامراجی جنگ تھی جس کا مقصد دنیا کو تقسیم کرنا تھا۔ بڑی ریاستوں کو جس شے نے اس قسم کی بندر بانٹ پر اس قدر شدت سے اُبھارا۔ وہ مختلف ملکوں کی انتہائی مختلف رفتار سے ہونے والی صنعتی ترقی تھی جس کی وجہ سے ان کے مابین سیاسی توازن ہمیشہ درہم برہم رہتا تھا۔ سرمایہ داری کی ناہموار ترقی کا عمل ان قوانین پر مبنی تھا۔ جن کا انکشاف لینن نے کیا (باب-18)۔ اس طرح جب کہ ''1860 میں انگلستان

نے دنیا کا نصف سے زیادہ کوئلہ اور خام لوہا اور تقریباً نصف روئی پیدا کی، 1813 تک عالمی پیداوار میں اس کا ان اجناس کا حصہ علی الترتیب 13,22 اور 23 فیصد رہ گیا۔ دیگر کئی ملکوں خصوصاً جرمنی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں انگلستان کے مقابلہ میں بہت سی نئی صنعتیں وجود میں آ گئیں۔ پرلو کہتا ہے کہ 1899 اور 1913 کے درمیانی عرصہ میں ریاست ہائے متحدہ اور جرمنی میں فولاد کی پیداوار میں سہ گنا اضافہ ہوا جب کہ انگلستان میں اس کی پیداوار میں 50 فیصد سے کچھ ہی زیادہ اضافہ ہوا۔ برطانوی لوہے کی پیداوار گر گئی۔ اس طرح دنیا کا پہلا صنعتی رہنما اپنے حریفوں سے کہیں پیچھے رہ گیا۔ 1913 تک صنعتی قیادت آسانی کے ساتھ امریکہ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی''۔

خون ریز جنگ بین الاقوامی میدان میں ریاستوں کے سیاسی رشتوں کو اپنے مختلف النوع اقتصادی رشتوں کے مطابق ڈھالنے کا سرمایہ دارانہ طریقہ تھا۔ سب کی سب طاقتیں جنگ کی مجرم تھیں۔ دونوں عظیم وفاق یعنی جرمنی، آسٹریا، ہنگری، بلغاریہ اور ترکی کا اتحاد ثلاثہ اور دوسری طرف برطانیہ روس، فرانس، اٹلی، امریکہ، جاپان وغیرہ کا معاہدہ ثلاثہ سال ہا سال سے دانستہ طور پر جنگی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

اس سامراجی جنگ کے لیے جرمنی کی تیاری کا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ عظمیٰ اور فرانس سے نو آبادیات چھینی جائیں اور یوکرین، پولینڈ اور بحیرہ بالٹک کے صوبے روس سے ہتھیائے جائیں۔ روسی زار کی کوشش تھی کہ ترکی کو تقسیم کر کے قسطنطنیہ اور بحر اسود کو بحیرہ روم سے ملانے والے آبی راستہ (درہ دانیال) پر قبضہ کر لے۔ اس کا یہ منصوبہ بھی تھا کہ آسٹریا اور ہنگری کا ایک حصہ گلیشیا اور اس کی قلمرو میں شامل ہو جائے۔ برطانیہ اس بات کے درپے تھا کہ بذریعہ جنگ اپنے خطرناک مدمقابل جرمنی کو تباہ کر دے جس کا مال تجارت قبل از جنگ مستحکم طور پر انگریزی مال کو عالمی منڈی سے باہر نکال رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میسوپوٹیمیہ اور فلسطین کو ترکی سے چھین کر مصر میں اپنے قدم مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ فرانسیسی سرمایہ دار کی کوشش تھی کہ جرمنی سے سار بیسن اور السالس لورین چھین لیے جائیں۔ یہ دونوں علاقے کوئلے اور لوہے سے مالا مال تھے۔ ان میں سے موخر الذکر کو جرمنی نے 71-1870 کی جنگ میں فرانس سے لیا تھا اور اس پس منظر میں ان تمام سامراجی طاقتوں کا سرغنہ امریکہ تھا جو دنیا پر غلبہ پانے کے سرمایہ دارانہ مقصد کے لیے جنگ کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔

28 جولائی 1914 کو سربیا پر آسٹریا کے حملہ نے جنگ کا بگل بجا دیا۔ روسی فوج حرکت میں آ گئی۔ اس پر پہلی اگست کو جرمنی نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ 3 اگست کو فرانس اور اس کے ایک دن بعد برطانیہ عظمیٰ جنگ میں شامل ہو گئے۔ دوسری طاقتیں بھی یکے بعد دیگر میدان جنگ میں کودتی رہیں۔

ریاست ہائے متحدہ پہلے تو عیاری کے ساتھ علیحدہ رہتے ہوئے جنگ میں ''اتحادیوں'' کے ہاتھوں اسلحہ فروخت کر کے نفع کماتا رہا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے معاہدہ ثلاثہ کے ''دوست'' شکست کھانے والے ہیں تو 6 اپریل 1917 کو وہ بھی بدطینتی کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گیا اور بہانہ یہ تراشا کہ وہ بھی اپنے قومی تحفظ کے لیے لڑ رہا ہے۔

بڑی غدّاری

جنگ کی ابتدا نے دوسری انٹرنیشنل کو تحفظ امن کی عظیم ذمہ داری سے دوچار کر دیا۔ یہ مزدور مفاد کا لازمی تقاضہ تھا اور انٹرنیشنل نے اپنے جلسوں میں، خصوصاً سٹٹگارٹ، کوپن ہیگن اور باسیل میں متعدد بار اس بات کو دہرایا تھا کہ سوشلسٹ پارٹیاں جنگ کے خلاف نہ صرف ایجی ٹیشن برپا کریں گی بلکہ اس کے لیے آدمی اور روپیہ مہیا کرنے کے خلاف ووٹ دیں گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ''جنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والے اقتصادی اور سیاسی بحران کو لوگوں کو متحرک کرنے کے لیے استعمال کریں گی تا کہ سرمایہ دارانہ طبقاتی اقتدار جلد از جلد ختم ہو''۔ لیکن جب آزمائش کا نازک موقع آیا تو دوسری انٹرنیشنل کی بیشتر پارٹیاں اس سارے عہد و پیمان کو یک دم بھول کہ دغا بازی کے ساتھ قومی بورژوا طبقہ کا دم چھلا بن گئیں اور سامراجیوں کے جنگی نعرہ ''مادر وطن کی حفاظت'' کے پیچھے لگ گئیں اور اپنے اپنے عوام کو سامراجی بوچڑ خانہ کی طرف ہانک دیا۔ اس طرح ان جماعتوں نے مزدور طبقہ سے عائد ہونے والے مقدس فرض سے سنگین غداری کا ارتکاب کیا۔ صرف دو یورپی ملک روس اور سربیا ایسے تھے جہاں بالشویک اثرات کا غلبہ تھا۔ ان ابتدائی شریک جنگ ملکوں کی سوشلسٹ پارٹیوں نے مستقبل مزاجی کے ساتھ جنگ کی مخالفت کی۔ جنگ کو روکنے میں یہ بڑی ناکامی عالمی مزدور طبقہ کے لیے ایک ایسی ہولناک شکست تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اس شدید تباہ کاری کی بنیادی وجہ ''سماجی جارحانہ وطن پرستی'' یعنی اپنے اپنے سرمایہ دار طبقہ کی بورژوا قوم پرستی سے وابستگی جو مزدور طبقہ کے مفاد کو جنگ باز سامراجیوں کے مفاد سے مطابقت دینے کے مترادف تھی۔ متعدد پارٹیوں میں اس غداری کی خاص سماجی بنیادیں تھیں۔ اچھی تنخواہ پانے والے ہنرمند مزدور ہر قسم کے مزدور عہدیداروں کی وسیع افسر شاہی کے ادارے اور موقع پرست ٹٹ پونجیئے، بورژوا دانشوروں کی کثیر تعداد جو محض اپنی اپنی ملکی پارٹیوں پر تسلط قائم کرنے کے لیے ان میں شامل ہوئے تھے۔

جنگ کے خلاف لڑنے سے گریز یعنی حقیقت میں اسے تسلیم کرنا ان طاقتور موقع پرست رجحانات کا نکتہ عروج تھا جو دوسری انٹرنیشنل میں اس کے آغاز ہی سے نشوونما پا رہے تھے جن کے مظاہر کا ہم سرسری جائزہ لے چکے ہیں۔ لینن کہتا ہے ''انیسویں صدی کے آخر میں خارجی حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ ان سے موقع پرستی کو تقویت مل رہی تھی۔ قانون کے پجاری بورژوا موقع پرست، ضابطہ پرستی کی غلامانہ پرستش کر رہے تھے۔ مزدوروں میں افسر شاہی اور اشرافیہ کا ایک ناقص طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے ٹٹ پونجیئے بورژوا ''ہمسفروں'' کے لیے سوشل ڈیموکریٹ پارٹیاں باعث کشش بن گئی تھیں۔ جنگ نے اس نشوونما کو تیز تر کر دیا۔ اس نے موقع پرستی کا رخ سماجی جارحانہ وطن پرستی کی طرف پھیر دیا۔ اس نے بورژوا کے ساتھ موقع پرستوں کے خفیہ اتحاد کو اعلانیہ میں تبدیل کر دیا۔ موقع پرستوں کے زیر اختیار دوسری انٹرنیشنل پر بین الاقوامیت کی جو باریک تہہ چڑھی ہوئی تھی، اس بحران نے اسے بورژوا قوم پرستی میں تحلیل کر کے رکھ دیا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے لڑائی کے یکا یک پھوٹ پڑنے پر سوشل ڈیموکریٹک رہنماؤں کو نہ تو کوئی تعجب ہوا اور نہ انہیں کسی قسم کی گھبراہٹ محسوس ہوئی حالانکہ بقول فارونگ سالہا سال سے وہ اپنے کنونشوں میں ایک عام جنگ کے قریب آنے کے متعلق بحث کر رہے تھے اور انہوں نے صاف طور پر نشان دہی کی تھی کہ ایک ایسی سامراجی جنگ متوقع ہے جس سے مزدوروں کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو تھا نظریہ، لیکن عمل یہ تھا کہ پارٹی اور یونینوں کی موقع پرست قیادت جسے رہنمایانہ حیثیت حاصل تھی اپنے مارکسی ہونے کے ڈھونگ کو قطعاً نظر انداز کرتے ہوئے بورژوا قوم پرستی کے جذبہ کے ساتھ جنگ کی حمایت پر آمادہ ہو گئی۔

غدّاری کیونکر ہوئی

29 جولائی کو انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو کا اجلاس بروسلز ہوا۔اس میں دسویں کانگرس جو 23 اگست کو دی آنا میں منعقد ہونے والی تھی اب 9 اگست کو منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بظاہر کرنا تو یہ چاہیئے تھا کہ کانگرس کا اجلاس فوراً کسی غیر جانب دار ملک میں بلوایا جاتا تا کہ مزدوروں کے لیے ایک بین الاقوامی متحدہ پالیسی وضع کی جاتی مگر بین الاقوامی مرکز کی کمزوری نے ایسا نہ ہونے دیا اور بڑی پارٹیاں کوئی ایسی کانگرس طلب کرنے میں ناکام رہیں۔ بورژوا قوم تیزی کے ساتھ سرگرم عمل تھی۔ بروسلز اور کچھ دوسرے شہروں میں عام احتجاجی جلسے منعقد کیے گئے۔ جاریس نے ایک ایسے ہی جلسہ میں تقریر کی جسے عسکریت پسندوں نے 31 جولائی کو پیرس میں قتل کر دیا۔فرانس اور جرمن ڈیلی گیٹوں کے درمیان صلاح مشور ہوئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔انٹرنیشنل کی طاقتوں کو جنگ کے خلاف صف آرا کرنے کی کوئی حقیقی کوشش نہیں کی گئی۔

3 اگست بڑی پرآشوب تاریخ تھی۔ اس روز جرمن سوشل ڈیموکریٹک رہنماؤں نے ریشاغ گروپ کے سیاسی انتخابی جماعت کی کمیٹی (caucus) میں 14 کے مقابلہ میں 78 ووٹوں سے جنگ کی حمایت کا اعلان کیا۔لیجن ٹریڈ یونین رہنماؤں نے جن کے ہاتھوں میں پارٹی کی اصلی عنان اقتدار تھی ایک دن پہلے یعنی 2 اگست کو پارٹی میں اس بات کا پیشگی فیصلہ کر لیا کہ سماجی امن بحال رکھا جائے اور مالکوں کے ساتھ ہڑتال نہ کرنے کا معاہدہ کیا جائے۔دوسرے دن ریشاغ میں پارٹی کا فیصلہ پیش کیا گیا جہاں پارٹی کے 110 نمائندوں نے متفقہ طور پر جنگ کے مطالبہ زر کی حمایت کی۔ لائب نخ اور لکسمبرگ ایسے چند ہی لوگ تھے جنہوں نے سیاسی انتخابی جماعت کی کمیٹی کے سامنے اس مطالبہ کی حمایت میں ووٹ نہیں دیے۔کاؤتسکی غیر جانبدار رہا۔لیکن ان سب نے پارٹی میں منظّم وضبط اور ریشاغ میں جماعتی اتحاد کے قانون کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ پارٹی کا ماقبل جنگ بیان پیش کرتے ہوئے ایک اعتدال پسند ہاوس نے روس کے حملے کا ہوا کھڑا کیا اور مادر وطن کی حفاظت کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اعلان کیا ''خطرے کی گھڑی میں ہم مادر وطن کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔''

آسٹریا، فرانس، انگلستان، بلجیم اور دوسرے یورو پی متحارب ممالک نے بجز روس اور سربیا کے وہی قدم اُٹھائے جو جرمنی نے اُٹھایا تھا۔مگر بلغاریہ کے ''تنگ نظر سوشلسٹوں'' نے جنگ کے خلاف ووٹ دیا۔

کناڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی پارٹیوں نے جنگ کی مخالفت کی۔ وہ ٹریڈ یونینیں جن میں فرانسیسی، سنڈیکلسٹ بھی شامل تھے اب تک مخالف جنگ عام ہڑتال کی جنگجویانہ حمایت کرتی چلی آ رہی تھیں لیکن ریاست ہائے متحدہ، روسی، اٹلی اور دوسرے چند ملکوں کے عالمی صنعتی مزدوروں کو چھوڑ کر باقی سب نے ان سوشلسٹوں کے رجحانات جنگ کی پیروی کی جو جنگ کے حق میں تھے۔ گواسڈے اور ویلانٹ بہت جلد فرانسیسی کابینہ میں شامل ہو گئے۔ اور ونڈر ولڈے بلجیمی حکومت کا ایک حصہ بن گیا۔ کروپوٹکن بھی ''سماجی محبان وطن'' میں شامل ہوکر حکومت زار کی جنگ بازی کا حامی بن گیا۔

سکنڈے نیویا کے غیر جانبدار ممالک، سوئٹزرلینڈ، اٹلی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ وغیرہ کی پارٹیوں نے غیر جانبداری کا رویہ اختیار کیا۔ بعد میں جب اٹلی اور ریاست ہائے متحدہ جنگ میں شامل ہو گئے تو ان کی سوشلسٹ پارٹیوں میں پھوٹ پڑ گئی لیکن ایک فیصلہ کن عنصر نے جنگ کی مخالفت میں ووٹ دیا۔ دوسری انٹرنیشنل منہدم ہو گئی۔ صرف غیر جانبدار ملکوں کی پارٹیاں اس کی موجودگی کی نمائش کرتی رہیں۔

اس شکست در یخت کی ساری ذمہ داری دائیں بازو کی سوشل ڈیموکریسی کے کاندھوں پر تھی۔ اس میں بھی جرمنی کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی سب سے زیادہ ذمہ دار ہے۔ اس پارٹی کو دوسری انٹرنیشنل میں قائدانہ حیثیت حاصل تھی اور تمام دنیا کے مزدور رہنمائی کے لیے اس کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ اگر اس نے حقیقی معنوں میں جنگ کی مخالفت کی ہوتی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ انٹرنیشنل کی اکثریت سے اس کی پیروی کرتی۔ لیکن جب اس نے بورژوا قوم پرستی کا مظاہرہ کیا اور جنگ کے مطالبہ زر کے حق میں ووٹ دیا تو اس طرح اس نے نہایت بیدردی کے ساتھ عالمی مزدور تحریک کے بین الاقوامی محاذ کے پرخچے اڑا دیئے۔ جس پارٹی نے کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کو پیدا کیا وہی پارٹی اب کاؤتسکی، ایبرٹ، لیجن، نوسکے، شیڈمین، سنگر آئر، ڈیوڈ وغیرہ جیسے مبہم بازوں کے ہتھے چڑھ گئی اور دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ مزدوروں نے اس پر جو اعتماد کر رکھا تھا وہ اس نے شرمناک طریقہ سے زائل کر دیا۔

مادر وطن کی حفاظت

بورژوا طبقے نے مادر وطن کی حفاظت کا نعرہ بلند کیا۔ اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں اس نعرہ کو اپنا کر

جنگ کی حمایت پر کمر بستہ ہوگئیں۔ اپنی اس غداری کو چھپانے کے لیے انہوں نے مارکس ازم کی آڑ لی۔ اور اپنی جنگ پسند پالیسی کو ایک نظریاتی بنیاد عطا کرنے کی کوشش کی۔ ان کا موقف تھا کہ یہ قومی جنگ ہے اور ان کے عوام کے مفاد کو سخت خطرہ لاحق ہے اس لیے وہ جنگ کی حمایت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ انہوں نے اپنے اس موقف کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے یہ ثابت کرنا شروع کیا کہ جب ہماری اپنی سرحدوں پر دشمن کی فوجیں گولہ باری کر رہی ہوں تو ہمارے لیے اپنی مدافعت کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہیں رہتا۔ دائیں بازو کے عناصر نے اپنا نقطۂ نظر کچھ ایسے بلند بانگ دعووں کے ساتھ پیش کیا کہ خود سرمایہ داروں کے نقطۂ نظر سے اس کا امتیاز کرنا مشکل تھا۔ کاؤتسکیوں نے بڑے پُرفریب انداز میں ایسے رمز و کنائے اختیار کیے جس سے جنگ کی حمایت جنگ کی مخالفت معلوم ہوتی تھی۔

پرانے ترمیم پسند وولمر نے اعلان کیا ''اس وقت جرمن عوام ایک واحد نا قابل شکست عزم سے لبریز ہیں یعنی مادر وطن اپنی آزادی اور اپنی ثقافتی تنظیم کو اس دشمن سے بچانا چاہتے ہیں جس نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ دشمن شکست نہیں کھا جاتا'' فلپ شدمین نے عملاً تمام جرمن جارحانہ وطن پرستوں کی وکالت کرتے ہوئے جنگ کی ساری ذمہ داری زار روس کے سر تھوپ دی۔ اس نے کہا ''موجودہ جنگ کا اصلی مجرم روس ہے۔ ٹھیک اس وقت جب کہ زار بظاہر قیام امن کے لیے جرمن قیصر سے خط و کتابت کر رہا تھا اس نے اپنی فوج کو خفیہ طریقہ پر نہ صرف آسٹریا بلکہ جرمنی کے خلاف بھی متحرک کر دیا۔ ہم جرمنی کے رہنے والے اپنی حفاظت کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے ملک کو جہاں سوشل ڈیموکریسی سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے روس کی غلامی سے بچائیں گے۔ چونکہ ہم سوشلسٹ انٹرنیشنل میں شامل ہیں اس لیے اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم جرمن نہیں رہے''۔ دوسری طرف فرانسیسی، انگریز بلجیمی، امریکی اور دوسرے سوشل جارحانہ وطن پرست جرمنی کو اپنے ملک کے لیے خطرہ قرار دے رہے تھے۔

جرمن اعتدال پسندوں نے اپنے کردار کو نبھاتے ہوئے زیادہ فنکاری سے دلیلیں کیں تا کہ زیادہ ترقی یافتہ اور انقلابی مزدور جنگ کے جال میں پھنس جائیں۔ کاؤتسکی نے بھی جنگ کی جھوٹی مخالفت کی آڑ میں جارحانہ وطن پرستی کی تبلیغ کی۔ اس نے جنگ کے مطالبہ زر کے خلاف ووٹ دینے کی بجائے رائے دہی سے اجتناب کیا۔ حیرت ہے کہ رسوائے زمانہ ترمیم پسند برنسٹین بھی کاؤتسکی کا ہمنوا تھا۔

کاؤتسکی نے نظریاتی طور پر ناممکن عجیب وغریب انداز اختیار کیا کہ جنگ سامراجی بھی ہے اور قومی بھی، اس نے اس مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کے حق میں دلیلیں دیں۔ ایک ہی سانس میں یہ کہنے کے بعد کہ چھوٹے ممالک اپنی بقا کے لیے لڑ رہے ہیں اس نے کہا ''وہ عظیم ممالک جن کی بنیادیں مستحکم ہیں دوسری حیثیت رکھتے ہیں۔ یقیناً ان کی آزادی کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں ہے۔ علاوہ بریں ان کی سالمیت کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' یہ دعویٰ کرنے کے بعد کہ بڑے ملکوں کے لیے وہ جنگ مدافعتی نہ تھی، اسی مضمون میں اپنی دلیل کے برعکس رویہ اختیار کرتا ہے اور مزدوروں سے اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں کو مدد دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتا ہے ''مگر اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ملک کی سوشل ڈیموکریسی پر یہ مزید فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ جنگ کو کلیتاً مدافعتی جنگ تصور کرے اور دشمن سے اپنی حفاظت کو اپنا مقصد بنائے اسے ''سزا دینے'' یا ''کم کرنے'' کی کوشش نہ کرے۔

کٹر مارکسی کی حیثیت سے کاؤتسکی نے یہ ثابت کرنے کے لیے اپنا بڑا اثر ورسوخ استعمال کیا کہ انٹرنیشنل نے جو راستہ اختیار کیا وہ صحیح تھا۔ اس نے کہا کہ بین الاقوامی حالات اتنے پیچیدہ ہیں کہ جنگ کے خلاف پرولتاریہ کوئی متحدہ اقدام نہیں کر سکتا قومی محافظت کی ناگزیر ضرورت کے تحت مزدور طبقہ کی بین الاقوامیت لازماً منہدم ہوگئی ہے۔ اس نے کہا ''موجودہ جنگ نے انٹرنیشنل کی محدود طاقت کو ظاہر کر دیا۔ ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے اگر یہ امید رکھتے کہ جنگ کے دوران میں یہ پوری عالمی سوشلسٹ پرولتاریہ کو ہم آہنگ کر دے گا۔ ایسا ہونا صرف چند مخصوص سادہ مسئلوں میں ممکن تھا۔ عالمی جنگ نے سوشلسٹوں کو مختلف کیمپوں میں منقسم کر دیا ہے، خصوصاً مختلف قومی کیمپوں میں انٹرنیشنل اسے روکنے میں ناکام ہے۔ یعنی یہ جنگ میں کوئی موثر ہتھیار نہیں ہے۔ یہ لازماً امن کا ہتھیار ہے''۔

ان حالات سے عام طور پر جو نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ تھا کہ دایاں بازو اور اعتدال پسند دونوں متفقہ طور پر ''مادر وطن'' کی آزادی کی خاطر جنگ میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ بہت سے ملکوں کی سوشلسٹ پارٹیوں نے مارکس اور اینگلز کی عمیق ترین تعلیم اتحاد سے روگردانی کرتے ہوئے اس قتل عام کو منظّم کرنے والے عالمی سرمایہ دار کے حکم پر اپنے اپنے ملکوں کے مزدوروں کو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر آمادہ کر لیا۔

جنگ بطور سامراجی جنگ کے

ماضی پر نظر ڈالیے تو چند سیاسی احمقوں اور بہانہ بازوں کو چھوڑ کر باقی سب پر یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ پہلی جنگ عظیم بحیثیت مجموعی اور قومی پیمانے پر ایک سفاکانہ سامراجی جنگ تھی جس کا بنیادی مقصد بڑی سرمایہ دار طاقتوں کے درمیان دنیا کی تقسیم تھا۔ یہ کہنا کہ جنگ سے عالمی مزدوروں کا کسی قسم کا قومی یا طبقاتی مفاد وابستہ نہ تھا انتہائی کلبیت پسندی کا اظہار ہے۔

اس وقت بالشویکوں خصوصاً لینن اور بائیں بازو کے دوسرے لوگوں نے جنگ کے سامراجی کردار کو صاف طور پر ظاہر کر دیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ وہ جنگ ناجائز جارحانہ اور وطن پرستانہ تھی۔ بائیں بازو کا کہنا تھا کہ اس کشمکش کی ماہیت سامراجی ہے لیکن دایاں بازو اور اعتدال پسند اس کے برعکس سوچتے تھے۔ یہی اصرار ان دونوں گروہوں میں بنیادی وجہ امتیاز تھا۔ موخرالذکر کا اساسی موقف یہ تھا کہ ان کے اپنے اپنے ملکوں کے لیے جنگ کی حیثیت قومی ہے اس لئے یہ ایک جائز جنگ ہے۔ دونوں مکاتب فکر کا بنیادی طور پر مختلف طریقہ کار انہیں متضاد تجزیوں کا نتیجہ تھا۔

لینن نے جو سالہا سال سے اس متوقع کشمکش کی سامراجی فطرت کی طرف اشارہ کرتا چلا آ رہا تھا، 5 ستمبر 1914 کو جنگ پر اپنے ایک مقالہ میں اس مسئلہ کو نہایت واضح طور پر بیان کیا۔ اس دستاویز میں وہ کہتا ہے ''یورپی اور عالمی جنگ بلا مبالغہ بورژوا سامراجیوں اور شاہی خاندانوں کی جنگ ہے۔ یہ جدوجہد ہے منڈیوں کے لیے دوسرے ملکوں کو لوٹنے کی آزادی کے لیے۔ یہ ایک میلان ہے الگ الگ ملکوں کے اندر ابھرنے والی پرولتاریہ اور جمہوریت کی انقلابی تحریکوں کو کچلنے کی طرف، ایک رجحان ہے، احمق بنانے پھوٹ ڈالنے، بورژوا طبقہ کے منافع کی خاطر ایک قوم کے اجرتی غلاموں کو دوسری قوم کے اجرتی غلاموں کے خلاف مشتعل کر کے تمام ملکوں کے پرولتاریہ کے قتل عام کا۔ یہی جنگ کے اصل معنی اور اہمیت ہے۔ دوسری انٹرنیشنل سے تعلق رکھنے والی سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ بااثر جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے رہنماؤں کا کردار جنہوں کے مطالبہ زر کے حق میں ووٹ دیا اور جو پروشیا کے امرا کی پارٹی کے بورژوا جارحانہ وطن پرستی کے فقرے دہراتے رہے، سوشلزم سے غداری کا براہ راست ذمہ دار ہے۔ اسی طرح کی لعنت وملامت کا مستحق بلجیم اور فرانسیسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کے رہنماؤں کا کردار ہے جنہوں نے بورژوا کابینہ میں شامل ہو کر سوشلزم سے غداری کی۔ دوسری انٹرنیشنل

کے رہنماؤں کی سوشلزم سے غداری اس انٹرنیشنل کے نظری اور سیاسی دیوالیہ پن کو ظاہر کرتی ہے۔لینن نے کاؤتسکیوں کا خاص طور پر ہدف ملامت بنایا۔

ہر درجہ اور ہر ملک کے سوشل جارحانہ وطن پرست اس عظیم معرکہ آرائی میں قومی رنگ بھرنے کی کوشش کرتے رہے اسے ایک جائز جنگ ثابت کرنے کے لیے انہوں نے مارکسی اور اینگلز کی اس پالیسی کا حوالہ دیا جوان رہنماؤں نے 71-1870 کی فرانس اور پروشیا کی جنگ نیز انیسویں صدی کی دوسری قومی جنگوں کے بارے میں اختیار کی تھی۔

لینن کہتا ہے

''وہ تمام حوالے جو بورژوا اور موقع پرستوں کی حمایت میں پیش کیے گئے ان کا مقصد مارکس اور اینگلز کے خیالات کو مسخ کرنا ہے۔یہ بعینہ گوئیلام اور اس کے ساتھی انارکسٹوں کی تحریروں کی طرح ہیچن میں انارکزم کو جائز ثابت کرنے کے لیے مارکس اور اینگلز کے خیالات کو مسخ کیا جاتا ہے۔70-1871 کی جنگ نپولین سوئم کی شکست کی حد تک جرمنی کے حق میں ترقی پسندانہ تھی کیونکہ نپولین اور زار ایک عرصہ سے جرمنی کو کچلتے رہے تھے تاکہ وہاں جاگیردارانہ لامرکزیت قائم رہے۔لیکن جوں ہی جنگ کی نوعیت فرانس کی تخت وتاج (الساس اور یورن کے الحاق) کرنے میں تبدیل ہوئی تو مارکس اور اینگلز نے فیصلہ کن انداز میں جرمنی کی مذمت کی۔71-1870 کی جنگ کے آغاز میں جب بیبل اور لائب نخ نے جنگ کے مطالبہ زر کے خلاف ووٹ دیا، مارکس اور اینگلز نے فوراً ان کے اس اقدام کی حمایت کی۔انہوں نے سوشل ڈیموکریٹوں کو بورژوازی میں ضم نہ ہونے کا مشورہ دیا۔نہ صرف یہ بلکہ پرولتاریہ کے الگ طبقاتی مفاد کی حفاظت کرنے پر زور دیا۔فرانس اور پروشیا کی جنگ کی خصوصیات کا اطلاق موجودہ سامراجی جنگ پر کرنا تاریخ کا منہ چڑانا ہے کیونکہ اس جنگ کی ماہیت ترقی پسند سرمایہ دارانہ تھی نیز یہ جنگ قومی آزادی کے لیے لڑی گئی تھی۔یہی بات 55-1854 کی جنگ نیز انیسویں صدی کی دوسری جنگوں پر صادق آتی ہے یعنی اس وقت موجودہ سامراج کا دور دورہ نہ تھا۔سوشلزم کے مقاصد کے لیے ابھی حالات خام تھے۔متحارب ممالک میں عوامی سوشلسٹ پارٹیوں کو وجود نہ تھا اس کے علاوہ ابھی اس وقت وہ حالات پیدا نہ ہوئے تھے جن کے تحت باسل منشور میں بڑی طاقتوں کے مابین جنگ کی صورت میں ''مزدور انقلاب'' کا طریقہ کار وضع کیا گیا تھا۔بورژوا ترقی پسندی کے دور میں مارکس نے جو رجحانات

اختیار کیے تھے موجودہ زمانہ میں ان کا حوالہ دینے والے مارکس کے ان الفاظ کو بھول جاتے ہیں کہ ''مزدوروں کا کوئی وطن نہیں ہوتا'' لہٰذا مارکس کے سابقہ الفاظ کا اس دور میں حوالہ دینا جب کہ سرمایہ دار طبقہ رجعت پسند بن چکا ہے اور اس کی زندگی پوری ہوچکی ہے اور اب سوشلسٹ انقلاب کا دور ہے مارکس کے خیالات کو شرمناک طریقہ پر مسخ کرنا اور سوشلسٹ نقطہ نظر کی جگہ بورژوا نقطہ نظر پیش کرنا ہے''۔

دوسری انٹرنیشنل کی برائی کا چکر

جب لڑائی چھڑ گئی تو دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں نے اپنے آپ کو قتل وغارت گری کے ایک قبیح چکر میں گرفتار پایا۔ جرمنی، آسٹریا، ترکی اور بلغاریہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ روس اور مغربی طاقتوں کی تاخت وتاراج وہلاکت انگیزی کے خلاف دفاعی جنگ کررہے ہیں۔ بعینہ فرانسیسی، انگیریز، روسی وغیرہ یہ سوچتے تھے کہ وہ اپنی قومی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے سے بڑے دشمن جرمنی کے خلاف نبرد آزما تھی۔ یہ تھی اس وقت کی بورژوا منطق، اسی منطق کی پیروی دوسری انٹرنیشنل کے سربراہوں نے کی۔ اس طرح ایک دوسرے کو شکست دینے کے لئے ایک ہمہ گیر لڑائی چھڑ گئی۔

جرمن سوشل ڈیموکریسی نے ''روسی بربریت کا ہوا'' کھڑا کر کے لڑائی میں شامل ہونے کا جو ڈھونگ رچایا تھا اس نے سوشلسٹ پارٹیوں اور پرولتاریہ کو ایک خوفناک گومگو کی حالت میں مبتلا کر دیا۔ یہ عذر تراشی بدترین قسم کا جھوٹ تھی۔ اگر جرمن پارٹی نے سٹٹگارٹ کوپن ہیگن باسیل قرارداد کی مخالف جنگ پالیسی سے وفاداری کا ثبوت دیا ہوتا تو جرمنی پر روس کا قبضہ ہونے کی بجائے یہ نتیجہ نکلتا کہ روسی انقلاب کچھ اور پہلے رونما ہو جاتا اور ممکن تھا کہ جرمنی میں بھی انقلاب ہو چکا ہوتا۔

لینن کا یہ نقطۂ نظر جسے باسیل قرارداد میں شامل کر لیا گیا تھا کہ جنگ کے مقابلہ کے لیے جرأت کے ساتھ مخالف جنگ موقف اختیار کیا جائے اگر اپنا لیا جاتا تو بہت سی پارٹیاں اس گھناؤنے ہلاکت خیز چکر میں نہ پھنستیں جسے سوشل جارحانہ وطن پرست پالیسی نے پیدا کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ اگر برا چکر قائم ہو بھی گیا تھا تو اس اندھی گلی سے باہر نکلنے کا یہی ایک معقول راستہ تھا۔ ان سب کے باوجود اگر انگریز اور فرانسیسی پارٹیاں پے بہ پے عالمی کانگرسوں کی منظور کردہ قراردادوں میں بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہوئی ہوتیں تو جیسا کہ ان کے سماجی محبان وطن کا دعویٰ تھا جرمنی کے ہاتھوں ان کی آزادی سلب نہ ہوتی۔ اس کے برعکس جرمنی

اورروس اورعین ممکن تھا کہ ان کے اپنے ملکوں میں انقلابات کوانگیغت ملی ہوتی۔

روسی بالشویک پارٹی نے لینن کی راہ راست قیادت کے تحت خود اپنے ملک کے زارشاہی سرمایہ دارانہ اقتدار کی دھجیاں اڑا کر عالمی پرولتاریہ کواس گھناؤنے دفاعی چکر سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ روسی انقلاب سے حوصلہ پا کرتھوڑے ہی عرصہ بعد جرمنی میں انقلاب رونما ہوا۔ مزدوروں کے لیے اس خوفناک انسانی تباہی کا ممکنہ جواب صرف لینن کی پالیسی تھی جس کی وجہ سے روس میں تقریباً بلاکشت وخون انقلاب آیا۔ یہ پالیسی دنیائے انسانیت کے لیے سب سے بڑا پیام امن تھی۔

انسانیت کے اس عظیم قتل عام میں جس میں سامراج کو آخری فتح حاصل ہوئی وہ امریکی سامراج تھا۔ اس مہیب خونریزی میں خون پی پی کر امریکی سامراج پہلے سے زیادہ موٹا اور طاقت ور ہوگیا۔ جب کہ اس کے دوسرے یورپی سامراجی رقیب ایک دوسرے کو نا قابل تلافی نقصانات پہنچا کر تباہ حال ہو چکے تھے۔ تاہم اس جنگ میں بین الاقوامی پرولتاریہ تاریخی فاتح کی حیثیت سے اُبھر آیا۔ انسانی اور دیگر وسائل کے بھاری نقصانات کے باوجود عالمی مزدوروں نے روسی مزدور طبقہ سے مل کر جس نے نومبر 1917 کا عظیم روسی انقلاب برپا کر کے فیصلہ کن ضرب لگائی، عالمی سرمایہ داری پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ پھر یہ نظام سنبھالا نہ لے سکا اور نہ ہی آئندہ کبھی لے سکتا ہے۔

26

دوسری انٹرنیشنل کا کردار

1914-1889

14 اگست 1914 کی بدقسمت تاریخ کو جرمن سوشل ڈیموکریسی نے قیصر کی حکومت کے مطالبہ زر کے حق میں ووٹ دیا۔ جہاں تک مزدوروں کے لیے تعمیری کام کا تعلق تھا اسی تاریخ سے دوسری انٹرنیشنل کا وجود ختم ہو چکا تھا۔ اپنی تمام روایات، پروگرام اور مارکسی امکانات سے انتہائی غداری کے اس فعل نے آخر کار اس تنظیم کو جس پر موقع پرست قیادت کا مضبوطی سے غلبہ قائم ہو چکا تھا عالمی سرمایہ داری کی خدمت کے لیے وقت کر دیا۔ اسی وقت ایک نئی انٹرنیشنل کی ضرورت محسوس کی گئی اور لینن نے اس

تاریخی فریضہ کو فوراً بھانپ لیا۔

دوسری انٹرنیشنل کا آغاز بحیثیت ایک مارکسی تنظیم کے ہوا تھا۔مگر عالمی سامراج کے عروج سے پیدا شدہ اثرات نے اس کی قیادت کو بدعنوان بنا دیا۔سٹالن کے الفاظ میں ''دوسری انٹرنیشنل موقع پرستی سے ٹکر نہیں لینا چاہتی تھی۔ یہ موقع پرستی کے ساتھ پرامن طریقہ پر رہنے کی خواہش مند تھی۔اور اس نے موقع پرستی کو مضبوط سے قدم جمانے کا موقع بہم پہنچایا۔موقع پرستی کے ساتھ مفاہمت آمیز پالیسی اختیار کر کے دوسری انٹرنیشنل خود موقع پرست بن گئی''۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد دوسری انٹرنیشنل سوشلزم کی طرف بڑھتے ہوئے عالمی مزدوروں کی راہ میں ایک سنگ گراں کی طرح مخالف انقلاب قوت بن کر رہ گئی۔اس عظیم غداری کے معنی صرف یہی نہیں تھے کہ دوسری انٹرنیشنل سامراجی جنگ کے خلاف مورچہ لینا نہیں چاہتی تھی بلکہ اس نے سوشلزم کی طرف سے اپنا منہ موڑ لیا تھا۔سٹٹگارٹ،کوپن ہیگن، باسیل کی قرارداد کے ان الفاظ میں جو لینن کے تھے صاف طور پر اس بات کا اہتمام تھا کہ جنگ کے خلاف لڑائی کی بنیاد سرمایہ داری کے خاتمہ اور سوشلزم کے قیام پر ہونے چاہیے۔دوسری انٹرنیشنل نے بعد کے زمانے میں اُسی انقلاب دشمن کردار کا اظہار کیا جس کا پردہ اس نے پہلی جنگ عظیم کی تصدیق کرتے وقت چاک کر دیا تھا۔

لینن کہتا ہے

''دوسری انٹرنیشنل کا انہدام اس موقع پرستی کا انہدام تھا جس کی نشو ونما ایک مخصوص (نام نہاد پر امن) تاریخی دور کی آب وہوا میں ہوئی تھی جس کا اب کوئی وجود نہ تھا اور جس کا گذشتہ سالوں سے انٹرنیشنل پر عملاً غلبہ تھا۔موقع پرستوں نے سوشلسٹ انقلاب کو مسترد کر دیا تھا اور اس کی جگہ بورژوا اصلاح پسندی کو دے دی تھی۔اس بات سے انکار کرتے ہوئے کہ طبقاتی کشمکش ایک وقت میں لازمی طور پر مکمل خانہ جنگی میں تبدیل ہو سکتی ہے انہوں نے طبقاتی مفاہمت کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔حب الوطنی اور مادر وطن کی حفاظت کے نام پر وہ بورژوا جارحانہ وطن پرستی کی تلقین کرنے لگے تھے۔انہوں نے سوشلزم کی اس بنیادی صداقت کو جس کا اظہار کمیونسٹ مینی فیسٹو پہلے ہی کر چکا تھا یعنی مزدوروں کا کوئی وطن نہیں ہوتا، مسترد یا نظر انداز کر دیا تھا۔تمام ملکوں کے بورژوا طبقے کے مقابلہ میں تمام ملکوں کے پرولتاریہ کی انقلابی جنگ کی ضرورت کو تسلیم کرنے کی بجائے موقع پرستوں نے عسکریت پسندی کے خلاف اپنی جدوجہد کو محض

جذباتیت اور عامیانہ نقطۂ نظر تک محدود رکھا اور بورژوا پارلیمانی طریق اور بورژوا کے خلاف اپنی جدوجہد کو محض جذباتیت اور عامیانہ نقطۂ نظر تک محدود رکھا۔ وہ بورژوا پارلیمانی طریق اور بورژوا ضابطہ پرستی کی پوجا کرتے رہے۔ انہوں نے ضابطہ پرستی کے طلسم کو توڑنے اور بحران کے وقت غیر قانونی تنظیم اور ایجی ٹیشن برپا کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہ کی اس طرح وہ لوگ عرصہ دراز سے انٹرنیشنل کے لیے گڑھا کھودنے میں مصروف تھے''۔

انٹرنیشنل کا ابتدائی تعمیری کام

دوسری انٹرنیشنل عالمی سامراج کی ترقی اور پھیلاؤ کے مخصوص دور میں سرسبز اور بارآور ہوئی۔ اس عہد میں سرمایہ داری میں بڑی توسیع ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی خارجہ پالیسی کے بارے میں سرمایہ دارانہ مخاصمت میں بھی اضافہ ہوا اور بورژوا طبقے کا ترقی پسندانہ رول رجعت پرستی میں تبدیل ہو گیا۔ سرمایہ داری جو کسی وقت سماجی ترقی کے لیے مہمیز کا کام دے رہی تھی 1914 تک پہنچ کر مزید ترقی کے لیے پاؤں کی بیڑی بن گئی۔

سٹالن کہتا ہے ''دوسری انٹرنیشنل کے غلبہ کا دور کم وبیش پرامن ماحول پرولتاری فوج کی تشکیل وتربیت کا دور تھا۔'' 1914 سے قبل نسبتاً بہت کم لڑائیاں اور انقلابات ہوئے اور نظام سرمایہ داری میں نسبتاً استحکام رہا لہٰذا انٹرنیشنل نے اپنی توجہ تنظیم اور تعلیم پر منعطف رکھی۔ سوشلسٹ پارٹیاں، ٹریڈ یونینیں اور امداد باہمی کی انجمنیں، طبقاتی جدوجہد کی نسبتاً معتدل فضا (روس اور کسی حد تک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو چھوڑ کر) نشوونما پاتی رہیں۔ اس کے 'باعمل' دائیں بازو کے رہنماؤں کا واسطہ محض روزمرہ کے بندھے ٹکے کام کو نمٹانے تک رہ گیا تھا۔

تمام دنیائے سرمایہ داری میں مزدوروں کو افلاس اور تشدد کے ذلیل کن حالات میں مشقت کرنی پڑتی تھی۔ پچھلی دہائیوں میں مشین اور بہتر سرمایہ دارانہ تکنیک کے ذریعہ پیداوار میں عظیم اضافہ بھی مزدوروں کا معیار زندگی بلند کرنے میں بہت کم مددگار ثابت ہو سکا۔ اصل منافع ان لوگوں کی تجوریوں میں چلا جاتا جن کے قبضے میں صنعتیں اور قومی ذرائع تھے۔ صنعتوں میں مزدوروں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ بیروزگاری، بیماری اور بڑھاپے کی حالت میں کوئی مالی تحفظ حاصل نہ تھا۔ وہ بیشتر ابتدائی سیاسی

حقوق سے بھی محروم تھے۔ (عورتیں اور اکثر مرد بھی) رائے دہندگی کے حق سے محروم تھے۔ سوشل ڈیمو کریسی کے موقع پرست رہنماؤں نے اپنی توجہ انہیں برائیوں پر مرکوز رکھی لیکن نظام سرمایہ داری جوان برائیوں کے پیدا کرنے کا سبب تھا ان کے حملوں سے محفوظ رہا۔ یہی وہ خامی تھی جس نے آخر کار دوسری انٹرنیشنل کو تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔

تاہم انٹرنیشنل نے روز مرہ کی جدوجہد میں کئی کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ جیسا کہ ہم نے چوبیسویں باب میں بالاقتصاد بیان کیا ہے اس نے عظیم الشان اقتصادی اور سیاسی تنظیمیں کیں۔ لینن کہتا ہے ''انیسویں صدی کے آخری انتہائی اور بیسویں صدی کے آغاز کے دوران میں جب کہ انتہائی اذیت ناک سرمایہ دارانہ غلامی اور انتہائی تیز رفتار ترقی کا طویل ''پرامن'' عہد تھا، دوسری انٹرنیشنل نے پرولتاریہ عوام کی ابتدائی تنظیموں میں تربیتی کام کر کے اپنا پورا حق ادا کیا، علاوہ ازیں دوسری انٹرنیشنل نے اجرتوں، کام کے گھنٹے، سماجی تحفظ، فیکٹری قانون اور محنت کش مرد اور عورتوں کے حق رائے دہندگی کے بارے میں مالکوں اور حکومتوں سے بہت سی مراعات حاصل کیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کامیابیوں نے بہت سے بڑے سامراجی ملکوں میں بڑے مالکوں کے اس رجحان کو بہت حد تک فروغ دیا کہ مزدور اشرافیہ کو کچھ مراعات دی جائیں تاکہ بحیثیت مجموعی مزدور طبقہ کا اتحاد اور انقلابی جذبہ کمزور پڑ جائے۔ بڑھتی ہوئی مزدور تحریک نے حکمران طبقہ کو اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ مزدوروں میں بے چینی کو ظالمانہ طریقے پر کچلنے کی پالیسی میں کچھ فیاضانہ اعتدال پسندی پیدا کریں۔ بسمارک کی سماجی تحفظ کی سکیم کی تقلید میں حکمرانوں نے شکر میں لپٹی ہوئی کڑوی گولیاں دینا شروع کر دیں۔ اسی رجحان کی مثالیں لورون کے الفاظ میں ''برطانیہ عظمیٰ میں لاڈ جارج اور آسکوتھ کی، آزاد خیالی، ریاست ہائے متحدہ میں تھیوڈور روز ویلٹ کی ترقی پسندی، اور وڈرو ولسن کی نئی آزادی تھیں''۔

دوسری انٹرنیشنل نے منظم مزدور تحریک کی حدوں کو وسیع کیا۔ پہلی انٹرنیشنل کا اثر بمشکل مغربی یورپ سے باہر پہنچا تھا لیکن دوسری انٹرنیشنل کا اثر پورے یورپ اور امریکہ کے بہت سے حصوں میں پھیلا۔ پھر بھی بہت سے عظیم نو آبادیاتی اور نیم نو آبادیاتی ممالک ہندوستان، چین، مشرق وسطی افریقہ اور لاطینی امریکہ کے بیشتر ملک دوسری انٹرنیشنل کے لیے ابھی بند کتاب تھے۔ ان ممالک کے عوام کو اپنی حقیقی رہنمائی کے لیے تیسری انٹرنیشنل کے ظہور تک انتظار کرنا تھا جو حقیقی معنوں میں پہلی پرولتاریہ عالمی تنظیم تھی۔

موقع پرستی کی قیمت

دوسری انٹرنیشنل نے جو متذکرہ کامیابیاں بھی حاصل کیں ان کے لئے اسے مارکسی اصولوں سے کنارہ کشی کی صورت میں بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔فوری مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے قیادت نے سوشلزم کی آخری منزل مقصود کونظرانداز کردیا۔پہلی انٹرنیشنل کے دوران میں مارکس ازم کا سائنسی تجزیہ اور پروگرام کا تعین کیا گیا لیکن دوسری انٹرنیشنل کے دوران میں یہ سب کچھ پھاڑ کر پھینک دیا گیا اور اس کی جگہ پیٹی بورژوا موقع پرست انقلابیت کو دی گئی جس کا مارکس ازم سے کوئی تعلق نہ تھا۔عالمی مزدوروں کو اس سیاسی انحطاط کی مہلک قیمت ادا کرنی پڑی یعنی دوسری انٹرنیشنل کی عین آزمائش کے لمحہ میں یعنی ٹھیک اس وقت جب کہ مزدوروں کو مارکسی قیادت اور تنظیم کی انتہائی ضرورت تھی اس کی پوری عمارت دھڑام سے نیچے آگری۔

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ دوسری انٹرنیشنل کے دوران میں لینن نے مارکسزم کی نشاۃ ثانیہ کی پوری پوری قیادت کی۔اس نے نہ صرف مارکس اور اینگلز کے ان اصولوں کو زندہ کیا جنہیں دوسری انٹرنیشنل کے نقلی سوشلسٹ سربراہوں نے اپنے خیال کے مطابق ہمیشہ کے لیے دفن کردیا تھا بلکہ نظام سرمایہ داری کے نئے سامراجی مرحلہ میں مزدوروں کے تقاضوں کے مطابق مارکس ازم کو اس حد تک ترقی دی کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دی تھی۔انٹرنیشنل پر مسلط موقع پرست قیادت اور پروگرام کی شدید مخالفت کے باوجود لینن نے اس میں کامیابی حاصل کی۔دوسری انٹرنیشنل کے سرکاری حلقوں میں لینن ایک قابل نفرت اجنبی سمجھا جاتا تھا۔

دوسری انٹرنیشنل کے انہدام کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ موقع پرست مزدور اشرافیہ اور ٹٹ پونجیئے بورژوا دانشوروں کے غلبہ کی وجہ سے یہ تنظیم عالمی سامراج کے پھیلاؤ اور اس کی زور رفتار نشوونما کے دور کی پیدا کردہ بدعنوانیوں اور واہمہ کا شکار ہوگئی تھی۔اس کی قیادت نے مارکس ازم کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے سرمایہ داری نظام کی وقتی کامیابی اور انسبتاً استحکام، سے یہ انقلاب دشمن نتیجہ اخذ کیا کہ موجودہ عہد سوشلزم کی طرف بڑھ رہا ہے یا سوشلزم کے متعلق ان کے اپنے ٹٹ پونجیئے سرمائے دارانہ تصور میں ڈھل رہا تھا۔ان کے اپنے پورے نقطۂ نظر کی نامعقولیت اس وقت ظاہر ہوگئی جب نظام سرمایہ داری عظیم جنگوں اور انقلابات کے ایک نئے دور میں داخل ہوگیا جو اس کے تنزل اور انحطاط کا دور تھا۔

پہلی انٹرنیشنل کو سرمایہ داری کے خلاف لڑتے ہوئے ایک باعزت موت نصیب ہوئی تھی۔ وہ اپنے پیچھے ایک درخشاں روایت چھوڑ گئی تھی۔ دوسری انٹرنیشنل کو بدعنوان قیادت کی غداری نے تباہ کیا۔ ہر وہ وعدہ جو مزدوروں سے کبھی کیا گیا اور مارکس ازم کا ہر وہ اصول جس کا کبھی انہیں دعویٰ تھا بحران کے وقت سنگ دلی کے ساتھ ایک طرف پھینک دیا گیا۔ اس وقت مزدور اس قدر طاقت ور ہو چکے تھے کہ انہیں جنگ کے خلاف مورچہ قائم کرنا کچھ اتنا مشکل نہ تھا لیکن ان کے رہنماؤں نے انہیں نہایت ایمان فروشی کے ساتھ دشمنوں کے پنجے میں پھنسا کر سنگین غداری کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا اب یہ ضروری ہو گیا تھا کہ عالمی سوشلزم کا جھنڈا دوسری انٹرنیشنل کی قیادت کے نااہل ہاتھوں سے چھین کر ایک نئی اور برتر تنظیم، تیسری یا کمیونسٹ انٹرنیشنل کے ہاتھوں میں سونپ دیا جائے۔

حصہ سوئم

تیسری (یا کمیونسٹ) انٹرنیشنل

1919 تا 1943

(27)

زمروالڈ تحریک

1915

جنگ کے بارے میں موقع پرستانہ غداری نے دوسری انٹرنیشنل کو تنظیمی اور نظریاتی دونوں اعتبار سے انتشار کا شکار بنا دیا۔ جنگ عظیم میں ایک دوسرے کے خلاف لڑنے والے محوری اور اتحادی دونوں کیمپوں اور غیر جانبدار ملکوں کی پارٹیوں کے علاوہ روسی پارٹی بھی جس کو ان میں سے کسی کے ساتھ مناسبت نہ تھی، بہت سے گروہوں میں منقسم ہو گئیں۔

دائیں، بائیں اور اعتدال پسند عناصر کے نظریاتی اختلافات جو دوسری انٹرنیشنل میں ٹھوس حقیقت

بن کر موجود رہے جنگ کی وجہ سے زیادہ شدید ہو گئے، خصوصاً جب کشمکش طویل ہوتی گئی تو اختلاف نے زیادہ واضح شکل اختیار کرنا شروع کی۔ آخر کار تینوں نظریات تین واضح بین الاقوامی تنظیموں کی شکل میں منظر عام پر آ گئے۔ دائیں بازو نے دوسری انٹرنیشنل کو دوبارہ زندہ کیا اعتدال پسندوں کی ڈھائی انٹرنیشنل تھی۔ اور تیسری تنظیم کمیونسٹ انٹرنیشنل بن کر سامنے آئی جسے تیسری انٹرنیشنل بھی کہا جاتا ہے۔ دائیں بازو کے عناصر طبقاتی امن اور سامراجی طاقتوں کی پوری پوری امداد کو نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ اعتدال پسند بورژوا محض امن کے طلب گار تھے۔ بایاں بازو سٹٹ گارٹ، کوپن ہیگن اور باسیل قرار داد کی روح کو زندہ رکھتے ہوئے جنگ کے مخالف عوامی جذبہ کو سوشلزم کے لیے انقلابی لڑائی میں تبدیل کرنا چاہتا تھا۔

تیسری انٹرنیشنل کی شروعات

تیسری انٹرنیشنل روس میں بالشویک گروپ کی بنیاد پڑتے ہی جڑ پکڑنے لگی تھی۔ جنگ سے قبل کے دور میں مارکس کے ساتھ لینن کی گونا گوں تحریریں اس کے انقلابی نظریہ کی بنیاد تھیں۔ 1905 اور 1917 کے عظیم انقلابات میں روسی پرولتاریہ کی جدوجہد کا تعلق بھی اسی روایت سے تھا۔ جنگ سے بیشتر دوسری انٹرنیشنل کا بایاں بازو جس کی نشو و نما کے لیے لینن نے اس قدر جانفشانی سے کوشش کی تھی اس کا ابتدائی بین الاقوامی مظہر تھا لیکن یہ انقلابی رجحان پہلی جنگ عظیم و انقلاب روس اور خصوصاً تاریخی جدوجہد کے مواقع پر موقع پرست سوشل ڈیموکریٹک رہنماؤں کی غداری سے صحیح معنوں میں بین الاقوامی تحریک نہ بن سکا۔

لینن ابتدائی سے یہ سمجھ چکا تھا کہ جنگ عظیم میں دوسری انٹرنیشنل کے رہنماؤں کی غداری کے معنی پرولتاریہ کی عالمی تنظیم کی حیثیت سے اس جماعت کی موت تھا لہٰذا اس نے ایک نئی انٹرنیشنل کا قیام اپنا اہم فریضہ سمجھا۔ جنگ شروع ہوئی تو اس وقت لینن روس سے قریب رہنے کی غرض سے کاکیشیا میں جلا وطنی کے دن گذار رہا تھا۔ وہاں سے وہ 5 ستمبر کو سوئٹزرلینڈ پہنچا۔ اس کی قیادت میں بالشویکوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔ اس نے ایک روزنامہ سوشل ڈیموکریٹ، شائع کرنا شروع کیا۔ 6 ستمبر کو ایک مقالہ تیار کرنے کے بعد لینن نے جنگ پر ایک منشور تحریر کیا جسے مرکزی کمیٹی نے یکم نومبر 1914 کو شائع کر دیا۔

اس منشور نے اس خاص نقطۂ نظر کی بنیاد رکھی جس پر چل کر بالشویکوں نے انقلاب روس میں

کامیابی حاصل کی اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کا قیام عمل میں آیا۔منشور نے جنگ کی سامراجی نوعیت کوطشت از بام کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''انٹرنیشنل کے رہنماؤں نے جنگ کے مطالبہ زر کے حق میں ووٹ دے کر اپنے اپنے ملک کے سرمایہ دارطبقہ کا جارحانہ وطن پرستی کا نعرہ اپنا کر، جنگ کو جائز قرار دیتے ہوئے اس کی حمایت کر کے اور متحارب ممالک کی بورژوا حکومتوں میں شامل ہوکر سوشلزم سے غداری کی ہے۔موقع پرستوں نے، سٹٹگارٹ، کوپن ہیگن اور باسیل کانگرس کے فیصلوں کوٹھکرا دیا ہے۔'' اس نے انارکو سنڈیکلسٹ رجحان کی مذمت کرتے ہوئے اسے موقع پرستی کا فطری شاخسانہ قرار دیا۔

منشور میں ریاست ہائے متحدہ یورپ کی بنیاد پر جرمنی، آسٹریا اور روسی شہنشاہیت کے خاتمہ کی تجویز پیش کی گئی (بعد میں یہ نعرہ غلط سمجھ کر واپس لے لیا گیا)۔ پارٹی کے بیان میں کہا گیا کہ ''اس وقت تمام ترقی یافتہ ملکوں میں روزمرہ کارروائی کا پروگرام سوشلسٹ انقلاب کا نعرہ ہونا چاہیے۔'' منشور میں اعلان کیا گیا کہ اس وقت کی سامراجی جنگ کوخانہ جنگی میں بدل دینے کا نعرہ ہی ایک صحیح نعرہ ہے جس کی صداقت کا شاید کمیون والا تجربہ ہے جس کا خاکہ باسیل 1912 قرارداد میں پیش کیا جا چکا ہے اور جو انتہائی ترقی یافتہ بورژوا ممالک کے مابین سامراجی جنگ کے پیش کردہ مجموعی حالات پر منتج ہوتا ہے۔اس نے دوسری انٹرنیشنل کے خاتمہ کا اعلان کرتے ہوئے ایک نئی انٹرنیشنل کی تشکیل کی دعوت دی۔

جنگ کی مخالفت میں بالشویکوں کے جرأت مندانہ موقف نے روس میں جبر وتشدد کے دروازے کھول دیئے۔ڈوما کے بالشویک رکن اور مرکزی کمیٹی کے اراکین حراست میں لے لئے گئے پراودا کو بند کر دیا گیا اور بہت سے پارٹی گروپ توڑ دیئے گئے لیکن پارٹی کی طاقتیں جلد ہی دوبارہ منظّم ہو گئیں۔ روس کے اندر اور باہر سوئیٹزرلینڈ میں جہاں نئی مرکزی کمیٹی کا ہیڈکوارٹر تھا جنگ کے خلاف لڑائی شروع کر دی گئی۔

جنگ کی مخالف سوشلسٹ کانفرنسیں

ہولناک قتل عام اور جنگ سے پیدا شدہ دیگر عوام مشکلات کی وجہ سے عوامی مخالف جنگ جذبہ بڑھنے اور ظاہر ہونے لگا۔خصوصاً پہلے چند مہینوں کے بعد جب حب الوطنی کا بخار اتر گیا تو جگہ جگہ مخالف تحریکیں سر اٹھانے لگیں۔جرمنی میں دسمبر 1914 کے دوران ان 14 ارکان میں جنھوں نے سیاسی انتخابی

جماعت کی کمیٹی میں جنگ کے مطالبہ زر کے خلاف ووٹ دیا تھا۔ کارل لائب نخ ہی واحد شخص تھا جس نے نام نہاد وطن پرست ہجوم کی برہمی کے باوجود ریشتاغ میں مخالفت کا علم بلند کیے رکھا۔ اس کی نڈر آواز پوری دنیا میں جنگ کی مخالف اُبھرتی ہوئی تحریک کی گونج بن گئی۔

اس دوران میں متعدد سوشلسٹ بین الاقوامی مخالف جنگ کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ جنوری 1915 میں کوپن ہیگن میں غیر جانبدار ملکوں کے سوشلسٹوں کا اجلاس ہوا۔ فروری میں بھی لندن میں اتحادی ممالک کی سوشلسٹ پارٹیوں کی ایک کانفرنس ہوئی۔ اسی سال 18 جون کو جرمنی آسٹریا، ہنگری کے سوشلسٹ دی آنا میں جمع ہوئے۔ ستمبر 1914 میں امریکی سوشلسٹ پارٹی نے اپنی نے ایک عام سوشلسٹ کانفرنس کی تجویز پیش کی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

بالشویکوں نے ان منعقدہ کانفرنسوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ انہوں نے لندن اور کوپن ہیگن کے اجتماعات میں اپنے نمائندے بھیجے لیکن ان جماعتوں نے جنگ سے متعلق لینن کے نقطۂ نظر کو فیصلہ کن انداز میں مسترد کر دیا۔ انہوں نے اپنی اپنی حکومتوں کو صلح و آشتی قائم کرنے کی امن پسند اپیل کرنے کے سوا اور کوئی قدم نہ اُٹھایا۔ یہ ایک مایوس کن لائحہ عمل تھا۔

28 مارچ 1915 کو عورتوں نے برن میں مخالف جنگ قوتوں کی پہلی اہم کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کی رہنما انٹرنیشنل کی سوشلسٹ عورتوں کی بین الاقوامی انجمن کی سیکرٹری کلارا زٹیکن تھی۔ یہ پہلی کانفرنس تھی جس میں بڑے متحارب ملکوں کے نمائندے شامل ہوئے۔ بالشویکوں نے اس کانفرنس کی پُر جوش تائید کی۔ اس میں شرکت کرنے والے روسی وفد میں این، کے، کروپسکایا (لینن کی بیوی) آنیسا آرمند زینید الیلینا اور لگا رواچ تھی۔ کانفرنس نے بالشویکوں کی قرارداد مسترد کر دی۔ اس کانفرنس میں جو قرارداد منظور کی گئی اسے صرف سرمایہ داری کی مذمت اور سوشلزم کی حمایت کرتے ہوئے عمومی مخالفت جنگ ایجی ٹیشن تک محدود رکھا گیا۔

سوشلسٹ نوجوانوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس بھی برن میں پانچ اپریل 1915 کو منعقد ہوئی۔ بائیں بازو نے اس کانفرنس کی بھی حقیقی تائید کی لیکن اس میں شریک نمائندے لینن کے پروگرام کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ انہوں نے روسی قرارداد مسترد کر دی۔ اس کانفرنس نے بھی وہی لائن اختیار کی جو عورتوں کی کانفرنس نے اختیار کی تھی۔ اجتماع نے سوشلسٹ نوجوانوں کا بین الاقوامی بیورو قائم

کیا اور ایک اخبار جاری کیا جس میں لینن بھی لکھا کرتا تھا۔

پہلی زمروالڈ کانفرنس

دریں اثنا جنگ کی مخالف اٹلی کی سوشلسٹ پارٹی نے جب محسوس کیا کہ بڑی جماعتیں ایک عمومی مخالف جنگ کانفرنس منعقد کرنے پر کسی طرح آمادہ ہیں تو اس نے تھک ہار کر اپنی ذمہ داری پر ایک کانفرنس طلب کرنے کے بعد برن کے نزدیک ایک چھوٹے گاؤں زمروالڈ میں ایک عام کانفرنس منعقد کی گئی جو 5 سے 12 ستمبر 1915 تک جاری رہی۔ عورتوں اور نوجوانوں کے سابقہ اجتماعات کے مانند زمروالڈ کانفرنس نے بھی دائیں بازو کے سوشلسٹوں کے جھوٹ کا موثر جواب دیا جو جنگ کے خلاف متحدہ کاروائی کو روکنے کی خاطر یہ دلیل دیا کرتے تھے کہ جنگ کے دوران میں کسی عام سوشلسٹ کانفرنس کا انعقاد ناممکن ہے۔

زمروالڈ میں روس، جرمنی، فرانس، پولینڈ، رومانیہ، بلغاریہ، اٹلی، ہالینڈ، سوئٹزر لینڈ سویڈن اور ناروے سے 38 ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی۔ تین روسی پارٹیوں یعنی بالشویک منشویک اور بائیں سوشلسٹ کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ لینن اور زینو ویف بالشویکوں کے نمائندے تھے۔ ٹراٹسکی نے ایک الگ دھڑے کی نمائندگی کی، جرمنی کے دس نمائندے تھے ان میں لیڈے بور، ہاف میں، پیئر، برتھا تھالمیر اور بورشارڈ شامل تھے۔ میرہیم اور بوڈرن فرانسیسی سنڈیکلسٹ یونینوں کے نمائندہ تھے۔ آئی۔ ایل۔ پی کے تین نمائندے تھے اور برطانیہ عظمیٰ کی سوشلسٹ پارٹی کے نمائندے پاسپورٹ نہ ملنے کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سوشلسٹوں کو بھی یہی وقت پیش آئی۔ لائب نخ نے جو اس وقت فوج میں تھا کانفرنس کے نام ایک خط بھیجا۔ زٹیکن اور لکسمبرگ دونوں اس وقت جیل میں تھیں۔

اگرچہ کانفرنس سے یہ ظاہر تھا کہ مخالف جنگ جذبہ مضبوطی کے ساتھ ترقی پذیر ہے تاہم اس کے تجزیات اور مقاصد اتنے واضح نہ تھے۔ وہ تین عوامی گروہوں میں منقسم تھی۔ دایاں بازو اکثریت میں تھا۔ اس میں جرمن، فرانسیسی، کچھ اطالوی، پالستانی اور روسی منشویک شامل تھے۔ بایاں بازو آٹھ افراد پر مشتمل تھا جس میں بیشتر روس سکنڈے نیویا اور بلقانی ممالک کے مندوب تھے۔ ان کا رہنما لینن تھا۔ ٹراٹسکی

حسبِ معمول پانچ یا چھ آدمیوں کے ایک درمیانی گروپ کے ساتھ تھا۔

لینن کے گروپ نے ایک قرارداد اور منشور پیش کیا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ جنگ فوراً بند کر دی جائے، مطالبہ زر کو منظور نہ کیا جائے۔ انگلستان، فرانس، بلجیم کی حکومتوں سے تمام سوشلسٹ مستعفی ہو جائیں اور سرمایہ دار حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائے۔ قرارداد 12 کے مقابلہ میں 19 ووٹوں سے مسترد ہو گئی اور منشور کا مسودہ کمیشن کے حوالے کر دیا گیا جسے بالآخر قبول کر لیا گیا اور تمام نمائندوں نے اس پر دستخط کر دیئے۔ اس دستاویز کے ذریعے جس میں زیادہ تر لینن کے گروپ کی تجاویز شامل تھیں جنگ کو سامراجی نوعیت کی جنگ قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی گئی اور لڑائی کے فوری خاتمہ کا مطالبہ کیا۔ جنگ کے خلاف مورچہ نہ لگانے پر پرانی قیادت کی مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ کسی علاقہ کو دوسرے ملک میں شامل کیے بغیر صلح کی جائے۔ اس منشور نے سٹٹگارٹ، کوپن ہیگن، باسیل قرارداد کی تصدیق کی لیکن اس امر کی کوئی وضاحت نہیں کی کہ سوشلزم کی منزل تک کیسے رسائی حاصل کی جا سکتی ہے نہ ہی اس میں کسی نئی انٹرنیشنل کے قیام کے بارے میں کوئی رائے ظاہر کی گئی۔ کانفرنس نے انٹرنیشنل سوشلسٹ کمیٹی قائم کی جس میں ہر ملک سے ایک سے لے کر تین نمائندے لیے گئے۔ سوئٹزر لینڈ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا آرگرم کمیٹی کا سیکرٹری منتخب ہوا اور اُس کا ہیڈ کوارٹر برن میں قائم کیا گیا۔

بائیں بازو کے ڈیلی گیٹوں نے ایک بیان پیش کیا جس میں کہا گیا تھا کہ وہ اس منشور سے مطمئن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ منشور میں ''واضح یا انتہا پسند الفاظ میں پوشیدہ موقع پرستی کی خصوصیت کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس میں یہ بات صاف طور پر بتائی گئی کہ جنگ کے خلاف جدوجہد کے لیے کیا طریقے اختیار کیے جائیں۔'' اس دستاویز پر لینن اور بائیں بازو کے دیگر رہنماؤں کے دستخط تھے۔ بعد میں اپنے ایک مضمون میں لینن نے زمروالڈ تحریک کی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے بیان کیا کہ اسے آگے کی طرف ایک قدم قرار دیا جا سکتا ہے لہٰذا اس کی مدد کرنی چاہیے تھی۔ زمروالڈ کانفرنس تیسری انٹرنیشنل کا بیش قیمت زیور تھا۔

کینتھال کانفرنس

زمروالڈ تحریک کی دوسری کانفرنس 14 تا 29 اپریل 1916 کو سوئٹزر لینڈ کے ایک گاؤں کینتھال

میں منعقد ہوئی۔ پہلی کانفرنس کے انعقاد کے سات مہینوں کے دوران میں مخالف جنگ سرگرمیوں میں اضافہ اور جنگ کے خلاف عوام کے بڑھتے ہوئے جذبات کی وجہ سے تحریک نے خاص ترقی کر لی تھی۔ تقریباً 25 پارٹیاں اور گروپ اس سے ملحق ہو چکے تھے ان میں اٹلی، سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، رومانیہ، روس، پولینڈ، بلغاریہ، پرتگال کی سوشلسٹ پارٹیاں اور امریکہ کی ایس، پی، اور ایس، ایل، پی دونوں پارٹیاں تھیں۔ اٹلی اور بلغاریہ کی ٹریڈ یونینوں کا بھی الحاق تھا۔ نوجوانوں کی تنظیمیں خاص طور پر سرگرم تھیں۔

اس وقت جرمنی میں بائیں بازو کی تشکیل کردہ سپارٹاکس بند یا انٹرنیشنل جماعت خاص اہمیت رکھتی تھی جو جنوری 1916 میں قائم کی گئی تھی۔ اس ارتقا کو اس لیے اہمیت تھی کہ جنگ میں جرمنی کا مرکزی کردار تھا اور جرمن سوشلسٹ تحریک کا وقار دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ سپارٹاکس بند کا پروگرام روزا لکسمبرگ نے تحریر کیا تھا۔ بعد میں یہی پروگرام کینتھال کانفرنس میں پیش کیا گیا۔ اگرچہ اس میں ''ایک نئی مزدور انٹرنیشنل'' کے قیام کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن جنگ ختم کرنے کے لیے کسی انقلابی عمل کی واضح تشریح موجود نہ تھی۔

کینتھال یا دوسری زمروالڈ کانفرنس میں 44 ڈیلی گیٹوں نے شرکت کی: لینن، زینوویف اور اینسا آرمنڈ روسی بالشویکوں کی طرف سے شریک ہوئے۔ مارتوف اور ایکسلراڈ منشویکوں کی طرف سے اور تین سوشلسٹ انقلابی پارٹی کے نمائندہ تھے۔ جرمنی کے سات ڈیلی گیٹ تھے، اٹلی کے سات، فرانس کے چار، سوئٹزرلینڈ کے چار، ایک سوشلسٹ یوتھ انٹرنیشنل کا نمائندہ اور کئی مختلف پارٹیوں کے مندوب بھی شریک ہوئے۔

بالشویک گروپ نے جو قرارداد پیش کی اس کے مسودہ میں کہا گیا تھا کہ مزدوروں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے اوزار رکھ دیں۔ ان کا رخ اپنے مشترکہ دشمن یعنی سرمایہ دار حکومتوں کی طرف پھیر دیں۔ اس تجویز کا کانفرنس کے اعتدال پسند اور دائیں بازو کی اکثریت نے مسترد کر دیا۔ اس بجائے زمروالڈ انٹرنیشنل سوشلسٹ کمیٹی کی قرارداد منظور کی گئی۔ اگرچہ یہ زمروالڈ کانفرنس پر ایک واضح اضافہ تھا کہ سوشلزم کے لیے لڑنے کی دعوت دی گئی تھی تاہم فوری التوائے جنگ اور ''کسی الحاق کے بغیر صلح'' کے لیے زبردست اور متحدہ جدوجہد کی عملی تجاویز پیش کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا گیا۔ نئی انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو (دوسری انٹرنیشنل کی سرکردہ جماعت) سے تعلق کے بارے میں تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آئی، ایس، بی پر

صاف صاف تنقید کی گئی لیکن کانفرنس نے اس سے یکسر گفت وشنید منقطع کر لینے سے انکار کر دیا۔

زمروالڈ کے بائیں بازو نے جو خاص طور پر بالشویکوں پر مشتمل تھا ان محدود قراردادوں پر مشروط ووٹ دیا۔ بعد میں سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی نے اپنی تاریخ میں اس کانفرنس پر اپنی رائے کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ''زمروالڈ کانفرنس کی طرح کینتھال کانفرنس نے بھی بالشویک پالیسی کے بنیادی اصولوں کو تسلیم نہیں کیا یعنی سامراجی جنگ کو خانہ جنگی سے بدل دیا جائے، جنگ میں خود اپنی سامراجی حکومتوں کی شکست دی جائے اور تیسری انٹرنیشنل کی تشکیل کی جائے۔ کینتھال کانفرنس نے ان بین الاقوامی عناصر کو اُبھرنے میں مدد دی جنہوں نے بالآخر (کمیونسٹ) تیسری انٹرنیشنل کو تشکیل دی۔''

1916 کی آئرلینڈ کی بغاوت

پہلی عالمگیر جنگ کے دوران پیدا ہونے والی عظیم انقلابی جدوجہد میں سب سے زیادہ اہم عنصر یورپ کی مختلف مظلوم اقوام کا بڑھتا ہوا انقلابی موقف تھا۔ انہوں نے بالآخر کچھ عرصہ بعد روس، جرمنی، آسٹریا اور ترکی کی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے 1916 میں ایسٹر کے ہفتہ کے دوران آئرلینڈ کی کھلم کھلا بغاوت تھی۔ انگریزی اقتدار و استحصال کے خلاف آئرلینڈ کی 700 سالہ جدوجہد میں بغاوت کے طویل سلسلہ کی یہ تازہ ترین کڑی تھی جیسا کہ آپ نے آٹھویں باب میں ملاحظہ کیا ہے۔ کارل مارکس کے نزدیک آئرلینڈ کی تحریک آزادی کی بڑی اہمیت تھی۔ نہ صرف اس لیے کہ یہ مظلوم آئرش عوام کی جدوجہد آزادی تھی بلکہ اس لیے بھی کہ انگریز سرمایہ داری کے خلاف عام جدوجہد میں یہ ایک ہتھیار کی حیثیت رکھتی تھی۔

آئرش رہنما جنہوں نے پہلی عالمگیر جنگ کو سامراجی جنگ قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی تھی آئرلینڈ کی آزادی کی خاطر عین اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب کہ برطانیہ اپنے ایک خطرناک سامراجی رقیب جرمنی کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ مشکل یہ پیش آئی کہ آئرش عوام اس یکا یک اعلان کردہ بغاوت کے لیے تیار نہ تھے۔ 24 اپریل کو بغاوت شروع ہوئی اور پانچ دنوں کے بعد ختم ہو گئی۔ باغیوں کی مختصر سی بہادر فوج جو صرف 120 اشخاص پر مشتمل تھی انگلستان کی زبردست فوجی قوت کا مقابلہ نہ کر سکی۔ 12 مئی کو پاڈرائیک پیرس، جیمز کونالی اور دوسری رہنماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

کونالی اس قدر شدید زخمی ہوا تھا کہ اسے گولی مارنے کے لیے سٹریچر پر ڈال کر لایا گیا اور سہارا دے کر مقتل میں کھڑا کیا گیا۔ لینن نے اس دلیر مگر لا حاصل بغاوت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''وہ محض ایک مہم باز انقلابی کوشش نہ تھی بلکہ حقیقی عوامی تحریک کو پیش کرتی تھی لیکن آئرش لوگوں کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ قبل از وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ یورپ میں مزدور طبقہ کی بغاوت کے لیے حالات ابھی پختہ اور ساز گار نہ ہوئے تھے''۔

بغاوت کا سرکردہ رہنما جیمز کونالی تھا جو شروع میں امریکہ کی آئی، ڈبلیو، ایس، ایل، پی اور ایس، پی کا سرگرم کارکن رہ چکا تھا۔ وہ ایک ذہین، مارکسی تھا۔ اس کی ایک سب سے بڑی نظریاتی کامیابی یہ تھی کہ اس نے آئرلینڈ میں سوشلزم کی جدوجہد کو قومی آزادی کی لڑائی سے ہم آہنگ کیا۔ ایان کہتا ہے کہ لینن کی نظروں میں کونالی کی بڑی عظمت تھی اس نے روس کا سفر کرنے والے آئرلینڈ کے ٹریڈ کے ٹریڈ یونین کارکنوں کے سامنے آئرش تاریخ میں کونالی کی جاں فشانی کو پُر جوش خراج تحسین پیش کیا۔ 1916 کی ناکام کوشش کے بعد 1923/21 میں آئرلینڈ میں اس سے کہیں زیادہ بڑی اور زیادہ موثر بغاوت رونما ہوئی۔

لینن کی عظیم نظریاتی جدوجہد

موجودہ صدی کے آغاز سے لینن ایک انقلابی سیاسی پروگرام کی کامیابی کے لیے انتھک کوششوں میں مصروف رہا۔ لیکن اگست 1914 میں جنگ کی ابتدا اور مارچ 1917 میں روسی سرمایہ دارانہ انقلاب کا درمیانی عرصہ اس کے لیے اور زیادہ نظریاتی اور عملی مناظرہ کی جدوجہد کا دور تھا اس وقت اس کا بنیادی کام سوشلسٹ تحریک اور عام طور پر مزدور طبقہ کو یہ ابتدائی سبق دینا تھا کہ جنگ میں سرمایہ داری کو شکست دینا اور سوشلزم قائم کرنا ہی تعمیری کام ہے۔ یہی بات اس نے دس برس قبل مشہور سٹٹگارٹ، کوپن ہیگن، باسیل قرارداد میں لکھی تھی چنانچہ اس کی تمام زندگی ٹھوس حقائق کی تلخ آزمائش میں بسر ہوئی۔

لینن کے دوران جنگ کارناموں کی عظمت کا اظہار زمروالڈ اور کینتھال کانفرنسوں میں پیش آمدہ تجربات سے ہوتا ہے۔ یہاں اگرچہ انٹرنیشنل کے بڑے بڑے ترقی یافتہ اور انقلابی مجاہد موجود تھے لیکن وہ بحران سے نکلنے کے لیے لینن کا پیش کردہ انقلابی اختیار کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ ان دونوں کانفرنسوں میں

لینن کے پیروکار بہت مختصر تعداد میں تھے۔لینن کو نہ صرف دائیں بازو اور اعتدال پسند سوشلسٹ گروہوں کے خلاف لڑنا پڑا بلکہ بائیں بازو کے نقائص اور بختہ کاری کے خلاف بھی نبرد آزما ہونا پڑا۔اس کے علاوہ اسے روسی پارٹی میں یہ قسم کی ترمیم وانحراف پسندی کے خلاف بھی مسلسل لڑا پڑا۔اس کے اس عظیم نظریاتی کام کا سلسلہ پارٹی کے معرض وجود میں آنے کے وقت سے جاری تھا۔ وہ متعدد مسائل پر ٹراٹسکی کے خلاف بھی کئی سال مناظرہ کرتا رہا۔ اس وقت خصوصاً دو مسائل پر اسے پارٹی کے اندر انتہائی شدید جدوجہد کرنی پڑی جو ایک طرف بخارن اور پائٹکاف گروہ اور دوسری طرف اقوام کے حق خود ارادیت اور عوام کو مسلح کرنے کے سوالات پر دیگر عناصر کے خلاف تھی۔

اس دوران میں ایک اہم ترین مناظرہ روز الکسمبرگ کے ساتھ اس کے کتابچہ ''جونیس'' پر ہوا جو اس نے جیل میں لکھا تھا۔لینن نے اس کی ان غلطیوں کی اصلاح کی جو اس نے جنگی حالات میں خفیہ پارٹی تنظیم، جرمنی میں جمہوریہ کے قیام کی وکالت اور سامراجی عہد کے دوران میں قومی جنگوں کے امکان کے بارے میں کی تھیں۔

لینن نے دائیں بازو اور اعتدال پسندوں کے خلاف اپنے لامتناہی، شدید اور تلخ مناظرہ میں سب سے بڑا حملہ سابقہ نظریہ دان بھگوڑے کارل کاؤتسکی پر کیا۔ اس دور میں جب کہ عوام زیادہ سے زیادہ بائیں کی طرف جھکتے جا رہے تھے لینن کاؤتسکیت کو مزدور صفوں میں سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا کیونکہ یہ مخصوص قسم کی موقع پرستی، مارکسی کٹرپن کا لبادہ اوڑھ کر اور پر جوش انقلابی الفاظ استعمال کر کے اپنے قدامت پسندانہ عمل کے ذریعہ پرولتاریہ کو خاص طور پر مضحکہ خیز بنا رہی تھی اور مزدوروں کے جذبہ جنگجوئی کو کچلتے ہوئے عوام کو دائیں بازو کے غداروں اور حکمران طبقہ کی گرفت میں لا رہی تھی۔

لینن نے کاؤتسکی ازم کو ''مخفی، بزول، شکر آمیز اور ریاکارانہ موقع پرستی'' قرار دیتے ہوئے لکھا ''کاؤتسکی انقلابی عوام اور موقع پرست رہنماؤں کو جن میں کوئی قدر مشترک نہیں ہم آہنگ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کس بنیاد پر؟ محض لفظی بنیاد ـــ ریشتاغ میں بائیں بازو کی اقلیت کے ان الفاظ کی بنا پر جنہیں بائیں بازو والے بولتے ہیں۔ کاؤتسکی کی طرح انقلابی عمل کو طالع آزمائی قرار دے کر اس عمل کی مذمت ہونے دیجئے لیکن عوام کا پیٹ بائیں بازو کے الفاظ سے بھرتے جایئے اس کے بعد ہی سوڈے کم، لیجن، ڈیوڈ اور مونیٹر جیسے لوگوں کے ساتھ پارٹی میں ہم آہنگی قائم ہوسکتی ہے''۔ دوران جنگ دائیں بازو کی قیادت کے

خلاف عوام کی بغاوت میں رکاوٹ ڈالنے والے بنیادی طور پر کاؤتسکی کے حامی اعتدال پسند تھے۔ جنگ کے آخر میں جرمن انقلاب کی شکست میں سب سے زیادہ فیصلہ کن عنصر یہی تھا۔

1916 کے موسم بہار میں لینن نے اپنی عظیم کتاب ''سامراجیت، سرمایہ داری کا آخری مرحلہ ہے'' پیش کی۔ اس کا خلاصہ باب 18 میں دیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب مارکس ازم میں ایک فیصلہ کن اضافہ تھی جس نے اس نظریہ کو اس قابل بنا دیا کہ وہ عالمی سامراج کو دور ارتقا میں پیدا ہونے والے بین الاقوامی پرولتاریہ کے مخصوص مسائل کا جائزہ لے سکے۔ سامراج سے متعلق اپنی تمام تحریروں میں لینن نے نسبتاً پر سکون ترقی کرنے والی ابتدائی دور کی آزاد مقابلہ کی سرمایہ داری کے اجارہ دار سرمایہ داری میں تبدیل ہونے کے مرحلہ کے بنیادی فرق پر زور دیا۔ لینن نے سامراجی دور کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ سامراج سرمایہ داری کا ''ایک نیا، مقابلتاً زیادہ متحرک بے رابطہ تبدیلیوں اور انقلابی معرکوں کا'' تاریخی دور ہے۔ کاؤتسکی کا یہ نظریہ تھا کہ ''عظیم سامراج کی دنیا جس میں سرمایہ داری منظّم طریقہ پر مستحکم ہو چکی ہو غالباً سوشلزم کی طرف بڑھے گی۔ لینن نے کاؤتسکی کے اس نظریے پر خاص طور پر حملہ کیا۔ اس نے کاؤتسکی کے خیالات کا خاصلہ اس طرح بیان کیا ہے ''خاص معاشی نقطۂ نظر سے اس بات کا امکان موجود ہے کہ سرمایہ داری میں ایک اور نیا تغیر واقع ہوگا۔ یعنی کارٹل (بڑی بڑی کمپنیوں کی گٹھ بندیاں۔ مترجم) کی پالیسی پھیل کی خارجہ پالیسی بن جائے گی جو عظیم سامراج، کی ارتقائی منزل ہوگی، دوسرے لفظوں میں عظیم سامراج کا دور، تمام دنیا کے سامراجوں کی ایک دوسرے کے خلاف جدوجہد کی بجائے ان کے درمیان اتحاد اور یک جہتی کا ایک ایسا دور ہوگیا جب کہ سرمایہ داری نظام ہی میں جنگیں ناپید ہو جائیں گی۔ یہ عالمی پیمانے پر متحدہ مالیاتی سرمائے کے مل جل کر استحصال کرنے کا دور ہوگا۔''

بخارن کی کتاب ''سامراج اور عالمی معیشت'' کے دیباچہ میں کاؤتسکی اور دوسرے منظّم سرمایہ داری کی وکالت کرنے والوں کی (جن میں آخر کار خود بخارن بھی شامل ہو گیا) اس عظیم سامراج پر کاری ضرب لگاتے ہوئے لینن کہتا ہے ''کیا کوئی شخص سامراج کے بعد سرمایہ داری کے ایک نئے دور یعنی عظیم سامراج کی طرف سوچ بھی سکتا ہے؟ نہیں! اس قسم کا ایک مجرد ارتقائی مرحلہ تو ہو سکتا ہے لیکن عملاً آج کے ٹھوس کام کو مسترد کر کے مستقبل کے آسان کام کا جو خواب دیکھتا ہے، وہ شخص موقع پرست کے سوا اور کچھ نہیں۔ نظریاتی طور پر اس کا مطلب آج کی حقیقی زندگی میں جو ارتقا رونما ہے اسی پر اپنی بنیاد استوار کرنے

میں ناکامی اور خواب کے نام پر ان سے علیحدگی اختیار کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نشو ونما کا رخ ایک ایسے واحد عالمی ٹرسٹ کی طرف ہے جو بلا استثناء تمام مہم آزمائیوں اور تمام ریاستوں کو ہڑپ کر لے گا۔ اس جانب یہ ارتقا ہو تو رہا ہے لیکن نہ صرف اقتصادی بلکہ سیاسی، قومی وغیرہ وغیرہ کے کچھ ایسے دباؤ کچھ ایسی رفتار، کچھ اتنے تضاد، آویزش اور تشنج کے تحت کہ قبل اس کے کہ ایک واحد عالمی ٹرسٹ وجود میں آ سکے، اس سے قبل کہ مختلف قومی مالیاتی سرمایہ ایک عظیم سامراج کا عالمی اتحاد قائم کر سکے سامراج یقیناً پھٹ پڑے گا۔ سرمایہ داری اپنے ضد میں تبدیل ہو جائے گی۔

سامراجی عہد کے دوران میں روسی، چینی اور دوسرے انقلابات نیز عالمی نظام سرمایہ داری کی مجموعی شکست لینن کے اس بنیادی تجزیہ کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔

(28)

رُوسی بورژوا انقلاب

(مارچ 1917)

جنوری 1917 میں روس میں ایک طاقتور انقلابی ہڑتالی تحریک کی نشوونما سے دنیا چونک اٹھی۔ باکو اور نیز تی نوگوروڈ بڑی بڑی ہڑتالوں کی زد میں تھے۔ 9 جنوری تک ماسکو کا ایک تہائی مزدور کام چھوڑ چکا تھا۔ 30 مارچ کو پیٹر دگراڈ کے عظیم پوٹیلوف کارخانہ کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ بالشویکوں نے بڑے بڑے سڑک مظاہرے منظّم کیے۔ 9 مارچ تک دو لاکھ مزدور ہڑتال میں شامل ہو گئے۔ دوسرے ان ہڑتال نے عام شکل اختیار کر لی۔ جنگجو مزدوروں کے جھنڈوں پر لکھا تھا ''زار مردہ باد'' ''جنگ مردہ باد'' ''ہم روٹی چاہتے ہیں'' 12 مارچ کے پیٹروگریڈ کے فوجی دستہ نے لوگوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ شام تک ساٹھ ہزار فوجی مظاہرین ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مزدوروں نے جیلوں کے دروازے کھول دیئے اور مقید انقلابیوں کو آزاد کر دیا۔ زار کے جنرل اور افسر گرفتار کر لیے گئے۔ سارے ملک میں یہی واقعات رونما ہوئے۔ 14 مارچ تک انقلاب نے کامیابی حاصل کر لی۔

زار تخت سے دست بردار ہو گیا اور ایک عبوری حکومت قائم ہوگئی۔ یہ حکومت ایک رجعت پرست

جتھے پر مشتمل تھی جس کا سر براہ ڈوما کا صدر ایک جاگیردار اور شاہ پرست روڈ زیانکو تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک نئی حکومت وجود میں آئی جس کا وزیر اعظم پرنس لووف مقرر ہوا۔ سیلیوکوف اور کرینسکی کو علی، الترتیب خارجہ اور انصاف کے قلمدان وزارت سپرد کیے گئے۔ یہ ایک بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب تھا۔ سیاسی عنانِ اقتدار سرمایہ جاگیردار طبقہ اور بورژوا طبقے کے ہاتھوں میں منتقل ہو گیا تھا جن کے بارے میں لینن نے کہا ''یہ وہ لوگ ہیں جو ایک عرصہ سے اقتصادی طور پر ملک پر حکمرانی کرتے چلے آ رہے ہیں۔''

لیکن اس کے ساتھ ہی بورژوا اقتدار کو بالواسطہ چیلنج بھی نشو و نما پا رہا تھا۔ زار کے دست بردار ہونے سے قبل ہی محنت کشوں نے انقلاب 1905 کے نمونہ پر مزدوروں اور فوجیوں کی سوویٹ کی تنظیم شروع کر دی تھی۔ بہت جلد ہر قصبہ اور شہر کی اپنی اپنی سوٹیں وجود میں آ ئیں۔ پارٹی کی تاریخ لینن کے تجزیہ کے مطابق کہتی ہے کہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ''ایک دوسرے کے ساتھ الجھی ہوئی ایک عجیب قسم کی دو طاقتیں، آمریتیں وجود میں آ گئیں۔ ایک آمریت تو بورژوازی کی تھی جس کی نمائندگی مزدوروں، کسانوں کی سوویٹ کے مندوبین کر رہے تھے اس کا نتیجہ دوہری حکومت تھا۔

بورژوا حکومت کے لیے ابھی سوویٹوں کا وجود اس قابل نہ تھا کہ اُسے کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوتا۔ کیونکہ چند ایک کو چھوڑ کر ان جماعتوں پر منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کا قبضہ تھا اور سوویٹ رہنما اس بات پر بالکل تیار تھے کہ زام اقتدار بورژوا کے ہاتھوں ہی میں رہے۔ پارٹی تاریخ کا بیان ہے کہ اس قسم کے حالات کی بیشتر وجہ یہ تھی کہ اس دوران میں جب کہ منشویک اور سوشلسٹ انقلابی ''سوویٹوں میں نشستوں پر قابض ہو کر وہاں اپنی اکثریت قائم کرنے میں مصروف تھے بالشویک پارٹی کے رہنما یا تو جیلوں میں تھے یا جلاوطن تھے (لینن روس سے باہر جلاوطن تھا اور سٹالن وسورڈلوف سائبیریا میں ملک بدر تھا) لیکن منشویک اور سوشلسٹ انقلابی پیٹروگراڈ کی سڑکوں پر آزادانہ دندناتے پھر رہے تھے۔

انقلاب بالشویکوں کی اختیار کردہ سیاسی لائن کی ایک عظیم الشان تائید تھا۔ یہ وہی لائن تھی جس کا بیشتر تعین لینن نے کیا تھا۔ اس نے لینن کے اس دعویٰ کو صحیح ثابت کیا کہ دوران انقلاب محنت کش عوام جبریہ بھرتی کے فوجی انقلابیوں کے ارگرد جمع ہو جائیں گے۔ اس سے دوسری انٹرنیشنل کے دائیں بازو کے سربراہوں کا یہ عقیدہ باطل ثابت ہو گیا کہ جدید فوج کے خلاف مسلح عوامی بغاوت ناممکن ہے۔ اس نے لینن کے اس دعویٰ کو بھی حق بجانب ثابت کیا کہ بورژوا انقلاب میں پرولتاریہ ہی کو رہنمایانہ حیثیت

حاصل ہوگی اور زارشاہی کے خلاف لڑائی میں کسانوں کی ایک بڑی تعداد پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ مانشویکوں کا ترمیم پسندیہ نقطۂ نظر کہ کسانوں کو مخالف انقلاب عنصر سمجھتے ہوئے انہیں دور رکھا جائے غلط ہوگیا۔ آخر میں اس نے لینن کے اس عظیم پروگرام کو حق بجانب ثابت کیا جس میں کہا گیا تھا کہ جنگ کا مقابلہ انقلاب ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

انقلاب کیوں ہوا

مارچ انقلاب کے پیچھے بڑھتی ہوئی سرمایہ داری کی پھٹ پڑنے والی قوت اور وسعت پذیر پرولتاریہ کارفرما تھے۔ 1900 سے لے کر 1913 تک روس کی صنعتی پیداوار میں 62 فیصد کا اضافہ ہوا۔ اگرچہ بیشتر بنیادی صنعتوں کوئلہ، لوہا، تیل ریلوے وغیرہ کے مالک غیر ملکی سرمایہ دار (فرانسیسی، انگریز، بلجیمی) تھے بایں ہمہ روسی بورژوازی اور پیٹی بورژوا کی تعداد میں بھی متعدبہ اضافہ ہوا۔ مزدور طبقہ اس سے بھی زیادہ زور رفتاری کے ساتھ بڑھا۔

وحشی صفت نیم جاگیردارانہ استبداد کا شکار روسی مزدور طبقہ خاص طور پر طبقاتی شعور اور انقلابی جذبہ رکھتا تھا، اس پر لینن ایسے طباع بالشویک قائد کی رہنمائی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ مزدوروں کو روزانہ گیارہ سے لے تیرہ گھنٹے تک نہایت قلیل اُجرت پر کام کرنا پڑتا تھا۔ ان کی زندگی یکسر غلامانہ تھی۔ شاپوں میں ان کو طرح طرح سے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ انہیں صنعتی یا سیاسی طور پر منظّم ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ ان کی ہڑتالوں اور دوسری احتجاجی تحریکوں کو خونی طریقہ پر کچلا جاتا تھا۔ مزدور طبقہ کے جانبازوں سے جیلیں بھری ہوئی تھیں۔ کسانوں کے ساتھ بھی اسی قسم کا ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ بڑے منظّم طریقہ پر ان سے زمینیں چھینی جاتی تھیں، ٹیکسوں کے بوجھ سے ان کی جانوں پر آبنی تھی۔ سود خور الگ انہیں اپنے شکنجہ میں گئے ہوئے تھے۔ حکومت جب چاہتی تھی لاکھوں کی تعداد میں مزدوروں اور کسانوں کو بھرتی کر کے زارشاہی کی جنگی خدمات کی بجاآوری کے لیے میدان جنگ میں موت کے منہ جھونک دیتی تھی۔ روسی عوام میں شامل بہت سی قومیتیں بھی بے انتہا ظلم وتشدد کا شکار تھیں اور وقتاً فوقتاً یہودیوں کا بھی قتل عام کیا جاتا تھا۔ لوٹ اور تشدد کے اس پورے ہولناک نظام کو کلیسا کی پوری پوری حمایت حاصل تھی۔

انقلاب 1905 کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ جنگجو مزدور طبقہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جنوری 1914 میں 140,000 مزدوروں نے پیٹر گراڈ میں ہڑتال کر دی۔ باکو اور دوسرے مرکزوں میں بھی شدید نوعیت کی ہڑتالیں ہوئیں۔ 1914 کے اولین نصف تک انتہائی بہیمانہ سلوک کے باجود پورے روس میں کم وبیش 1,425,000 مزدوروں کام چھوڑ چکے تھے۔ تحریک میں اس قدر شدت تھی کہ بقول پارٹی تاریخ ''اگر عالمی جنگ نہ چھڑ جاتی تو اس کی رفتار کو روکنا مشکل تھا۔''

زار نکولائے اول نے جنگ کا خیر مقدم کیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ انقلاب کو روکنے کا باعث ہوگی۔ لیکن ہوا اس کے برعکس۔ نااہل سیاسی وفوجی قیادت کی وجہ سے روسی فوج کا بے دریغ قتل، سرکاری افسروں کی رشوت ستانی اور بدعنوانی کے سبب عوام کا فاقہ کشی کی حالت تک پہنچ جاتا، صنعت وذرائع حمل ونقل میں تعطل پیدا ہو جانا عوام کے سامنے جنگ کا کوئی مقصد نہ ہو جانا، اس کے ساتھ ہی بالشویکوں کی کامیاب قیادت، یہ تھے وہ اسباب جنہوں نے انقلاب کو ناگزیر بنا دیا۔ 1905 کے انقلاب کا باعث روس، جاپان جنگ تھی اور 1917 کا انقلاب پہلی عالمی جنگ کا نتیجہ تھا۔

رجعت پرست عبوری حکومت

مئی میں عبوری حکومت تسلیم کر لی گئی۔ یہ حکومت کئی پارٹیوں پر مشتمل تھی۔ اس میں دستوری ڈیموکریٹ (کیڈیٹ خاص بورژوا پارٹی) منشویک اور سوشلسٹ انقلابی شامل تھے۔ اس کا پروگرام سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کی حفاظت کرنا اور مزدوروں اور کسانوں کے مطالبوں میں روڑے اٹکانا تھا یہ دوسری انٹرنیشنل کے ترمیم پسند دائیں بازو کے عام نقطہ نظر کی عین غمازی کرتی تھی۔

حکومت کی کلیدی پالیسی یہ تھی کہ روس کو جنگ میں شامل رکھا جائے۔ اس بارے میں اسے اتحادی حکومتوں کی سرگرم حمایت حاصل تھی۔ ان حکومتوں کے وفود جن میں دائیں بازو کے سوشلسٹ رہنما بھی شامل تھے پیٹروگراڈ میں ڈیرہ ڈالے تھے۔ روسی حکومت سے ان کا اصرار تھا کہ وہ صلح نہ کرے اور انقلاب کو سیاسی طور پر بائیں جانے سے روکے۔ 18 اپریل کو روسی وزیر خارجہ نے دیدہ دلیری کے ساتھ اعلان کیا ''پورے عوام کی یہ خواہش ہے کہ عالمی جنگ اس وقت تک جاری رکھی جائے۔'' ساتھ ہی اس نے یہ یقین دلایا کہ حکومت اپنے عہد پر قائم رہے گی۔ اس رجعت پرست قول کو پورا کرنے کی غرض سے ایک جارحانہ

حملے کا آغاز کیا گیا جو روس کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہوا۔

کرینسکی حکومت مزدوروں اور کسانوں کے تمام مطالبات کو دستور ساز اسمبلی کے متوقع قیام تک لٹکائے رکھنا چاہتی تھی جسے بار بار معرض التوا میں ڈالا جا رہا تھا۔ حکومت کے رویے کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے سٹالن نے اعلان کیا ''کسانوں کو زمین کبھی نہیں مل سکتی، مزدوروں صنعتوں پر کبھی قابض نہیں ہو سکتے، روس میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔'' دریں اثنا حکومت سویٹوں کو ناکارہ اور محکوم بنا رہی تھی۔ اس طرح وہ بقول لینن ''دہری قوت'' کی حالت کو ختم کرنے کے درپے تھی۔ سیاسی تشدد کا آغاز کر دیا گیا اور بالشویک خفیہ تنظیم بنانے پر مجبور ہو گئے۔ حکومت کے اس رجعت پرست رویہ نے جنرل کورنیلوف کی ہمت افزائی کی۔ اس نے زار شاہی کو دوبارہ برسر اقتدار لانے کی غرض سے اگست میں مسلح بغاوت کی تنظیم شروع کر دی۔ یہ خطرناک بغاوت بمشکل تمام فرد کی گئی۔ خصوصاً بالشویک طاقتوں کی مدد حاصل نہ ہوتی تو اس کا کچلا جانا مشکل تھا۔

پارٹی کا انقلابی پروگرام

'مارچ کے انقلاب کے وقت لینن سوئٹزرلینڈ میں تھا۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ جدوجہد کا صرف پہلا مرحلہ آیا ہے۔ اپنے 'پردیس سے خطوط'' (Latters From Afar) میں اس نے انقلابی مزدوروں سے کہا ''آپ کو جلد یا بدیر (بلکہ جب کہ میں یہ سطور قلمبند کر رہا ہوں) سامراجی جنگ کو جاری رکھنے والے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا تختہ الٹنے کے لیے ایک بار پھر اسی طرح کی حیرت انگیز بہادری دکھلانا ضروری ہوگا۔'' یہ ''مسلسل انقلاب'' (دیکھئے باب (2)) کا نظریہ تھا جسے لینن نے 1905 میں وسعت دی اور جسے مارکس نے پہلی مرتبہ انقلاب 1848 (دیکھیے باب 3) میں بیان کیا تھا۔ ٹراٹسکی کا یہ کہنا کہ اس نے یہ نظریہ کہ بورژوا انقلاب پرولتاریہ انقلاب میں تبدیل ہو سکتا ہے سب سے پہلے پیش کیا قطعاً غلط ہے۔

لینن اور دوسرے 20 بالشویک 3 اپریل 1917 کو ریل کے ایک بند ڈبہ میں سوئٹزرلینڈ سے روس پہنچے۔ جرمنوں کے انہیں بحفاظت تمام گزرنے کا موقع دیا۔ وہ غالباً یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اس سے جرمن مقصد کو فائدہ پہنچے گا۔ پیٹروگراڈ پہنچتے ہی لینن نے اپنے مشہور اپریل مقالے کا خاکہ پیش کیا جس

نے نومبر کے پرولتاریہ انقلاب کا راستہ منور کر دیا۔

پارٹی تاریخ کہتی ہے ''لینن کے اپریل مقالہ نے بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب سے سوشلسٹ انقلاب یعنی انقلاب کے پہلے مرحلہ سے سوشلسٹ انقلاب کے دوسرے مرحلہ کے لیے پارٹی کے سامنے جدوجہد کا ایک روشن خاکہ پیش کیا۔ اس عظیم کام کے لیے پارٹی کی پوری تاریخ تیاری کرتی چلی آ رہی تھی۔'' مقالہ نے عبوری حکومت کو بورژوا حکومت سے منسوب کیا اور جنگ کو سامراجی جنگ قرار دیا۔ انہوں نے مزدوروں سے حکومت یا اس کے جنگی پروگرام کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کرنے کی درخواست کی۔ محاذ کے دونوں طرف لڑنے والے سپاہیوں سے آپس میں بھائی چارے کا سلوک روا رکھنے کا مطالبہ کیا۔

سوشلسٹ انقلاب کی طرف پیش قدمی کے ابتدائی مرحلہ سے گزرانے کے لیے مقالہ نے مانگ کی کہ زمین کو قومی ملکیت قرار دیا جائے۔ جاگیریں ضبط کی جائیں۔ بینکوں کو مزدوروں اور فوجیوں کی سویٹ کے زیر نگرانی مربوط کیا جائے اور صنعتوں پر مزدوروں کا اقتدار تسلیم کیا جائے۔

وسیع معنوں میں مقالہ کی تجویز تھی کہ بورژوا ڈیموکریٹک جمہوریت سے ایک ایسی سویٹ جمہوریہ کی طرف قدم بڑھایا جائے جو پرولتاریہ اور غریب ترین کسان طبقہ پر مشتمل ہو، اس کا مطالبہ تھا کہ کل طاقت سویٹوں کو تفویض کی جائے اور موجودہ فوج کی جگہ عوام کو مسلح کیا جائے۔ اس نے اعلان کیا ''صحیح جمہوری طریقہ پر جنگ اس وقت تک بند نہیں ہو سکتی جب تک کہ تاریخ میں سب سے بڑا پرولتاری انقلاب بروئے کار نہیں آتا۔'' مقالہ نے یہ بھی تجویز پیش کہ پارٹی کا نام کمیونسٹ پارٹی رکھا جائے اس نے بدنام اور منتشر دوسرے انٹرنیشنل کی جگہ کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قیام کا مطالبہ کیا۔

کئی سال بعد پارٹی کہتی ہے ''نامور اپریل مقالہ میں لینن نے ایک نیا انکشاف کیا جس نے مارکس ازم کو مالا مال کر دیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ پرولتاریہ کی بہترین سیاسی شکل پارلیمانی ڈیموکریٹک ری پبلک نہیں ہے جیسا کہ پہلے مارکس کے حامیوں کا خیال تھا بلکہ سویٹوں کی جمہوریہ ہے۔ یہ دانش مندانہ دریافت اکتوبر 1917 میں سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے لیے عظیم الشان اہمیت کی حامل تھی۔ اس نے ملک میں سویٹ اقتدار کو یقینی بنا دیا۔

مرکزی کمیٹی نے اندرونی کشمکش کے بعد جس میں لینن نے اپنا استعفیٰ پیش کیا تھا (جو بعد میں واپس

لے لیا گیا) بالآخر لینن کے انقلابی اپریل مقالہ پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ رائکوف اور پیاٹکوف ایسے چند لوگوں نے تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ اس تمام آزمائشی دور میں یہ عناصر جن میں زینوویف اور گاہے بگاہے بخارن بھی شریک ہو جایا کرتے تھے عموماً پارٹی کی لینن ازم کی پالیسی کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے۔

انقلاب کا پُر امن راستہ

ان ملکوں کے مسائل سے جہاں مطلق العنانیت کا دور دورہ تھا بحث کرتے ہوئے لینن نے ایسے ملکوں میں مسلح بغاوت کی ضرورت پر زور دیا۔ اس نے کہا کہ مارکس کا یہ دعویٰ کہ انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پُر امن انقلاب کا امکان ہے سامراجی دور میں صحیح نہیں رہا۔ اس کے باوجود لینن نے فوراً یہ دیکھ لیا کہ کنیسکی کا بورژوا دور جمہوریت جن ابتدائی مرحلوں سے گزر رہا ہے اس میں اس بات کا امکان ہے کہ روس میں سوشلزم کی طرف پُر امن طریقہ پر پیش قدمی کی جائے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر وہ آگے بڑھا۔ مزدوروں اور کسانوں کی انقلابی طاقت کی وجہ سے کنیسکی ان کے خلاف موثر طریقہ پر مسلح افواج کو استعمال کرنے سے قاصر رہا۔

لینن کی پالیسی نے ان دشمنوں کے جھوٹ کا پول کھول دیا جو یہ کہتے تھے یا اب بھی کہتے ہیں کہ کمیونسٹ اصولی طور پر تشدد کا پرچار کرتے ہیں۔ سویٹوں کی کانگرس پر منشویک اور سوشلسٹ انقلابی چھائے ہوئے تھے۔ کمیونسٹ پارٹی نے ''حکومت سے عدم تعاون'' کا نعرہ دیا۔ اسی کے ساتھ اس نے پُر امن ایجی ٹیشن کا کام جاری رکھا۔ لینن کے الفاظ میں کام تھا ''اپنے طریقہ کار کی غلطیوں کی ایک صبر آزما، منظم اور ثابت قدمی کے ساتھ توضیح کرنا، ایسی توضیح جو بالخصوص عوام کی عملی ضرورت پر پوری اترے۔ جب تک کہ ہم اقلیت میں ہیں ہمارا کام تنقید کرنا اور غلطیاں ظاہر کرنا ہے اس کے ساتھ ہی ریاست کی کل طاقت سویٹوں کے مزدور نمائندوں کے ہاتھ میں منتقل کیے جانے کی ضرورت کا پرچار کرنا ہے۔''

پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے پارٹی کی تاریخ کہتی ہے ''اس کا مطلب یہ تھا کہ لینن عارضی حکومت کے خلاف جسے اس وقت سویٹوں کا اعتماد حاصل تھا بغاوت کی دعوت نہیں دے رہا تھا۔ یعنی اس کا تختہ الٹ

دینے کا مطلب نہ تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ سمجھا کر اور نئے لوگ پیدا کر کے سویٹوں میں اکثریت حاصل کرنے کے بعد حکومت کی بناوٹ اور پالیسی میں تبدیلی لائی جائے۔ یہ انقلاب کی پرامن نشوونما کا راستہ تھا''۔

اپنی اس پالیسی کی بدولت کمیونسٹ پارٹی بری و بحری افواج، فیکٹری کمیٹیوں اور ٹریڈ یونینوں میں تیز کے ساتھ اپنی جگہ بنانے لگی۔ 20 مئی کو پیٹروگراڈ فیکٹری کمیٹی میں تین چوتھائی نمائندوں نے بالشویکوں کی حمایت کا اظہار کیا اور دوسرے بہت سے شہروں میں بھی سویٹوں میں بالشویک اقلیت اکثریت میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ 3 جون تک سویٹوں کی پہلی کل روسی کانگرس کے انعقاد تک بالشویک نسبتاً اقلیت میں تھے۔ لیکن حکومت کے اس فیصلہ کے بعد کہ جولائی میں حملے کا آغاز کیا جائے عوام کو سخت مایوسی ہوئی۔ انہوں نے جوق در جوق پارٹی میں شامل ہونا شروع کر دیا اور اس کا اثر تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔

حکومت نے جب یہ دیکھا کہ وہ کھلے سیاسی بحث ومباحثہ میں کمیونسٹوں کو شکست نہیں دے سکتی تو اس نے پارٹی اور اس کی پشت پر عظیم عوامی تحریک کو جبر وتشدد کے ذریعہ دبانے کی ٹھانی۔ سڑکوں پر ہونے مظاہرے کچل دیئے گئے۔ لینن کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا گیا۔ مرکزی کمیٹی کے بہت سے ممبر گرفتار کر لیے گئے اور پارٹی کا اشاعت گھر تباہ کر دیا گیا۔ چنانچہ پارٹی خفیہ کام کرنے پر مجبور ہوگئی۔ جولائی کے دوران حملے، کارنیلوف کی بغاوت اور سویٹوں کو محکوم بنانے کی کوششوں سے شہری آزادیاں کم سے کم کر دی گئیں۔

کمیونسٹوں اور عوام کو جمہوری حقوق سے محروم کر کے حکومت نے خانہ جنگی کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔ اس نے یہ صاف کر دیا کہ روس میں سوشلزم قائم کرنے کا صرف ایک راستہ رہ گیا ہے، مزدوروں اور کسانوں کے پاس امن، روٹی اور زمین کے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ رہ گیا وہ یہ کہ ان مقاصد کے لیے اب ہتھیار اٹھا کر جنگ کی جائے۔ کمیونسٹ پارٹی نے اسے محسوس کیا اور اس سخت الٹی میٹم کو قبول کر لیا جیسا کہ پارٹی کی تاریخ میں کہا گیا ہے ''مسلح قوت کے ساتھ بورژوا کے اقتدار کا تختہ الٹ دینے او سوویٹوں کا اقتدار قائم کرنے کی غرض سے پارٹی نے بغاوت کی تیاری شروع کر دی۔'' حکومت نے بھی پوری طرح جواب دینے کا فیصلہ کر لیا اور روس براہ راست نومبر کے پرولتاریہ انقلاب کی طرف بڑھنے لگا۔

سٹاک ہوم (زمروالڈ) کانفرنس

دریں اثنا، مارچ کے روسی انقلاب نے عالمی مزدورصفوں میں زبردست ہلچل پیدا کر دی۔ اس نے عالمی محنت کش عوام میں گہری گرم جوشی پیدا کر دی اور امن کے بڑھتے ہوئے جذبات میں ہیجان برپا کر دیا۔ 1916 کے آخری ایام میں آسٹریا میں پارٹی لیڈر وکٹر ایڈلر کے لڑکے فریڈرک ایڈلر نے امن کے جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے وزیراعظم کاونٹ سٹورگ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ جرمنی میں غذائی قلت پر ہنگامے شروع ہو گئے۔ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی اور ڈٹمین کی سربراہی میں اعتدال پسند جھکاؤ رکھنے والی انڈیپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی وجود میں آ گئی۔ ریشتاغ میں سوشلسٹوں کے پورے گروپ نے جنگ کے مطالبہ زر پر ووٹ دینے سے انکار کر دیا۔ فرانس میں مخالف جنگ سنڈیکلسٹوں اور بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے جنگی صنعتوں میں ہڑتالیں کرانا شروع کر دیا۔ انگلستان میں بھی سامان جنگ کے کارخانوں میں کام کرنے والے کام چھوڑ کر باہر آ گئے۔ اسی طرح اٹلی میں بھی زور دار مخالف جنگ تحریک شروع ہو گئی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا سرمایہ دار طبقہ سوشلسٹ پارٹی کی سربراہی میں عوام اور ڈیبز، روتھن برک وتیج اور بائیں بازو کے دوسرے لوگوں کی کی سخت مخالفت کے باوجود 6 اپریل 1917 کو جنگ میں کود پڑا۔

اس بڑھتے ہوئے مخالف جنگ جذبہ کی وجہ سے 1917 کے دوران میں تین وسیع سوشلسٹ امن تحریکیں وجود میں آئیں۔ انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو نے جو بروسلز سے سٹاک ہوم منتقل ہو گیا تھا۔ ڈچ سکنڈے نیوین کمیٹی کے ذریعہ موخرالذکر شہر میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کی دعوت دی۔ امریکی سوشلسٹ پارٹی نے بھی سرگرمی کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیا۔ پیٹروگراڈ سوویٹ نے بھی اس شہر میں ایک کانفرنس طلب کر لی۔ اسی طرح انٹرنیشنل سوشلسٹ کمیٹی (زمروالڈ) نے سٹاک ہوم میں یاک کانفرنس کا اعلان کیا۔ آخرکار انٹرنیشنل سوشلسٹ بیورو پیٹرگراڈ سویٹ اور ڈچ سکنڈے نیودین کمیٹی نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ 15 اگست 1917 کو کانفرنس منعقد کی جائے۔

مجوزہ سٹاک ہوم کانفرنس نے بہت سی سوشلسٹ پارٹیوں کا وسیع تعاون حاصل کیا۔ دوسروں کے علاوہ جرمنی، فرانسیسی، انگریز، اطالوی، روسی اور ریاست ہائے متحدہ کی پارٹیاں شرکت کرنے پر راضی ہو گئیں۔ لیکن اتحادی حکومتوں نے جن کی فتح کے امکانات روشن ہوتے جا رہے تھے سمجھا کہ یہ کانفرنس ایک

ایسی تحریک امن ہے جسے ہارنے والے جرمن چلا رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ ان کے آلہ کار دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹوں نے اس کی مذمت شروع کردی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں گومپرز خاص طور پر کانفرنس کو بُرا بھلا کہنے میں بے لگام تھا۔ برٹش سی مینز یونین کے سربراہ ہیولاک ولسن نے اعلان کیا کہ اس کی یونین کے ممبر مندوبین کو سٹاک ہوم نہیں لے جائیں گے۔

حکومت ریاست ہائے متحدہ نے جو اس عیارانہ بہانہ سازی کے تحت لڑائی میں شامل ہوئی تھی کہ جنگ سے اس کا مقصد دنیا کو جمہوریت کے لیے محفوظ بنانا ہے، امریکی سوشلسٹ مندوبین ہلکٹ، لی اور برجر کو پاسپورٹ دینے سے انکار کر کے سٹاک ہوم کانفرنس پر پہلی ضرب لگائی۔ انگریز، فرانسیسی اور اطالوی حکومتوں نے فوراً اس کی پیروی کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کانفرنس جسے اس قدر مشتہر کیا گیا تھا پروان نہ چڑھ سکی۔

دریں اثناء انٹرنیشنل سوشلسٹ کمیٹی میں زمروالڈیوں نے جن میں اس مسئلہ پر سخت نااتفاقی تھی کہ آنے والی کانفرنس میں شرکت کی جائے یا نہیں اور لینن اس کے مقاطعہ کے حق میں تھا۔ 5 تا 12 ستمبر کو سٹاک ہوم میں اپنی کانفرنس منعقد کی۔ لینن اس میں شریک نہیں ہوا۔ مجوزہ عام کانفرنس کے بارے میں الجھن کے باعث زمروالڈ کانفرنس میں بہت کم لوگوں نے شرکت کی۔ اس نے ان دعوؤں کی از سرِ نو توثیق کی جو زمروالڈ اور کینتھال میں تسلیم کیے گئے تھے۔ منظور کردہ منشور نے روسی انقلاب کی تصدیق کی۔ اس نے سوشلسٹ امن کے لیے مجاہدانہ عوامی ہڑتال اور عام جدوجہد کے لئے مدعو کرتے ہوئے اعلان کیا ''امن کے لئے بین الاقوامی پرولتاریہ عوامی جدوجہد کا مقصد روسی انقلاب کی حفاظت بھی ہے۔''

اس مرتبہ بائیں زمروالڈ نے دائیں اعتدال پسند نیم کاؤتسکیوں کی جو تحریک کی رہنمائی کر رہے تھے شدید مخالفت کی۔ اس نے اعتدال پسند رہنماؤں پر الزام لگایا کہ وہ جنگ ختم کرنے کے لئے کسی انقلابی پالیسی کو اختیار کرنے میں ناکام رہے۔ انہوں نے بدقسمت دائیں بازو کی سٹاک ہوم کانفرنس کی تصدیق کی، دوسری انٹرنیشنل سے قطع تعلق کر کے ایک انقلابی تیسری انٹرنیشنل کی تشکیل سے گریز کرتے رہے اور دیگر تمام سیاسی سوالات پر الجھن اور قدامت پرستی کا شکار رہے۔ لینن پہلے ہی اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ مزاحمت کرنے والے ان متذبذب عناصر کے مقابلہ میں ایک نئی انٹرنیشنل کا قیام ناگریز ہے۔

رُوسی پرولتاریہ انقلاب

(نومبر 1917)

روس میں جولائی اور نومبر 1917 کا آزمائشی دور ایک زور رفتار نشو ونما اور انقلابی تیاریوں کا دور تھا۔عبوری حکومت (سوشلسٹ انقلابی الیگزنڈر کرنیسکی 20 جولائی کو جس کا وزیر اعظم مقرر ہوا) کی جانب سے جنگ بند کرنے سے انکار، کسانوں کو زمین دینے سے صاف طور پر گریز، شہری حقوق پر پابندیاں اور کارنیلوف کی بغاوت کے سلسلہ میں مجرمانہ حرکت کا ثبوت دے کر اپنا سارا اعتماد کھو چکی تھی۔

اس دوران میں مختلف نوعیت کی لوگوں کی عوامی تنظیموں میں بڑا اضافہ ہوا۔خصوصاً کارنیلوف کی بغاوت کے بعد زیادہ سے زیادہ لوگ بالشویک قیادت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔کارنیلوف پر کامیابی کے روز یعنی 31 اگست کو پیٹروگراڈ سوویٹ نے بالشویک پالیسی کی تصدیق کر دی۔ چند دنوں کے بعد ماسکو سوویٹ نے بھی اس کی پیروی کی۔فوج میں بالشویک طاقت روز بروز بڑھتی گئی اور ملک کے مختلف حصوں میں کسانوں نے زمین پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔انقلابی بحران زیادہ سے زیادہ نزدیک آتا گیا۔

جولائی 26 تا اگست 3 پارٹی پیٹروگراڈ میں خفیہ طریقہ پر اپنی چھٹی کانگرس منعقد کی۔اس وقت پارٹی کے دو لاکھ 40 ہزار ارکان تھے جب کہ مارچ انقلاب کے وقت یہ تعداد صرف 45 ہزار تھی۔پارٹی کے حکم کے مطابق لینن فن لینڈ میں روپوش تھا اور سٹالن نے خاص رپورٹ پیش کی۔اس نے کہا ''اب انقلاب کا پرامن دور اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ہنگامے کا دور تصادم اور بغاوت کا دور آن پہنچا ہے۔'' پارٹی نے بذات خود سر پر آئی ہوئی انقلابی آزمائش کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس کانگرس میں ٹراٹسکی کا چھوٹا سا گروپ بالشویک پالیسی سے مکمل اتفاق کا اقرار کرنے پر پارٹی میں شامل کر لیا گیا۔لیون ٹراٹسکی 1879-1940 روس میں سٹور کیپر والدین کا لڑکا تھا۔وہ 1896 میں انقلابی تحریک میں شامل ہوا اس نے دس برس سے زیادہ بالشویکوں کے خلاف گوریلا جنگ جاری رکھی۔پارٹی میں داخلے کے بعد اگرچہ اسے اعلیٰ ذمہ داری تفویض کی گئی لیکن مستقبل نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک اجنبی عنصر اور غیر جذب پذیر تھا۔

لوگوں کے ابھرتے ہوئے انقلابی جذبہ کا رخ موڑنے اور شکست دینے کے بے سود کوشش میں اوائل اکتوبر میں کرینسکی حکومت نے پچھلی پارلیمنٹ کی تنظیم کی تا کہ یہ اس وقت تک عارضی ادارہ کے طور پر کام کرتی رہے جب تک کہ بعد میں دستور ساز اسمبلی کا اجتماع عمل میں نہیں آتا لیکن بالشویکوں نے اس مخالف انقلاب تنظیم کی مخالفت کی۔ بالآخر اسے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آنے والا عظیم طوفان تنکے کی طرح بہالے گیا۔عوام امن روٹی اور زمین کے لیےلڑ رہے تھے اور سوشلزم کی بحث کو طول دینے کے لیے تیار نہ تھے۔

فن لینڈ میں اپنے جبریہ قیام کے دوران لینن نے ایک اور بنیادی مارکسی تخلیق ''ریاست اور انقلاب'' پیش کی۔اس عظیم تصنیف نے ریاست کے طبقاتی کردار کی پھر سے توثیق کی، جیسا کہ کہ مارکس نے واضح کیا تھا اور جسے بعد میں دوسرے انٹرنیشنل کے دائیں بازو کے موقع پرست ترک کر چکے تھے۔ لینن نے ترمیم پسندوں کے اس نظریہ کو کہ موجودہ سرمایہ دارانہ ریاست ایک عوامی ریاست کے مانند ہے مسمار کر دیا۔اس کے برعکس اس نے بتایا کہ کہیں زیادہ طاقتور سامراجی ریاست بڑھتے ہوئے انقلابی مزدور طبقہ کو کچلنے کے لیے ایک ہتھیار ہے۔اس نے یہ بھی کہا کہ اس ریاست کو حاصل کر کے مزدور اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتے بلکہ اسے ختم کر کے اس کی جگہ پرولتاریہ کی آمریت قائم کرنا ناگزیر ہے۔اس نے اعلان کیا کہ ''مارکسی وہ شخص جو طبقاتی جدوجہد کے تسلیم کرے کو پرولتاریہ کی آمریت قائم کرنا ناگزیر ہے اس نے اعلان کیا کہ ''مارکسی وہ شخص ہے جو طبقاتی جدوجہد کے تسلیم کرنے کو پرولتاریہ کی آمریت تسلیم کرنے کے مترادف سمجھتا ہے۔''

لینن نے مارکس کے نظریات پر مبنی اپنے تصور ریاست کی تفصیلات کو تمام تک پہنچایا۔اس نے پرولتاریہ کی آمریت کے ڈھانچہ پر مفصل روشنی ڈالی۔درحقیقت اس کی کتاب نے سوشلسٹ عہد کی اس نوع کی واضح تصویر پیش کی تھی جو روسی مزدور طبقہ اس کے زیر قیادت چند ہی دنوں میں تعمیر کرنے والا تھا۔ دوران تحریر انقلابی بحران کی مداخلت کی وجہ سے لینن اپنے اس بنیادی تصنیف کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکا۔ اس کی توضیح وہ اس طرح کرتا ہے''اس میں جو چیز مانع آئی وہ اکتوبر 1917 کے سیاسی حالات کی نزاکت تھی۔انقلاب کے تجربوں سے گزرنا اس پر لکھنے سے کہیں زیادہ خوش آئند اور مفید ہے۔''

اقتدار پر غلبہ

اکتوبر 7 کو فن لینڈ سے واپس آنے کے بعد لینن نے دو چند طاقت کے ساتھ ایام جلاوطنی میں لکھی جانے والی باتیں مرکزی کمیٹی کے ذہن نشین کرائیں۔ یعنی یہ یقین دلایا کہ لوگ انقلاب کے لیے تیار ہیں۔ اس نے اعلان کیا ''لوگوں کو بیشتر تعداد ہمارے ساتھ ہے۔ ہم دونوں سویٹوں (پیٹروگراڈ اور ماسکو) میں اکثریت میں ہیں۔'' اس نے یہ بھی کہا کہ انقلابی حالت کو پختہ ہونے کے لیے تین شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے، یعنی یہ لازمی ہے کہ بغاوت کی بنیاد ایک ترقی یافتہ طبقہ پر ہو، یہ کہ وہ لوگوں کے انقلابی جذبہ کا ہم آہنگ ہو اور یہ کہ حکمراں طبقہ متذبذب اور پراگندہ خاطر ہو۔ یہ تمام شرائط بہت جلد پورے ہو گئے اس کے بعد لینن نے فوجی اقدامات کا مفصل خاکہ تیار کیا تا کہ ہونے والی بغاوت میں یقینی فتح حاصل ہو۔

پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں لینن کو کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ کامینیو، رینوویف گروپ عموماً بغاوت کا مخالف تھا۔ ٹراٹسکی اس کا التوا چاہتا تھا جس سے اس کی تباہی یقینی تھی۔ آخر کار لینن کے نقطۂ نظر کی جیت ہوئی۔ مرکزی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ 10 اکتوبر کو مسلح بغاوت کا آغاز کر دیا جائے۔ موافق حالات پر تبصرہ کرنے کے بعد یہ تاریخی قرارداد کہتی ہے ''یہ سب کچھ مسلح بغاوت کو روز کی مجوزہ کاروائی کا پروگرام بنا دیتے ہیں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ مسلح بغاوت ناگزیر ہے اور یہ کہ اس کے لیے سازگار وقت آچکا ہے مرکزی کمیٹی تمام پارٹی تنظیموں کو ہدایت کرتی ہے کہ اس کے مطابق چلا جائے۔''

مرکزی کمیٹی کے حکم پر پیٹروگراڈ میں ایک انقلابی فوجی کمیٹی منظم کی گئی جو انقلاب کا جنرل ہیڈ کواٹر بن گئی۔ فوجی کمیٹی کے اندر ایک پارٹی مرکز قائم کیا گیا جس کا سربراہ سٹالن مقرر ہوا۔ زینو دیو اور کامینیو نے ان تمام باتوں کی مخالفت کرتے ہوئے غیر پارٹی پریس میں بغاوت کی برسر عام مذمت کی۔ اس پر لینن نے انہیں ''ہڑتال توڑنے والے'' قرار دیا اور ان کے اخراج کا مطالبہ کیا لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

6 نومبر کو لینن نے سمولنے انسٹیٹیوٹ میں وارد ہو کر اس بغاوت کی باگ ڈور براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی جو کرنیسکی کی فوجوں کے مسلح حملے کے خلاف منظّم کی گئی تھی۔ 7 نومبر کو سرخ گارڈ اور انقلابی دستوں نے ریلوے سٹیشن، پوسٹ آفس، ٹیلیگراف آفس وزارتوں اور سٹیٹ بنک پر قبضہ کر لیا۔ اسی شب کو سرمائی محل میں عبوری حکومت کے ارکان گرفتار کر لیے گئے۔ انقلاب کامیاب ہو گیا۔ ماسکو میں چار دن کی لڑائی اور یہاں وہاں جھڑپوں کے بعد دوسرے شہر اور قصبوں نے پیٹروگراڈ کی انقلابی راہ اختیار کی۔

7 نومبر کو رات گئے سویٹوں کی دوسری کل روسی کانگرس کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس وقت تک انقلابی بغاوت کامیابی سے ہمکنار ہو چکی تھی۔ بالشویک بہت بڑی اکثریت میں تھے۔ منشویک، بنڈسٹ اور دائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں نے مقاطعہ کیا۔ کانگرس نے انہیں آخر دھکے مار کر نکال باہر کیا اور سرکاری طور پر کل طاقت سویٹوں کو منتقل کیے جانے کا اعلان کر دیا۔ اس نے ایک سویٹ حکومت قائم کی جس کی کونسل آف پیپلز کیسارز کا چیئرمین لینن منتخب ہوا۔ اسے روس کے 160,000,000 لوگوں کے حکومتی ادارہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اس وقت پارٹی ممبروں کی تعداد تقریباً 300,000 تھی اس کے علاوہ سویٹوں اور ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ سے لاکھوں لوگ قریبی ہمدرد اور معاون تھے۔

مزدوروں اور کسانوں نے کمیونسٹ پارٹی کے زیر قیادت لڑنے کے لیے اتحاد کر کے خونی زارشاہی اور سرمایہ داری کو بیخ دین سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس طرح انہوں نے بین الاقوامی سامراج کی کمزور ترین کڑی کو توڑا اور عالمی نظام سرمایہ داری پر ایسی مہلک ضرب لگائی کہ وہ پھر سنبھالا نہ لے سکا۔ عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح لینن کے نظریہ کی جیت تھی۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی حکومت کا تختہ الٹ کر، سامراج کے اقتدار کا خاتمہ کر کے اور پرولتاریہ کی آمریت کا قیام عمل میں لا کر روسی پارٹی نے اس پروگرام کو پورا کیا جسے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس نے منظور کیا تھا۔

یوں تو لیننی پالیسی کے بہت سے طاقتور اجزا نے متحد ہو کر عظیم فتح کو ممکن بنایا تھا لیکن ان تمام کا مرکزی عنصر لینن کی وہ کامیابی تھی جو اس نے پرولتاریہ اور کسانوں کے درمیان انقلابی اتحاد قائم کر کے حاصل کی۔ منشویکوں اور دوسرے ترمیم پسندوں کے الہامی اعتقاد کے برعکس اور لینن کی تعلیمات کے مطابق ہر قسم کے کاشتکاروں کی عظیم الشان اکثریت مارچ انقلاب میں زارشاہی کا تختہ الٹنے میں مزدوروں کے ساتھ تھی۔ نومبر انقلاب میں بھی مارکسی نظریہ اور حکمت عملی کی روشنی میں لینن اور عظیم کمیونسٹ پارٹی کرنیسکی کی سرمایہ دار حکومت عملی کا تختہ الٹنے میں مزدوروں کے شانہ بشانہ غریب اور متوسط کسانوں کا جم غفیر اپنے ساتھ لینے میں کامیاب رہے۔ اب لینن اور پارٹی کو اس سے بھی بڑا سیاسی معجزہ سرانجام دینا باقی تھا اور وہ تھا چھوٹے مالکان زمین کے اس عظیم انبوہ کی قیادت کر کے جس کی نسبت خیال تھا کہ یہ سوشلزم سے مانوس نہیں ہو سکتا مزدور طبقہ کی عمومی رہنمائی میں بالآخر سوشلزم کی تعمیر کا آغاز کرنا۔

سویٹ حکومت میدان عمل میں

ایک مرتبہ جب روس کا عنان اقتدار کمیونسٹوں کے ہاتھ آ گیا تو انہوں نے اپنی مخصوص توانائی، تیزی اور اہلیت کے ساتھ اپنے طویل ارتقائی پروگرام پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ دوسری انٹرنیشنل کے دائیں بازو کے رہنما بالشویکوں کو تفرقہ پرواز اور یوٹو پیائی خیال پرست کہہ کر سالہا سال سے مذمت کرتے چلے آ رہے تھے اب یہی مرد اور عورتیں سب سے زیادہ باعمل ثابت ہو رہے تھے۔ پے در پے ضرب لگا کر انہوں نے پرانی حکومت کی مشین کو پاش پاش کر دیا اور نئے عہد کی بنیادیں استوار کیں۔ اقتدار پر قبضہ جمانے کے دوسرے دن 8 نومبر کو سویٹوں کی کانگرس نے امن کا فرمان صادر کر کے شریک جنگ قوتوں سے فوراً التوا جنگ کی تحریک کی۔ اس شب کو کانگرس نے زمین کا حکم نامہ جاری کر کے جاگیرداری ملکیت کا بلا معاوضہ خاتمہ کر دیا اور جاگیرداروں، زار کے خاندان اور خانقاہوں کی تقریباً 400,000,000 ایکڑ زمین کسانوں میں تقسیم کر دی۔ دریں اثنا مزدوروں نے اپنے شاپ کمیٹیوں کے ذریعہ صنعتوں پر قبضہ کر لیا۔ جنوری 1918 میں سویٹوں کی تیسری کل روسی کانگرس نے تمام فیکٹریوں، کانوں، حمل ونقل کے نظام وغیرہ کو قومی ملکیت میں لے لیا۔ اقتدار سنبھالنے کے چار دنوں کے اندر آٹھ گھنٹے کام کا دن اور سماجی تحفظ کا نظام قائم کر دیا گیا۔

برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے سوویٹ حکومت کی التوا جنگ کی تجویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر موخرالذکر نے جرمنی سے علیحدہ امن کی گفت وشنید شروع کر دی۔ 3 دسمبر 1917 کو برسٹ لسٹوک میں اس کا آغاز کیا گیا۔ جرمنوں نے سخت شرائط پیش کیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وفد کے رہنما ٹراٹسکی نے جس کی امداد زینودین اور راڈیک کر رہے تھے گفت وشنید کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس پر جرمنوں نے مارچ میں روس پر دوبارہ پیش قدمی شروع کر دی اور اس علاقہ میں پورے خطہ پر قبضہ کر لیا۔ روسی فوج جس کی جنگ میں کمر ٹوٹ چکی تھی موثر مدافعت کے قابل نہ رہی تھی۔ لینن کے اصرار پر جرمنوں کی سخت شرائط مان لی گئیں۔ اس نے کہا کہ انقلاب کو دم لینے کا موقع ملنا چاہیئے ورنہ یہ تباہ ہو جائے گا۔ ٹراٹسکی اور پارٹی میں "بائیں بازو" کے دوسرے عناصر کے ساتھ تلخ جدوجہد کے بعد لینن کے نقطۂ نظر کی جیت ہوئی۔ امن سے متعلق اس کا رویہ اس کی بالغ نظر حکمت عملی کا شاندار مظاہرہ تھا ورنہ ممکن تھا کہ انقلاب ناکام ہو جاتا۔ بورژوا جنگ بازوں اور اُن کے ہمنوا سوشل ڈیموکریٹوں نے تمام دنیا میں غیظ وغضب کا طوفان برپا کر دیا

کہ بالشویکوں نے مقدس (سامراجی) جنگ سے غداری کی۔

کسانوں کو زمین دینے کا سویٹ ضابطہ بھی لینن کا معرکتہ الآرا کارنامہ تھا۔اس سے کسانوں کی عظیم اکثریت مستقل مزاجی کے ساتھ انقلاب کی طرف دار ہوگئی ورنہ آنے والے صبر آزما مشکل سالوں میں سویٹ دور کا عہدہ برآ ہونا ممکن نہ تھا۔پارٹی کے ''بائیں بازو'' نے دوسری انٹرنیشنل کے دائیں بازو کے رہنماؤں کی ہمنوائی میں اعلان کیا کسانوں میں زمین کے حق ملکیت کو مضبوط بنانا سوشلزم کی تعمیر میں ناقابل تسخیر رکاوٹ پیدا کرنا ہے لیکن لینن کو یقین تھا کہ غریب کسانوں کا جم غفیر آخر کار سوشلزم کا طرف دار بن جائے گا اور حقیقت میں ہوا بھی ایسا ہی۔اس نے بتایا کہ سوشلزم کی تعمیر کے اس دور میں خوش حال کسانوں سے لڑنا، متوسط کسان کو غیر جانبدار بنانا اور غریب کسانوں کی عظیم اکثریت کو طرف دار بنانا ضروری ہے۔کسانوں کے بارے میں پالیسی کی یہ ایک انقلابی مارکسی جدت تھی جس پر انقلاب کی کامیابی کا انحصار تھا۔

فیصلہ کن اہمیت کا دوسرا کارنامہ ابتدا ہی سے روس میں بسنے والے تمام لوگوں میں سیاسی مساوات قائم کرنا اور حق خود اردیت کو تسلیم کرنا تھا۔اس نے اب تک بری طرح ستائی جانے والی چھوٹی قومیتوں کی پشت پناہی حاصل کر کے نئی حکومت کے لیے مزید ٹھوس بنیادیں استوار کیں۔فن لینڈ، استونیا، لٹویا اور لتھوانیا نے جرمنی اور انگلستان کی مخالف انقلاب امداد حاصل کر کے حق علحدگی کو استعمال کرنے کا غیر دانش مندانہ فیصلہ کیا اور علیحدہ ہو گئے۔اس طرح حق خود ارادیت کی یہ دوسری ''بدعت'' کمزور اور لڑکھڑاتے ہوئے سوشلسٹ دور کے لیے ایک بڑا سہارا ثابت ہوئی۔

دستور ساز اسمبلی کے ساتھ نمٹنے کا ایک بڑا مسئلہ بھی درپیش تھا جس کا اجلاس 18 جنوری 1918 کو ہونا طے پایا تھا۔خصوصاً جبکہ اس میں نمائندوں کی اکثریت سوشلسٹ انقلابیوں اور مانشویکوں پر مشتمل تھی۔لینن حسب معمول براہ راست اس مسئلہ کی تہ تک پہنچا اور بنیادی چارہ کار فراہم کیا۔اس نے بتایا کہ انقلاب کے نتیجہ کے طور پر حکمراں ادارے سوویٹ ہیں نہ کہ دستور ساز اسمبلی، اس نے کہا ''ہم دستور ساز اسمبلی اور سوویٹوں کی رقابت میں دو انقلابوں بورژوا انقلاب اور سوشلسٹ انقلاب کے مابین تاریخی تنازعہ دیکھتے ہیں۔ دستور ساز اسمبلی کے (نومبر انقلاب سے پہلے تیار کی ہوئی انتخابی فہرست پر مبنی) انتخابات یقیناً عوامی سوشلسٹ انقلاب کی آواز نہیں بلکہ فروری (مارچ) انقلاب کی صدائے بازگشت

ہیں۔'' روزن برگ لینن کے اخذ کردہ عمومی نتائج سے اتفاق کرتے ہوئے کہتا ہے ''اگر لینن انتخابات کے لیے حکم دیتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ سویٹ حکومت کے حق میں بہت بڑی اکثریت رائے ہوتی'' چنانچہ دستور ساز اسمبلی نے جب اس نوع کی قرارداد کو منظور کرنے سے انکار کر دیا کہ سویٹ حکومت ریاستی اقتدار کا سرچشمہ ہے تو اسے 26 جنوری 1918 کو سرکاری طور پر توڑ دیا گیا۔

کمیونسٹ پارٹی اور سویٹ حکومت کو ان تمام انقلابی پالیسیوں میں تیز رفتار کامیابی یوں ہی آسانی کے ساتھ نہیں ملی بلکہ ٹراٹسکی، زینوولو، راڈیک، بخارن، کامینیو، پاٹا کوف اور انہیں جیسے دوسروں کے خلاف شدید اندرون پارٹی جدوجہد کرنی پڑی۔ لینن اپنی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے ہمہ وقت لڑتا رہا۔ اس میں سٹالن اس کا سب سے زیادہ گرم جوش معاون تھا۔ بسا اوقات بیرونی عالمی محنت کشوں کو بھی لینن کی انقلابی پالیسیاں نئی اور عجیب معلوم ہوتی تھیں۔ ان میں سے بہت سی ایسی تھیں جنہیں بورژوا دنیا میں بسنے والے بائیں بازو کے لوگوں سمجھ نہ سکے یہاں تک کہ روز الکسمبرگ ایسی سیاسی طور پر بخوبی ترقی یافتہ رہنما نے ایک پمفلٹ لکھا جس میں اس نے اس نئے دور کی ''غلطیوں'' پر تیز وتند تنقید کی۔ خصوصاً کسانوں میں زمین کی تقسیم، حق خود ارادیت کا قیام، دستور ساز اسمبلی کی برخاستگی، مخالف انقلاب پارٹیوں کی شہری آزادیوں پر پابندی وغیرہ کی تنقید کا نشانہ تھے۔

انقلاب کی مدافعت

عالمی سرمایہ داری نے روسی سوشلسٹ انقلاب کو گھریلو روسی رجعت پرستوں سے کم اپنا جانی دشمن نہیں پایا۔ چنانچہ 1917 کے آخیر سے لے کر 1921 کے آغاز تک روسی حکومت کو اپنی بقا کے لیے مخالف انقلاب روسیوں اور مسلح سامراجی مداخلت کے خلاف سخت خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ عوام نے جو لڑائی سے نڈھال، بھوک کے مارے ہوئے تھے، جن کی صنعتیں، جڑ چکی تھیں اور جن کی مسلح افواج کا بیشتر حصہ جنگ میں تباہ ہو چکا تھا، کمیونسٹ پارٹی کے تحت متحد ہو کر معجزانہ دلیری کے ساتھ طاقتور ترین مخالف انقلاب فوجوں کو شکست دی۔ انہوں نے جنرل یودی نک کارنیلوف، ڈینیکن، کراسٹوف، سیمیوف، کولچ دینگل کی فوجیں اور دوسری بہت سی وھائٹ گارڈوں کو منتشر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ عظمیٰ، جاپان، فرانس، ریاستہائے متحدہ، پولینڈ، رومانیہ اور زیک کی بے قاعدہ فوجوں کو مار بھگایا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا

کہ ملک کا بہت بڑا حصہ دشمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا اور حکومت کے غذا، ایندھن اور خام مال کے مخصوص ذرائع منقطع ہو گئے تھے۔ ماسکو اور پیٹروگراڈ کے مزدوروں کو ہر روز روٹی کا ایک پونڈ کا آٹھواں حصہ بطور راشن ملتا تھا اس کے باوجود اپنی بے نظیر ہمت کا مظاہرہ کر کے عوام نے سرخ فوج کی تعمیر کی اور 1920 کے اخیر تک انہوں نے اپنے دشمنوں کو سویٹ سرزمین سے نکال باہر کیا۔

رجعت پرستوں کی منظّم فوجوں کے شدید مسلح حملوں کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا سویٹ عہد کا دفاع عالمی مزدور تحریک کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ انٹرنیشنل سوشلسٹ کمیٹی (زمروالڈ) نے بہت سے بیانات جاری کیے جن میں مزدوروں کو جنگ میں الجھے ہوئے سویٹ یونین کی امداد کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ جنوری 1918 میں آسٹریا اور جرمنی کے مزدوروں نے بڑی حد تک روسی انقلاب سے متاثر ہو کر بڑی بڑی ہڑتالیں کیں۔ برطانیہ عظمٰی میں بھی اسی طرح کی تحریک نے زور پکڑا یہاں تک کہ دور دراز سیٹیل اور فلا دلفیا میں لانگ شور مین نے سویٹ یونین میں مداخلت کرنے والی فوجوں کے لیے جہازوں میں سامان لادنے سے انکار کر دیا۔

روسی انقلاب کی حمایت میں ابھرنے والے عوامی جذبات نے سویٹ حکومت کے خلاف نبرد آزما اتحادی فوجوں کو بھی لازماً متاثر کیا۔ پیرس میں صلح نامہ ورسیلز کی گفت وشنید کے موقع پر جنگ لائڈ جارج سے یہ پوچھا گیا کہ وہ سویٹ یونین کے ساتھ لڑائی میں زیادہ گرم جوشی کے ساتھ حصہ کیوں نہیں لیتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ اب اگر میں ایک ہزار انگریز فوجی دستہ روس میں مداخلت کی غرض سے بھیجنا چاہوں تو وہ بغاوت پر اتر آئے گا اور اگر بالشویکوں کے خلاف کوئی فوجی کاروائی عمل میں لائی جائے تو خود انگلستان میں بالشویک اثرات پھیل جائیں گے اور لندن میں سویٹ نظام قائم ہو جائے گا۔ 30 مارچ 1919 کو شمالی روس میں متعین امریکی فوجی دستوں کی 339 یو۔ ایس انفنٹری کی کمپنی نمبرا نے بغاوت کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس علاقہ سے ساری امریکی فوج واپس بلوائی گئی۔

بایں ہمہ دائیں بازو کے سوشل ڈیموکرٹیک رہنماؤں نے نہایت معاندانہ رویہ اختیار کیا۔ چونکہ اصلاح پسندی اور سرمایہ داری کی عیب پوشی ان کا شیوہ تھا اس لیے ان کی پہلی سوشلسٹ جمہوریہ کی مخالفت ایک فطری امر تھا۔ روسی منشویکوں کی طرح انہوں نے بھی شروع ہی سے اس کی مخالفت کو اپنا وطیرہ بنالیا۔ مخصوص طریقہ پر انہوں نے بمقام برن فروری 1919 میں بکھرے ہوئے دوسرے انٹرنیشنل کو پھر سے

مجتمع کر کے سویٹ روس کی مذمت کی۔ اس سے پہلے 1918 کے دوران میں کارل کاؤتسکی نے پرولتاریہ کی آمریت کے پورے تصور وعمل کی مخالفت کی۔ یہ وہی شخص ہے جس نے کروڑوں لوگوں کو پہلی عالمی جنگ کی قتل گاہ بھیجنے کا آسانی کے ساتھ بہانہ تلاش کر لیا تھا لیکن جب نئی حکومت نے مخالف انقلاب عناصر کی بیخ کنی کی تو مشتعل ہو گیا۔ اس کتاب نے دائیں بازو کے ان ترمیم پسندوں کو جو کچھ کم عیار تھے مخالف سویٹ حملوں کے خاص طریقے بتائے۔

اس کا جواب لینن نے فوراً اپنی کتاب ''پرولتاریہ انقلاب اور بھگوڑا کاؤتسکی'' میں دیا۔ اس نے اصول اور پورے انقلاب میں بالشویکوں کی اختیار کردہ عام پالیسی سے آمریت کی مدافعت کی۔ اس نے عبوری حکومت کا تختہ الٹنے اور دستور ساز اسمبلی کے توڑ دینے کو اس بنا پر حق بجانب قرار دیا کہ بالشویکوں کی پشت پر لوگوں کی کھلی اکثریت تھی۔ اس نے سابقہ حکمراں طبقہ کے کچلے جانے کی حمایت کی کیونکہ مسلح مخالف انقلاب عناصر کو ختم کرنا اہم سیاسی ضرورت تھی ایک طرح یہ کتاب ''ریاست اور انقلاب'' کا تسلسل تھی جس میں اس نے اس مشہور تصنیف میں پہلے پیش کردہ خاکہ کی وضاحت کی تھی۔

(30)

سوویٹ نظام

سٹالن کہتا ہے کہ اکتوبر انقلاب دوسرے تمام انقلابوں میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے تمام استحصال کنندگان کا خاتمہ کر کے محنت کش عوام کے سب سے زیادہ انقلابی طبقہ پرولتاریہ کے ہاتھوں میں عنان اقتدار منتقل کر دی۔ اس کے زیر قیادت استحصال کا پرانا نظام تباہ ہو کر ایک ایسا سوشلسٹ نظام قائم ہو گیا جس میں استحصال اور تشدد کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب انسانی تاریخ میں قدیم دنیائے سرمایہ داری سے جدید سوشلسٹ دنیا کی طرف ایک بنیادی موڑ کی نشان دہی کرتا ہے۔ ابتدا میں نئی حکومت کا نام روسی سوویٹ سوشلسٹ وفاقی جمہوریہ (Russian Soviet Socialist Federated Republic) رکھا گیا تھا بعد میں اسے تبدیل کر کے یونین آف سوویٹ سوشلسٹ ری پبلک (جسے مختصر طور پر سوویٹ یونین کہا جاتا ہے۔ مترجم) رکھا گیا۔

سویٹ دستور نے حتمی طور پر قرار دیا کہ ''یوایس، ایس، آر میں کل طاقت کے مالک شہروں اور دیہاتوں کے محنت کش عوام ہیں۔ جنگی نمائندگی محنت کش عوام کے نمائندوں کی سوویٹیں کرتی ہیں'' اور یہ بھی کہ ''زمین اس کی معدنی دولت، پانی، جنگلات، ملیں، فیکٹریاں، ریل پانی اور ہوا، ذرائع حمل ونقل، بینک، مواصلات، ریاست کے تنظیم کردہ بڑے زراعتی کاروبار (ریاستی فارم، مشین اور ٹریکٹر وغیرہ) بلدیاتی اداروں کے کاروبار بھی شہروں اور صنعتی مقامات میں شروع ہی سے اس بات کا احساس پیدا ہو گیا تھا کہ سرمایہ داری کی بقا کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلی سوشلسٹ جمہوریہ میں وقوع پذیر حقائق سے عالمی مزدوروں کو باخبر ہونے کا موقع نہ دیا جائے چنانچہ اس وقت سے ان کی انتھک کوشش یہ ہے کہ یو۔ ایس ایس۔ آر کو بدنما اور حقارت آمیز رنگ میں پیش کیا جائے اور اس کے اردگرد نظریاتی حصار کھڑا کر دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک بہت بڑی اور معقول آمدنی والی ادبی صنعت فروغ پانے لگی۔ بدقسمتی سے وہ لوگ اپنی اس کذب وافترا پروازی کی کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ بہت سے سرمایہ دار ملکوں خصوصاً ریاست ہائے متحدہ میں لوگ بہت کم یا قطعاً یہ نہیں جانتے کہ سویٹ عوام پر حقیقتاً کیا گزر رہی ہے۔

دوسری طرف ترقی یافتہ پرولتاریائی عالمی طاقتیں ابتدائی ہی سے سویٹ یونین کی مدافعت کے لیے موثر طریقہ پر اکٹھی ہوتی رہیں۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ مستقبل کی عالمی جمہوریت اور امن کی قسمت یو، ایس، آر ان سے وابستہ ہے۔ سویٹ یونین کی طرف منعطف رجحان پرولتاریائی بین الاقوامیت کا اعلیٰ اظہار ہے۔

سیاسی ڈھانچہ

یونین آف سویٹ سوشلسٹ ریپلک مزدوروں اور کسانوں کی سوشلسٹ ریاست ہے۔ یہ پرولتاریہ کی آمریت یا مزدوروں کی حکومت ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ سویٹ حکومت میں رہنما طبقہ مزدوروں کا طبقہ ہے۔ آغاز میں اس پرولتاریہ طبقاتی قیادت کا اظہار 1 جولائی 1918 کو اختیار کردہ دستور میں اس طرح کیا گیا کہ سویٹوں کی قومی کانگرس میں 25,000 لوگوں پر ایک مزدور نمائندہ اور کسانوں سے 125,000 پر فقط ایک نمائندہ لیا گیا لیکن 1936 کے دستور میں یہ غیر مساوی تناسب ختم

کر دیا گیا۔ آج کل یو، ایس، ایس آر تین دوستانہ طبقات، مزدوروں، کسانوں اور دانشوروں پر مشتمل ہے جن کے یکساں اقتصادی وسیاسی مفادات ہیں اور یہ ایک غیر طبقاتی سماج کی طرف بخوبی گامزن ہے۔

لوگوں اور حکومت کی رہنما کمیونسٹ پارٹی ہے۔ پارٹی پرولتاریہ کا ہراول دستہ ہے یہ اصلاً مزدور طبقہ کے بہترین ترقی یافتہ، مخلص، مستعد اور انتھک عناصر پر مشتمل ہے لیکن اس میں کسان اور دانشور بھی شامل ہیں۔ پارٹی اپنی بے داغ سمجھ بوجھ، ناقابل تسخیر جذبہ جنگجوئی کی بدولت رہنمائی کا کام سرانجام دیتی اور پوری قوم کے سامنے مثال پیش کرتی ہے۔ حکومت، فوج، صنعتوں، فارموں، ٹریڈ یونینوں سکولوں اور دوسری طرح کے ہر ایک اداروں میں اس کی بنیادی شاخیں ہیں۔ پارٹی لوگوں کا گوشت اور خون ہے۔ یہ پورے عوام میں شدید جذبہ اور حرکت پیدا کرتی ہے۔ آج کی گرانقدر سویٹ کمیونسٹ پارٹی جو سیاسی استحکام میں عالم میں اپنی غیر نہیں رکھتی، پارٹی تعمیر کے روشن کارنامہ کا ثمر ہے جس کی ابتدا لینن انقلاب سے کئی سال پہلے کر چکا تھا۔

مارکس کی ابتدائی تحریروں کے وقت سے کمیونسٹ ایک ایسے اصول کی مسلسل تصدیق کرتے چلے آرہے تھے جس میں سماج بالآخر کسی ریاست کے وجود سے ناآشنا ہوگا۔ یعنی یہ کہ پرولتاریہ انقلاب کے بعد ریاست بتدریج ناپید ہو جائے گی۔ نومبر انقلاب کے بعد روس میں ایسا نہیں ہوا اور نہ اب تک ایسا ہو سکا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ سوویٹ سرمایہ دار دشمنوں سے گھری ہوئی تھی چنانچہ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ ایک مضبوط ریاستی نظام کو قائم رکھے جس میں ایک ایسی طاقت ور مسلح فوج ہو جو مخالف انقلاب قوتوں کے داخلی وخارجی حملوں کو پسپا کر سکے۔ سرمایہ دار حلقے کے ٹوٹنے پر ہی ریاست کا بتدریج ناپید ہونا ممکن ہو سکے گا۔ سویٹ ریاست جہاں پرولتاریہ آمریت کارفرما ہے سرمایہ دار ریاست سے بنیادی طور پر مختلف حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی مدافعت کا رخ بیرونی جانب ہے اندرون ملک کے لیے فوجی طاقت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں کوئی ایسا طبقہ نہیں جسے کچلنے کی ضرورت درپیش آئے۔ عرصہ ہوا کہ استحصال کنندہ طبقہ بحیثیت طبقاتی قوت ختم ہو چکا ہے۔ سویٹ حکومت کی تمام تر کوششیں چند استحصال کنندگان کی بجائے عظیم عوام کے مفادات و بہبود کے لیے وقف ہیں چنانچہ ابتدا ہی سویٹ ریاست کا انتظام ایسی سائنسی بنیادوں پر رکھا گیا ہے جس کا امکان سرمایہ دارانہ نظام میں نہیں ہے۔

سرمایہ دار ممالک کے مقابلہ میں سوویٹ یونین میں جمہوریت کہیں بلند سطح پر ہے اور ایسا اسی وقت

سے ہے جب سے یہ کہ عظیم انقلاب رونما ہوا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ تمام صنعتیں اور قومی ذرائع عوام کی ملکیت ہیں وہ تمام اقلیتیں جن پر سویٹ ملکیت مشتمل ہے پوری پوری سیاسی مساوات رکھتی ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں عورت کو مقابلتاً مرد کے مساوی درجہ حاصل ہے۔ مخالف صیہونیت اور دوسری نسلی وقومی جارحانہ وطن پرستی کو حرم قرار دیا گیا ہے۔ اعلیٰ تعلیم عام کر دی گئی ہے۔ کام اور فرصت کے حقوق دیئے گئے ہیں۔ ٹریڈ یونینوں، امداد باہمی کی انجمنوں وغیرہ جیسی حکومتی وملکی عوامی جتھے بندیوں میں براہ راست شمولیت کا حق حاصل ہے۔ بالعموم عوام کے لیے اعلیٰ سطح کے شہری حقوق محفوظ کر دیے گئے ہیں۔ 1936 کا دستور دنیا میں سب سے زیادہ جمہوری طرز کا ہے۔ اس پورے حکومتی ڈھانچہ کی بنیاد ہزاروں مقامی سویٹوں پر ہے۔ یہ تنظیمیں عوام کے براہ راست زیر اقتدار حکومت کی ایک تنہا تنظیم کے تحت، انتظامیہ مقنّنہ اور عدلیہ کے شعبوں پر مشتمل ہیں۔

سویٹ حکومت اور نظام جمہوریت کا تجزیہ کرتے ہوئے انگلستان کے سڈنی اور بیٹرس ویب، سالہا سال کے موقع پرست فیبیئن رجحانات رکھنے کے باوجود 1936 میں رقمطراز ہیں" (کام) کے اس طریق میں انفرادی آمریت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ذاتی فیصلوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ان کے خلاف ہر طرح کی حفاظت کی گئی ہے۔" اور حکومت کے متعلق "ہم نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقتاً یہ آمریت کے عین مخالف ہے۔ یہ وہ حکومت ہے جو پوری طرح کمیٹیوں کے تسلسل پر قائم ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر استبداد یا آمریت سے مقصد اس حکومت سے ہے جو سابقہ بحث ومباحثہ اور عوامی رائے وباہمی گفت وشنید کے بغیر چلائی جائے تو اس معنی میں یو، ایس ایس، آر کی حکومت بہت سی پارلیمانی کابنیاؤں کی بہ نسبت حقیقتاً کم آمرانہ ومطلق العنان ہے"۔

نومبر انقلاب کے دوران میں کیڈٹ، منشویک اور دائیں بازو کے انقلاب سوشلسٹ پارٹیوں نے کرنیسکی حکومت کی مدافعت میں اعلانیہ مخالف انقلاب موقف اختیار کیا تھا چنانچہ انہیں غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ سویٹ حکومت نے اپنی بنیاد کمیونسٹ پارٹی اور بائیں بازو کی سوشلسٹ انقلابی پارٹی کے اتحاد پر رکھی۔ ان کے علاوہ انارکسٹ سنڈیکلسٹ اور دوسرے رجحانات رکھنے والی بہت سی مختلف سیاسی پارٹیاں اور گروہ بھی موجود تھے۔ بقول جان ریڈ 30 نومبر 1917 کو پیٹروگراڈ کے سویٹ کے انتخابات میں حصہ لینے والی مختلف پارٹیوں کی تعداد انیس سے کم نہ تھی۔ بالشویک اور بائیں بازو کے انقلابی

سوشلسٹوں کا اتحاد زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ 1918 کے وسط میں موخرالذکر حکومت سے علیحدہ ہو گئے ان کی سخت مخالفت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ وہ برسٹ لٹوسک معاہدہ امن کی بجائے جرمنی سے جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے۔اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے وہ یہاں تک گئے کہ انہوں نے ماسکو میں جرمن سفیر مرباک کو قتل کر دیا۔اس کے علاوہ انہوں نے بالشویک رہنماؤں کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔30 اگست 1918 کو انقلابی سوشلسٹ ڈورا کیپلن نے ماسکو میں لینن پر حملہ کر کے سخت زخمی کر دیا۔

اس کے بعد سے ایک پارٹی طرز حکومت کا رجحان جڑ پکڑنے لگا۔ پوری طرح سے نشوونما پائے ہوئے سوشلسٹ ملک میں جہاں عوام کے مفادات میں بنیادی طور پر یکسانیت ہو وہاں صرف ایک ہی سیاسی پارٹی، کمیونسٹ پارٹی کے لیے جگہ ہے۔عوامی جمہوریتوں میں جو ابھی پرولتاریہ آمریت کے ابتدائی مرحلوں میں ہیں۔کمیونسٹ پارٹی کی زیرسرکردگی کئی پارٹیاں ہوتی ہیں۔سرمایہ دار ممالک میں بہت سی پارٹیاں جو اصلاً کسی خاص طبقہ یا تحتی طبقہ کی نمائندگی کرتی ہیں یہ بات ثابت کرتی ہیں کہ وہاں طبقاتی کشمکش زوروں پر ہے۔ ہر پارٹی یا گروہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنے مخصوص طبقہ کے مفادات کا خواہاں ہے۔

اقتصادی بنیاد

نومبر انقلاب کے بعد تھوڑے عرصہ کے لیے یہ میلان زوروں پر تھا کہ شکستہ صنعتوں کو شاپ کمیٹیوں کے ذریعہ منظّم کیا جائے۔ یہ سنڈیکلسٹ رجحان تھا جو عہد جدید کی صنعتوں کے قیام اور انہیں چلانے کے لیے ناکافی تھا۔مفرور بورژوا انجینئروں اور ماہرین کی جگہ لینے کے لئے پہلا حقیقی قدم ایک سائنٹفک سوشلسٹ صنعتی تنظیم قائم کر کے اٹھایا گیا۔ دسمبر 1917 میں اعلیٰ اقتصادی کونسل قائم کی گئی۔ 1918 میں لینن نے بڑے پیمانہ پر منصوبہ بند پیداوار کی ابتدا کر کے پہلا قدم اٹھایا۔لیکن خانہ جنگی کی وجہ سے 1920 کے آخر تک اس پر اچھی طرح عمل درآمد نہ ہو سکا۔اس نے 1921 میں اپنا مشہور نعرہ دیا ''بجلی جمع سویٹ طاقت برابر ہے کمیونزم کے''۔ اپریل 1921 میں گوسپلان یا ریاستی قومی منصوبہ بند ایجنسی قائم کی گئی۔مگر چند سالوں تک اس کا کام صرف انفرادی صنعتوں دھات، کپڑے کی صنعت، حمل ونقل وغیرہ کی منصوبہ بندیوں تک محدود رہا۔کہیں 1928 میں مشہور پہلے پانچ سالہ منصوبہ میں تمام

مقامات کی تمام صنعتوں کے لیے عام پیداواری منصوبہ تیار کیا گیا۔ اس کے بعد سویٹ پیداوار تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگی اور کامیابی کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ سرمایہ دار ممالک اپنے بہترین پیداوار کے دور میں بھی اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے۔ 1933 میں سویٹ یونین ایک زرعی ملک سے صنعتی ملک میں تبدیل ہو گیا اور اس کی عظیم صنعتی ترقی کا اب آغاز ہو چکا تھا۔

سویٹ دور کے ابتدائی دس سالوں میں کسان زمین کے انفرادی رقبوں پر زرعی پیداوار کرتے رہے گو زمین پورے عوام کی ملکیت تھی بہت تھوڑے مثالی اجتماعی ریاستی فارم تھے۔ 29-1930 میں پہلے پانچ سالہ منصوبہ کے دوران ہی میں صحیح معنوں میں سوشلسٹ فارم تنظیمیں وجود میں آئیں۔ زیادہ تر انہیں تنظیموں نے اجتماعی فارم (زرعی امداد باہمی) کی شکلیں اختیار کیں۔ اس خاص وقت میں ایسی ترقی اس وجہ سے ہو سکی کہ صنعتی ترقی اعلیٰ پیمانے پر ہونے لگی تھی۔ اس کا مطلب وسیع پیمانے پر مشینی طریق سے زراعت کا آغاز تھا۔ 1930 تک غلہ پیدا کرنے والے خاص علاقوں میں 50-40 فیصد کاشت کار گھرانے کاشتکاری کے اجتماعی طریق پر منظم ہو چکے تھے جب کہ 1918 میں ان کی تعداد صرف 3-2 فیصد تھی۔ 1930 کے آخر تک 80 فیصد دیہی فارم 200,000 اجتماعی فارموں اور 4,000 ریاستی فارموں میں مجتمع ہو چکے تھے۔ 1934 تک سویٹ دیہاتوں میں 281,000 ٹریکٹر اور 32,000 ہارویسٹر کمبائن موجود تھے۔ یہ دور اس صنعتی انقلاب جس نے اب تک مشکوک سرمایہ دار کو متحیر کر رکھا تھا سویٹ کامیابی کا ایک سب سے عظیم کارنامہ تھا۔ زرعی انقلاب نے دولت مند کسانوں (کلک) کا بحیثیت طبقہ خاتمہ کر دیا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ صنعتوں کے اشتراک نے سرمایہ داروں کو بحیثیت اقتصادی و سیاسی عنصر کے اکھاڑ پھینکا۔

پہلے دو پانچ سالہ منصوبوں میں صرف کیے جانے والے سرمایہ کی مقدار 200 بلین روبل (40 بلین ڈالر) تھی جو سب کی سب جنگ سے تباہ شدہ سویٹ عوام نے برداشت کیا۔ اس قدر کثیر تعداد میں سرمایہ فراہم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ مزدور اور کسان خاصی حد تک سختیاں برداشت کرتے۔ بایں ہمہ عام رہن سہن اور کام کا معیار بہت اونچا ہو گیا۔ پہلے پانچ سالہ منصوبہ میں بیروزگاری کا قطعی خاتمہ کر دیا گیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کے عذاب کی طرح اشتراکی منصوبہ بند اقتصادیات میں اقتصادی بحران کے دور اور بڑے پیمانے پر بیروزگاری کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ پیداوار

کی طرح سوویٹ پیداوار نجی منافع کی غرض سے نہیں کی جاتی بلکہ سماجی استعمال کے لیے کی جاتی ہے۔

سوویٹ یونین میں مزدور انجمنیں

اشتراکی ممالک میں ٹریڈ یونینیں سرمایہ دار ممالک کی نسبت لازماً قطعی مختلف کردار ادا کرتی ہیں، حقیقتاً ان کے کام کا تعین اس بات سے ہوتا ہے کہ حکومت مزدوروں کے زیر اقتدار ہوتی ہے اور وہاں سرمایہ دارانہ استحصال نہیں ہوتا۔ کہ جس کے لیے لڑا جائے چونکہ مزدور پرولتاریہ آمریت میں رہنما طبقہ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان میں یہ بات براہ راست ذمہ داری کا احساس پیدا کر دیتی ہے اور وہ صنعتی حالات کو درست رکھنے اور نظام کا کامیاب بنانے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ ایسا کسی منافع خور سرمایہ دار ملک میں نہیں ہوسکتا۔

دوسرے تمام سوویٹ اداروں کی طرح آج کی ٹریڈ یونینیں بھی بہت سی آزمائشوں اور اجتہاد کا نتیجہ ہیں۔ ابتدا میں اس بات کا کوئی واضح تصور نہ تھا کہ سوشلزم کے تحت ٹریڈ یونینوں کو کس طرح کام کرنا چاہیئے۔ شاپ کمیٹیوں اور نیشنل یونینوں کے بارے میں اختلاف رائے تھا۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ موخرالذکر ادارہ بیکار ہے لیکن بہت جلد شاپ کمیٹیوں کو صنعت کی بنیادی اکائی تسلیم کر کے ان پر یونینوں کا ڈھانچہ کھڑا کیا گیا۔

ابتدائی مرحلوں ہی سے یونینیں ایسے اجتہادی کام اور شکلیں اختیار کرنے لگیں جو مزدوروں کو نئے سماج کا جس کا وہ بنیادی حصہ تھے ہم آہنگ بنا سکیں۔ ان کاموں میں ایسے اہم فرائض شامل تھے جیسے کہ صنعت میں مزدور نظم وضبط قائم کرنا، صنعتی انتظام میں بلا واسطہ شرکت کرنا، پیداوار کو منظم طریقہ پر فروغ اور ترقی دینا مزدوروں کی عظیم اکثریت کو تعلیم اور فنی تربیت دینا، فیکٹری قانون سازی کی تکمیل اور اس کا اطلاق کرنا، ریاستی سماجی تحفظ کے وسیع نظام کا براہ راست انتظام کرنا اور وقت پڑنے پر مسلح ہو کر سرمایہ دار حملہ آوروں کو پسپا کرنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام ذرائع سے یونینوں کو مزدوروں کے اقتصادی مفادات کی براہ راست نگرانی کا موقع حاصل ہے جو حکومت سے اجتماعی معاہدہ کر کے مزدوروں کی شرح اجرت کام کے گھنٹے اور کام کے عام حالات کا نفاذ اور تکمیل کرتی ہیں۔ یونینیں فطرتاً مزدور حکومت کی قریبی شریک کار رہتے ہوئے بھی اپنی آزاد حیثیت رکھتی ہیں۔

سرمایہ دار ملکوں میں جہاں مزدوروں کو مالکوں اور حکومت سے لڑنا پڑتا ہے ہڑتال ایک نہایت اہم اسلحہ ہے۔ لیکن سویٹ یونین میں یہ صریحاً غیر ضروری ہے کیونکہ وہاں استحصال کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ مزدوروں کی حکومت ہے۔ انقلاب کے ابتدائی ایام میں جب کہ ابھی تشکیلی دور تھا بہت سی ہڑتالیں ہوئیں۔ ان میں سے بیشتر ہڑتالوں کی وجہ مخالف انقلاب عنصر تھا جو سویٹ دور کو ناکارہ بنا دینا چاہتا تھا۔ 1920 میں ہڑتالوں کی تعداد 43 تک پہنچ گئی تھی مگر جلد کم شعور رکھنے والے مزدوروں کو بھی خود اپنی حکومت کے خلاف ہڑتال کی حماقت کا احساس ہونے لگا۔ اس کے بعد قانونی حق ہوتے ہوئے بھی ہڑتال غیر ضروری ہو گئی یہاں تک کہ اب یہ بڑی عجیب سی شے بن کر رہ گئی ہے یو۔ ایس۔ ایس آر میں مزدوروں کے حالات کا انحطاط تلخ طبقاتی جدوجہد پر نہیں ہے بلکہ دوستانہ گفت وشنید اور سائنسی اقتصادی منصوبہ بندی پر ہے۔

روس میں سیاحت کے لیے جانے والے بیشتر ٹریڈ یونین کارکن وہاں ٹھیکے پر کام کے نظام کو مروج دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود سرمایہ دار ملکوں میں اس طریق کے خلاف نبرد آزما رہتے ہیں لیکن یہ ایک سادہ سی بات ہے انہیں یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیے کہ سویٹ یونین میں مزدوروں کی مرکزی کمیٹی نے اس کی وضاحت اس طرح پیش کی ''ٹھیکہ داری نظام تمام مزدوروں میں محنت کی پیداوار کو بڑھانے اور اپنی اہلیت میں اضافہ کی طرف راغب کرتا ہے۔ ہم اس حقیقت پر زیادہ سے زیادہ زور دیتی ہیں کہ ہمارے ملک میں ٹھیکہ داری نظام استحصال کا ذریعہ حفاظت کرتی ہے لیکن ہمارے ہاں جہاں پر کہ ریاست محنت کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کرتی ہے اور جہاں ہمیں صرف سات گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے ٹھیکہ داری نظام اشتراکی تعمیر کی رفتار کو بڑھاتا ہے، محنت کی پیداوار میں اضافہ کرتا ہے اور مزدوروں کی مادی ترقی اور عام رہن سہن کے حالات کی حفاظت کرتا ہے''۔

سوویٹ صنعت میں اجرتوں کی شرح مختلف ہے۔ یہ سوشلسٹ اصول کے مطابق ہے کہ ''ہر ایک کو اس کے کام کے مطابق ملے۔'' یہ اس مکمل نظام کا ایک حصہ ہے جس کے مطابق سوویٹ مزدور کو تحریک ملتی ہے۔ وہاں جو حالات ہیں ان کے تحت مزدوروں کے لئے ہر قسم کی تعلیم و ترقی کی وسیع راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اچھی تنخواہ، زیادہ مہارت اور زیادہ ذمہ دارانہ عہدوں تک رسائی مزدور کی خود اپنی آزادانہ کوششوں پر مبنی ہے۔

(31)

جرمنی اور ہنگری کے انقلابات

انسانوں کی عظیم قتل وغارت گری اور بے پناہ دولت کی تباہی کے بعد پہلی جنگ عظیم چار بڑی سلطنتوں کی شکست وریخت پر منتج ہوئی۔ زارروس، قیصر، جرمنی، شہنشاہ آسٹریا اور سلطان ترکی ایسے مطلق العنان جاگیردار مع اپنے شاہی نظام کے ختم ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی روس میں سرمایہ دارانہ نظام ملیا میٹ ہو گیا۔ اور اگر دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹوں نے انتہائی غداری کا ثبوت نہ دیا ہوتا تو مشرقی اور وسطی یورپ میں بھی یہ نظام جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا ہوتا۔

یہ بے پایاں انقلابی ہلچل وہی ہے جس کی لینن ایک عرصہ قبل پیشین گوئی اور تکمیل کر چکا تھا۔ ہولناک جنگ کے بعد دور میں مخالف جاگیرداری مخالف سرمایہ داری، مخالف سامراج، موافق سوشلسٹ تحریک میں لینن سے بڑا کوئی دوسرا نظریاتی رہنما نہ تھا۔ پوری جدوجہد کی رہنمائی کمیونسٹ پارٹی کی سرگرمی میں روسی عوام کر رہے تھے۔ اس دور اس انقلاب میں لینن کے اثر کو تین عام عنوانات کے تحت واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

پہلا۔ یہ پوری وسیع جدوجہد اس پالیسی کے عین مطابق تھی جس کی تائید لینن ایک عرصہ سے کرتا چلا آرہا تھا یعنی یہ کہ سامراجی جنگ کو رجعت پرست حکومتوں کے خلاف جو اس ہولناک قتل وغارت گری کے ذمہ دار ہیں، انقلابی جدوجہد میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس عظیم انقلاب کی مختلف شکلوں کے وقوع پذیر ہونے کا وقت تمام ملکوں میں یکساں طور پر متعین نہیں تھا اور نہ ہی انقلاب کے سیاسی حالات میں ہر جگہ مماثلت تھی لیکن پوری تحریک کی بنیادی یکسانیت میں کوئی مغالطہ نہ تھا اور یہ مسلمہ طور پر لینن کی تعلیمات پر مبنی تھی۔

دوسرا۔ چاروں عظیم سامراجی طاقتوں کو شکست وریخت نے ایک مضبوط قومی انقلابی طاقت کو جنم دیا۔ اس جدوجہد میں مختلف حالات کے تحت نئی قوموں کا ایک پورا تسلسل ''آزاد'' وجود اختیار کرنے لگا۔ ان میں فن لینڈ، چیکوسلواکیہ، لتھونیا، لٹویا اور لتھوانیا شامل تھے۔ یہ ارتقائی صورت بھی روسی کمیونسٹ پارٹی کے پروگرام اور لینن کی تعلیم کے مطابق تھی۔ اور جب صدر ولسن نے ابھی چودہ نکات کا خواب بھی نہیں

دیکھا تھا اس سے بہت عرصہ پہلے سے لینن قوموں کے حق خود ارادیت کے اصول کی گرم جوشی کے ساتھ وکالت کرتا آ رہا تھا۔ گو سوشل ڈیموکریٹ اور بہت سے بائیں بازو کے لوگ بھی اس کے سخت مخالف تھے لیکن یہ اصول ان ملکوں کے عوام کی خواہشات سے نزدیکی مطابقت رکھتا تھا۔

تیسرا۔ چاروں سلطنتوں میں جو عظیم انقلابی ہلچل مچی ہوئی تھی اس میں ایک طاقتور مخالف سرمایہ دار سوشلسٹ عنصر کام کر رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بلا مبالغہ لیننی اصول تھا۔ یہ بورژوا انقلاب پرولتاریہ انقلاب کا پیش خیمہ تھا۔ اس کے اثرات سب سے زیادہ روس میں ظاہر ہوئے۔ روس اس پوری تحریک کا سیاسی رہنما تھا۔ تمام متاثرہ علاقوں میں نہ سہی پھر بھی اکثر و بیشتر مقامات میں سوشل ڈیموکریٹوں کی غداری سوشلزم کے پھیلنے میں مانع آئی۔

یہ تینوں بنیادی حقائق بتاتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم کے نتیجہ میں رونما ہونے والے انقلاب میں لینن اور کمیونسٹ پارٹی نے عالمی سماج کی طرف ترقی کرنے کا حقیقی راستہ بتایا۔ یہ ارتقا کمیونزم کے تاریخی رول کے عین مطابق تھا۔ جس کا مقصد بین الاقوامی سرمایہ داری کی بوسیدگی و انحطاط کے بعد تعمیری عالمی رہنمائی کرنا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام اور موجودہ عہد کے درمیانی عرصہ میں بار بار رونما ہونے والی ہولناک عالمی ہلچل سے اس عظیم حقیقت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

جرمنی میں سوویٹ

جب جنگ کا سلسلہ ختم ہوتا ہوا نظر نہ آیا اور خونریزی و مصائب کی وہی گرم بازاری رہی تو جرمنی اور یورپ کے دوسرے مقامات کے مزدوروں میں بغاوت زور پکڑنے لگی اور روز بروز مخالف جنگ جذبہ بڑھنے لگا۔ 1918 کے آغاز میں جرمنی میں ہڑتال کی وسیع تحریک میں ایک لاکھ سے زیادہ مزدور شامل ہو گئے۔ برلن اور دوسرے مقامات میں شاپ سٹوارڈ تحریک شروع ہوئی۔ برسٹ لٹوسک معاہدہ کے سخت شرائط کے خلاف ملک بھر میں اعلانیہ زبردست احتجاجی جلسے ہوئے اور بھوکوں نے بلوے شروع کر دیئے۔ فوج سے بھی روز بروز سرکشی کی خبریں آنے لگی۔ 1918 کی آمد کے ساتھ قیصر کی حکومت کا عام وقار عموماً اس کے رجعت پرست رجحانات اور فوج میں ابتری کی وجہ سے صفر تک پہنچ گیا۔ پڑوسی ملک روس میں انقلاب کی کامیابی کی عظیم الشان مثال جرمن مزدور طبقہ کی عمل کی طرف راغب کرنے میں زبردست محرک

ثابت ہوئی۔

جنگ کے دوران میں دائیں بازو کی غداری سے متاثر ہو کر سوشل ڈیموکریٹک پارٹی بائیں، مرکزی اور دائیں تین حصوں میں منقسم ہوگئی۔ انقلابی بائیں بازو کی رہنمائی لکسمبرگ لائب نخ، مہرنگ، زیٹکن۔ چوبی شس۔ پائیک اور دوسرے لوگ کر رہے تھے نسبتاً یہ ایک مختصر سی تنظیم تھی جو دوران جنگ 1916 کی ابتدا میں انٹرنیشنلز یا سپارٹاکس بند (Spartakus bund) کے نام سے وجود میں آئی 1918 تک کمونسٹ پارٹی جو زیادہ تر سپارٹاکس ممبروں پر مشتمل تھی تشکیل نہ پاسکی تھی۔ متذبذب درمیانہ بازو کاؤتسکی، ہاس، لیڈے بور، بارتھ، ڈٹ مین وغیرہ کے زیر اثر تھا۔ اس کی باتیں تو انقلابی تھیں مگر عمل قدامت پرستانہ تھا۔ اس کے پیروؤں کی تعداد کافی تھی۔ یہ 1915 میں پہلے تو سوشل ڈیموکریٹک ورکرز پارٹی کے نام سے منظر عام پر آیا مگر تھوڑے عرصہ بعد (سپارٹاکس بند کے الحاق کے بعد) اس نے اپریل 1917 میں جرمنی کی آزاد سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے نام سے ایک نئی تنظیم کی شکل اختیار کی۔ دائیں بازو کے سرکردہ لوگوں میں، ایبرٹ، نوسکے، شیڈمین، لیجین، ویلس وغیرہ شامل تھے۔ ان لوگوں نے پارٹی کے اصل نام اور ذرائع استعمال کر کے پارٹی پریس، تنظیم اور رکنیت کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ٹریڈ یونینیں زیادہ تر انہیں کے کنٹرول میں تھیں۔ ان کی رکنیت کی تعداد گھٹ کر بیس لاکھ رہ گئی تھی، جس کی اکثریت ماہر مزدوروں پر مشتمل تھی مگر 1917 تک اس تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا یہاں تک کہ 1920 میں یہ چار گنا ہوگئی۔

وہ چنگاری جس نے شعلہ بن کر جرمن انقلاب کو بھڑکایا، 5 نومبر 1918 کو کیل میں عظیم جنگی جہاز کے اُن ملاحوں کی کامیاب بغاوت تھی، جنہوں نے اپنے بیڑے کے ساتھ تاکہ جہاز انگریزوں کے ہاتھ نہ آسکیں ''باعزت موت'' سے انکار کر دیا تھا۔ یہ بغاوت جنگل کی آگ کی طرف سارے جرمنی میں پھیل گئی۔ روسی انقلاب کے اثرات بھی فوراً نمایاں ہونے لگے۔ اسی کی پیروی میں باغی مزدوروں، سپاہیوں اور ملاحوں نے تمام ملک خاص طور پر بڑے شہروں اور اہم فوجی مرکزوں میں سوویٹس قائم کر دیں۔ ابتدائی روسی سوویٹوں کے نمونہ پر ان کونسلوں کو مزدوروں اور فوجیوں کی عظیم جماعت کی اعانت حاصل تھی۔ 7 نومبر کو بویریا میں کرایسنر کی سربراہی میں سوویٹ نے سیاسی قوت حاصل کر لی۔ قومی حکومت جس کی قوت مزاحمت بالکل ختم ہو چکی تھی تہ وبالا ہوگئی اور قیصر ہالینڈ بھاگ گیا۔ یہ انقلاب بغیر کسی کشت وخون

کے کامیاب ہو گیا۔

انقلاب سے غداری

اس وقت میں جب کہ شاہی دور پر پست ہمتی چھا چکی تھی اگر مزدور طبقہ کو متحد قیادت نصیب ہوتی تو وہ نہایت آسانی کے ساتھ پرولتاریہ سوشلسٹ انقلاب کو کامیابی سے ہم کنار کر سکتا تھا۔لیکن بااثر دائیں سوشل ڈیموکریٹک قیادت کو یہ ہرگز منظور نہ تھا۔ان لوگوں کو نہ سوشلزم پر اعتماد تھا اور نہ وہ اس کے خواستگار تھے۔وہ اپنے دوسرے ہم جنسوں کی طرح بنیادی طور پر ایسے آزاد خیال تھے جو سرمایہ داری کی جہاں تہاں سے پیوندکاری کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ان کا نقطہ نظر تھا کہ مالکوں کے ساتھ مل کر انقلاب کو کچلا جائے۔ان کا رجحان جرمنی میں سوشلزم کی کامیابی کو بہر طور پر روکنے کی طرف تھا۔ان کا رہنما اعلیٰ ایبرٹ ان کا عام نقطہ نظر کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے ''میں انقلاب سے اسی طرح نفرت کرتا ہوں جس طرح کہ گناہ سے۔''

ترمیم پسند سوشل ڈیموکریٹک رہنما جرمنی میں سوشلزم کے قیام کی کہاں تک خواہش رکھتے تھے اس کا اظہار اس بڑی سرمایہ دار مزدور کانفرنس سے ہوتا ہے جس کا انعقاد اس وقت عمل میں آیا۔یہ انوکھی کانفرنس جس میں تمام سرمایہ کی نمائندگی کروڑ پتی ہیوگو سٹینس کر رہا تھا اور پورے مزدوروں کی طرف سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا حقیقی رہنما ٹریڈ یونین رہنما کارل لیجن نمائندہ تھا 8 تا 15 نومبر کو جب کہ ابھی سڑکوں پر سٹین گنوں کی گھڑ گھڑاہٹ ہو رہی تھی برلن میں منعقد ہوئی۔اس مخالف انقلاب احتمال پر تکیہ کرتے ہوئے کہ سرمایہ دارانہ نظام بدستور قائم رہے گا اور صنعتوں کو وسیع پیمانے پر اشتراکیت کے تحت نہیں لایا جا سکتا کانفرنس نے ایک مفصل اجتماعی معاہدہ سے متعلق کام شروع کیا اور یونینوں کو تسلیم کرنے، آٹھ گھنٹے کام کا دن مقرر کرنے، ورکشاپ کمیٹیوں کے قیام وغیرہ وغیرہ کے شرائط طے کیے۔ایک طرف جب کہ پارٹی کے سیاسی رہنما پرانے خطیبانہ انداز میں مزدوروں کو یہ بتا رہے تھے کہ وہ کیونکر سوشلزم کی طرف جرمنی کی رہنمائی کر سکتے ہیں تو دوسری طرف پارٹی کے حقیقی رہنما پس پردہ بدخوئی کے ساتھ انقلاب کا جھگڑا چکاتے رہے یعنی حقیر اقتصادی مراعات کے حصول میں اسے دور سے دور تر کرتے رہے۔اس تمام دکھاوے سے ان کا مقصد ٹریڈ یونین تحریک میں افتراق پیدا کرنا تھا۔خصوصاً ماہر مزدور افسر شاہی کو انقلابی عوام سے جدا

کر کے جدوجہد کو بحیثیت مجموعی شکست دینا تھا۔

10 نومبر کو برلن میں مزدوروں اور سپاہیوں کی کونسل نے اعلان کیا کہ ''پرانا جرمنی اب نہیں رہا۔ مزدوروں اور سپاہیوں کی کونسلیں (سوویٹیں) اب سیاسی اقتدار اعلیٰ کی مالک ہیں۔'' یہ اعلان روسی مزدوروں کے ابتدائی پروگرام ''کل طاقت سوویٹوں کو'' سے مطابقت رکھتا تھا۔ کونسل نے عام ہڑتال کا نعرہ دیا۔ مزید برآں پروگرام نے صنعتوں کو جلد از جلد قومیانے اور ملک کو عام جمہوری طرز پر لانے کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ برلن کی سویٹوں پر ترمیم پسندوں اور موقع پرستوں کا غلبہ تھا لیکن کم از کم لفظاً بنیادی طور پر یہ کمیونسٹوں کی پالیسی تھی۔ بھگوڑے بار کنیاؤ اور دوسروں کا کہنا تھا کہ مزدوروں میں انقلابی جذبہ کا فقدان تھا مگر یہ بات اس کی تردید کرتی تھی۔ لینن کا تجزیہ قطعاً صحیح تھا کہ جرمنی میں حالات انقلابی تھے اور بورژوا نظریات واں بھی اسے ایسا ہی سمجھتے تھے۔

مزدوروں کے انقلاب جذبہ اور جرمنی میں پرولتاریہ آمریت کے امکانات کو دیکھ کر دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹ اس قدر سہم گئے تھے کہ گویا موت سر پر آ کھڑی ہو۔ انہوں نے نئی نئی خبر لینے والی سویٹوں کو کمزور اور تباہ کرنے کا مخالف انقلاب منصوبہ بنایا۔ جرمنی کو بالشوزم سے بچانے کے لیے سرمایہ داروں کے قریبی اشتراک کے ساتھ انہوں نے فریڈرک ایبرٹ 1925-1871 کی سرکردگی میں ایک نگراں حکومت قائم کی۔ یہ شخص ابتدا میں زین ساز تھا اور اس کی ترمیم پسندی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ببیل کے انتقال کے بعد 1913 میں پارٹی کی قیادت اس کے ہاتھ آ گئی۔ ایبرٹ نے برلن سویٹ کی مجوزہ عام ہڑتال کو فوراً منسوخ کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد دائیں بازو نے عبوری حکومت قائم کر کے دوسرا قدم اُٹھایا۔ اس حکومت میں دائیں بازو کے تین ایبرٹ، شیڈ مین اور لینڈ زبرگ اور تین آزاد ہاس، ڈتمین اور بارتھ شامل تھے۔ اگر ترمیم پسند واضح طور پر اس بات کا فیصلہ کر چکے تھے کہ بورژوا جمہوری ریپلک کے قیام کے بعد اور کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے لیکن آزاد اراکین نے مزدوروں کی کونسلوں کے ہاتھ میں تمام طاقت دیئے جانے کی ظاہری حمایت کرتے ہوئے دائیں بازو کے ساتھ مل کر حکومت کو انقلاب کے کچلنے پر آمادہ کرتے رہے۔ یہ رویہ مہلک ثابت ہوا۔ یہ ایک ایسے بے اصولے پن کا مظاہرہ تھا کہ جس کی وجہ سے لینن کو یہ کہنا پڑا کہ درمیانہ روی انقلاب کی سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔

16 دسمبر کو برلن میں مزدور اور سپاہیوں کی کونسلوں کی نیشنل کانگرس منعقد ہوئی۔ پارٹی تنظیموں ٹریڈ

یونینوں اور امداد باہمی کی انجمنوں پر غلبہ حاصل ہونے کی وجہ سے تین چوتھائی ڈیلی گیٹ دائیں بازو کے تھے۔ بقایا میں سے بیشتر آزاد مندوبین تھے چنانچہ کانگرس نے عبوری حکومت کی حمایت کی اور سویٹ طاقت قائم کرنے کی بجائے قومی اسمبلی کا اجلاس بلوانے کی موافقت میں ووٹ دیئے۔ یہ حالت بالکل اسی طرح کی تھی جیسی کہ ابتدا میں منشویک اور سوشلسٹ انقلابی پارٹی کی عظیم اکثریت کے سامنے روسی سوچنے کی حمایت کرنے والوں کی تھی۔

مخالف انقلاب قوت نے مزدوروں کی کونسل میں اپنی مشکوک اکثریت پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے 1919 میں انقلاب کو خون میں ڈبو دینے کا موقع تلاش کرایا۔ حکومت نے برلن کے فوجی کمانڈر اور آزاد کن ایمل آئیک ہارن کو یکا یک برطرف کر دیا۔ اس پر سپارٹسٹ اور بائیں بازو کے پیروؤں میں جو آئیک ہارن کے طرف دار تھے مسلح جدوجہد شروع ہوگئی۔ تمام ملک میں عام ہڑتال پھیل گئی۔ سوشل ڈیموکریٹک وزیر دفاع نوسکے کے قیصر کے سابقہ افسر اور رجعت پرست فوجی عناصر کو متحرک کر کے ہڑتال مزدوروں کے خلاف صف آرا کر دیا۔ دو ہفتوں تک برلن اور دوسرے شہروں کی سڑکوں پر خون بہتا رہا۔ بالآخر بغاوت فرد کر دی گئی۔ نئی تشکیل پائی ہوئی کمیونسٹ پارٹی پر یہ ایک مہلک ضرب تھی۔ 13 اپریل 1919 کو بویریا میں سوویٹ ری پبلک قائم ہوئی مگر صرف 18 دنوں کی زندگی کے بعد اس کا خاتمہ ہوگیا۔

اس عام جدوجہد میں روزا لکسمبرگ اور کارل لائب نخ جو کہ حال ہی میں جیل سے رہا ہوئے تھے نہایت بربریت کے ساتھ قتل کر دیے گئے۔ 15 جنوری کو انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا تھا انہیں غالباً جیل لے جاتے ہوئے بیدری کے ساتھ گولی کا نشانہ بنا دیا گیا لیکن حکومت نے کسی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قاتلوں کو کفیر کردار تک پہنچانے کوئی کوشش نہیں کی گئی حالانکہ وہ مشہور شخصیتیں تھیں۔ یہ وہ جلیل القدر جانباز ہستیاں تھیں جن کے ثانی عالمی انقلابی تحریک نے بہت کم پیدا کیے۔ روزا لکسمبرگ کا شوہر لیو جوجیش بھی مارا گیا۔

بورژوازی نے پورا اقتدار سنبھال لیا

خون کی اس ہولی کے بعد آزاد ارا کین حکومت سے مستعفی ہو گئے۔ بایں ہمہ دائیں بازو کے حامیوں نے مخالف انقلاب نیشنل اسمبلی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی جدوجہد جاری رکھی۔ انقلابی کشمکش کی

شکست کے بعد پھیلی ہوئی بددلی کے باوجود انہوں نے 21 جنوری کو انتخابات کروائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دائیں بازو کی پارٹیاں انتخابات میں بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئیں۔ ڈالے جانے والے کل ووٹوں کا 39,3 فیصد ترمیم پسند سوشل ڈیموکریٹوں کو اور 7,68 فیصد آزاد امیدواروں کو ملا۔ کمیونسٹوں نے انتخابات میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

بعد میں آنے والے ہفتوں کے دوران میں بورژوا ویمر ری پبلک کا قیام عمل میں آیا۔ سرمایہ داروں نے مزدوروں کے انقلابی جذبہ کا احساس کرے ہوئے انہیں غلط راہ اور الجھن ڈالنے کے لیے حکومت کی باگ ڈور دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹ، ایبرٹ، شیڈمین اور نوسکے کے ہاتھوں میں دے دی۔ سرمایہ داروں کو ان پر پورا اعتماد تھا۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ لوگ انقلابی مزدوروں کے حملوں سے نظام سرمایہ داری کی مدافعت کر سکتے ہیں۔ اسمبلی کے رہنماؤں نے بھی مزدوروں کی دلجوئی کی خاطر صنعتوں کو اشتراکی اصولوں پر لانے، اجرتوں میں اضافہ، رہائشی مکانوں کی تعمیر، تعلیم اور مزدوروں کی کونسلوں کی حمایت وغیرہ کے بارے میں ایک انتہا پسند لائحہ عمل تیار کیا۔ یہ ایک ایسا پروگرام تھا جس پر عمل درآمد کا ان کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ کبھی انہوں نے اسے عمل جامہ پہنایا۔ نئی حکومت میں انہوں نے سوویٹوں کی صرف مشاورتی مجالس کا درجہ دیا۔

بحیثیت مجموعی یہ سب کچھ قطعی طور پر سرمایہ داروں کے حسب منشا تھا۔ انہیں حکومتی مشین پر دوبارہ کنٹرول حاصل ہو گیا۔ انہوں نے دائیں بازو کے رجعت پسند سوشل ڈیموکریٹوں کے ہاتھ میں عنان اقتدار دیکر ان سے انقلاب کو کچلنے کا کام لیا۔ یہی وہ سوشل ڈیموکریٹ تھے جن پر رسوائے زمانہ معاہدہ ورسیلز پر دستخط کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان کا یہ فعل انکے گلے میں چکی کے پاٹ کی طرح لٹکتا ہوا دس برس بعد فاشزم کی شکل میں رونما ہوا۔

جنوری کے تباہ کن واقعات کے باوجود آئندہ چار سال تک جرمن مزدوروں نے جرمن سرمایہ داری کو ختم کرنے کی کئی انقلابی کوششیں کیں۔ ان پر ہم آنے والے صفحات میں اچٹتی سی نظر ڈالیں گے۔ لیکن یہ تمام مساعی رائیگاں گئیں۔ ہر کوشش کو رجعت پسند طاقتوں نے جن کی تنظیم اور رہنمائی دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹ کر رہے تھے گولی کا نشانہ بنایا۔ اس انتہائی دور آزمائش میں جرمن سرمایہ داری نے دائیں بازو کے سوشلسٹوں کو اپنا کارگر محافظ پایا۔ روس میں مانشویک اور انقلاب سوشلسٹوں کا منشا بھی بالکل اسی

طرح کے اقدامات کرنے کا تھا لیکن بالشویک اس قدر طاقت ور تھے کہ انہوں نے ہر مخالف انقلاب کوشش کو کچلتے ہوئے انقلاب کو فتح مندی تک پہنچایا۔

جرمن انقلاب کی ناکامی نے پہلی جنگ عظیم کے بعد سوشل کو پورے یورپ میں نہ سہی پھر بھی اس کے بہت بڑے حصہ میں پھیلنے سے روک دیا ورنہ عالمی سرمایہ داری پر یہ ایسی کاری ضرب ہوتی کہ دنیا کی حالت بدل جاتی۔ چنانچہ عالمی فاشزم کا ابھار دوسری عالمی جنگ کا قتل عام اور دوسری سماجی تباہیاں جو دقیانوسی عالمی نظام سرمایہ داری کی توسیع کے سبب نوع انسانی پر آئیں ان سب کی مجرمانہ ذمہ داری دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹیوں کے کاندھوں پر ہے اور ابھی ان قربانیوں اور تباہیوں کا خاتمہ ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔

جرمن انقلاب کی شکست میں اور بھی عوامل کارفرما تھے۔ اس کی نسبت جرمن بورژوا طبقہ زیادہ طاقت ور اور لڑنے کی زیادہ قابل تھا۔ مزدور بورژوائی فریب (خصوصاً ولسن کے 14 نکات) کے روسیوں کی بہ نسبت زیادہ شکار تھے پھر بھی انہیں اگر موزوں رہنمائی ملتی تو انقلاب میں کامیابی ہو جاتی۔ انقلاب کی ناکامی میں بنیادی اسباب کے علاوہ سپارٹا کس بند بعد کی کمیونسٹ پارٹی کی نظریاتی و تنظیمی کمزوری کا بھی ہاتھ تھا۔ پارٹی اس قدر طاقت ور نہ تھی کہ اس وقت کی پیش آمدہ بہت سی مشکلات میں مزدور طبقہ کو متحرک کر سکتی اور قیادت کے فرائض انجام دے سکتی۔ برلن کی بغاوت ایک تباہ کن غلطی تھی۔ مگر ان سب سے زیادہ دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹیوں کی شرمناک غداری اور اعتدال پسندوں کی جن کے اقوال تو انقلابی تھے مگر اعمال قدامت پرستانہ پس پردہ امداد انقلاب میں شکست کا فیصلہ کن اسباب تھے۔

ہنگری کا انقلاب

پہلی جنگ عظیم کے بعد ہونے والی عظیم انقلابی ہلچل نے آسٹرو ہنگری سلطنت کے پرخچے اڑا دیئے۔ جو کچھ بعد میں بچا وہ آج کل کی مختصر سی آسٹروی ریپبلک ہے۔ یہ اس وسیع سرزمین کا چھوٹا سا حصہ ہے جو کبھی ایک عظیم سلطنت پر مشتمل تھا۔ اس عام انقلاب کا خصوصی کردار قومی آزادی تھا۔ اس میں پولینڈ، چیک، سلواک، سربیا مانٹی نیگو، کروٹ اور ہنگری کی قومیں شامل تھیں جنہوں نے سلطنت سے اپنا تعلق منقطع کر کے خود مختار بورژوا جمہوریتیں قائم کر لیں۔ خود آسٹریا میں سوشلسٹ پارٹی تعداد کے لحاظ

سے طاقتور تھی۔ اس کی رہنمائی وکٹر اڈلر، کارل رینز اور اوٹو بائر کر رہے تھے۔ اس نے عام ہڑتال اور 1919 کے انتخابات میں بورژوا پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرنے کی کوشش کر کے اپنے لڑاکا پن کا کمزور سا مظاہرہ کیا۔ بحیثیت مجموعی مضافات ملک سے قدامت پرست پارٹیاں بیشتر نشستوں پر قابض ہو گئیں۔ جب کہ ویئنا میں سوشل ڈیموکریٹ تین چوتھائی اکثریت سے کامیاب رہے۔

تاہم ہنگری میں انقلابی ہلچل بورژوا مرحلہ تک پہنچ کر ختم نہیں گئی بلکہ قطعی طور پر سوشلسٹ انقلاب تک اس کا میلان مسلسل رہا۔ 31 اکتوبر 1918 کو عوامی دباؤ کی وجہ سے پرانا دور منہدم ہو گیا اور ایک بورژوا ڈیموکریٹ کاونٹ کیرولائی نے عارضی حکومت کی سربراہی سنبھال لی۔ کیرولائی بعد میں 16 نومبر کو ریپبلک کے قیام پر صدر منتخب ہوا۔ لیکن سیاسی و اقتصادی افراتفری کی وجہ سے یہ حکومت کامیاب نہ ہو سکی۔ 21 مارچ 1919 کو اسے ایسی حکومت کے سامنے جھکنا پڑا جس میں کمیونسٹوں کی اکثریت تھی اور جو پرولتاریہ آمریت قائم کرنا چاہتی تھی۔ نئی حکومت میں سوشل ڈیموکریٹیوں اور کمیونسٹوں کے اتحاد پر مبنی ہنگری کے سوشلسٹ پارٹی کو رہنمایانہ حیثیت حاصل تھی۔

نئی حکومت کا اصل سربراہ اس کا وزیر خارجہ بیلاکن ایک کمیونسٹ تھا۔ حکومت کی دوسری سرگرم شخصیتیں مشہور ماہر اقتصادیات یوجین ورگا اور ماتھی اس راکوسی تھے۔ موخر الذکر شخص آئندہ پچیس برس تک ہنگری کی پیپلز ڈیموکریٹک ری پبلک کا سربراہ رہا۔ نئی حکومت کو انتہائی خارجی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کے رہنماؤں سے بھی خطرناک سیاسی غلطیاں سرزد ہوئیں چنانچہ اسے شکست کھانی پڑی۔ اتحادی طاقتوں کے براہ راست فوجی دباؤ کی وجہ سے اگست 1919 میں جمہوریہ کا تختہ الٹ دیا گیا۔

ہنگری کے سوویٹ دور کی مختصر سی زندگی میں حکومت کے رہنماؤں نے پالیسی کے تعین میں سخت خطرناک غلطیاں کیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم سوویٹ روس کی پیش کردہ مثال کے باوجود کسانوں میں زمین تقسیم کر کے انہیں انقلابی جدوجہد میں شامل نہ کرنا تھا۔ علاوہ ازیں برسٹ لٹوسک میں لینن کی دانش مندانہ حکمت عملی کو نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے اتحادیوں سے سمجھوتہ کر کے امن قائم کرنے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ گو اس میں انہیں کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑا صنعتوں اور تجارت کو قومیانے میں بھی انہوں ے جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا۔ کمزور حکومت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی ان میں سب سے زیادہ بنیادی غلطی جس پر لینن نے سخت تنقید کی سوشل ڈیموکریٹک ترمیم پسندوں اور دوسروں کے

ساتھ مل کر ایک پارٹی بنانا تھی۔

قیادت کی ان خطرناک غلطیوں کے ساتھ ساتھ اور بھی منفی قوتیں تھیں جنہوں نے پورے وسطی یورپ میں جدوجہد کو نقصان پہنچایا۔ انقلاب جرمنی میں دائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹوں کی غداری کے مضرت رساں اثرات آسٹروی سوشلسٹ پارٹی ہنگری کے باشندوں کی مدد نہ کرنا، ہنگری کی مزدور تحریک کی کمزور کمیونسٹ قیادت کی ناتجربہ کاری اور اتحادیوں کا مسلح قوت کے ساتھ ہنگری میں کمیونزم کو بے دردی کے ساتھ کچلنا، خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان منفی حالات کے تحت ہنگری میں پرولتاریہ انقلاب کی کامیابی ایک امید موہوم سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔

اس کتاب کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو اردو سیکشن کے لئے رضیہ سلطانہ نے کمپوز کیا۔
یہ ایڈیشن مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو اردو سیکشن کے لئے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

پڑھنے والوں سے

marxists.org کا اردو سیکشن آپ کا بہت شکرگزار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے مواد اور اس کے ترجمے کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم آپ کے شکرگزار ہوں گے۔

اپنی رائے کے لئے درج ذیل پتے پر ای میل کریں:

hasan.marxists.org

اس کے علاوہ اگر آپ اردو یا کسی اور زبان کے سیکشن کے لئے اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کرنا چاہیں تو انسانی علمی ترقی میں آپ کا حصہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔